باسمہ سبحانہ

جناب مدرسۃ الاعلام فی مدارس الکرام

تذکرۂ مشاہیر کاکوری

علما فقرا شعرا مشاہیر امرا کے دلچسپ حالات۔ اُنکے نثر و نظم کلام کے انتخابات۔ قصبہ مردم خیز "کاکوری" کے تاریخی واقعات وغیرہ وغیرہ میں



عنوان شرف و کمال ممدوح دوران اہل جود و افضال سر الاکبر نور الانور

جناب مولانا مولوی حافظ محمد علی حیدر صاحب علوی کاکوروی دام فیضہ

باہتمام

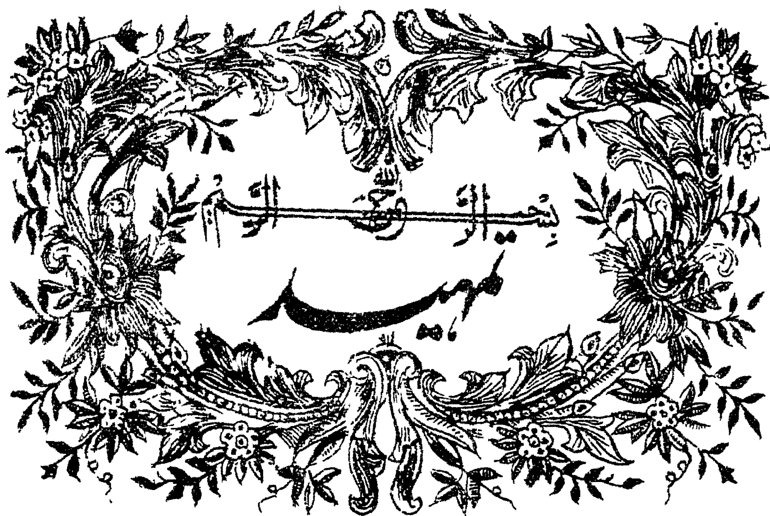
شیخ محمد قادر بخش

در مطبع اصح المطابع وکٹوریہ اسٹیٹ لکھنؤ میں چھپی

سنہ ۱۹۲۷ء

عبدالرحمن

فہرست کتاب مرآۃ الاعلام فی مآثر الکرام معروف بہ تذکرۂ مشاہیر کاکوری



الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمعیل وضیضی معد وعنصر مضر وانبتنا من اصل اصیل۔ واصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل ومنہ کنانۃ والقریش والبنو ھاشم مخازن الفضل والتبجیل۔ واجتبی منہ سیّدنا ومولانا محمد النبیّ الھاشمی الذی وجودہ کشجرۃ مبارکۃ من اصل الخلیل وفرع اسماعیل۔ اخرجہ اللہ من الآباء الاخایر والامھات الطواھر بمکۃ ظھرت وبالتھامۃ نبتت وبالمدینۃ سبقت وبیثرب انبعث علیہ وعلی الہ واھلبیتہ واصحابہ ھم سادۃ العرب وقادتھم واغصان ھذہ الشجرۃ واثمارھم صلوۃ دائمۃ فی کل بکرۃ واصیل۔

امّا بعد بندۂ احقر اصغر افراد بشر علی حیدر غفر اللہ العلی الاکبر ابن حضرت عرشستان منزلت عارف شیون واطوار واقف علوم واسرار قطب الحق غوث الخلق ثمرۃ الکون شجرۃ العون وصی حیدر الصفدر مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس اللہ سرہ الاطہر وخوشہ چین خرمن یقین صاحب فضل مبین مفتاح باب کعبۃ الفضل والکرم حبل الرحمۃ والکرم والنعم عیاذی معاذی ملاذی و استاذی والیہ لجمیع العلوم والفنون استنادی وعلیہ بعد اللہ و رسولہ اعتمادی اخی ومولائی قبلتی و مرشدی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی الی مرور الایام واللیالی عارض مدعا ہے۔

عرصے سے یہ خیال دل میں جاگزین تھا کہ بموجب حدیث نبوی حب الوطن من الایمان ایک

ایسا علمی مرقعہ تاریخی گلدستہ مرتب کر کے نذر ناظرین با تمکین کیا جاوے جس کی چمن بندی و آبیاری کا بر و بار باطن کے حالات سے ہو۔ اور جسقدر حضرات فقرا و فضلا علما و شعرا مشاہیر ارباب دول و اقتدار صاحبان ثروت و اقتدار گذرے ہین سب کے صحیح حالات بہترین کارنامے۔ نثر اور نظم کے دلچسپ انتخابات۔ بیدار مغزی اور عالی دماغی کے کیفیات تعلیم و تعلم۔ درس و تدریس ترقیات ظاہر و باطن۔ ارشاد و ہدایت کی دلکش بہار۔ دکھائی جاوے تاکہ یہی ایک مکمل و مستند تاریخ وطن و ابنائے وطن کی ہو جاوے۔ اور موجودہ و آیندہ نسلون کیلئے نصیحت آموز ہو کر یہ بتلاوے کہ ماسبق حضرات اکابر وطن نے اپنی قابل قدر زندگی مین کیسا ہندوستان کے ہر ہر گوشہ کو مشک اذفر کی طرح معطر کر دیا تھا۔ علم و فضل کے میدان مین جب آئے تو فارابی اور رازی کے ہم پلہ ہوئے۔ فقر و درویشی مین رشک جنید ہم پایہ بایزید گذرے۔ شیرین زبانی و خوش بیانی سے وحشیون کو رام کیا۔ حسن اخلاق و ایثار سے متمردین کو حلقہ بگوش بنایا۔ کہین مسند قضا و افتا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے زیب و زینت دی کہین شعر و سخن کے میدان مین اترے تو ہمعصرون سے گوئے سبقت لیگئے۔ اور فخر روزگار رہے۔ دولت و جاہ منصب و ثروت مین اپنے زمانہ مین ممتاز ہو کر نکلے۔

ان ترقیات کا تمام تر راز یہ تھا کہ وہ طلب دنیا مین خدا سے غافل نہین رہتے تھے۔ دین نہین چھوڑتے تھے۔ عزت و جاہ رکھتے تھے۔ مگر حب جاہ سے پاک و صاف رہنے کی کوشش کرتے۔ حق گوئی و حق پسندی اپنا شعار رکھتے۔ اور نہایت سختی سے بزرگون کے طریقے کے پابند رہتے۔ اخلاق حسنہ سے متصف ہوتے اور اعلاء کلمۃ اللہ مین مصروف رہتے۔ ان امور پر نظر رکھتے ہوئے خیال نے ارادہ کی صورت اختیار کی۔ اور ارادہ نے مستحکم ہو کر عملی تدابیر شروع کر دیئے۔ منزل سخت۔ راستہ دشوار گذار۔ قدم قدم پر مشکلین درپیش ہونا شروع ہوئین۔ حالات کی فراہمی۔ کتابون کا مطالعہ۔ مضامین کا اقتباس۔ پھر مروجہ زبان اردو مین اسکا ترجمہ غرضکہ یہ سب امور بوجہ اپنی ہیچ میرزی و عدم لیاقت بہت اہم معلوم ہوتے تھے۔ ہمت پست ہوتی جاتی تھی۔ صدیون کے حالات و واقعات کا دریافت کرنا سہل نہ تھا۔ دس بارہ سال کی مسلسل و غیر مسلسل محنت شاقہ و ورق گردانی کے بعد بتوفیق الٰہی جتنے حالات و واقعات مل سکے وہ سفیدی اور سیاہی کے درمیان محفوظ کر دئے گئے۔

ان اوراق کی جمع و تدوین میں جسقدر وقت کا سامنا پڑا اسکی زیادہ تر وجہ یہ ہوئی کہ اب تک ابنائے وطن نے جسقدر حالات میں کتابیں لکھیں اُنکی اصلی وجہ تالیف حفاظت نسب و حسب تھی - جن میں بر سبیل تذکرہ بعض واقعات و حالات بھی معرض تحریر میں آگئے - زیادہ سے زیادہ تاریخ وفات بھی لکھدی گئی - سن و سال کی طرف بہت کم توجہ کیگئی ہے - بعض لوگوں نے البتہ بطور روزنامچہ واقعات و حالات لکھے - مگر باوجود سعی و کوشش مجھے دیکھنے کو نہ ملسکے - اپنے علم کے موافق میں نے دریافت حالات میں کوئی ممکنہ کوشش نہیں اُٹھا رکھی - ہر ایک کا حال صداقت و بے تعصبی سے لکھا ہے کتاب کی حیثیت تاریخ کی رکھی ہے - انساب سے بحث نہیں کی ہے - مگر بقدر ضرورت اور اس کتاب کا نام مرآۃ الاعلام فی ماثر الکرام معروف بہ **تذکرۂ مشاہیر کاکوری** رکھا ہے - اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور طرۂ مقبولیت سے سرفراز کرے -

اس تالیف میں جتنی کتابوں سے مدد لیگئی اُنکے اسمار درج ذیل ہیں -

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	مطبوعہ یا قلمی	نام مطبع بقید سال طبع	کیفیت
١	اصول المقصود فارسی	شاہ تراب علی قلندر رح کاکوری	مطبوع	آسی پریس لکھنؤ سنہ ١٣١١ھ	موجودہ کتبخانہ تکیہ شریف کاکوری
٢	انتصاح عن ذکر اہل الصلاح فارسی	شاہ علی انور قلندر رح کاکوری	؍؍	؍؍ ؍؍	؍؍ ؍؍
٣	الصلاح تتمۂ انتصاح	شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ کاکوری	؍؍	؍؍	؍؍
٤	انیس عشاق	نواب تفضل حسین خان شیدا	قلمی		؍؍
٥	آئینۂ اودھ	مولوی ابو الحسن مانکپوری	مطبوع	مطبع نولکشور لکھنؤ	؍؍

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوعہ یا قلمی	نام مطبع بقید سال طبع	کیفیت
۶	بحر زخار	ملا وجیہ الدین اشرف لکھنوی	قلمی		موجودہ کتبخانہ فرنگی محل لکھنؤ
۷	باغ وبہار	شیخ خیر الزمان لکھنوی			موجودہ کتبخانہ تکیہ شریف کاکوری
۸	باغ وبہار نظم	منشی فیض بخش کاکوروی	"		"
۹	بیاض	"	"		"
۱۰	بیاض رشک ریاض	قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر	"		"
۱۱	بیاض	منشی علی حسن خان کاکوروی			موجودہ کتبخانہ حاجی اعجاز علی کاکوروی
۱۲	"	منشی ہادی حسن خان مجروح کاکوروی	"		"
۱۳	"	نواب تفضل حسن خان شیدا	"		"
۱۴	بوستان اودھ	راجہ درگا پرشاد سندیلوی	مطبوعہ	مطبع منشی نولکشور لکھنؤ	موجودہ کتبخانہ تکیہ شریف کاکوری
۱۵	بزم سخن تذکرہ شعراء اردو	نواب علی حسن خان بھوپال	"	مطبع شاہجہانی بھوپال	"
۱۶	بیاض	منشی شرف علی مضطر کاکوروی	قلمی		موجود نزد شیخ عبد الرفیع صاحب

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	مطبوعہ یا قلمی	نام مطبع بقید سال طبع	کیفیت
۱۷	بہار بیخزان تذکرۂ شعرا	منشی احمد حسین سحر	قلمی		موجودہ کتبخانہ تکیہ شریف کاکوری
۱۸	تذکرۃ الاصفیا	شاہ رحمۃ اللہ نجنوری	"		"
۱۹	تحفۃ الفضلا	مولوی جان علی	مطبوع	مطبع منشی نولکشور لکھنؤ	"
۲۰	تطییب الاخوان	مولوی ادریس نگرامی		"	"
۲۱	تاریخ سندیلہ	راجہ درگا پرشاد سندیلوی		"	"
۲۲	توضیح السعادات فی مناقب السادات	سید محمد مخدوم بجنوری	قلمی		"
۲۳	تاریخ قصبہ کاکوری	قاضی خادم حسن کاکوروی	مطبوع	مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۲ء	"
۲۴	ثمرات الانظار فیما مضے من الآثار	حافظ شوکت علی سندیلوی	"	مطبع علوی لکھنؤ	"
۲۵	جواہر الانشار	مولوی غلام مرتضےٰ کاکوروی	قلمی		"
۲۶	حیات الاسلاف فی حیاۃ الاخلاف	مولوی صدر الدین خان کاکوروی	مطبوع	مطبع منشی گلاب سنگھ لکھنؤ	"
۲۷	حوض الکوثر	شاہ علی انور قلندر کاکوری	مطبوع	اصح المطابع لکھنؤ ۱۳۰۸ھ	"
۲۸	روض الازہر فی مآثر القلندر	شاہ تقی علی قلندر کاکوروی	مطبوع	مطبع سرکاری رامپور	"
۲۹	روز روشن تذکرۂ شعرا	منشی مظفر حسین صبا گوپاموی	"	مطبع شاہجہانی بھوپال	"

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوعہ یا قلمی	نام مطبع بقید سال طبع	کیفیت
۳۰	ریاض عثمانی	قاضی خادم حسن کاکوری	مطبوع	نیر پریس لکھنؤ	موجودہ کتبخانہ تکیہ شریف کاکوری
۳۱	ذخیرہ یعنی مجموعہ نظم و نثر	مولوی امجد علی کاکوری	قلمی		″
۳۲	سفرنامہ حج	حاجی امین الدین کاکوری	″		″
۳۳	سفرنامہ لندن	مولوی مسیح الدین خان کاکوری	″		″ ″
۳۴	شجرۃ الانساب	مولوی ممتاز الدین حیدر کاکوری	″		″ ″
۳۵	صبح وطن	قاضی عابد علی خان کاکوری			″ ″
۳۶	صبح گلشن تذکرہ شعرا	نواب علی حسن خان بھوپالی	مطبوع	مطبع شاہجہانی بھوپال	″ ″
۳۷	طور کلیم تذکرہ شعرا	نواب نور الحسن خان بھوپالی		″ ″	″
۳۸	عمدۃ الصحائف			مطبع انوار احمدی الہ آباد	″
۳۹	عیون المعارف	مولوی محمد عالم قیصری	″	مطبع اصح المطابع لکھنؤ	″
۴۰	فیض الجاری	منشی عبد العلی مرحوم کاکوری		شام اودھ لکھنؤ	″
۴۱	قیصر التواریخ	سید کمال الدین حیدر حسنی حسینی مشہدی لکھنوی		مطبع نولکشور لکھنؤ	″

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوع یا قلمی	نام مطبع مع سال طبع	کیفیت
۴۲	کرامت نامہ	شاہ کرامت علی قلندر کاکوروی	قلمی		موجود کتبخانہ تکیہ شریف کاکوری
۴۳	کشف المتواری	شاہ تراب علی قلندر	مطبوع	آسی پریس لکھنؤ	"
۴۴	گل رعنا تذکرۂ شعرا	حکیم عبدالحی رائے بریلوی	مطبوع	معارف اعظم گڈھ	"
۴۵و۴۶	لطائف الاذکار و لامیۃ الہند	رضا حسن خاں کاکوروی	"	کلکتہ	"
۴۷	مطارح الاذکیا	"	"	"	"
۴۸	محافل خمسہ ملفوظ ملا عبدالرقیب کاکوری	شیخ فصیح اللہ قدوائی بانسوی	قلمی		"
۴۹	منظورا ویسیہ ملقب قول معروف	مولوی محمد معروف صدیقی			ملفوظ شاہ محمد معصوم کاکوری
۵۰	مواہب القلندر	شاہ حبیب حیدر قلندر	مطبوع	نامی المطابع لکھنؤ	موجود کتبخانہ تکیہ شریف کاکوری
۵۱	نسب نامہ موسومہ بچشمۂ فیض	منشی فیض بخش کاکوری	قلمی		"
					"
۵۲	نسب نامہ ناتمام	مولوی ذوالفقار علی حامد کاکوروی			"
					"
۵۳	نگارستان سخن تذکرۂ شعرا	نواب نور الحسن خان بھوپالی	مطبوع	مطبع شاہجہانی بھوپال	"
					"
۵۴	نفحات النسیم	مولوی محسن علی مرحوم کاکوروی	"	شام اودھ لکھنؤ	"

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوعہ یا قلمی	نام مطبع بقید سال طبع	کیفیت
۵۵	نفحات العنبریہ	مولوی تقی حیدر کاکوروی	مطبوعہ	الناظر پریس لکھنؤ	

دواوین صبر۔ نطق۔ سلطان۔ محو۔ ساحر۔ بسمل۔ ذوق۔ و دیگر ارباب وطن وغیرہ وغیرہ۔

اسی کے ساتھ مین اصحاب ذیل کی شکر گذاری بھی ضروری خیال کرتا ہون جنھون نے اس کتاب کیلئے فراہمی ماخذات یا حالات مین مدد دی ہے۔

(۱) مکرمی جناب منشی محمد امیر حسن صاحب صدیقی ڈپٹی کلکٹر پنشنر کاکوروی۔

(۲) مکرمی جناب حاجی اعجاز علیصاحب علوی کاکوروی۔

(۳) عمی مکرمی جناب شیخ عبدالرفیع صاحب علوی کاکوروی۔

(۴) مکرمی جناب مولوی شیدا علیصاحب عباسی کاکوروی۔

(۵) مکرمی جناب مولوی منظور الدین خانصاحب مغفور ملکزادہ کاکوروی۔

(۶) مکرمی منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی۔

(۷) مکرم الاخوان قاضی خادم حسن صاحب علوی کاکوروی

(۸) محبی مولوی محمد عاصم صاحب قیس کاکوروی۔

(۹) محبی مولوی محمد عالم صاحب قیصری کاکوروی۔

(۱۰) محبی منشی عبدالرؤف صاحب عباسی اڈیٹر ہمدرد دحق، کاکوروی۔

مقدمہ

قبل اسکے کہ مفصل حالات ارباب وطن بیان کیے جائیں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قصبہ کاکوری کی تاریخی حیثیت ناظرین پر ظاہر کر دی جائے۔

صوبہ اودھ و ملک ہندوستان میں چند قصبات منتخب روزگار شمار کیے جاتے تھے جن میں یہ قصبہ کاکوری بھی اپنی بنظیر خوبیوں میں منفرد سمجھا جاتا تھا۔ اسنے ایسے ایسے صاحبان کمال پیدا کیے جنھوں نے عہد اسلامی سے لیکر عہد انگریزی تک ہر زمانہ میں سیف و قلم علم و عمل۔ جہد و ریاضت۔ تدبیر و سیاست سے اپنے ذات اور اپنے وطن کو تمام ملک میں ممتاز کر دکھایا۔ یہی وہ لوگ تھے جن کی خدا پرستی و شان اسلامی دیکھکر ایک شاعر[1] بے اختیار کہہ اٹھا تھا کہ ؎

نماید شہر کاکوری مدینہ … خصوصاً روز عیدین و ادینہ

ایسے قصبات کی زائد تعداد پورب میں تھی اور قریب قریب ہر قصبہ[2] علما و فضلا کا مسکن تھا چنانچہ ابو المظفر شہاب الدین شاہجہان بادشاہ دہلی کہا کرتے تھے کہ "میں اپنی مملکت میں پورب کے قصبات پر فخر کرتا ہوں۔ جنھوں نے بہت بڑے بڑے فضلا و فقرا و علما و ارباب دل پیدا کیے۔ اور ہر قصبہ باعتبار مردم خیزی کے شیراز کا ہم پلہ ہے"۔

قصبہ کاکوری بھی انھیں پورب کے مشہور مردم خیز قصبات میں سے ہے۔ شہر لکھنؤ سے ۹ میل

[1] یہ شعر منشی فیض بخش مورخ کاکوروی کا مثنوی باغ و بہار میں موجود ہے یہ مثنوی منشی صاحب نے مخصوص حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے حالات میں نظم کی ضمناً اور حالات بھی مختصراً آگئے اسکا بیشتر حصہ اصول المقصود میں چھپ چکا ہے ۱۲ مولف

[2] قصبہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بادشاہ وقت کے حکم سے یا بطور خود رؤسا و ارباب دول نے اپنے مکانات و محلہ جات ایک دوسرے سے قریب اسطرح آباد کیے ہوں کہ دشمن کے حملہ کیوقت پوری حفاظت ہو سکے اور ایک دوسرے کی مدد کر سکے مسلمانوں نے جن جن ممالک پر حملہ آور ہوئے وہاں انھوں نے ایسے ہی قصبات قائم کیے ہندوستان میں بھی یہی ہوا سلاطین اسلامیہ نے اتنا اور اضافہ کیا کہ مزید تقویت کیلیے انھیں قصبات کو پرگنہ جات کا صدر مقام بنا کر افواج و حکام بھی وہاں تقرر کیا بمصداق حدیث الشرافۃ فی القری سادات و شرفا قصبات ہی میں رہتے تھے۔ اکثر بحیثیت فاتح کے آئے اور فتوحات پر قابض و متصرف ہو جاتے تھے ۱۲ مولف

جانب مغرب اودھ و روہیلکھنڈ ریلوے پر واقع ہے۔ جسکا عرض البلد ۲۶ دقیقہ ۵۰ ساعت شمال میں اور طول البلد ۸۰ دقیقہ ۴۸ ساعت مشرق میں ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے آخر تک ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ اس خطہ پر کون حکمران تھا اوائل پانچویں صدی ہجری میں اس خطہ کا حاکم راجہ کنس والی کسمنڈی کلاں تھا۔

۴۲۲ھ میں راجہ کنس سے اور حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ سے درمیان کسمنڈی اور کٹھولی متصل کاکوری سخت جنگ ہوئی راجہ اور اسکا تمام خاندان قتل ہوا اور اسکا ملک مجاہدین کے قبضہ میں آیا۔ کاکوری پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوا جیتنی ۴۲۵ھ مطابق ۱۰۳۳ء تک قابض رہے۔

۴۲۵ھ میں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ کی شہادت کے بعد یہ قصبہ پھر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا کچھ دنوں راجہ قنوج کے حکومت تصرف میں رہا۔

آغاز ۱۰۵۰ء میں قوم بھر نے خروج کرکے سلطنت قنوج کو تباہ و برباد کیا اور ۱۲۲۵ء تک قابض متصرف رہے۔

۱۱۹۳ء سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا دور شروع ہوا سلطان شہاب الدین غوری نے فتح پائی ۱۱۹۵ء میں قطب الدین ایبک نے اودھ و بہار کو مسخر کرکے بختیار خلجی کو حاکم و سردار لشکر بنایا۔ ابھی پورے طور پر تسخیر نہیں ہوپائی تھی کہ ۱۲۲۵ء میں پھر سلطان شمس الدین التمش نے ملک ناصر الدین کو اس مہم پر مامور کیا جنھوں نے پے در پے حملوں سے قوم بھر کو پامال کر دیا اسوقت سے یہ قصبہ سلاطین دہلی کے تصرف میں آیا شمالی قوم بھر تو تباہ ہو ہی چکی۔ جنوبی میں بھی بعضوں نے اطاعت کرلی تھی اور بہت سے پہاڑوں میں پوشیدہ ہوگئے تھے۔

بہر حال اُسوقت سے سلاطین تغلق کے آخر عہد تک سلاطین دہلی کا قبضہ رہا جب ۱۳۹۳ء میں خواجہ جہاں معروف بہ ملک الشرق نے جونپور میں سلطنت شرقیہ کی بنیاد ڈالی تو یہ وقت خاندان تغلق کے زوال کا تھا جابجا خانہ جنگیاں قائم تھیں ان حالات سے فائدہ اُٹھاکر ساتھ ہی ساتھ جنوبی قوم بھر نے پھر خروج کیا اور اس قصبہ اور اسکے گرد و نواح کے تمام مقامات پر پھر تسلط کرلیا۔

ان سب کا فرمانروا راجہ ککور تھا جس نے لکھنؤ کے جنوبی حصہ میں ککور گڈھ[1] کے نام سے ایک خام قلعہ بنایا تھا۔

یہ قلعہ اسقدر وسیع تھا کہ موجودہ قصبہ کاکوری اسکے حلقہ کے اندر آباد ہے یہی ککور گڈھ کثرت استعمال سے کاکوری ہو گیا۔ ابتک اس قصبہ کی شمالی آبادی سے متصل ایک قطعہ اراضی ککوراڈیہہ کے نام سے مشہور بھی ہے جسکے مغرب جانب محلہ ولی نگر آباد ہے۔

سنہ ۱۴۰۱ء میں سلطان ابراہیم شرقی نے جو سلاطین شرقیہ جونپور کا تیسرا فرمانروا تھا تخت نشین ہوتے ہی قوم بھر پر لشکرکشی کی مانک پور کے قریب انکو ایسی شکست فاش دی کہ جسکے سبب سے کل قوم کی حکومت اور اسکا وجود صفحہ تاریخ سے مٹ گیا۔

اس فتح کے بعد سلطان ابراہیم شرقی نے ککور گڈھ میں اسلامی نو آبادی قائم کی جو ۱۴۵۸ء تک رہی۔

اسی زمانہ میں قوم بیس[2] کے سردار راجہ ساتن[3] معروف بہ ستھنا نے جو راجہ رائے تاس کا بیٹا اور

---

[1] بکاف دال مفتوح وکاف ثانی مشدد و واو ساکن وکاف فارسی دال ہندی و ہا ساکن۔ اس قلعہ کی عمارت خام تھی جسکے گرد بہت عمیق خندق اور نہایت گنجان خاردار درختوں کا جنگل تھا یہ جنگل شمال میں موضع کسمنڈی تک اور جنوب میں موضع گھنگارو تک اور مشرق و مغرب میں جان بی بی کے تکیہ تک (دیکھو کاکوری اور لکھنؤ کے درمیان دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے) چلا گیا تھا جنگل کا طول چار کوس سے زائد تھا قلعہ کے گرد جو بستی جو ہندوؤں میں ایک بہادر قوم تھی آباد تھی منشی فیض بخش صاحب لکھتے ہیں کہ سنہ ... میں چند گھر تھے اب زمانہ تحریر کتاب سنہ ... میں کہ ... ہے ایک بھی گھر باقی نہیں ۱۲ مؤلف

[2] بیس بفتح با و سکون یا و سین اہل ہنود سے ایک قوم کا لقب ہے جو راجپوتوں میں شمار کئے جاتے تھے ۱۲ مولف

[3] ساتن بفتح سین مہملہ و الف ساکن و تاء مثناة فوقانی و نون ساکن خطہ بیسواڑہ کا زمیندار تھا یہ خطہ لکھنؤ کے جنوب میں واقع ہے۔ رائے بریلی و کاکوری معہ متعلقات و بعض دیہات موہان و لکھنؤ تا اکبری دروازہ تعمیر کردہ شہنشاہ اکبر جو لکھنؤ اسکی عملداری میں تھے رائے بریلی میں بھی قلعہ تھا اور موہان و کاکوری میں بھی دو مستحکم مکان اور قلعہ جسکے گرد جنگل تھا بنے ہوئے تھے جن میں خود راجہ اور اسکی اولاد رہتی تھی قلعہ کے گرد راجہ نے ساگر تالاب اپنی رانیوں وغیرہ کے نہانے کیلئے بنوایا تھا راجہ سلطنت جونپور کا باجگذار تھا مگر بوجہ استحکام قلعہ جات و جنگل دشوار گذار و کثرت فوج اسنے شاہی خراج دینا بند کر دیا تھا بادشاہ وقت بھی اسکے اس تمرد کی وجہ سے سرکوبی کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے مگر بمقتضائے مصلحت وقت طرح دیتے تھے تعصب اسقدر ترقی کر گیا تھا کہ اسنے حتے المقدور مسلمانوں کی صورت دیکھنا نیز آواز تک سننا بند کر دی تھی انکی توہین اور تکلیف پہونچانیکو باعث ثواب عظیم جانتا تھا ۱۲

اور تلوک چند کا باپ تھا اور نہایت ہی متعصب اور ظالم سلطنت شرقیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قصبہ کاکوری پر قابض ہو گیا اپنے زمان حکومت مین طرح طرح کے مظالم شروع کر دئے جب ان مظالم کی اطلاع سلطان حسین شرقی فرمانروائے سلطنت جونپور کو ہوئی تو اُسنے راجہ پر فوجکشی کی راجہ اُسوقت قلعہ رائے بریلی مین تھا سخت جنگ کے بعد قلعہ فتح ہوا راجہ نے وہان سے بھاگ کر قلعۂ ککور گدھ مین آکر پناہ لی۔

اُسی زمانہ مین سلطان حسین شرقی کو بنگالہ کی طرف جانا پڑا تھا۔ راجہ کی جان بچگئی تھی۔ اپنے حرکات سے باز نہ آیا موقع پاکر لکھنؤ پر حملہ کر دیا مسلمانون پر بہت مظالم کئے۔ حکومت شرقیہ کے دیہات لوٹنا شروع کر دئے۔ لکھنؤ مین حضرت شیخ الاسلام مخدوم اعظم ثانی نے معہ اعوان وانصار کے اسقدر سخت جنگ کی کہ راجہ کو خائب و خاسر لوٹنا پڑا۔

اس حملہ کی خبر جب سلطان حسین شرقی کو ہوئی تو اُسنے دوبارہ فوجکشی کی سخت لڑائی کے بعد راجہ ۱۴۵۹ء مطابق ۸۶۳ھ مین قتل ہوا۔ اور اُسکی فوج تباہ ہوئی۔ فتح کے بعد سلطان حسین شرقی نے اسلامی نو آبادیون کو پھر آباد کیا اور گرد و نواح کی تمام اراضی اپنے سرداران لشکر پر تقسیم کر دی۔ ملک زادون اور سنامیون کے اجداد اس جنگ مین تھے حسب الحکم بادشاہ اُن لوگون نے یہین قیام اختیار کیا جن کی اولاد اب تک موجود ہے۔

۸۸۰ھ ۱۴۷۵ء تک یہ قصبہ سلاطین شرقیہ کے حکومت مین رہا بعد ختم سلطنت شرقیہ اسی سنہ مین تلوک چند ولد راجہ ستھنا نے خروج کر کے پھر کاکوری پر قبضہ کیا ۱۴۸۰ء تک وہ اور اسکی اولاد قابض رہی۔

سکندر خان لودی کے وقت مین ملوک چند مرگیا جب سے پھر سلاطین لودی کے قبضہ مین یہ قصبہ آیا۔ خوانین حکام اودھ کی ماتحتی مین رہا اسی عہد مین یعنے ۱۵۰۰ء مطابق ۹۰۶ھ مین۔ قاضی زادون کے مورث قاضی بہاری عباسی بادشاہ کیطرف سے قاضی مقرر ہو کر آسکا اور یہین سکونت اختیار کی جنکی اولاد اب تک قاضی زادے کہلاتے ہین۔

۹۲۵ھ مین جلال خان برادر سلطان براہیم لودی اور شہنشاہ ہمایون ابن بابر سے بابن کاکوری و لکھنؤ سخت جنگ ہوئی جلال خان نے شکست پائی ہمایون نے قبضہ کرلیا تمام ملک پر مغل قابض ہوگئے اُسوقت علاقہ کاکوری سندیلہ کے تعلقہ مین شامل ہوگیا۔

شیخ فتح صدیقی یہان کے چودھری و مقدم مقرر ہوکر آئے جنکی اولاد اب بھی لفظ چودھری کے لقب سے ملقب ہے اور چودھری محلہ مین سکونت پذیر ہے۔

ہمایون بادشاہ کے نصف عہد مین شیر شاہ سوری نے تخت سلطنت پر قبضہ کرلیا تھا جسکے بعد اسکا بیٹا سلیم شاہ تخت نشین ہوا۔ اسی کے عہد مین قاری میر سیف الدین معہ اپنے صاحبزادہ حضرت مخدوم امیر نظام الدین قاری اور کل قبیلہ کے کاکوری مین تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے اس قصبہ مین مخدوم زادے (علوی) انھین کی اولاد سے ہین۔

۹۶۳ھ مین شہنشاہ اکبر تخت نشین ہوا اسکے شروع عہد مین افغانان بنگالہ باغی ہوئے داؤد افغانی نے اودھ و بہار پر فوجکشی کی لکھنؤ تک اسکا قبضہ ہوگیا تھا اکبری لشکر اسکی تادیب کیلئے پہونچا بالآخر لب آب بیتہ متصل قصبہ کاکوری سخت جنگ ہوئی ایسا کہ افغان بھاگ گئے اور شہنشاہ اکبر کی مستقل حکومت قائم ہوگئی۔

اسکے بعد سے ایک نیا صوبہ بنام سرکار لکھنؤ قائم ہوا جس مین مستقل صوبہ دار رہنے لگا اسی متصل جدید پرگنہ کاکوری بھی قائم ہوا۔

قصبہ کے وسط مین قلعہ پختہ بھی تعمیر کیا گیا جسمین فوجدار معہ لشکر و عملہ کے رہنے لگا (قلعہ خراب حالت مین اب بھی موجود ہے) سرکاری خراج بھی وہی قائم رکھا گیا جو سلاطین شرقیہ نے مقرر کیا تھا عہد اکبری سے محمد شاہ کے شروع زمانہ تک امن وامان رہا جب سلطنت دہلی مین زوال شروع ہوا پھر خانہ جنگیان ہونے لگین دربار مین جب اسکی اطلاع ہوئی تو نواب سعادت خان برہان الملک صوبہ دار مقرر کرکے بھیجے گئے جنھون نے پہونچکر اولاً کاکوری مین قیام کیا یہان کے اکابر کو جمع کرکے اُن سے استعانت اور امداد کا وعدہ لیا اور خود بھی مدد کرنے کا وعدہ کیا جس سے

خانہ جنگیاں فرو ہوگئیں۔

نصیر الدین حیدر بہادر کے عہد تک یہ پرگنہ کبھی تعلقہ سندیلہ مین کبھی علاقہ لکھنؤ مین شامل ہوتا رہا جب قدسیہ بیگم کی جاگیر مین لکھا گیا تو علیحدہ محال قائم ہوا۔

واجد علیشاہ کے عہد مین اسکے کل مواضعات محلات کو عطا کر دیے گئے محال و پرگنہ اڑ گیا۔ سلطنت اودھ کے انتزاع کے بعد سنہ ۱۸۵۶ع مین سرکار انگریزی نے عہد اکبری کا پرگنہ دوبارہ قائم کیا جو اس وقت تک موجود ہے۔

الف

ابو البرکات خان

خان رفعت نشان مظفر الدولہ۔ تہور جنگ بخشی ابو البرکات خان۔ غالب جنگ متخلص بہ بنا و کلیم۔ ابن قاضی محمد واعظ۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔ قاضی زادہ۔

سنہ ۱۱۳۲ھ مین انکی ولادت ہوئی۔ نہایت ذکی ذہین خوش رو اور خوش تقریر تھے۔ عربی و فارسی مین اعلے درجہ کی قابلیت رکھتے۔ اور دونون زبانون پر ایسا عبور تھا کہ اہل زبان کے سامنے بے تکلف بولتے۔ ہر شخص اُن کو اہل زبان سمجھتا تھا۔ تعلیم اور تربیت اپنے جد امجد قاضی محمد حافظ سے پائی۔ لسانی اور گویائی کا یہ عالم تھا کہ مثل طوطی ہزار داستان کے چہکتے۔ جس جلسہ مین بیٹھ جاتے حاضرین محو حیرت ہوکر گفتگو سنتے رہتے۔ حافظہ اسقدر قوی تھا کہ جو بات ایک بار سُن لیتے یا جو عبارت ایک بار نظر سے گذر جاتی کبھی نہ بھولتے۔

شیخ غلام مرتضے صاحب کتاب جواہر الانشا مین لکھتے ہین کہ

"خان رفعت نشان از سخن سنجان روزگار است۔ و خوش خیالان نامدار۔ شاعریست شیرین سخن، و سخن گوئی است ماہر فن۔ در نازک بندی و ادادانی و بذلہ سنجی یگانہ عصر۔ د

درشستگی کلام و لطیفه گوئی داد انهمی فسانهٔ دهر و بیتی مضمونش از جوش تعاره لب تشنا دلن
سخن را هم می بندد۔ و چاشنی کلامش از لبریز بودن شیرینی دهان بنات فروشان کلام را یک
به یک شهد و شکر می سازد۔ و شعر بلندش ناخن بدل زن شعراے عالی مقدار۔ و مصرع برجسته اش
چون مصرع هلال انگشت نماے روزگار قطعه اش قطعهٔ بهشت است که از زاع گلهاے معانی
و مضامین رنگین در و شگفته۔ و رباعی از بس حسن امتزاج داغ حسرت بر جبین چار عنصر کشیده۔ فرد
مسجلش چون فرد خورشید یکتا۔ و بیت دلپذیرش چون بیت الحرم مقبول و بے همتا فصیحی
که در جنب فصاحتش فصحاے عرب را زبان الکن۔ و بلیغی است که در مقابل گفتگویش بلغاے عجم
سپر افگن محاوره دانی است که در مکتب محاوره دانی مهاوره دانان ایران طفلان ابجد خوان و سخن
پردازی است که در برابر سخن پرد ازیش سخن پردازان هندوستان کم مایه و نادان۔ نثارے کاگر
نثرش را بر انشاء مرزا جلالا ترجیح دهیم سزا است۔ و فقرات نویسی کاگر فقرا فقرش را بر فقرات
مرزا نصیرا ارجح شمارم بجا۔ منیر که بعد منیر فلک نثاری بود اگر در زمانش می بودے از خجالت
در حجاب عدم نشستی۔ و طغرا که طغرلے مشهور علم و دانش بود اگر در عهدش حاضر بودے چون طغرلے
مشهور سراپا خون گشتے۔ فخر دودمان۔ مجمع کمالات نوع انسان زلیاقت و قابلیت مسلم روزگار و
از فصاحت و بلاغت مشهور و نامدار۔ الحق هند۔ وستان نژادے را باین جامعیت کمال و
کمال جامعیت سخن بسیار خوش گو بطلاقت لسان و فصاحت بیان ندیده ام۔

آوایل مین کلام شیخ عبد الرضا متین کو دکھاتے اور کلیم تخلص کرتے بعده دہلی جاکر سراج الدین
علیخان آرزو و قزلباش خان امید کی مصاحبت مین بہت فوائد حاصل کیے آخر مین بینا تخلص کرتے
تذکرۂ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن مین ہے۔

"بینا۔ ابو البرکات خان رئیس قصبه کاکوری عهدهٔ میر بخشی از سرکار رئیس ملک اوده داشت و
بجامعیت فضائل نوع انسانی مرجع خلائق بود بیشتر برکت تخلص میکرد و بعد عروض علے
بینا اختیار نمود"

دیوان بسبب بے توجہی مرتّب نہو سکا اشعار جواہر الانشاء سے نقل کرکے درج ذیل ہیں ؎

بہ صحرا تا کند نظارہ چشم آن پری رو را — بلند از شاخہا دست دعا گردید آہو را

سوے مستان میزنی چشمک بہ محفل ز حباب — دختر رز از تو زین شوخی دل بینا تراست

سرمہ آواز است بینا اصفہانی پیش من — بر زبانِ اہل ایران ہم سخن داریم ما

پریشانیم عزم شہر سودا کردہ ام امشب — توان از زلفِ خوبان بست بینا محمل ما را

فروغ چشم مسیحا ز خاکسار نجف — جلاے آئینۂ مہر از غبار نجف

اے سرو روان باز گذر کن بسر ما — چون خار خلد بے تو بہ چشم نظر ما

موے شدم از ضعف نشانم نتوان یافت — باشد کہ مگر نالہ رساند خبر ما

از تیغ حوادث کہ علم در کفِ چرخ است — جز دست دعا کیست کہ گردد سپر ما

خون ریز وار بزم تو دلہا بہم خورد — ترسم ز مے چو شیشہ و مینا بہم خورد

گنج خرابہ با دلِ جمعیم زیرِ خاک — آسودہ ایم گو ہمہ دنیا بہم خورد

ابناے جنس را ز ملاقات شورش است — از سیل تند صحبتِ دریا بہم خورد

حرفے مرا بگوش بتان نیست چارۂ — کے در دلِ صدف دُرِ یکتا بہم خورد

کارش ز بس بسختی دوران رسیدہ است — بر سنگ خارہ کے دلِ دانا بہم خورد

بازی است صحبت ہمہ احباب بے نزاع — از ابلہی است آنکہ دل اینجا بہم خورد

قطع سخن ز مصرعہ شیخ حزین کنم — پیوستہ الفت لبِ گویا بہم خورد

دارد غبار خاطر جمعم ز آرزو — آسودہ دل ز گرد تمنا بہم خورد

چون رنگ رفتہ شفق صبح در ہوا — سوزد جہان چو خاطر بینا بہم خورد

آبرو از قرب حق بخشید تنہائی مرا — چون گہر منظور سلطان کرد یکتائی مرا

کار انسان نیست گل کردن دو رنگیہا ز خود — خوش نیاید عنبر از طاوس رعنائی مرا
پُر شد از خار و ز خون گردید رنگین پاے من — کفش مخمل طرفہ پوشاند تہی پائی مرا
قیمت زنجیر زلفش را چو پرسیدم از و — بر نجوید تیپ ظالم گفت سودائی مرا
از براے جستجویش بسکہ ہرجا می روم — کرد از پنہان شدن آن شوخ ہرجائی مرا
ہمچو جام مے مدام از دور او در گردش ام — نیست آسایش ز دست چرخ مینائی مرا
در خودم بینا ز عرفان است منظور نظر — دیدہ شد چشم و چراغ از نور بینائی مرا

شب کہ بزم میکشان بے رُخ او دل تنگ بود — بادہ در جام بلورین آتشے در سنگ بود
یافت از نقش خیال او دل ما نی جلا — پر صفا گردید چون آئینہ اش از زنگ بود
سبزی بخت از فلک ہر کس کہ جوید ابلہی است — ہر نفس گو بجُے دل او در خیال تنگ بود
جست ہر دیوانہ از خواب عدم در صبح حشر — محکمش دیدم گریبان و کفن در چنگ بود
استخوانش خورد بینا شد ہمہ طاؤس رنگ — بلبل باغ نواے گل کشتۂ نیرنگ بود

فن سپہگری کی طرف بدو فطرت سے انکا میلان خاص تھا۔ امراء دولت کی ہمدمی اور رفاقت مین مہمات عظیم سر کرتے نواب شجاع الدّولہ کے وقت مین بہت نام آور ہوئے۔ ابتدا کچھ دنون راجہ بینی بہادر کی رفاقت مین رہے۔ پھر گورکھپور کی فوجداری پر مامور ہوئے۔ خلعت معہ فیل و اسپ و سند محالات متعلقہ و خطاب مظفر الدولہ بخشی الممالک تہور جنگ عطا ہوا۔ اُسی زمانہ مین شاہ عالم بادشاہ دہلی کا دائرہ دولت نواح گورکھپور مین مرکز گزین ہوا۔ وہان سے غالب جنگ بہادر کا خطاب مرحمت ہوا۔ جسکا قصہ یون ہے کہ جب نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر حسب درخواست نواب قاسم علیخان ناظم بنگالہ انگریزون سے لڑنے گئے۔ اُس زمانہ مین یہ ہین سرکشون کی پامالی مین مصروف تھے۔ کارہاے نمایان کیوجہ سے عہدہ بخشی گری فوج رسالہ چار سو سوار دو ہزار ماہوار تنخواہ و خطاب و خلعت ہفت پارچہ معہ شمشیر و اسپ وغیرہ سے سرفراز کئے گئے

پھر اس قصبہ کاکوری کی حکومت بھی تفویض ہوئی۔ جب یمین الدولہ سعادت علیخان کی اتالیقی کار آموزی پر تقرر ہوا تو عہدہ بخشی گری ان کے بھائی رفعت اللہ خان کو ملا۔ بعد انتقال شجاع الدولہ کچھ دنون خانہ نشین رہ کر الماس علیخان کی رفاقت مین مقام اٹاوہ قیام پذیر رہے پانچسو روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر ہوا۔

وفات انکی بعمر ستر سال سنہ ۱۲۰۲ھ مین ہوئی قبر محلہ قاضی گڈھی کاکوری مین خاندانی قبرستان مین ہے

ابو بکر جامی

حضرت ملا ابو بکر جامی ابن درویش علی محمد۔ ابن خواجہ احمد جام زندہ فیل۔ بن خواجہ شیخ جامی۔ ابن خواجہ ابو طالب جامی۔ ابن خواجہ محمد شاہ جامی۔ ابن خواجہ محمد رضا جامی۔ ابن خواجہ موسےٰ جامی۔ ابن خواجہ عمران جامی۔ ابن خواجہ عثمان۔ ابن خواجہ حنیف۔ ابن خواجہ اسفندیار۔ ابن خواجہ ابوالحسن کوفی۔ ابن خواجہ ابوتراب۔ ابن خواجہ محمد رضی کوفی۔ ابن ابوالقاسم۔ ابن حضرت محمد ابن الحنفیہ ابن حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ۔

ملا صاحب بہت بڑے عالم و فاضل و خوش تقریر تھے صلاح و تقوے اور انواع فضایل و ہنر سے آراستہ شب و روز عبادات و ریاضات مین مشغول۔ اور افاضۂ علوم مین مشغوف رہتے۔ اصلی باشندہ قصبہ جام کے تھے۔ وہان سے ہندوستان آئے۔ اولاً دلی مین قیام کیا۔ جب وہان کی آب و ہوا ناموافق ہوئی تو جونپور تشریف لائے۔ یہان اُس زمانہ مین سلطان حسین شرقی فرمانروا تھے چونکہ بادشاہ خود بہت فقیر دوست تھے۔ علما و فضلا اور صلحا کی صحبت زیادہ پسند کرتے۔ جب ملّا صاحب کی آمد معلوم ہوئی۔ تو بادشاہ نے اپنے وزیر ملک اسعد الدین سالاری کو استقبال کے لئے بھیجا۔ وہان پہونچنے پر خود بادشاہ نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور قیام کے لئے خود جگہ معین کی۔ مہمان نوازی اور خاطرداری مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔ ملا صاحب نے وہین قیام اختیار کیا۔ اور ملک اسعد الدین سالاری کی بیٹی سے نکاح کیا جن سے ملک بہار الدین کیقباد پیدا ہوئے۔

بعد فتح قصبۂ کاکوری مُلّا صاحب معہ اپنے صاحبزادے و برادر نسبتی یعنی ملک معروف ابن ملک اسعد الدین سالاری ہیں قیام پذیر ہوئے۔ ملک بہاء الدین ابن ملا ابوبکر جامی کی اولاد ملک زادے و مولوی زادے کہلاتے ہیں۔ قلعہ کے جنوب جانب مُلّا صاحب نے مکان بنایا تھا چنانچہ اب تک ملک زادے و مولوی زادے اسی جانب قیام پذیر ہیں۔ اور حالات آپ کے نیز سنہ ولادت و وفات وغیرہ نہ دریافت ہو سکے۔

ابوالخیر

ملک ابوالخیر ابن ملک عبدالغفار معروف بہ ملک ابوالمکارم ابن ملک عبدالسلام ابن ملک مٹھے ابن حافظ چاند ابن ملک حسام الدین ابن ملک نظام الدین ابن ملک بہاء الدین کیقباد ابن مُلّا ابوبکر جامی۔ حافظ چاند جد ملک ابوالخیر حافظ قرآن تھے۔ کلام اللہ بہت خوب پڑھتے تھے علوم عربیہ سے بھی خوب واقف تھے۔

ملک ابوالمکارم بھی بہت قابل تھے۔ اور باوجود قابلیت ثروت ظاہری بھی رکھتے تھے۔ اور بہت ہی خوش نصیب تھے۔ انکے بیٹے ملک ابوالخیر صاحب باپ سے بھی زائد خوش نصیب ہوئے۔ ایسی فخر اسلاف اولاد چھوڑی جو علم و فضل۔ فقر و تصوف۔ ریاضی و حکمت۔ دولت و ثروت۔ سخاوت و جاہ ہر حیثیت میں اپنی آپ ہی نظیر تھی۔ قانع بہت بڑے تھے۔ وقت ولادت سے وقت وفات تک نہ گھر سے باہر نکلے نہ کسی کی ملازمت کی۔ لڑکپن اور جوانی میں باپ کی دولت پر عیش کی ضعیفی میں صاحبزادے ملا محمد غوث کی خدمت گذاری سے چین اُٹھایا۔ مددمعاش کے لئے شہنشاہ عالمگیر خلد مکان کے یہاں سے سو بیگھہ زمین بھی معاف ہوئی تھی۔

نقل فرمان مہری ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بہادر خلد مکان۔

دریں وقت میمنت عنوان فرمان والاشان صادر شد کہ یک صد بیگھہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ ملیح آباد تابع سرکار لکھنؤ مضافات صوبہ اودھ در وجہ مددمعاش شیخ ابوالخیر ولد شیخ

ابو المکارم حسب الضمن متقرر باشد کہ حاصل آن را صرف معیشت نمودہ بدعاء بقاء دولت روز افزون اشتغال نماید۔ باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال زمین مزبورہ را پیمودہ چک بستہ تبصرف او بازگذارند و اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدل راہدان راہ ندہند و بعلت مال و جہات و اخراجات مثل پیشکش و جرمانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و دارو غگانہ و بیگار و شکار و مقدمے و قانون گوئی و ضبطانہ سالہ بعد تشخیص چک تکرار زراعت و کل مطالبات سلطانی و تکالیف دیوانی مزاحم نشوند درین باب ہر سال سند جدید نطلبند و اگر در محل دیگر حسبی کہ داشتہ باشند آنرا اعتبار نکنند۔ بست و پنجم جمادی الاولیٰ ۴۳ جلوس مطابق ۱۱۰۲ھ

وفات انکی ۲۵ رجب کو ہوئی۔ مزار رسولی میں باغ میں ہے۔ پختہ چبوترہ گچ و چونہ سے بنا ہوا تھا اب بھی بوسیدہ حالت میں موجود ہے۔ انکی اولاد کے لوگ مولوی زادے کہلاتے ہیں۔ اس سے زائد حالات نہ دریافت ہو سکے۔

احد علی

منشی احد علی مخدوم زادہ۔ ابن منشی محمود علی۔ ابن منشی مومن علیخان مفتون علوی کاکوروی ولادت انکی ۱۵ ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ یہ بہت طباع ذہین اور قابل تھے۔ عربی و فارسی کی متوسطات تک تعلیم حضرت شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے پائی۔ علاوہ عربی و فارسی انگریزی میں بی۔ اے پاس کرکے وکالت کا امتحان بھی پاس کیا۔ اردو نثر نویسی میں بہت قابلیت پیدا کی مصنفات میں سے چند کتابیں ہیں۔ جن میں سے کتاب شباب لکھنؤ بحیثیت زبان دفن تاریخ عمدہ

لہ رسولی باغ سے مرادوہ باغ ہے جو بزرگان سلف یعنی مخدوم شیخ بھیکہ کی اولاد نے اور ملک بہار الدین کیقباد کی اولاد نے رعایا کے مقابر کیلئے وقف کیا تھا جسکے ایک حصہ میں ملا عبد القادر ابن حافظ شہاب الدین ابن مخدوم شیخ بھیکہ کی اولاد کے مقابر ہیں اور ایک حصہ میں ملک بہار الدین کیقباد کی اولاد کے مقابر ہیں اور بقیہ آراضی میں عوام کی قبریں ہیں ۱۲ نسب نامہ منشی فیض بخش مرحوم کاکوروی۔

کتاب ہے۔ اخبارات نے بھی اس پر عمدہ رائین لکھین ۔ اور ارباب ملک نے بھی بہت پسند کیا ضلع بارہ بنکی مین وکالت کرتے تھے۔ بوجہ خوش خلقی وذہانت وایثار بہت ممدوح اور مشہور ہوئے ۔ ہر طبقہ کے لوگ عزیز رکھتے ۔ کام بہت اچھا چلتا تھا افسوس عمر نے وفا نہ کی ۔ دہین بعارضہ مصفیہ بتاریخ ۱۰ ارماہ جمادی الاولے روز پنجشنبہ ۱۳۲۶ھ بعمر ۴۰ سال انتقال کیا۔ کاکوری مین اپنے خاندانی قبرستان واقع رسولی باغ مین دفن ہوئے۔

احمداللہ

حضرت حاجی احمداللہ امیٹھوی ۔ یہ نسباً عثمانی تھے ۔ حضرت بندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی کی اولاد امجاد سے ۔ قصبۂ امیٹھی ضلع لکھنؤ سے کاکوری مین آکر رہے ۔ اور وفات پائی ۔

سلسلۂ نسب انکا اس طور سے ہے ۔ حاجی احمداللہ ۔ ابن شیخ محمد حسین ۔ ابن شیخ عبدالواحد (سجادہ نشین) ابن شیخ شبلی (سجادہ نشین) ابن شیخ سری سقطی (سجادہ نشین) ابن شیخ کمال الدین خلف (خلیفہ وجانشین حضرت مخدوم بندگی نظام الدین ۔ ابن شیخ لیسین ۔ ابن شیخ فخرالدین ۔ ابن قاضی ابوالفضل ۔ ابن قاضی تاج الدین ۔ ابن قاضی اسمٰعیل نجم الدین ۔ ابن قاضی شیخ محمد معروف (قاضی قصبۂ امیٹھی) ابن قاضی شیخ شمس الدین (قاضی قصبہ سترکھ) ابن قاضی امام صلاح الدین (قاضی دمشق) ابن محمد ۔ ابن محمد ۔ ابن ابی بکر ۔ ابن اسمٰعیل ۔ ابن المصلے خواجہ ضیاء الدین السری السقطی (معروف بہ سلطان العارفین تلمیذ حضرت معروف کرخی واستاد جنید بغدادی) ابن مغلس ۔ ابن مسعود ۔ ابن ابراہیم ابن عبدالرحمن ۔ ابن زید ۔ ابن آبان ۔ ابن امیرالمومنین ابوعبداللہ عمر عثمان ذی النورین القرشی الاموی خلیفۂ ثالث رضی اللہ عنہ ۔

حاجی صاحب بہت بڑے بزرگ عالی مرتبت صاحب تصرف وکرامات درویش کامل تھے تعلیم وتربیت بیعت واجازت وخلافت کا پتہ نہین چلتا غالباً اپنے خاندانی حضرات سے ہوگی ۔ انکے دو اولادین ہوئین ایک بیٹے شیخ اکرام اللہ ۔ اور ایک بیٹی جن کا نکاح یہان قصبہ مین

شیخ حمید اللہ ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ فضل الرحمن علوی شہید، کے ساتھ ہوا جن سے دو صاحبزادے ہوئے۔ حضرت شاہ بہرام علی قلندر۔ و حافظ غوث علی کوتوال فرخ آباد۔

اسی سلسلے سے حاجی صاحب یہاں تشریف لائے اور یہین رہ کر وفات پائی۔ ملبوسات حاجی صاحب کی ایک ٹوپی، محرر سطور کی جنابہ نانی صاحبہ مغفورہ کے پاس جو حافظ غوث علی صاحب کی نواسی تھین موجود تھی۔ اور اب بھی موجود ہے۔

شیخ اکرام اللہ ابن حاجی احمد اللہ کے بیٹے شیخ فضل رب تھے۔ جنکا نکاح بھی یہین ہوا تھا جنھون نے ۱۲۶۳ھ مین انتقال کیا منشی ہادی حسن خان محرور نے قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا جو درج ذیل ہے ؎

قبلۂ من فضل رب چون زین جہان	کرد رحلت مورد رحمت بود
گفت محرور از سر افسوس سال	طیر روحش بلبل جنت بود

۱۲۶۳ھ

شیخ فضل رب ابن شیخ اکرام اللہ کے بیٹے شیخ فیاض حسین تھے۔ جو مدۃ العمر بنارس مین رہے۔ اور ۲۴ ماہ ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۲۵۰ھ کو وفات پا گئے۔ انکے تین بیٹے ہوئے۔

(۱) شیخ الطاف حسین ابن شیخ فیاض حسین۔ یہ مدۃ العمر خانہ نشین رہے۔ (۲) حاجی شیخ ناظم حسین ابن شیخ فیاض حسین۔ یہ بہت قابل اور لائق تھے۔ تصوف کا مذاق رکھتے تھے شاعر بھی بہت اچھے تھے منتظم تخلص تھا منشی محمد رضا صبر کاکوری کے شاگرد تھے حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ کے با اخلاص مرید تھے ۱۳۰۳ھ مین ۲۹ صفر کو بے نام ونشان انتقال کر گئے۔ انکا ذخیرہ نظم ونثر بھی تلف ہوگیا (۳) منشی کاظم حسین ابن شیخ فیاض حسین۔ یہ بھی شاعر تھے غنی تخلص تھا۔ اور منشی محمد رضا صبر سے تلمذ تھا۔ ان دونون بھائیون نے ظاہری وجاہت بہت پیدا کی تھی۔ حیدر آباد دکن مین نوکر تھے۔ افسوس کہ ان سب کے کوئی نرینہ اولاد نہین ہوئی۔ اور حاجی احمد اللہ صاحب کی پسری اولاد کا سلسلہ یہین تک پہنچکے ختم ہوگیا۔

حاجی صاحب نے قصبہ امیٹھی مین جائداد بھی چھوڑی۔ جسپر انکے نواسے حضرت شاہ بہرام علی قلندر قابض تھے۔ اور اُسی کے ایک موضع دھورہرہ مین (جو متصل امیٹھی اب دریائے گومتی واقع تھا) بعد ترک لباس تکیہ بناکر قیام کیا تھا۔

حاجی صاحب کا مزار پیش درگاہ حضرت شاہ تراب علی قلندر متصل مزار حضرت شاہ بہرام علی قلندر ایک قبر کے فاصلہ سے مغرب جانب واقع ہے۔ مزار پر نام کی تختی نصب ہے۔ سنہ و تاریخ ولادت و وفات وغیرہ و دیگر حالات انکے دریافت نہ ہو سکے۔

احمد حسین علوی

شیخ احمد حسین۔ ابن شیخ عمادالدین حسین۔ ابن شیخ عزیز الرحمٰن مخدوم زادہ علوی کاکوروی۔ یہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے مسترشدین خاص و معتقدین بالاختصاص سے تھے۔ اگرچہ بیعت انکو سلسلۂ عالیہ قادریہ مین حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر صدیقی کاکوروی قدس سرہ سے تھی۔ مگر تربیت و تعلیم باطنی سب حضرت عارف باللہ سے حاصل تھی۔ حضرت صاحب نے انکی تعلیم و تربیت اپنے صاحبزادون کی طرح پر فرمائی۔ اور بہت دوست رکھتے۔ اور حسن استعداد کی اکثر اوقات تعریف کرتے۔ انکے واسطے تکیہ شریفہ پر مخصوص ایک علحدہ حجرہ تھا۔ جس مین یہ اکثر یادِ الٰہی مین مشاغل اور بوجہ فیضیاب ہونیکے محظوظ او رشگفتہ رہتے۔ انکو بھی حضرت عارف باللہ سے بہت محبت تھی۔

کہتے تھے کہ مین نے ایک مرتبہ خواب مین دیکھا کہ ایک مکان ریت کا ہوا مین معلق ہے اور اسپر پانی کا ترشح ہو رہا ہے۔ اس مکان مین حضرت صاحب استراحت فرما رہے ہیں اور بہت بسیم و تسیم ہین۔ اور مین انکے سینۂ مبارک پر سر رکھے ہوئے ہون۔ اور وہ مکان بالکل ایسا ہی جیسا کہ تکیہ شریفہ کا مکان ہے۔ اس خواب کو مین نے حضرت کے حضور مین عرض کیا ارشاد ہوا کہ "تمہارا خواب صحیح ہے۔ میرا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ تمنے دیکھا" اور یہ تعبیر فرمائی

"مکان سے مُراد مقام تنزیہہ[1] ہے کہ وہان کسیکو وقفہ نہین ہو سکتا ہے۔ مگر مجھکو خدا کے فضل سے وقفہ ہوا۔ اور ترشح آب سے مراد باران رحمت آلٰہی ہو جو اس مقام پر مجھپر نازل ہوتے ہین اور مجھکو جو تمنے فربہ دیکھا یہ میری صورت مثالی[2] تھی۔ کیونکہ ہر شخص کی صورت بقدر اسکے حال کے ہوتی ہے۔ تمھاری صورت مثالی اسقدر فربہ نہین ہے"۔

کہتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عارف باللہ کوٹھے پر شمال رُویہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے مین اُنکے مقابل بیٹھا تھا۔ مجھسے ارشاد فرمایا "کہ تم سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہین۔ مین نے فرط محبت سے بحالت گریہ عرض کیا کہ آپ جو کچھ فرمائین صحیح ہے حقیقتاً مظہر شان خدا و رسول آپ ہین۔ آپ ہی کی خوشی کے سبب سے یہ سب کچھ ہے۔ اور بہت سے واقعات ہین جو اصول المقصود مین درج ہین۔ ایک مدت تک بمقام دلیپ پور علاقہ سلطانپور اودھ مین فوجدار رہے امور دنیاوی مین بھی بہت ہوشیار اور لائق اور کارگذار تھے۔ شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔ کریما کا خمسہ کیا تھا۔ جو کتبخانہ انوریہ تکیہ شریف مین موجود ہے۔ اور طبع نہین ہوا ہے۔ انھون نے عین شباب مین انتقال کیا۔ اور پرتاب گڈھ (اودھ) مین انکی قبر ہے۔ تاریخ و سنہ وفات کا پتہ نہین چلا۔

احمد حسین حجاجی[3]

منشی احمد حسین ابن شیخ عبد الحسیب۔ یہ اصلی باشندے قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی کے تھے۔

---

[1] مقام تنزیہہ سے وہ مقام مراد ہو جہان حق عیوب نقصانات عبارات اور ظہورات تعینات و تشبیہات سے پاک ہو ۱۲ مولف

[2] صورت مثالی اس صورت کو کہتے ہین جو انسان کو خواب مین دکھائی دیتی ہے۔ عالم مثال درمیان عالم اجسام و عالم ارواح ایک عالم ہو جسکو عالم خواب بھی کہتے ہین ۱۲

[3] حجاجی کی وجہ تسمیہ یہ ہو کہ انکے اجداد مین میر حسام نے بغداد سے آکر اولاً قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی مین سکونت اختیار کی اور اپنے صاحبزادے ضیاء الدین کی شادی وہین کی۔ بادشاہ وقت کے یہان سے عہدۂ قضا عطا ہوا قصبہ دیوہ مین جس محلہ مین اُنھون نے قیام کیا وہ بوجہ انکے تازہ وارد ہونے کے حجازی محلہ مشہور ہوا۔ کثرت استعمال سے حجاجی محلہ کہا جانے لگا اور میر حسام کی اولاد حجاجی کہی گئی اور یہ جو مشہور ہو کہ یہ لوگ حجاج بن یوسف ثقفی ظالم حاکم عراق کی اولاد سے ہین اسوجہ سے حجاجی ہین یہ ابتک بایہ تحقیق کو نہین پہونچا قصبہ دیوہ کے قدیم باشندے وہی بیان کرتے ہین جو مین نے اوپر لکھا ہو اور یہی مجھے تحقیق ہوا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ مولف

انکے والد شیخ عبدالحسیب صاحب نے بوجہ تعلق نانہالی یہان کاکوری مین سکونت اختیار کی، انکے قیام کیوجہ سے انکے نام قریب انکا یہان آکر سکونت پذیر ہوے اور کاکوروی کہلانے لگے۔ اب بھی نگاڑا خاندان سکونت پذیر ہے۔ یہ قریشی النسل تھے انکا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔ شیخ عبدالحسیب۔ ابن شیخ غلام محمد۔ ابن شیخ لطف اللہ۔ ابن شیخ غلام مجتبے۔ ابن شیخ محمد غوث۔ ابن قاضی عثمان۔ ابن قاضی عبدالنبی۔ ابن قاضی محمود۔ ابن قاضی الہداد۔ ابن قاضی خضر۔ ابن قاضی محمد۔ ابن قاضی ضیاءالدین ابن امیر حسام۔ ابن عیسی۔ ابن یوسف۔ ابن امیر احمد۔ ابن امیر طاہر۔ ابن امیر مصطفے۔ ابن امیر دلبنال ابن عبدالعزیز۔ ابن حجاج۔ ابن عباس۔ ابن اسحاق۔ ابن ابی عمر۔ ابن عامر۔ ابن زبیر۔ ابن صفوان۔ ابن عبید۔ ابن ابی۔ ابن کعب۔ ابن عبد مناف جد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔

منشی صاحب علوم متعارفہ مین پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اور بے مثل منشی فخر خاقانی وظہوری نرسک ظہیری وفاریابی تھے نثر نویسی مین بہت کمال حاصل تھا اس قصبہ کے بہت سے لوگ فن انشاپردازی ونثر نویسی مین ان سے تلمذ رکھتے تھے۔ انکے مکان پر بیشتر اوقات اسی شغلہ کی وجہ سے معقول مجمع رہا کرتا تھا۔ اپنے زمانہ مین یہ اُستاد مانے جاتے تھے۔ حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ بھی انشاپردازی ونثر نویسی مین انھین سے تلمذ رکھتے تھے۔ اور اکثر بسبیل تذکرہ انکی قابلیت ومہارت بیان فرمایا کرتے۔ انھون نے بتاریخ ۱۶ ماہ صفر روز پنجشنبہ ۱۲۷۹ھ سفر آخرت اختیار کیا۔ مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے بہت رسم واتحاد تھا جیسا کہ انکی تاریخ سے ظاہر ہے۔ جو درج ذیل ہے ؎

فغان کز رحلت احمد حسین آن دوست صادق
فلک بنہاد بند نو بجان غم اسیر ما

بدر دش بسکہ آمد شرحہ شرحہ سینہ ہیچون نے
ازین غم چون بپیچد بر سر گردون نفیر ما

نیفتد چون بسر در تیغ حسرت ناتوان جانم
کہ از پاے حیات افتاد یار دستگیر ما

سر آید زین دو مصرع ذوق در سال وفات او
بہ ہجری و بفصلے نا موزون از ضمیر ما

چو بکشاد او بشوق گلشن جاوید بال اینک
بجنت زد مگر پرواز آمد ہم صفیر ما

۱۲۷۹ھ ۔۔۔ ۱۲۷۹ فصلے

احمد علیخان

قاضی احمد علیخان وکیل۔ ابن فضل علیخان۔ ابن کرامت اللہ خان عباسی موخرالذکر بہ آغاز شباب تک بوجہ امارت لہو ولعب مین مبتلا رہے۔ جیسے کہ امیر زادے ہوتے ہین تحصیل علم کا بالکل شوق نہ تھا۔ اکثر لوگ ننگ خاندان سمجھتے اور ان سے احتراز کرتے۔

بیعت آن کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مخلص معتقدین سے تھے۔

چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ یہ حاضر حضور تھے۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے انکی جانب متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ احمد علیخان لوگ تمکو جاہل سمجھتے ہین۔ ہمکو تم پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو اسی دن سے پڑھنے لکھنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حاضر ہوتے رہے اور پڑھتے رہے۔ تھوڑے دنون کے بعد بہت لائق وفائق ہو گئے۔ وکالت کا امتحان دیا۔ کامیاب ہوکر کانپور مین وکالت شروع کی۔ بہت فروغ ہوا۔ وکالت خوب چلی۔

اسی اثنا مین غدر ہوا۔ مخبرون نے انکی بغاوت کی اطلاع کی۔ وہان بغیر تفتیش پھانسی کا حکم ہوتا ہی تھا بحالت پریشانی وسرگردانی وطن آ گئے۔ اور بتوجہ حضرت پیرومرشد اس مرحلہ سے نجات پائی جسکا مفصل قصہ قیصر التواریخ مین بھی منقول ہے۔ محرر سطور نے اپنے حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے یون سنا ہے کہ احمد علیخان صاحب یہان آکر اُس زمانہ مین روپوش ہو رہے تھے اشتہاری وارنٹ بتعین انعام گرفتاری جاری تھا۔ اُسی اثنا مین حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کا عرس تھا۔ بغرض تفتیش کوتوال وغیرہ بھی آئے تھے۔ کسی نے اُن سے مخبری بھی کر دی تھی۔ یوم عرس صبحکو حضرت شاہ تراب علی قلندر مجلس سماع مین تشریف رکھتے تھے۔ وہان سے انکو بلوا بھیجا۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے نیز اور بر لوگون نے پھوبان ہو کے کہا کہ انکا آنا کسی طرح مناسب نہین ہے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر نے فرمایا کہ تم لوگ کیا جانو سب خاموش ہو رہے۔ جب یہ مجلس مین آئے تو عمال پولیس نے سرگوشی شروع

کی کہ وہ موجود نہین - کوتوال نے کہا کہ یہ وہ نہین ہین - کوئی اور ہونگے - اشتہاری مجرم کبھی اسطرح مجمع مین موجود نہین ہوتا ہے - لوگون نے لاکھ سمجھایا مگر اُنھون نے نہین مانا اور چلے گئے - اسطرح ان کی جان بچگئی -

قیصر التواریخ مین یون مرقوم ہے کہ -

" احمد علیخان وکیل کو حکم قطعی پھانسی کا دیا گیا تھا - اس جہت سے کہ نانا نرائن راؤ مرہٹہ پیشوا کے دربار مین حاضر رہتے تھے عجب مصیبت مین پھنسے تھے - کہ ہمیشہ اپنے سایہ سے ڈرتے تھے اور اپنی نجات سے یاس کلی ہو چکی تھی - اپنے مرشد کے گھر چھپے رہے - انھون نے بھی اپنا حق پیری ادا کیا - جب فتح سرکار ہوئی - میجر صاحب انکا دوست تھا وہ انکے واسطے عدالت مین سینہ سپر ہوا - اپنے ساتھ باعزت صاحب جج کانپور کے پاس لیگیا اور بڑی شد ومد سے مقدمہ چلا - صفائی دلوا کر بدستور پھر عہدۂ قدیم پر بحال کرا دیا "

کانپور مین اُنھون نے ایک کوٹھی بھی خرید کی اور جائداد بھی پیدا کی - پھر لکھنؤ مین آکر وکالت شروع کی - یہان اُس سے زائد فروغ ہوا - حضرت شاہ تقی علی قلندر کی عنایت ان پر بہت تھی ارشاد فرماتے تھے کہ احمد علیخان جدھر قدم ہونگے وہی مقدمہ سرسبز ہوگا - اور ایسا ہوتا بھی تھا - یہ بھی بہت بڑے اداشناس اور سچے جان نثار خادم تھے - لکھنؤ کی شاہزادگان - و نواب زادگان و اُمرا و تعلقداران اودھ مین انکی بڑی قدر و منزلت تھی - یہان ڈیوڑھی آغا میر مین بہت وسیع اور رفیع مکانات بنوائے - بعد وفات اپنے پیر و مرشد کے اُنکے مزار پر نہایت عالیشان روضہ بنوایا -

وفات انکی ۳ ماہ شوال المکرم ۱۲۹۰ھ مین ہوئی - قبر جانب مشرق روضۂ اندرون حریم متصل قبۂ حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ واقع ہے -

ارتضیٰ علی - شرر

منشی ارتضیٰ علی متخلص بہ شرر ابن حافظ عطا علی ابن مولوی رضا علی ابن مولانا شاہ

حمایت علی قلندر ر ابن حضرت شاہ محمد کاظم قلندر علوی مخدوم زادہ

ولادت انکی ۱۲۸۰ھ مین ہوئی - انھون نے علوم رسمیہ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر سے پائی اور حضرت شاہ تقی علی قلندر سے بیعت کی کچھ سبق ساقی نامہ ظہوری کے مولوی شرف الدین سندیلی سے پڑھے پھر آغا سنجر ایرانی سے بمقام علیگڈھ ناسخ التواریخ مصنفہ حضرت سپہر ملک الشعرا ایران پڑھی - اور فارسی کلام پر اصلاح لی - انگریزی مین انٹرنس کا امتحان ۱۸۸۳ء مین پاس کیا - ابتدائی ملازمت نائب تحصیلداری سے شروع ہوئی - درمیان مین بارہا تحصیلداری کی قائم مقامیان بھی کین - آخر انسپکٹر آبکاری ہوگئے -

شاعری کا بھی شوق تھا - زیادہ تر کلام نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی کو دکھایا - دس بیس غزلین جلال لکھنوی نے اور دو چار نظمین امیر مینائی نے بھی دیکھین -

تاریخگوئی مین خاص ملکہ تھا - مادۂ تاریخ بیساختہ نکلتا تھا - اکثر مشاہیر ہند کی وفات اور مشہور واقعات کی تاریخین لکھین - جو بذریعہ اخبارات تمام ہندوستان مین مشہور ہوئین - اودھ پنچ آزاد - مہذب - ودیگر رسائل علمی مین مضامین بھی لکھے جو بہت مقبول ہوئے -

تصانیف مین ارمغان اودھ - ارمغان احباب - مضامین اڈیسن - ہفت گلبن - شہید جفا - تصویر عبرت - خیابان وغیرہ طبع ہوکر مقبول عام ہوچکی ہین - کلام ہر رنگ مین ہوتا تھا - تھوڑا سا فارسی کلام بھی تھا - جو افسوس کہ ضایع ہوگیا - مدحیہ قصائد کی طرف کبھی توجہ نہین کی - مختلف مذاق کے چند اشعار بطور نمونہ کرم خوردہ اوراق سے نقل کرکے پیش کش ہین - جو فطرتی ذہانت اور نازک خیالی وتیز طبعی کے مشعر ہین - اور بندش مضامین وصفائی زبان مین داغ وامیر کے کلام سے کم نہین - غزل ابتدائے مشق ؎

ابتداء عشق ومحبت کی بلا ہوتی ہے — کچھ سمجھ مین نہین آتا ہر کہ کیا ہوتی ہر
ہے زمانہ کو حسینون کی رعایت منظور — خون وہ کرتے ہین بدنام حنا ہوتی ہر
کیا کہین کہتی ہین کیا سرد ہوائین ہمسے — تم جو ہوتے ہو کبھی اور گھٹا ہوتی ہر

وہ رکاوٹ ہی کہ جس سے ہو لگاوٹ پیدا
قہر شوخی ہی وہی جس مین حیا ہوتی ہی

پھر کہاں چین اگر وصل کا وعدہ ہو قریب
اس سے تو اور طپش دلمین سوا ہوتی ہی

حشر مین وہ نظر آئین جو پریشان شرر
ہم کہین اُنسے کہو اب بھی جفا ہوتی ہی

تاکید بندگی سے پروا بھی کچھ نہین ہے
انداز ہی جدا ہے اسے بے نیاز تیرا

رسائی ہو نہین سکتی ہے شمع بزم عرفان تک
جو ہوتی ہے تو رہبر سوزش پروانہ ہوتی ہی

رہین روشن الٰہی داغ فرقت خانۂ دلمین
یہی باقی ہے جس سے رونق کاشانہ ہوتی ہی

درد و غم سے کہان ملی فرصت
یہ سنا تھا بہار آئی ہے

نہ آیا ہمین ہوش اندری غفلت
تھکے وہ دعاؤن کو دم کرتے کرتے

شب وصل یار بھی ہمدم شب غم کیطرح بسر ہوئی
دل مضطرب یہ کہا کیا وہ سحر ہوئی وہ سحر ہوئی

سر جھکانے سے تھی دزدیدہ نگاہی منظور
ہم یہ سمجھے تھے کہ ظالم ہی پشیمان دلمین

میرے مرنے سے ہوا حسن تمھارا مشہور
پھر بھی ہوتے نہین شرمندۂ احسان دلمین

آنکھین ہوئین سفید سیہ پتلیان پھرین
پردے سفید ڈالدئے انتظار نے

ہو بات نئی تیری ہر انداز و ادا مین
شوخی بھی مچلتی رہے آغوش حیا مین

ہم رند خرابات ابھی دامن تر کو
جاتے ہین سکھا لائینگے جنت کی ہوا مین

کچھ شغل جو باقی ہو تو شر شغل یہی ہی
پی تھوڑی سی اور بیٹھ رہی یاد خدا مین

نہ خاک یاد آئے گا جوش وحشت
نہ رکھنا گریبان میرے کفن مین

خوب وعدہ ہی کہ جب وصل کی شب آتی ہی
آپ پوشاک بدلتے ہی بدلجاتے ہین

حکم ہے دل سے نکالے نہ یہ پیکان کوئی
کہ نکلجائے نہ اس راہ سے ارمان کوئی

اُٹھے ہیرے نقش قدم یہ کہتے ہین
ہم ہین پہ چلتے ہوے زمانہ کے

پیشتر زخم دل سے کھائے تھے
زخم اب دلکو کھائے جاتے ہین

چلا ضبط تو بھی شب ہجر دل سے
تجھے ہم بہت با وفا جانتے تھے

غبارِ خاکِ عاشق ہو نہ برباد — بنے پردہ کسی محمل نشین کا

یہ وقت نزع ہے مختار ہو آنے نہ آنیکے — مگر اتنا کہے دیتے ہین دم نکلیگا مشکل سے

دبائے پاؤن بھی قصے سنائے سیکڑون اُنکو — بُرا ہو بدگمانی کا نہ آنا تھا نہ خواب آیا

لیا ہے دل تو نہ اب ضد کرو جگر کیلئے — بس ایک داغ یہ کافی ہے عمر بھر کیلئے

چار ہونگی نہ وصل مین آنکھین — آپ پردے حیا کے چھوڑینگے

رکھدیا اُسنے میرے دل پر ہاتھ — بڑھ گئی قدر بیقراری کی

توبہ توبہ شراب کرین توبہ — اور خدمت ہو آبکاری کی

یاس ہوکر مدتون ہم چشم بسمل مین رہے — داغِ حرمان بنگئے مہجور کے دلمین رہے

اُن کو بے چین کر دیا آخر — یہ دل نا صبور بھی کچھ ہے

جو رنج دیتے ہین اللہ انکو خوش رکھے — ہم اپنے منھ سے کسیکی کرین بُرائی کیا

انھون نے بمقام سیتاپور دو ہفتہ مرض وبائی ہیضہ مین علیل رہ کر بتاریخ ۱۵ ماہ ذی الحجہ روز شنبہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۲۱ء انتقال کیا۔ اور وہین متصل عیدگاہ قریب قبر منشی ولایت احمد صاحب تحصیلدار دفن ہوئے۔

اطہر حسین

مولوی حکیم اطہر حسین۔ ابن شیخ محمد بخش۔ ابن شیخ احمد حسین علوی مقدم الذکر۔ انھون نے کتب درسیہ کی تحصیل مختلف علماء سے کی۔ علم طب حکیم محمد علی عرف حکیم ببا صاحب لکھنوی سے (جو نہایت فاضل و مستند طبیب تھے) پڑھکر سند حاصل کی۔ قابلیت و طبی مہارت پر اس زمانہ کے تمام جید حکما نے اتفاق کیا۔ جیسا کہ انکی سند سے معلوم ہوتا ہے۔ انکو بیعت حضرت شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہٗ سے تھی اور بہت مقبول مُریدین سے تھے جسکا ثبوت اُن دو واقعات سے ملتا ہے جو بضمن کرامات حضرت موصوف حوض الکوثر تکملہ روض الازہر مین مرقوم ہین۔ مدت تک اٹاوہ مین

ملازم گورنمنٹ رہے۔ پھر مرشدآباد مین بسلسلہ طبابت مقرر ہوئے۔ وہان عرصہ تک رہے کتب بینی کے بہت شایق تھے۔ کتب درسیہ طبیہ وغیرہ بہت جمع کین اکثر کتابین خود انھین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین تین بیاضین مجرب نسخہ جات کی انکی یادگار ہین۔ یہ حضرت مولانا شاہ علی اکبر صاحب قبلہ بلند رکے چھوٹے داماد تھے۔ انکا انتقال ریاست بھرت پور مین بتاریخ ۱۹ ماہ محرم ۱۳۱۹ھ ہوا اور وہین دفن ہوئے انکے ایک بیٹے عترت حسین تھے جنھون نے انگریزی مین انٹرنس پاس کیا تھا بہت ذہین اور طباع اور سعید ہونہار تھے۔ عنفوان شباب مین بتاریخ ۱۳ ماہ صفر روز جمعہ ۱۳۲۴ھ انتقال کر گئے۔

اطہر علی

خان بہادر منشی اطہر علی۔ اطہر۔ ابن منشی ریاست علی۔ ابن قاضی اوصاف علیخان۔ ابن رضا علی خان انکی ولادت ماہ شوال ۱۲۶۳ھ مین ہوئی عجیب باصفات وباخدا شخص تھے۔ عربی و فارسی کی تعلیم پوری حاصل کی نہایت عاقل وفرزانہ سخی دریا دل ذی ہمت فیاض وبردبار خلیق ومتواضع شاکر وصابر بزرگ تھے۔ درجہ اول مین وکالت کا امتحان پاس کیا۔ حکام کے یہان عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مدت تک میونسپل کمشنر وآنریری مجسٹریٹ لکھنؤ رہے۔ عام رعایا بیحد راضی وخوش رہی۔ منشی امتیاز علی صاحب مغفور کے بھوپال جانیکے بعد انجمن تعلقداران اودھ کے مشیر قانونی بھی ہوئے۔ اس عہدہ کے فرائض کو بڑی لیاقت اور دانائی سے ادا کرتے تھے نازک خیالی اور دیانت داری پیشہ وکالت مین اقران وامثال سے بڑھ گئے۔ گورنمنٹ سے خان بہادر کا خطاب پایا۔ مسلمانون کی تعلیم کے بارہ مین نہایت غلو تھا۔ دینی تعلیم کو انگریزی تعلیم پر مرجح ومقدم سمجھتے چنانچہ جب لکھنؤ مین مدرسہ ندوۃ العلما قائم ہوا۔ تو انھون نے نہایت عالی حوصلگی اور فراخ دلی سے اس عظیم الشان جلسہ کو اپنا مہمان کرکے لکھنؤ مین دعوت دی۔ اور تمام مصارف اپنے جیب خاص سے ادا کیے جسکا ذکر کارروائی ندوۃ العلما مرتبہ مولوی محمد فاروق صاحب چریا کوٹی مین مفصل مذکور ہے۔ عقائد مذہبی مین نہایت راسخ۔ شرع کے پابند سنت سنیہ کے تابع تھے۔ مثنوی حضرت

مولانا روم سے بالطبع ذوق تھا۔

بیعت حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے تھی۔ دسترخوان ہمیشہ وسیع اور گھر مہمانسرا رہا کرتا تھا۔ سیر چشمی کا یہ حال تھا کہ ایک اہل وطن کے مکان پر انکی غیبت مین قرقی آئی۔ مال منقولہ اُٹھلیا جب ان کو خبر ہوئی تو نہایت افسوس کے ساتھ کہا کہ اب بستی مین کوئی ایسا نہین رہا جو کسی بھائی کے درد دکھ مین اُسکا شریک ہوجائے۔ فوراً ڈگریدار کو بلا کر روپیہ دیدیا۔ اور قرقی سے مال چھڑایا اعزا اور ہم وطنون کے ساتھ برابر مخفی طور سے مسلوک رہتے تھے۔ آخر عمر مین حج کو گئے وہین قامت اختیار کر لی۔ شعر بھی کبھی کبھی کہتے تھے۔ منشی محمد رضا صبر کاکوروی سے تلمذ تھا چند اردو اشعار بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہین ؎

ناصح نہ پوچھ کتنے ہین بسمل کہان کہان — خود ڈھونڈھ دیکھ ٹکڑے ہوے دل کہان کہان
ہر گھر مین روشنی ہے ترے ہی جمال کی — ڈھونڈھون مین تجھ کو اے مہ کامل کہان کہان

نالون نے میرے نیند تو عالم کی اڑا دی — اب دیکھیے کیا دیدۂ خونبار کرینگے
اک دل تھا اُسے نذر کیا نیم نگہ کے — اب جان نثار قدم یار کرینگے

وہ دلربا بے طلب میرے گھر آگئے آج — ثابت ہوا یہ جذب محبت کا کام ہے

رنج سہتے سہتے دل کو اُنس غم سے ہوگیا — اب تو گھبراتا ہون جب درد جگر ہوتا نہین

بحالت فرط ذوق مدینہ طیبہ مین چند قصائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین نہایت خلوص سے نظم کئے جو زیور طبع سے آراستہ ہوکر مقبول خاص و عام ہو چکے ہین اور انھون نے وہین مدینہ طیبہ مین بتاریخ ۱۱ ماہ جمادی الاولے ۱۳۲۷ھ انتقال کیا۔ پائین قبر اہلبیت جنت البقیع مین دفن ہوئے منشی احمد علی بسمل کاکوروی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا جو درج ذیل ہے ؎

چھوڑ دُنیائے دنی کو اظہر — منزل صدق و صفا تک پہونچے
بارگاہ نبوی سے ایسی — آبرو پائی خدا تک پہونچے

۱۳۲۷ھ

انکے بیٹے منشی اظہر علی نے بھی انگریزی مین بی اے پاس کرکے وکالت کی ڈگری حاصل کی

اظہارالدین خان

مولوی قاضی اظہارالدین خان ابن قاضی وحیدالدین خان - ابن قاضی امام الدین خان ابن ملا حمیدالدین - ابن ملا غازی الدین شہید - ابن ملا محمد غوث - ابن ملک ابوالخیر - مرقوم الذکر - یہ صاحب نہایت قابل ولائق شخص تھے - بعد انتقال اپنے والد کے باتفاق واجماع روسائے ٹپنہ وحکام انگریزی قاضی شہر مقرر ہوئے - اور عرصہ تک فرائض قضا کو نہایت دیانت وقابلیت سے انجام دیتے رہے - جب عہدہ قضا شکست ہوگیا - تو یہ وہین کے ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے - اس عہدہ پر بھی سالہا سال رہے - وہان سے علی گنج سیوان ضلع چھپرہ کا تبادلہ ہوا وہین بتاریخ ۹ ماہ رجب ۱۲۹۴ھ مین انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے -

افضل علی

مولوی شاہ افضل علی ابن شیخ لطافت علی - ابن حضرت شاہ کرامت علی قلندر - ولادت انکی ۱۲۳۵ھ مین ہوئی - لڑکپن سے اپنے والد کے ساتھ سہارنپور و میرٹھ وغیرہ مین رہے - بہت نیک مزاج اور صاف باطن بزرگ تھے - ابتدءً مختلف مقامات پر سلسلہ ملازمت رہے ضلع الہ آباد مین نائب تحصیلدار تھے - اسی عہدہ سے پنشن لیکر خانہ نشین ہوئے - بہت سخی اور مہمان نواز صابر و ضابط سادہ مزاج تھے - دنیا کے مکر و فریب بالکل نہین جانتے تھے - بزرگزادون کی طرح محتاط وخوش اوقات رہے - بعض اعزہ واحباب نے صلاح دی کہ آپ ترک لباس کرکے اپنے جد بزرگوار کے مزار پر بیٹھ رہین چنانچہ اُنھون نے اپنے جد امجد کے عرس کے روز حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے خرقہ پہنا - اور اجازت وخلافت سلاسل معہ شغال حاصل کی اور وہین درگاہ پر قیام اختیار کیا قطعہ تاریخ خرقہ پوشی ؎

بہ افضل علی شاہ طوبے مقام | ز اکبر علی شاہ عرش آشیان
چو شد خرقہ حاصل سروش غیب | بگفتا - بگو خرقۂ عارفان

سنہ ۱۳۰۰ھ

پانچ برس تک وہین اقامت کی اور بجز اوراد و وظائف کوئی شغل نہ رکھا - اشاعت سلسلہ کی بھی رائنسے ہوئی -

چند ماہ علیل رہ کر بعمر ۶۰ سال بتاریخ ۶ ماہ صفر روز شنبہ ۱۳۱۱ھ انتقال کیا - اور اپنے جد بزرگوار کے روضہ کے پائین چبوترہ پر دفن ہوئے - انکے چھوٹے بیٹے منشی افتخار حسین صاحب انگریزی مین بہت قابل اور صاحب تصانیف ہین - فارسی بھی اچھی جانتے ہین - اور شاعر بھی ہین - پہلے عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور رہے - پھر عدالت جوڈیشلی مین رجسٹرار مقرر ہوئے - یہان سے پنشن یاب ہوکے فی الحال ریاست جے پور مین سشن جج ہین - اور اپنی قابلیت ولیاقت کی وجہ سے باوقعت ہین -

اکرام اللہ - افسون

مولوی مفتی اکرام اللہ المتخلص بہ افسون - ابن مولوی منصب علی - ابن حضرت شاہ نظام علی قلندر علوی کاظمی - انکی ولادت بتاریخ ۱۴ ماہ جمادی الآخر روز شنبہ سنہ ۱۲۶۱ھ مطابق ۲۰ جون سنہ ۱۸۴۵ع ہوئی بڑے سیر چشم اور عالی ہمت تھے اور نہایت قابل ولائق متقی وپرہیزگار - علوم رسمیہ کی تکمیل حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے کی - ان کو بھی اجازت اخذ بعیت اپنے حضرت جد امجد سے تھی - درس وتدریس کا بہت شوق تھا - کاکوری ونیز اضلاع اناوہ وہین پوری مین کثرت سے تلامذہ موجود ہین شعر اور نظم فارسی مین خداداد ملکہ حاصل تھا - شاعری مین منشی عبد المجید سحر کے شاگرد تھے کلام نظم مین بہت تھا - عاشقانہ اشعار کہتے تھے - جن مین تصوف کی چاشنی اور طرز بیان کی حلاوت سمند ناز پر ایک اور تازیانہ ہوتی تھی - چند اشعار اردو و فارسی جو ملگئے درج ذیل ہین سہ

نالہ خواہم کہ بطرز دگر ایجاد کنم — دست دل گیرم و در کوی تو فریاد کنم
بعد مردن ز جفائے تو اگر یاد کنم — از کفن دست برون آرم و فریاد کنم

دل من برد امشب باز خود بینے و خود رائے — برہمن زادۂ زنار دارے قشقہ آرائے
بدور چشم مستی عہد حسن آرائے زیبائے — نو رسمے با مسلمانے نہ از گبرے تولّائے
مرا در عشق یارے تند خوئی عنبرین موئے — دلے دادند رسوائے سرے دادند سودائے
بہ گیسوئے دراز آہو شکارے مردم آزارے — بچشم سرمہ سا افسون خود را بندہ فرمائے

تا بدستار خود اے رشک چمن گل زدہ — آتش تازہ بجان من بلبل زدہ
عالم از نرگس تو بے مے و مینا سرشار — چشم بد دور عجب ساغر بے مل زدہ
پیچ زلف تو گواہ است کہ امشب گرہے — در دل خویش تو از جانب سنبل زدہ
عقدۂ از دل ما خانہ بدوشان بکشائے — ایکہ صد عقدہ بہر رشتہ کاکل زدہ
رفتہ از کار چو پائے طلب قدسی مخروش — دست در دامن ارباب توکل زدہ

گر مرا از نظر انداختہ ساختہ — خویشتن را بدگر باختہ ساختہ
وعدۂ بوسہ ابروئے باغیار مرا — زیر شمشیر اگر ساختہ ساختہ
خاک گردیدہ بمیدان صالت افسون — شہسوارا نہ اگر تاختہ ساختہ

کلام اردو

نہ میکدہ سے غرض ہی نہ جام سے ساقی — مزے میں ہیں ترے شیرین کلام سے ساقی
کہاں کا میکدہ کیسی شراب کس کا جام — بلا نگاہ کہ مطلب تو کام سے ساقی
نکال دو مری توبہ کچھ اور حال نہ پوچھ — خبر نہ تھی ترے عالی مقام سے ساقی

ایک عرصہ تک ضلع اٹاوہ میں انسپکٹر پولیس رہے اور بہت نیکنام اور محتاط رہے۔ گورنمنٹ نے کئی بار دیانت اور کارگذاری کے صلہ میں اسلحہ وغیرہ بطور انعام دیے۔ خلیق و ہر دل عزیز ایسے تھے کہ اکثر ہندو و مسلمان اپنے معاملات میں انھیں کے تصفیہ کو پسند کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۱۱ھ میں پنشن لیکر

وطن آئے۔ ریاست گوالیار سے ملازمت کی تحریک ہورہی تھی کہ اتفاق سے لکھنؤ جانا ہوا وہان
شب کو ایک بار استفراغ ہوا اور دفعتًا حالت غیر ہوگئی۔ وطن روانہ ہوئے۔ راستہ مین بتاریخ
۲۳ ماہ جمادی الاولے ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۹۵ء انتقال کیا۔ اور قبرستان تکیہ شریف مین
دفن ہوئے۔

اکرام اللہ خان

نواب محمد اکرام اللہ خان ملقب بہ نواب یار جنگ بہادر ابن مولوی تقی یار خان۔ ابن شیخ
غلام حسن صدیقی۔ ولادت آپ کی ۱۲۴۱ھ مین ہوئی۔ عربی مین متوسطات تک تعلیم مولوی نادر علی
ملیح آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ سے پائی۔ یہ اپنے اوصاف عدل ودیانت۔ ذہانت
وسخاوت۔ اقبال وسیاست۔ عالی دماغی۔ وورحملی مین عدیم النظیر نامور و یگانہ روزگار تھے طفولیت
مین اپنے والد کے زیر تربیت رہے۔

قبل غدر بعہدہ تحصیلداری سلون ضلع رائے بریلی اودھ مین مامور تھے۔ غدر کے غیر معمولی
اور ممتاز کارنامون نے فطری اوصاف شجاعت وہمت وشرافت اولوالعزمی وایثار کا ثبوت دیا
غدر کا زمانہ تھا نفسی نفسی پڑی ہوئی تھی دار وگیر کا بازار گرم تھا۔ اکثر امرا اور تعلقداران اودھ پر بغاوت
کے الزام قائم تھے۔ حکام وقت کی انتقامی کارروائی سے تہلکہ عظیم پڑا ہوا تھا اُسی پر آشوب
وقت مین سرکف گھر سے نکلکر پیادہ پا لکھنؤ پہونچے۔ کرنل بیرو صاحب سے جو اُسوقت کے افسر اعلے
تھے ملے۔ اور نہایت مدبرانہ گفتگو کی۔ اور اُنھین کے پاس رہکر کام کرنا شروع کیا۔ اور آہستہ
آہستہ ابنائے وطن کی بہبودی کے تدابیر عمل مین لائے۔ ارباب وطن جو الزامًا بغاوت مین گرفتار
تھے۔ اُنکی صفائی کرائی اور رہائی دلائی۔ اطراف وجوانب مین امن وامان قائم کرایا۔ اور ایسے
نازک وقت پر جب کہ ہر طرف سے مصیبتون کا سامنا تھا۔ نہایت مدبرانہ اصول پر کام کو انجام
تک پہونچایا۔ اور اپنی جان کو خطرہ مین ڈالکر فتنہ وفساد کے رفع دفع کرنے کے کوشش کی

نہین کی بلکہ قیام امن کا ذریعہ خود ہی بنگئے۔

بعد فرد ہوئے غدر ۱۸۵۷ء صیغہ بندوبست مین بعہدۂ اسسٹنٹ مہتمم بندوبست مقرر ہوئے اور کام ختم ہونے پر بہر دو ڈپٹی کلکٹر اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے اور درجہ دوم تک ترقی کی یہان سے پھر ملازمت ریاست سرکار نظام حیدرآباد دکن مین منتقل ہوئی۔ جہان اولاً بعہدۂ صدر تعلقداری یعنے کمشنری مامور ہوئے۔

شہر گلبرگہ جو نہایت قدیم اور تاریخی شہر اور شاہان بہمینہ کا ایک عرصہ تک تخت گاہ رہا تھا اور امتداد زمانہ کی وجہ سے بہت خستہ حال ہوگیا تھا۔ انھین نے اپنے زمانہ تعلقداری مین اُسے از سر نو رونق دی۔ تجارت اور ملکی صنعت کی ترقی کا دروازہ کھُلا۔ چنانچہ اب تک وہان انکا نام زندہ ہے۔ وہان کی رعایا خوش اور عہدہ داران ماضی و حال اسکے مقر ہین۔ صدر المہام نواب بشیر الدولہ بہادر نے اپنے ریویو مین درج کیا ہے۔

"الغرض حُسن کارگذاری محمد اکرام اللہ خان آن قدر نمایان بودہ است کہ ہر در و دیوار و ہر قطعہ زمین گلبرگہ بزبان حال شہادت آن بطریق کامل ادا می نماید۔ و نتائج مفیدہ کہ از ہر گونہ قابلیت موصوف الیہ ظاہر شدہ اند محتاج بیان نیستند۔ منافع کہ از ذرائع صنایع محبس حاصل شدہ و کفایتے کہ در مصارف تعمیرات محبس ظاہر گشتہ۔ مقدار آن درین عرصۂ قلیل چہار سال تا بچندین لک روپیہ میرسد"

گلبرگہ کے اطراف مین جابجا محتاج خانہ قایم کرائے جسکی نگرانی خود کرتے۔ غرضکہ ریاست سرکار نظام مین اب تک انکی قابلیت۔ نیک نیتی۔ تجربہ کاری۔ غمگساری۔ نفع رسانی خلایق۔ اخلاق و دلجوئی۔ حفظ مراتب۔ بلند خیالی۔ اولوالعزمی۔ عدل و دیانت۔ نرم دلی۔ صداقت ضرب المثل ہے۔ سرکار نظام سے بجلدوئے حُسن خدمات نواب یار جنگ بہادر کا خطاب اور دو ہزاری منصب پانصد سوار اور علم کا اعزاز عطا ہوا۔

بعدہ بہ تحریک سرکار انگریزی ریاست رامپور مین بعہدۂ جوڈیشل ممبر کونسل مقرر ہوے جہان دو سال اور چند ماہ رہے علاوہ اپنے فرائض منصبی کے باشندگان ریاست کو صنعت و حرفت کیطرف

توجہ دلائی۔ ہر طبقہ کی نظر مین خاص عزت حاصل کی۔ اب تک لوگ مداح ہین۔ گورنمنٹ انگریزی کے نہایت اعلیٰ معتمد۔ حکام مین حد درجہ ممدوح۔ رعایا کے قلوب مین نہایت عزیز و مقبول تھے۔ گورنمنٹ انگریزی اور سرکار نظام سے وظائف پنشن مقرر ہوئے۔ اور ریاست رامپور سے انعام عطا ہوا۔

بعد سبکدوشی از خدمات لاحقہ وطن مین آکر نہایت فارغ البالی۔ فیاض دلی۔ فراخ دستی۔ کنبہ پروری۔ و ثروت سے عمر بسر کی۔ اہل حاجات کی خفیہ تنخواہین بکثرت مقرر تھین۔ جنکا علم انکے حیات تک کسی کو نہین ہوا۔ آمدنی کا تہائی حصہ تنخواہون مین صرف ہوتا تھا۔ اور ایک تہائی سامان آرائش وغیرہ مین۔ تیسرا حصہ ذاتی مصارف مین جسمین بہت بڑی مد مہمان نوازی کی شامل تھی

آخر حصۂ عمر مین تصوف کی طرف بھی رجحان پیدا ہوگیا تھا۔ چونکہ یہ نہایت عالی دماغ و صاحب اصول شخص تھے جس بات کو اختیار کرتے اسکو نہایت استقلال و استحکام سے اختیار کرتے۔ بات نہایت مختصر جامع و مانع کہتے۔ اکثر کہا کرتے کہ حضرات صوفیہ کا مسلک ٹھیک ہے باقی سب مین افراط و تفریط ہے۔

بیعت حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر قدس سرہ فرماتے تھے کہ آخر زمانہ مین انکا قلب تبدیل کردیا گیا تھا۔ یعنے آلائش تعلقات دنیاوی سے صاف کرکے اُسکی حالت بدلدی گئی تھی۔ یہ حسب ارشاد اپنے حضرت پیر و مرشد پاس انفاس کے پابند تھے۔ مرض الموت مین چار روز انتقال سے قبل پاس انفاس نہایت صاف جاری تھا۔

نواب یار جنگ بہادر نے بتاریخ ۱۰ ماہ ربیع الآخر روز دوشنبہ ۱۳۱۸ھ بعارضۂ استسقاوفات پائی۔ قبر محلہ ولی نگر کوٹھی زیر دیوار آبائی قبرستان مین پائین مزار اپنے والد ماجد واقع ہے۔ انکی وفات کے ڈیڑھ ماہ بعد انکی قبر کے پائین انکی منجھلی بیٹی کی قبر کھودی جارہی تھی جسکے صدمہ سے انکے قبر کا بھی کچھ حصہ کھل گیا تھا قبر سے ایک ایسی مہک نکلی کہ سارا قبرستان معطر ہوگیا۔ دیکھا گیا تو جنازہ بجنسہ محفوظ تھا اور کفن تک میلا نہوا تھا سچ ہے السخی حبیب اللہ۔

اکرام حسین

مولوی حاجی حافظ اکرام حسین ۔ ابن شیخ محمد حسین ۔ ابن شیخ محمد بخش ۔ ابن شیخ احمد حسین علوی ۔
انھون نے ابتدائی کتابین فارسی وغیرہ مولوی مفتی اکرام اللہ افسوس سے پڑھین ۔ اسکے بعد دہلی
چلے گئے ۔ وہان کلام اللہ حفظ کیا ۔ اور علم حدیث مولانا نذیر حسین محدث دہلوی سے پڑھا ۔ بعد
اسکے مختلف مقامات پر رہے ۔ انکے شاگرد آگرہ و دہلی مین بہت ہین ۔ کلام مجید بہت سے شاگردون کو
حفظ کرایا ہے ۔ حج بھی کیے ۔ بیعت حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے ہے ۔ سیف
المقلدین ۔ و تحقیق البیان فی ابطال البدع و الطغیان انکے مصنفات سے ہین
آگرہ و دہلی مین وعظ و مناظرہ مین اپنا زیادہ وقت صرف کرتے تھے ۔ فی الحال وطن مین مقیم ہین
حج و قیام ہین مگر بینائی سے معذور ۔ اطفال کو اب بھی باوصف پیرانہ سالی کلام مجید حفظ کرانے
کا مشغلہ رکھتے ہین ۔ اور اس مین خاص طور پر انہماک ہے ۔

اکرم الدین خان

مولوی حاجی اکرم الدین خان ۔ ابن مولوی مسیح الدین خان میر منشی گورنر جنرل بہادر وسفیر شاہ
اودھ ۔ بتاریخ ۱۲ ماہ رمضان المبارک ۱۲۶۰ھ پیدا ہوئے ۔ تعلیم و تربیت مولوی حافظ محمد حسین ساکن
بڑاگانون اور اپنے والد اور مفتی ریاض الدین اور حافظ وجیہ الدین صاحبان سے پائی ۔ نہایت
قابل ولائق و وجیہ الصورت تھے ۔ بیعت حضرت شاہ تراب علی قلندر سے تھی ۔ یہ اپنے برادر عمزاد
مولوی احسن الدین صاحب کے ہمراہ حیدرآباد گئے ۔ وہان ایک معزز عہدہ پر ملازم ہو گئے تھے ۔
پھر اول تعلقدار ہوئے ۔ اسی عہدہ سے پنشن پائی ۔ بہت نیکنام و ہر دلعزیز رہے ۔ رسالہ ضوابط
انکے والد نے انھین کے لئے تحریر فرمایا تھا ۔ انکی ایک اور کتاب تاریخ الخلفا بھی انھین نے
مرتب کر کے طبع کرائی ۔ بعد پنشن حج سے بھی مشرف ہوئے ۔ بتاریخ ۱۰ ماہ جمادی الاول سنہ

روز دوشنبہ ۱۲۳۲ھ بعارضہ وجع الصدر انتقال کیا اور قلعہ کی مسجد کے احاطہ مین دفن ہوئے۔

امام الدین خان

مولوی قاضی امام الدین خان ابن ملا حمید الدین محدث ملکزادہ انکی ولادت بتاریخ ۹ ماہ شوال ۱۱۶۶ھ ہوئی۔ کتب درسیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد و برادر بزرگ قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر۔ و مولانا عبد العلی محمد بحر العلوم فرنگی محلی۔ و مولانا عبد الواجد خیر آبادی۔ و ملا محمد اعلم سندیلی و مولوی حیدر علی سندیلی سے پائی اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ مین فراغت و فضیلت حاصل کی ابتدا درس و تدریس کا مشغلہ رکھا پھر بوجہ قابلیت و فضائل علمی بنارس مین قاضی مقرر ہوئے بعد اسکے کل صوبہ بہار کے پٹنہ مین قاضی مقرر ہوئے۔ ماتحت قضاۃ کا تقرر انھین سے متعلق تھا۔ بہت وجیہ اور شکیل تھے حسن کارگذاری نے ایسا معتمد بنا دیا تھا کہ مزید عزت اور عطائے خطاب سے بھی سرفراز ہوئے تھے۔

تصنیفات سے دو رسالہ یادگار چھوڑے۔ ایک رسالہ علم تجوید یعنے قرأت مین۔ اور دوسرا رسالہ متعلق بہ لباس۔ یہ دونون رسالے غیر مطبوعہ ہین۔

منشی فیض بخش مرحوم اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین۔

در کہ خلف کوچک مولوی حمید الدین قاضی امام الدین خان صباحت ظاہر و ملاحت معنی دارد آغاز حال بخواندن عربی مشغول بودہ در سایۂ شفقت و عنایت پدر بزرگوار تربیت یافتہ بود۔ بعد فراغ از تحصیل علوم تلاش معاش ضروری در سر پیچید۔ چندے در رفاقت حکیم زین العابدین خان حکیم (؟) آمادہ بودہ بعد فوت او ہمراہ الماس علیخان چندے در عالم سپاہ گری و بندے در تعلیم و تعلم گذرانیدہ از ان سرکار جدا شدہ در بلدۂ بنارس اجرائے احکام قضا فرمودہ پس بسعی برادر بزرگ خود قاضی بلدۂ معتبر کہ عظیم آباد پٹنہ باشدہ در انجا بخطاب خانی ممتاز گشت۔ و تا حال تحریر کہ ۱۲۳۲ھ است بر وسادۂ قضائے آن صوبہ جا دارد و باحدت طبع و ذہن رسا موصوف است۔ کارہائے آن ملک را بہ دیانت و امانت میکند

وقضایا بہ احسن وجوہ انفصال می نماید۔ باراقم اوراق بنسبت آشنایان دیگر اتحاد دلی بسیار دارد"

وفات انکی بتاریخ ۱۰ ماہ جمادی الاولے ۱۲۳۹ھ بعمر ۰ سال ہوئی۔ اور یہین قصبہ کاکوری مولوی محلہ حظیرۂ ملا محمد غوث مین اپنے والد کے پہلو مین دفن ہوئے۔

امتیاز علی صوفی

منشی محمد امتیاز علی خان صاحب متخلص بہ صوفی۔ ابن منشی فیاض علی۔ ابن قاضی اوصاف علی خان۔ ابن رضا علی خان علوی مخدوم زادہ۔ یہ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۱ھ مین بمقام باندا پیدا ہوئے ابتداے طفولیت سے ذکی ذہین فریس اور ہوشمند تھے۔ باندا مین تحصیل علوم سرگرمی سے کرتے رہے عربی علم ادب و دیگر علوم مین پوری دستگاہ پیدا کی۔ تلمذ ان کو مولوی داؤد علی صاحب سے تھا۔ فارسی انشاپردازی مین بھی خاص مہارت تھی۔ غالب دہلوی سے بواسطہ قاضی نورالدین صاحب موہانی خط و کتابت کرتے اور داد سخن پاتے۔ شاعری کا بھی مذاق تھا۔ مولانا غلام امام شہید مرحوم کے ارشد تلامذہ مین تھے پہلے جمیل تخلص کرتے پھر استاد کے ایما سے صوفی تخلص کردیا تھا۔

نواب علی حسن خان سلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین۔

"صوفی۔ منشی امتیاز علے از ارباب امتیاز قصبہ کاکوری من اعمال بیت الحکومت لکھنو است وہش وقاد طبعش نقاد خلقش عام ولطفش تمام طینتش صافی۔ وہمتش بلند۔ بالفعل در شہر لکھنو بصیغۂ وکالت باکمال رفاہ وفلاح میگذراند۔ وپیش ہر یکے از ولاۃ و حکام آن مقام نفس لیاقت و عزت خود بر کرسی قبول می نشاند۔ ہر چند از کثرت اشغال توجہ بشعر وشاعری کمتر دارد لیکن ہنگام التفات بدین فن در اندک فکر از گلستان طبیعت عالی آبدار اشعار خوبتر وبسیار می بارد۔ مشق سخنوری بخدمت مولانا غلام امام شہید نمودہ۔ واز اکثر تلامذۂ شہید در خوش فکری ونیکو تلاشی گوئے سبقت ربودہ"

انکے چند اشعار و غزلین منشی مشرف علی صاحب مضطر کی بیاض وغیرہ سے ملگئین جو درج ذیل ہین۔

هستیم هر دم دم قطع تعلق می‌زند — تیغ بران آمد و رفت نفس باشد مرا
می‌رود با کاروان اشک من عمر روان — ناله‌های واپسین بانگ جرس باشد مرا

برق حسنت شعله زد یکسر بجسم و جان ما — مشعل طور است امشب شبستان مرا

دیده از غمزه بسوی من ودر بر زد و رفت — چه بلا تیر نگاهی بجگر در زد و رفت
تا برد نامهٔ شوقم به ادب بیش کسی — طائر رنگ ز رویم بهوا پر زد و رفت

بهار امروز با سامان صد میخانه می‌آید — بدوش بیخودی چون بوی گل مستانه می‌آید

عالم شکار تیر او مژگان سفاکش نگر — صید قضا نخچیر او در بند فتراکش نگر
طرز خرامش فتنه‌زا بر هر قدم جانها فدا — محشر ز رفتار من بیا انداز بیباکش نگر
مقتول تو زیر زمین دریا دو چشم نرگسین — گل چو شد از آتش بیبین گل دیده نمناکش نگر

پیچیده تر ز کاکل او دود آه کیست — برگشته تر از آن مژه بخت سیاه کیست
دل دادن و بغمزه نمردن گناه من — دل بردن و بعشوه بکشتن گناه کیست
صوفی اگر بغرض جور رقیب مرد — عالم شهید شوخی تیغ نگاه کیست

رفتم ز خویش دل به یکی نوجوان فریفت — دانم فریفت لیک ندانم چسان فریفت
قاتل چه لذت است به زخم خدنگ تو — هر لخت دل بجنبش نوک سنان فریفت
طاقت کجا که ضبط ادای جفا کنم — ما را بگردش نگهی می‌توان فریفت

یاد روی تو نسیم دل زار است اکنون — دل تمناکش آغوش بهار است اکنون
بی گل روی تو گلشن بچه کار است اکنون — هر رگ گل به جگر نشتر خار است اکنون
داغ داغ دل سودا زده رنگی دارد — لاله زاری ز سویدا به کنار است اکنون

مجال دیدن آن روی شعله تاب کجا — وجود شبنم فانی به آفتاب کجا
بکش بکش که بپایان رسید دور بهار — دگر کجاست گل نغمه کو شراب کجا
ز فرق تا بقدم جسم صورت نور است — ز شغل حسن ترا حاجت کتاب کجا

بہوش مہر پرستی خمار بکشاید | کجاست بادۂ گلرنگ آفتاب کجا
خراب نرگس مست تو عالم افتادست | کجاست میکدہ کو ساقی و شراب کجا

تیرے کہ از کمان تو در شست میرود | حکم قضا بہ تیر تو ہمدست میرود
یارب کہ جام بادۂ اش از دست خورد و کشت | ہر کس بکیف گرفت نہ خود از دست میرود

دل پراز درد کسے می خواہم | اند کے ہمت و بسے می خواہم
سوز پروانہ گدازے نہ دہد | شمع سان ہم نفسے می خواہم

دمیکہ سلسلۂ نظم دو جہان بستند | قضا بہ گردش چشم ستمگران بستند

کلام اُردو

ہمارے درد سے نے کیا کیا وفا کی | اگر پہلو سے اُٹھا دل مین جا کی
پری کے دست پرور نے وفا کی | لو دیکھو اُڑ چلی سُرخی حنا کی

منشی صاحب کا خط نستعلیق بھی بہت پاکیزہ تھا ۔ طلاقت لسانی و سحر بیانی کے جوہر خدا داد تھے ۔ ہمیشہ حوصلہ بلند و ہمت کشادہ رکھتے ۔

بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی ۔ ابتدائے عمر مین قبل غدر نواح باندا مین ایک رئیس کے یہان محکمۂ پولیس مین ملازم تھے ۔ بعد غدر وکالت کا امتحان پاس کیا ۔ لکھنؤ مین وکالت شروع کی ۔ یہی نمود اقبال کا پہلا زینہ تھا جس سے قابلیت خداداد کے جوہر و بازار ہوئے ۔ اور جوہر شناسون نے مشتاق ہوکر دست طلب پھیلائے ۔ چونکہ وہی زمانہ اودھ مین شروع عملداری انگریزی کا تھا ۔ بندوبست چھڑا ہوا تھا تعلقداریان قائم ہو رہی تھین ۔ منشی صاحب کو ادھر تو مہاراجہ مان سنگہ سرگروہ تعلقداران اودھ نے نظر مین تول لیا ۔ مرد ہوشیار مدبر و کارگذار سمجھ کے تعلقداران اودھ کا مشیر قانونی بنایا ۔ اور اہم معاملات بندوبست کا منحصر علیہ قرار دیا ۔ اُدھر حکام جلیل القدر نے اعتبار و اطمینان ظاہر کر کے مہمات سلطنت مین اپنا راز دار و صلاح کار گردانا ۔ اُس زمانہ مین منشی صاحب کو جولانی طبع دکھانے کے لئے بہت وسیع میدان ملا ۔ دانشمندی و لیاقت سے

دونون کی نگاہون مین سرخروئی حاصل کی۔ اور اسی کی ساتھ طلاقت لسانی وسحربیانی نے پیشۂ وکالت کو خوب چمکایا۔ ہزارون لاکھون روپیہ کما ڈالا طبیعت مین خلقی فیاضی ۔ دکشادہ دلی تھی۔ جو کچھ کمایا اعزا واقارب ۔غریبون مسکینون اور محتاجون کی حاجت برآری مین صرف کیا اب تک سخاوت اور فیاضی کی ہزارہا داستانین زبان زد خاص وعام ہین۔ لوگ اُنکی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی کے معرف ہین۔ منشی صاحب کے خوان کرم سے ہر یگانہ وبیگانہ فیضیاب ہوتا تھا۔ دوست ودشمن کی تفریق نہ تھی ۔ برابر یہ ہوتا تھا کہ فریق مخالف انھین کے دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

بیس بائیس سال وکالت کے بعد بھوپال کی وزارت پر طلب کئے گئے۔ نواب شاہجہان بیگم نے تدبر ودانشمندی کا شہرہ سُنکے جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مُرادآبادی کے توسط سے انھین منصب جلیلہ وزارت کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ اور خود گورنمنٹ سے تحریک کی۔ منشی صاحب حسب الحکم حضرت مولانا صاحب تشریف لے گئے۔ وہان بہت سے رفاہ کے کام کئے۔ مرتے دم تک وہین رہے۔

تعلیم کے بڑے حامی تھے قصبہ کاکوری مین ایک مدرسہ مڈل تک تعلیم کا اپنے صرف سے جاری کیا ۔ اُسکے استحکام کے لئے قصبہ بجنور کی آراضی خرید کر کے وقف کردی۔ اور ایک مدرسہ حفظ قرآن کا علحدہ قائم کیا جو ما بین مزار ومسجد حضرت ملا عبدالکریم صاحب واقع ہے ۔حافظ نوکر ہین اور لڑکون کو تعلیم دیتے ہین تکیہ شریفہ پر بہت بڑی عمارت بارہ دری تعمیر کرائی جو اب تک موجود ہے۔

اگرچہ سرسید احمد خان مرحوم بانی مدرسۃ العلوم علیگڈھ سے عقائد مذہبی مین اختلاف رکھتے تھے لیکن جب اُنھون نے ۱۸۹۲ء مین لکھنؤ مین ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس کرنا چاہا اور یہان کے باشندون کے سردمہری اور بے التفاتی دیکھی تو ان سے رجوع کیا انھون نے نہایت فراخ حوصلگی سے تمام اخراجات کثیر مہمانداری وغیرہ اپنی جیب خاص سے ادا کئے۔ جلسہ نہایت

کامیابی کے ساتھ ختم ہوا مدرسۃ العلوم علیگڈھ کو انکی ذات سے بہت نفع پہونچا۔ وہان کے ایک ٹرسٹی یہ بھی تھے۔

بھوپال کی مسلسل محنت دماغی اور آب وہوا کی ناموافقت نے آخر کار مرض استسقا مین مبتلا کردیا۔ چونکہ ریاست کے بعض اہم امور تصفیہ طلب تھے۔ اسلئے اُسی زمانہ مین بظاہر تبدیل آب وہوا کے خیال سے اور در اصل اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کی غرض سے اندور کا سفر کیا۔ وہان مرض مین شدت ہوگئی۔ وہان سے بھوپال واپس آکر حالت نازک ہوگئی۔ بالآخر بتاریخ ۱۰ ماہ جمادی الآخر روز دوشنبہ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۹۶ء بوقت مغرب انتقال کیا اور وہین بھوپال مین دفن ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد علی اشہری

فخر کاکوری وزیب لکھنؤ بود امتیاز	خُلق او خُلق محمد دست او دست کریم
حضرت شاہجہان بیگم جنان قدرش فزود	کشور بھوپال را فرمود دستور فخیم
لطف او دایم بکار خلق بودے رہنما	فکر او می بود در کار جہان فکر حکیم
اشہری آورد تاریخ از برائے مرقدش	از کلام حضرت رحمان لکم اجر عظیم

انکے لائق اور ممدوح الصفات خلف منشی محمد احتشام علی جو ماہ محرم ۱۲۸۲ھ مین پیدا ہوئے نہایت صالح اور اپنے والد کے قدم بقدم ہین بلکہ حلم وتحمل مین اُن سے بھی بڑھے ہوئے ہین علاوہ علوم رسمیہ انگریزی مین انٹرنس پاس ہین۔ اور بہت محتاط اور خوش خلق عفیف اور مہمان نواز ہین۔ انھون نے ایک مدرسہ حفظ قرآن کا عمارت جھنجری روضہ کاکوری مین علحدہ قائم کیا جو تا حال جاری ہے۔

امجد علی بلیغ

مولوی امجد علی متخلص بہ بلیغ۔ ابن حافظ احمد علی (نبیرہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر) ابن شیخ

غالب علی ابن شیخ غلام صفی۔ ابن شیخ محمد نواز۔ ابن حافظ خلیل الرحمن شہید علوی مخدوم زادہ۔

ولادت انکی ماہ شوال ۱۲۲۴ھ مین ہوئی یہ فاضل بے عالم ادیب یکتا عصر فرید دہر صاحب تحقیق و تدقیق تھے۔ اکثر علوم مین مہارت تامہ حاصل تھی۔ حافظہ ایسا قوی تھا کہ جزو سکے جزو کتابون کے زبانی یاد تھے۔ انھون نے تعلیم و تربیت تام وکمال حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔ اور بہت محبوب مقبول شاگردون مین تھے سیر و مطالعہ کتب برابر رکھتے۔ خط بھی نہایت پاکیزہ تھا شعر و شاعری کی طرف فطری میلان تھا۔ شاعری مین تلمذ اگرچہ مولوی ہادی علی اشک لکھنوی سے رکھتے لیکن خود فخر اشک تھے۔ صنائع و بدائع کی طرف زائد توجہ تھی۔

مولوی ذوالفقار علی حامد اپنے نسب نامہ مین لکھتے ہین۔

"مولوی امجد علی باخلاق ظاہری و باطنی مملو صاحب مروت و سنجیدہ و فہمیدہ مخیر نیک نہاد خجستہ اطوار عقیل و فہیم واقف علوم معقول و منقول دیندار حمیدہ کردار صاحب تمکین و وقار امروز الحق از اولاد شیخ محمد نواز تا اینزمان احدے باین لیاقت و شعور سر بر نیاوردہ"۔

انکا ذخیرہ نظم و نثر اب تک موجود ہے۔ بلیغ تخلص کرتے تھے۔ اور ابتدا مین ادیب بھی تخلص تھا۔ نثر دن مین اور اکثر نظم تاریخون مین یہی تخلص ہے۔ تاریخین نظم اکثر ہین جو اس کتاب مین جابجا موجود ہین۔ غزلین وغیرہ دیکھنے مین نہین آئین۔ فارسی انشا کا اعلےٰ نمونہ انکے وہ خطوط ہین۔ جو مولوی محمد محسن کاکوروی کے نام مرزا بیدل کے طرز پر لکھے۔ اسی زمانہ مین وہ وقائع جنگ جو درمیان امیر دوست محمد خان والی کابل اور سرکار انگریزی کے ہوے تھے بطرز وقائع نعمت خان عالی ۱۲۶۴ھ مین لکھے جو تاریخ کابل کے تاریخی نام سے موسوم ہے۔ علاوہ اسکے ایک کشکول بطرز کشکول شیخ بہاء الدین آملی ہے۔ اور یہ ذخیرہ کے نام سے موسوم ہے یہ دونون کتابین غیر مطبوعہ ہین۔ نیز انکی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انھون نے ایک کتاب اختراعنامہ سلطانی بھی ۱۲۶۰ھ مین لکھی تھی اور لکھنؤ مین اسی کتاب کے لکھنے کیلئے سید آغا علی صاحب کے مکان پر مقیم رہتے تھے۔ انکی شاعری کا نمونہ جن مین جابجا اشعار بھی ہین۔ ناظرین کی ضیافت طبع کیلئے درج ذیل ہے۔

نامہ نامی مولوی محمد محسن صاحب وکیل مین پوری - رباعی لراقمہ

اے کلک تو و عصائے موسیٰ توام | تقریر تو با بیان عیسیٰ ہمدم
ذہنت خضر مسالک نکتہ وری | طبع تو در اختراع مضمون مریم

تمکرحق سرائے قلم از نغمہ طرازی وصف گلزار تازہ بہاری طاؤس بہاراست و بلبل خوش نوائے زبان بزمزمہ پردازی مدح نامہ رنگین نگاری طوطی منقار کہ طائر خیال بہواداری مضامین بلندش لامکان طیران است - وندرواداراک بتصور نکات نایابش سیمرغ نشان - زنیکہ در وصف عبارت آبدارش از خامہ میریزد ستکینہ گیسوے مہوشان را گوہر ست - و حرفیکہ ذہنلے کلام عذوبت بارش از زبان میخیزد - برلوزینہ لعل شکرین لبان حلاوت گستر - مپش طاق و ترزب رنگینی صفحہ عنبر مپش زعفران زار کشمیر درنظر ہا خارخار - و بہ پرتو طمطراق شگفتگی عنوان رنگینش دامن دشت پرخار قصہ گلزار جنت سنیی کلمات شوخ ترازچشمی پری - وادا سنجی فقرات گرم گرم ترازادائے دلبری - روشن سوادی نقاط پرکار شمع افروز انجمن ثریا - ولطافت بنیادی دوائر پر نور برونق شکنی بازار خورشید مہیا بہ خم کشائے سلسلہ سطور ہزار نازنینان حروف دستگیر - وازافسون ادائے سحر تحریر صدہا پاک نژادان معانی اسیر - اشارت نکتہ ہائے دیجو آئینہ وارکرشمہ ابروے حور - فروغ مضامین نورآگین سراغ نمائے جلوۂ عالم نور - موج خیزی طراوت الفاظ آبدار طوفان سامان - ورنگ جوشی نضارت مضامین رنگین بہار بیخزان - لراقمہ

این معجزہ الیست یا طلسم جادو | یا دفتر سامری فکر نیکو
باغ ارم است یا بہار فردوس | یا صفحہ نظم و نثر رنگین دلجو

وچرا نباشد کہ تراوش یافتہ کلک افسون طراز محسن سخن پردازے است کہ قدرت سخن آفرین بر سخن قدرت آفرینش محو آفرین است - ولطافت کلام دلنشین بر طبع لطافت گزینش ترزبان مدح و تحسین - دبیر فلک کمر بندہ جوزا برمیان از خرمن افادتش سنبلہ چین - وسلطان سپہر پیش رائے روشنش از خطوط شعاع خط غلامی برجبین - نیرنگبازی نیرنجی قلمش از گل تصویر طراوت

فروش۔ وشنیدہ انگیزی مشعبد فکرش از شاخ بید بہار ارم در جوش۔ و مانیدن بنرہ بر صفحہ حباب نمونہ سحر سازیش۔ و نشانیدن نقش بالاے آب شمہ اعجاز طرازیش۔ ذہن وقت پسندش از لب جام افسانہ نشاء سخن شنیدہ۔ و فکر رساے ارجمندش از زبان موج داستان معانی آبدار فہمیدہ لراقمہ

گلگونہ طراز چہرۂ علم و ذکا | فرمان فرماے کشور مہر و وفا
بحر احسان و چشمۂ خلق حسن | اعنے محسن شفیق با صدق و صفا

بسکہ خامہ سرگردان را باندازبیان اوصافش جبہہ بر لوح کاغذ گذاشتن در حقیقت لقصور نارسائی مدحت سر بگریبان ندامت فرود آوردن است۔ و ثنا ور فکر رسا را بجستجوے گوہر تعریفش در لجۂ تامل فرورفتن گویا از نایافت دُر مقصود بغرقاب خجالت غوطہ خوردن ناچار اختصار سخن مناسب افتاد و تحریر مضامین دیگر را سبب توقف در تسوید پاسخ گرامی نامہ خلاف دستور رازان رو نمود کہ آن حرز جان محبت ہنگام تردد تہیۂ سفر وطن در اٹاوہ نزول یافتہ بود کیفیت رسیدنش ازین دو بیتے روشن است۔ و تاریخ آن از مصرعہ اخیر بطرز تعمیہ مبرہن

اے محسن من شفیق اکرم | مخدوم عطوفت مجسم
وقتیکہ رسید خط سامی | در شہر اٹاوہ بود رازم

سنہ ۱۲۶۵ھ

واز انجا کہ خاطر آشفتہ من بسبب ناکامی از قیام اٹاوہ برخاستہ بود۔ و کشش آب و دانہ وطن بجان و دل معاونتش نمود۔ روز دوم از رسیدن تلطف نامہ جازہ عزیمت این طرف راحدی گفتم و بہم عنانی صد مشقت بعد شش روز بکلبۂ احزان پیوستم۔ این قطعہ ترجمان ہمان حال است۔ و مصراع اخیرین بطریق تعمیہ بیان سال قطعہ

در اٹاوہ خاطرم شد منتشر | کوتہی با من چو آب و دانہ کرد
لاجرم بر طبق ایماے سروش | دل پریشان بود میل خانہ کرد

۱۲۶۵ھ

اینجاکه آمده بهجوم تردد چون خواب از تعبیر کثرت پریشان گردیدم۔ و بوفور تشویش و نگرانی از پیکر تصویر حیران تر انقسام باطن مجموعهٔ حواس را چون اوراق پریشان درهم و برهم کرد۔ و انتشار خاطر در اجتماع باطن فتور نمایان آورد۔ تنازع زمین که ذرهٔ آن غبار ها برانگیخته بعد شورش طرفین ثبالثی کشیده بود۔ دل متردد را چون اسم تنازع فیه مشغول داشت۔ و خمیازهٔ ثالثی بیجا که قطرهٔ فتنه آتش طرح طوفانے ریخته بود مع ترددات دیگر هر دم خلش تازه بالائے ریش میگذاشت تفصیل این مجمل از رمضان گوش نمودن منت بر جان ناتوان نهادن است۔ و بدریافت عذر معقول قصور توقف تحریر عفو فرمودن داد محبت دادن۔ آمدم بر سخن دیگر که لمیع بیدل جان باختهٔ نازنینان معانی بلند است امید که بهر چه زود تر از مطالعه دو عنصر لقبیه مرزا بیدل جان تازه تقالب یابد۔ و مزاج از خود رفتهٔ من شیفتهٔ لعبتان مضامین ارجمند است۔ ترصد که در اسرع اوقات آن دو تمیمهٔ روح و روان باعث اعتدال چار عنصرم گردد۔ و آنکه کیفیت سقم نسخهٔ منقول عنها حوالهٔ بقلم فرموده اند در صحت آن چه سخن است۔ زیرا که نابلدی کودن طبعیتان از طرز مرزا بیدل نیکو معلوم است پس مسخ ناسخان بقصور نافهمی مضمونے مفهوم خواهد بود۔ آئے همچنا نکه ذهن بلید در نادانی معذور است رائے سقیم هم در غلط فهمی مجبور۔ چون سلسلهٔ سخن بدرازا دامن کشید۔ لاجرم ختم داستان دانش واجب گردید۔ الٰهی همیشه گوهر مقصود در کنار۔ و کشتی عیش از امواج حوادث برکنار۔ و دوستان را شاهد مراد در آغوش و دشمنان را ردائے ناکامی بردوش باد و السلام فقط

انکے کمالات علمی و عملی اور قابلیت و لیاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ علماء باللہ مین جو شانین ہونا چاہئیں وہ سب موجود تھین۔ نہایت متورع اور متقی صوفی منش بزرگ تھے۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے مخلص مرید تھے۔

باطنی تعلیم بھی انھون نے اپنے اُستاد سے پائی تھی۔ مناظرہ و بحث کا بھی شوق تھا اور نہایت ہی خوش تقریر تھے۔ اولاً اپنی ذہانت اور طباعی سے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ پھر منصف مقرر ہوے۔ بعد اُسکے عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور ہوے۔ اور اسی عہدہ سے پنشن لیکر ۳۵ یا ۳۶ سال تک وطن مین رہے مخیر بھی بہت بڑے تھے۔ علاوہ اعزہ و اقربا کے کہ جنکا ماہوار مقرر تھا۔ تنخواہ کا زائد حصہ

امور خیر مین صرف ہوتا۔ واردین صادرین وغیرہ کے ساتھ بھی خفیہ بہت مسلوک ہوتے تھے۔ اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے۔ رات دن بجز مذاکرہ علمیہ یا کتب بینی و اشغال باطنی اور کوئی شغل نہ تھا بہت بڑے محقق اور مدقق تھے اس جامعیت کا شخص دیکھنے مین نہین آیا۔

وفات انکی بتاریخ ۸ ماہ ربیع الآخر روز یکشنبہ ۱۳۳۴ھ بعمر ۹۲ سال ہوئی اور خاندانی قبرستان واقع تکیہ شریفیہ کاظمیہ مین دفن ہوئے۔ انکے مزار پر ورع و تقوے کے انوار و برکات نمایان ہین۔ قطعۂ تاریخ انتقال از منشی ارتضیٰ علی نشر مرحوم علوی کاکوروی ؎

مولوی امجد علی شد زین جہان بے ثبات | مرگ او ہوشم ز سر تاب و توان از دل ربود
از سر افسوس گفتم اے نشر تاریخ فوت | مولوی امجد علی عالم مخیر نیک بود

۱۳۳۴ھ

امیر حسن

منشی امیر حسن صدیقی۔ ابن شیخ عبد الواحد۔ ابن شیخ عبد الاحد۔ ابن شیخ ہدایت نبی۔ ابن شیخ کرامت اللہ۔ ابن شیخ بدیع الزمان۔ ابن شیخ عنایت اللہ۔ ابن شیخ مینا۔ ابن شیخ محمد مکرم۔ ابن شیخ عبد الواحد۔ ابن مخدوم شیخ قیام الدین رحمہ۔

ولادت انکی ۱۸۶۶ء مین ہوئی۔ فارسی و انگریزی مختلف اساتذہ سے الہ آباد مین پڑھی انگریزی مین بی۔ اے فیل ہین۔ فارسی مین کافی لیاقت رکھتے۔ عربی بھی بقدر ضرورت جانتے ہین تیس سال انگریزی ملازمت کی۔ کلرکی سے ڈپٹی کلکٹری تک ترقی کر کے پنشن پائی ابتداً اودھ اخبار کے اچھے مضمون نگار تھے۔ ترجمۂ تاریخ ریاست چرکھاری۔ و طبقات تاریخ اسلامی اندلس۔ و کتاب الصرف عربی۔ و ناول شب بند للکھنوٹر عمدہ مصنفات سے ہین۔ رینلڈس کے تین ناولون کا انگریزی سے اردو مین ترجمہ بھی کیا بہ تسمیہ (۱) الہ دین و لیلے (۲) ویگز ونیسڈ ا۔ (۳) لارنس ورورتھ۔ یہ تینون ناول مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپے ہین۔ ان مین سے ایک ترجمہ پر انعام بھی ملا۔ علم انساب مین بہت اچھا دخل ہے۔ کتب بینی کے بہت شایق ہین۔ اور اس قصبہ کے

موجودہ لوگون مین اچھی لیاقت و قابلیت رکھتے ہین ۔ زمانۂ ملازمت مین درگاہ شریف حضرت سید سالار مسعود غازیؒ واقع بہرائچ (اودھ) کے منتظم تھے ۔ درگاہ کو اپنے حسن انتظام سے بہت رونق دی عمارات شکستہ کی مرمت کرائی ۔ جدید عمارتین تعمیر کرائین ۔ بہ صیغۂ انتظامی درگاہ مین خوش اسلوبی پیدا کی جسکی وجہ سے اہل بہرائچ اب تک اُنکو یاد کرتے ہین ۔ فی الحال یہین وطن مین مقیم ہین ۔ ابقاہ اللہ تعالیٰ

امیر حسن خان بسمل

نواب امیر امیر حسن خان بہادر متخلص بہ بسمل ۔ ایف ۔ اے ۔ ایس ۔ بی ۔ ابن نواب امیر عاشق علی خان بہادر سفیر شاہ اودھ ۔ ابن شیخ طفیل علی فوجدار علوی مخدوم زادہ ۔ یہ عربی و فارسی مین کامل استعداد رکھتے تھے ۔ اور قادر الکلام شاعر تھے ۔ شاعری اور نثاری دونون مین سرآمد سخن سنجان روزگار سمجھے جاتے تھے ۔ شیخ غلام مینا ساحر کاکوروی کے ارشد تلامذہ مین سے تھے ۔ مرزا نوشہ غالب مرحوم کے معاصر تھے ایک بار اُن سے چشمک بھی ہوگئی تھی ۔ جسکا واقعہ یہ ہے کہ اُنھون نے شاعرانہ تعلی مین یہ شعر کہا تھا

جملہ زاغ اند شاعران جہان ۔۔۔۔ لیک یک طوطیٔ شکر خا من

کسی نے غالب کو یہ شعر سُنا دیا ۔ اُنھون نے جواب دیا ؎

لاجرم می سزد کہ نکتہ وران ۔۔۔۔ نام بسمل نہند ہیرامن ،

دل کو ناگوار گذرا ۔ شکر رنجی ہوگئی چونکہ غالب بڑے ادا شناس تھے منت و سماجت سے صفائی کرلی ۔ چنانچہ کلیات نثر غالب مطبوعہ مین دو رقعہ انکے نام اور ایک رقعہ منظفر حسین خان کے نام اسکے شاہد حال ہین منظفر حسین خان سے سفارش بھی کرائی ہے لکھتے ہین کہ ؎

"بارے چون بہ گلگلہ رسیدہ اند ۔ چون خوش باشد کہ دلنوازی و کارسازی را اساسے استوار نہند و لااُبالی خرام عرصۂ سخنوری ۔ یوسف کنعان معنی گستری شیوا زبان روشن دل مکرمی امیر حسن خان بسمل را بامن آشتی دہند ۔ زنگار آئینۂ گران نشین نیست کہ کف بزدودن تو ان سود و خوشدلی در میان ہم روے نتواند نمود ۔ یزدان داند کہ آن گفتار کہ ازان سوے بہ بیہودہ لافی وازین سو در تلافی آمد ناپسندیدہ ام ۔ مہر

بوفائی من ہاشمی عاشق علیخان مغفور آن سپجواہر کتا امیر حسن خان را از جان دوست تر دارم خود را از حق گذاران

نہ شمارم ست

ہران معاملہ او بے دماغ من بیدل | خوشا کہ معذرتے صرف برستم گردد"

اسی کے ساتھ جو خط امیر حسن خان کو لکھا ہے اسکو اس شعر سے شروع کیا ہے ؎

" داغم ز سوز غم کہ خجل دارم ز خلق | بوسے کہ تن ز سوختن استخوان دہد "

انھون نے جو خط جواب مین لکھا ہے اُسکے عنوان پر یہ شعر لکھا ؎

اے شمع شرح داغ مپرس از دلم خموش | سوز دگے کہ گوش برین داستان دہد

پھر غالب نے یہ رباعی لکھکر بھیجی ؎

"گر پرورش دمہ نزاران دل بودے | در دہر شیوع مہر مشکل بودے،

در صدق ز جملہ رسائل بودے | بسم اللہ آن رسالہ بسمل بودے"

نواب نورالحسن خان نورؔ تذکرہ نگارستان سخن مین لکھتے ہین۔

" بسمل۔ امیر حسن خان۔ از رؤساء کاکوری متصل لکھنؤ ست۔ دولہائے سخن شناسان بسمل تیغ

مصالیح او ست"

نواب علی حسن خان سلیمؔ تذکرہ صبح گلشن مین لکھتے ہین۔

"منشی امیر حسن خان مرحوم ابن منشی عاشق علیخان مغفور کاکوروی کہ از ممتازان عہد نصیرالدین حیدر بادشاہ

اودھ است و جامع صفات لاتحصیٰ ولاتعد۔ شاگرد رشید غلام علیا ساحر کاکوروی است و دستگاہش

در نثر و نظم فارسی قوی"

انکے تصنیفات سے ایک نسخہ پنج گلبن ہے۔ جو غالب کے پنج آہنگ کا جواب ہے۔ یہ سنہ ۱۲۶۰ھ مین تصنیف ہوئی بہت عمدہ کتاب ہے۔ ایک رسالہ مختصر اور موسومہ بہ میزان المعانی فن عروض مین ہے۔ اسکے علاوہ ایک فارسی دیوان مکمل ہے۔ چند اشعار و غزل معہ قصیدہ بے نقط ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل ہین ؎

آن قدر از دل صد پاره نازدست بجا ‌ ‌ ‌ که به احباب توان رقعهٔ انشا کردن

بدستم داده دستے داده در دست عدو دستے ‌ ‌ ‌ بچاک سینه ها آورده دستے در رفو دستے

بپشتیبانی من دامن گرفتن آرزو دارم ‌ ‌ ‌ دلے در ناتوانیها کجا پائے و کو دستے

زچاک دل کشاید بخیه دیگر نمی دوزد ‌ ‌ ‌ مگر آن سوزن مژگان ندارد در رفو دستے

بجام آمد ز لطف رقصان شراب آهسته آهسته ‌ ‌ ‌ عروس پردگی شد بیحجاب آهسته آهسته

ساقی آنجا که نشست من و تست ‌ ‌ ‌ مے ز میکش همه مست من و تست

تو ز مے مست و من از چشم تو مست ‌ ‌ ‌ مست جامے که بدست من و تست

چشم غماز به تسخیر بهار ‌ ‌ ‌ که درین فتح و شکست من و تست

آن چشم نیم باز که باز است و باز نیست ‌ ‌ ‌ در خواب ناز جلوهٔ ناز است و ناز نیست

ز عنقا پیشتر یک گام ما رفت ‌ ‌ ‌ که نام او نه رفت و نام ما رفت

آهے ز دل کشیدم برق شد و بر سما رسید ‌ ‌ ‌ این دود دل نگر ز کجا تا کجا رسید

از وعده هائے بوسه که دادی بلب مرا ‌ ‌ ‌ جان حزین چو ناله رسید و بجا رسید

هر غنچه خنده زن بسر شاخ رقص کرد ‌ ‌ ‌ از کوئی او چو دست فشار آن صبا رسید

همدم به نسبت جام و می هوش ربا هم ‌ ‌ ‌ ما مست ادائے تو لبے بر لب ما هم

سر تا بقدمم از سوز دل اے کعبهٔ مقصود ‌ ‌ ‌ من همچو سپندم به پیش قبله نما هم

همراه رقیب آمده بر خاک من از ناز ‌ ‌ ‌ خون کرد دل چاک مرا کام روا هم

خوش کرد بیان لذت وصل کشش یار ‌ ‌ ‌ پروانه بخاموشی و بلبل به نوا هم

هر ذره برقص است اگر ذره و خورشید ‌ ‌ ‌ آواره بکوئیت من و سرگشته صبا هم

گل خار به پیراهن جان ریخت از دیت ‌ ‌ ‌ وز چاک گریبان تو چاکے به قبا هم

طبع شعرا از ستم دست تو حیران شد ‌ ‌ ‌ در پنجه بستگی قلم غالیه سا هم

یا دش دل من همیشه دارد ‌ ‌ ‌ این شیشه پری بشیشه دارد

فرہاد بفرق و بندہ بر دل | در عشق دو کس دو تیشہ دارد
بے برگ و برے بہار داند | نخلم بہ خزان چہ ریشہ دارد
شیرین سخن است طرفہ بسمل | آتش از نے بہ بیشہ دارد

قصیدۂ بے نقطہ در مدح حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ غازی خلد اللہ ملکہ کہ بہ پیشگاہ بارگاہ والا فرستادہ شد و مقبول نظر ہمایون افتاد۔

للہ الحمد کہ سر کردۂ حکام آمد | مالک ملک کرم داور اسلام آمد
سرور عادل و اکرم کہ در او در دہر | مطلع مہر عطا و مہ اکرام آمد
ہمہ عدل و ہمہ اعطا ہمہ مہر و ہمہ رحم | کہ ہوا در او حاصل ہر کام آمد
کردہ حاصل کام و مراحم کو را | در درس کام دہ داد گرا علام آمد
کرد معدوم اساس رہ و رسم دل گاہ | کہ الم را دل او مصدر اعدام آمد
مہر او کرد عطا عام در و لعل و درم | کہ مہ آسا ہمہ را کامروا عام آمد
کرد در مہد دعا ہر سحر او را مولود | کہ دعا ہمرہ ہر روح در ارحام آمد
اہل عالم ہمہ را رحم دل مکرم او | محو در کار کرم آمد و آرام آمد
صولہ آسا دل ہر اہل دل آرد در دام | بدہد کار عطا را دل او دام آمد
رمح او آمدہ دار سر ہر دل گمرہ | گاہ در معرکہ گر در سر اعدام آمد
دار عمر ہمہ اہل حسد و اعدا را | سم مار سر سہم آلہ اہدام آمد
اسم او در دل ہر کس کہ در آمد در دم | در دو را کرد دوا مرہم آلام آمد
عالم سر دل او را دل کامل دادہ | کہ سر اہل کمال آمد و علام آمد
ماہر علم و عمل آمد و علامۂ عصر | حامل مورد صد سر و صد الہام آمد
دل ہر کس کہ رہ و درگہ او کرد وداع | سودۂ درد و الم و آمد سر سام آمد
عادل دادہ دہ ہر کہ و مہ در عالم | کہ دم عدل اگر مصدر احکام آمد

مرو حہ کردہ دم گرگ سر آہو را | گاو را ہمدم وصل اسد آرام آمد

ردح دم ہر دم او اہل دلا را ہر دم | ہر کلام اہل حسد را دم صمصام آمد

صد ہراس آمدہ در دل کہ دل اعدا را | ہمہ دم وسوسہ مرگ در او ہا م آمد

کرم او کہ دم مدح مداد آوردہ | کلک را دادہ عسل کام دہ کام آمد

در سر آوردہ کہ در مدح رود راہ کمال | مدعا حاصل کلکم سر ہر کام آمد

رود لا ور سر درگاہ عطا کار کہ اول | حرم در گہ او را دم احرام آمد

کو دعا ہا کہ الہا ہمہ دم آوردہ | سوز دل گو ہمہ اعطا ہمہ اکرام آمد

کام دہ کام روا دار کہ در راہ کرم | در او صعود دل را ہمہ کلہ ام آمد

قطعہ در مدح نواب معین الدولہ عنایت علیخان بہادر در بحر مرتب مکفوف

مفاعیل مفاعیل فاعلاتن

ہوا دار مدد گار اہل عالم | عطا کار روا دار کام ہر دل

کرم محو الم گاہ اہل دلہا | ملک علم ملک حکم مرد عادل

عدو مال دل آرام اہل حال | اسد کار لوا دار ماہ کامل

دم مصلح رہ و رسم مہر اعطا | دہد کام مرا کام کلک راحل

رود راہ وحد راح سود دل را | دہد روح دہد روح داد کامل

بیعت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور بہت مقبول مریدین سے تھے چنانچہ اسکی کیفیت اُس مکتوب سے جو مفاوضات مین طبع ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے۔ اُنھون نے بتاریخ ۲۰ ماہ رمضان ۱۲۶۳ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۸۴۷ء وفات پائی۔ اور کلکتہ مین سیالدہ اسٹیشن کے قریب دفن ہوے

امین الدین

حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث۔ خلف اوسط حضرت ملا حمید الدین محدث۔ اُنکی ولادت

۱۳ ربیع الآخر ۱۱۶۲ھ میں ہوئی۔ انھوں نے کتب درسیہ اپنے والد ماجد و برادر معظم قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان بہادر، و ملا عبد العلی محمد بحر العلوم فرنگی محلی و مولانا قدرت علی نبیسہ ملا بحر العلوم و مولوی امام بخش تلمیذ ملا بحر العلوم، و ملا محمد اعلم سندیلی و مولوی حیدر علی سندیلی سے پڑھیں۔ اور فراغت و فضیلت تامہ حاصل کی۔ جامع علوم شریعت و طریقت و عالم معقول و منقول تھے۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض میں لکھتے ہیں۔

"از ابتدائے سنین بلوغ در ریاست شاقہ اشتغال دارد ہمیشہ حرتناست میگفت و مطلق خلاف وکذب مادر کلام دخل نبیداد۔ بعد مطالعۂ کتب درسی فراغت از سبق سیر روضۃ العلما کہ کتابیست مشتمل بر اخبار و احوال علما و اخیار و بزرگان سلف ہیکرد و تنہا میگریست تا چند کس تلاش میکردم منتشر گریان می یافتم بر سبیل استہزا می پرسیدم کہ سبب گریہ چیست میفرمود کہ برائے عبادت مخلوق شدیم و از من کسر موئی آید اے کاش مخلوق نمیشدیم۔"

تائید غیبی ایسی شامل حال ہوئی۔ کہ بلا زاد و راحلہ سندیلہ سے متوکلاً علی اللہ عازم حج ہو گئے۔ پیادہ پا دو مہینہ پانچ دن میں سورت پہونچے۔ اور مولوی ولی اللہ محدث کے مکان پر ٹھہرے۔ وہیں قریب مسجد چوک میں حضرت شاہ ابو سعید خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے نیز اُنکے صاحبزادے سید ابو اللیث سے ملاقات کی۔ وہاں کے اکثر تاجر صاحب فراغت ذوثروت نے بلا اُنکی تحریک کے سفر حج کا سامان کر دیا۔ یہ شاہ صاحب کے ہمراہ حرمین شریفین گئے۔ پانچ مہینہ میں بسواری جہاز جدہ پہونچے۔ پھر ۲۹ روز کے عرصہ میں بندر مخا میں جو یمن کے قریب ہے پہونچکر کچھ دن اقامت پذیر ہوئے۔ اواخر ماہ ربیع الاول ۱۱۸۷ھ میں مکہ معظمہ پہونچے۔ اور وہیں حضرت شاہ ابو سعید صاحب کے دست حق پرست پر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ اذکار اور اشغال کی تعلیم پائی اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ وہاں سے پھر مدینہ طیبہ تشریف لیگئے اور چھ مہینہ رہکر کتب حدیث مولوی ابو الحسن سندھی ثم المدنی و شیخ محمد مجرے سے پڑھکر سند حاصل کی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر علم حدیث میں انھیں کے شاگرد

تھے۔ بعد تعلیم اُنھون نے اپنا دستخطی اجازۃ نامہ ان کو عطا فرمایا۔ حاجی صاحب پھر مدینۂ طیبہ سے
مکہ معظمہ تشریف لائے۔ اور فریضہ حج ادا کیا۔ اور یہین حضرت محمد بیرزادہ انصاری سے اجازت
کتاب جزری بسماعت اپنے پیرومرشد کے اخذ کی۔ مفصل کیفیت سفر و حالات و واقعات خود
اُنھون نے بصورت کتاب عربی مین تحریر فرمائے جو رسالہ سفر حج کے نام سے موسوم ہے۔

انکے شبانہ روزی اوقات کا زاید حصہ اذکار و اشغال مین بمقام محراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بسر گذرتا۔ ایک روز حالت مشغولی مین یہ آواز سنائی دی شف تعینات هذا النور۔ اُنھون نے
حجرۂ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ تو حجرہ کا دروازہ نورانی نظر آیا۔ یہ واقعہ اپنے
پیرومرشد سے جب عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ "معرفت الٰہیہ بتحقیق حاصل ہوگی یہان رہو خواہ
وطن جاؤ" انکا دل وہین رہنے کو چاہتا تھا۔ خود اُنھون نے مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین
استخارہ کیا خواب مین دیکھا کہ مین مدراس گیا ہون۔ اور نواب محمد علیخان سے ملا۔ اُنھون نے
مدنی سمجھ کر میری اور میرے مرشد حضرت شاہ ابوسعید صاحب کی دعوت کی ہے۔ اسکے بعد
یہ خواب دیکھا کہ وطن گیا اور مکان مین پہونچا والدہ کی زیارت کی۔ اُنھون نے کھانا تیار
کیا مین نے کھایا۔ اس خواب سے یہ سمجھ گئے کہ میرے لئے وطن جانا اور زیارت والدین سے
سے مشرف ہونا بہتر ہے۔ حضرت شاہ ابوسعید صاحب بھی وطن چلنے کیلئے مُصر تھے۔ یہ اذکار
خفیہ حاصل کرنے کے لئے مستعجل تھے مراقبہ جب شروع کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ عجلت نکرو
ابھی سلطان الاذکار کی مشق کرو۔ انشاء اللہ مراقبہ ایک مجلس اور ایک ہی توجہ مین حاصل
ہو جائیگا۔ چنانچہ مراقبہ اور شہود تکمیلی دوسرے ہی سال بمقام بندر مدراس توجہ مرشد ایک
ہی شب اور جلسہ مین حاصل ہو گیا۔ اور اُنھون نے خود مشاہدہ کر لیا کہ ہر طرف سے نور محیط
ہے اور مین خود نور مین غرق ہون۔

ایک روز شاہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ میرے مواجھہ مین مراقب بیٹھو۔ یہ بیٹھے دیکھا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ سے برآمد ہو رہے ہین۔ اولاً دونون کتف مبارک دکھائی دئے

پھر تو را جسد اطہر۔ اور انکے مقابل تبسم تشریف فرما ہوئے شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ تم نے زیارت کی۔ وہین حاجی صاحب نے یہ عربی اشعار نظم کئے ؎

سبحان ربی وقد وصلت بطیبۃ ۔ بعد اشتیاق ان ازور بتربۃ

للاحمد المختار رسل خاتما ۔ للانبیاء نحو البریۃ کافۃ

قد زرت ارجوا ان اکون مشفعا ۔ عند الغنی ذی الاقتدار ورفعۃ

اذ جاء فی الاخبار قال لزائر ۔ من زار قبری واجب بشفاعۃ

لاسیما للمسجد المتبرک ۔ الف الصلوۃ عن مسجد کعبۃ

یا لهف نفسی ان اروح بموطن ۔ والناس فیہ قایم بجماعۃ

القلب یبکی ان اردت فراقہ ۔ اذ کنت ارجوا من سکون مدینۃ

الدمع یجری والقوا دیشتکی ۔ فالبین للاعبی اشد مصیبۃ

ثم الصلوۃ علی النبی وآلہ ۔ والصحب طرا هم نجوم هدایۃ

اسمی امین الدین رب کاسمہ ۔ فی الدین اجعلنی امین شریعۃ

من سید الحسنی فانہ مرشدی ۔ ابوسعیدی استفدت طریقۃ

شیخی وشیخ الکل عنہ ابوالحسن ۔ اخذ الحدیث علیہ کان قرأۃ

وقت معاودت جسوقت یہ مدراس پہونچے۔ محمد علیخان رئیس مدراس نے بعد دریافت شرافت ونجابت وعلو مرتبت اپنی لڑکی کا نکاح انکے ساتھ کرنا چاہا۔ اور بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ مگر انھون نے منظور نہین کیا۔ وہ بھی نہین لیا۔ اور وطن چلے آئے۔ اس رئیس نے وہ روپیہ حسب ارشاد حضرت شاہ ابوسعید صاحب انکے والد ماجد کی خدمت مین بھیجدیا۔ انھون نے اس روپیہ سے وہ مسجد بنوائی۔ جو اب تک مولوی محلہ مین بالاے قلعۂ کاکوری حاجی صاحب کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اور جسکی تاریخ تعمیر یہ ہے۔ لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔ اسی مسجد مین انکے والد ماجد نے جس جگہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کی زیارت کی تھی۔ اُس جگہ پر بغرض تعظیم مقام و واقفیت عوام پتھر نصب کردیا گیا جو اتبک نصب ہے حاجی صاحب پنجوقتہ نماز اسی مسجد مین ادا کرتے تھے۔ آخر عمر مین مکان کے قریب ایک خام حجرہ تعمیر کرایا۔ اور رات و دن کے اکثر اوقات وہین گذارتے۔ اور وظائف مین مشغول رہا کرتے حدیث و تفسیر و فقہ کا درس بھی دیتے تھے۔

منشی فیض بخش صاحب اپنی مثنوی باغ و بہار مین انکی مدح مین لکھتے ہین ؎

"امین الدین کہ پور دو یمین است	چو نام نامیش دین را امین است
جوانے با سعادت نیک بختے	گلستان ریاضت را درختے
ز طفلی در عبادت گشت مشغول	بفیضان ازل گردید موصول
چو عمرش از سنین طفلگی رست	برائے حج بیت اللہ کمر بست
بہ نیات درست و عزم کامل	نمود از شوق حج و عمرہ حاصل
احادیث پیمبر کرد تصحیح	خفیات در موز علم توضیح
چو فارغ شد ز مقصد شد روانہ	بسوئے خانہ ممتاز زمانہ
پس از سطے مسافتہائے بسیار	بوطن آمد آن سرخیل ابرار
پدر را از سر نو زندگی داد	دل ویران مادر کرد آباد
کنون مشغول تسبیح است و تہلیل	تفاوت یافت ز و تشریف تکمیل"

ان سے اجازت اخذ بیعت کی حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد کاظم قلندر۔ و حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلف اوسط حضرت عارف باللہ کو تھی۔ اور بعض اوراد کی اجازت حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدست اسرارہم کو تھی۔ حاجی صاحب اپنے وقت مین فقر و درویشی اور علم و فضل مین حضرت شبلی و بایزید بسطامی کا نمونہ تھے۔ تمام عمر یاد حق اور ریاضت شاقہ مین گذاری۔ قصبہ اور اطراف کے بہت سے لوگ انکے مُرید بھی تھے۔

وفات ۲۲ محرم الحرام ۱۲۵۳ھ مین بعمر ۸۰ سال ہوئی۔ مزار شریف مولوی محلہ مین حظیرۂ ملا محمد غوث

میں اپنے والد کے برابر واقع ہے۔ تاریخ وفات پر قبر بھی ہوتا ہے۔

قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان متخلص بہ ذوق کاکوروی سے

ہیہات کہ آن معدن انوار شریعت	داماں زجہان چید سوے دار جنان رفت
سمت ۱۸۹۴ بکرمی	سنہ ۱۲۴۴ فصلی
بلبل صفت از در دچسان نالہ نجم	آہ وخ کہ نہے عارف کامل زجہان رفت
سنہ ۱۲۵۳ ہجری	سنہ ۱۸۳۷ عیسوی

انشاء اللہ شاہ

حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر۔ ابن شیخ کرامت اللہ۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔ یہ سن شعور سے بخشی نعمت اللہ خان کے ساتھ رہے۔ دنیا کی طرف ابتدا ہی سے توجہ نہ تھی۔ قلندرانہ روش رکھتے۔ وارستگی و بے پروائی سے رہتے۔ ایک مدت تک قرآن شریف کے یاد کرنے میں محنت کی نصف سے زائد یاد کیا تھا کہ دل میں طلب حق پیدا ہوئی۔ سب چھوڑکر حضرت مولانا شاہ محمد کاظم قلندرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی حضرت نے آثار و انوار سعادت انکے چہرہ پر دیکھکر تعلیم و تلقین ظاہری و باطنی میں توجہ کی۔ اس توجہ کا یہ اثر ہوا کہ مجرد سماعت او کتب بینی سے تصوف کے تمام مراحل پر عبور ہوگیا۔ جمیع اذکار و افکار و اوراد و اشغال و مراقبات پر واقفیت ہوگئی۔ اجازت و خلافت سلاسل سے ممتاز ہوئے۔ حضرت صاحب نے لباس بھی ان کو پہنایا۔ انکی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ اعتکاف میں جو کیفیات مجھ پر گذرتے ہیں انکا عکس ان پر بھی پڑتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک جلسہ میں مرتبہ انھوں نے دیکھا کہ میں نے اپنا سر جسم سے جدا کیا۔ پھر ملا بھی لیا۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جو اصول المقصود و نفحات العنبریہ میں مندرج ہیں۔ یہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں اوروں سے بہت زائد مقبول و عزیز تھے۔ نیز حضرت

شاہ تراب علی قلندر کے بھی مقبول اور محرم راز تھے۔ اور کار قلندریہ اپنے ہم عصرون مین سب سے بہتر
جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ تراب علی قلندر نے اپنے صاحبزادون یعنی حضرت مولانا شاہ
حیدر علی قلندر و حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہما کو اذکار و اشغال کی تعلیم انھین سے
دلوائی۔ سلسلہ ارشاد و اخذ بیعت حسب الحکم حضرت پیر و مرشد اسی زمانہ مین شروع کر دیا۔ بعد
وصال اپنے حضرت پیر و مرشد اسکے بڑے صاحبزادے یعنی حضرت شاہ تراب علی قلندر سے بھی
اجازت و خلافت حاصل کی۔ لکھنؤ و کاکوری و سندیلہ کے اکثر لوگ انکے مرید تھے۔ ان سے
اجازت و خلافت مولوی شاہ جمیل الدین عرف کلو میان سندیلوی کو تھی۔

وفات انکی بتاریخ ۵ ماہ رجب المرجب روز یکشنبہ سنہ ۱۲۵۱ھ ہوئی۔ مزار شریف قریب درگاہ
حضرت شاہ محمد کاظم قلندر بیرون دروازہ مسجد زیر درخت انبہ اندرون خطیرہ واقع ہے۔ مزار
پر تختی بھی نصب ہے۔

قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی

شاہ انشاء اللہ قلندر	مقبول خدا و اہل عالم
از خلق بسوے حق سفر کرد	در ماہ رجب بروز پنجم
شد فکر سنش چو قیصری را	ناگہ ز روحش رسید خرم
از حال خود این چنین نشان داد	در سال وصال خود خبر ہم
رفتم ز صفات و ہم ز اسماء	بنگر اکنون - بذات ختم

سنہ ۱۲۵۱ھ

انعام الدین خان شوق

مولوی انعام الدین خان متخلص بہ شوق۔ ابن مولوی محی الدین خان متخلص بہ ذوق ملکزادہ۔ انکی ولادت
۲۲ شعبان سنہ ۱۲۶۳ھ مین ہوئی۔ تاریخی نام ظہیر الدین احمد تھا۔ تعلیم و تربیت سب اپنے والد سے

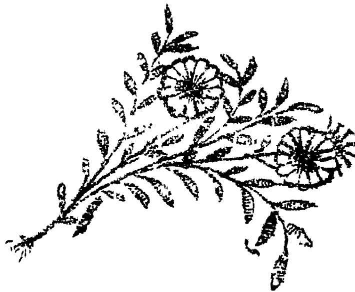
پائی حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مُرید تھے۔ اشعار بہت برجستہ اور خوب کہتے تھے۔
نواب علی حسن خان سلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین کہ۔

"شوق۔ محمد انعام الدین خان خلف مولوی محمد محی الدین خان ذوقی از روسائے قصبہ کاکوری است۔ بطبع سلیم و ذہن مستقیم مستجمع فضائل صوری و معنوی۔ شوق ہر گونہ علم و فن در دل دارد و از فیض پدر بزرگوارش برگشت تمنای او می بارد"

اُنکا مختصر سا کلام فارسی جو دستیاب ہو سکا نذر ناظرین باتمکین ہے ؎

نقش روئے تو مصور ہمہ ناخواہ کشید	قصد بالاے تو چون کرد ز دل آہ کشید
بردلم تیر نگاہ تو رہ شوق کشود	گر نہ بیتابی من رخنہ درین کار کند
مست نم چشم بہ ہر گ من میخوار کند	ہان صراحی پس من گریۂ سرشار کند
میزنم نعرۂ حق قاتل منصور کجاست	ہان بگوئید کہ فکر رسن و دار کند
دشمن جان مسیحی کہ طبیب دل ماست	کیست یاران کہ علاج دل بیمار کند

انھون نے بتاریخ ۲۶ ماہ ربیع الآخر روز جمعہ ۱۳۳۱ھ بے نام و نشان انتقال کیا اور خطیرۂ حضرت مخدومہ یعنے اہلیۂ قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر متصل چاند محل واقعہ قصبۂ کاکوری مین دفن ہوئے۔



ب

باسط علی علوی

مولوی باسط علی ابن حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر ابن حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہما۔ ولادت انکی ۱۵ ماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۲۲۵ھ مین ہوئی تعلیم و تربیت اپنے برادر عمزاد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔ علوم متعارفہ مین دستگاہ کامل رکھتے تھے بیعت اور اجازت و خلافت انکو اپنے عم اکرم حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی - یہ بہت بڑے باہمت عالی مرتبہ خوش خلق تھے۔ اطراف کالپی و دیگر اضلاع مین تحصیلدار رہے - برادر بزرگ یعنی مولوی رضا علی صاحب کے انتقال کا کچھ ایسا صدمہ انکے قلب پر ہوا کہ دو ماہ بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ اس عالم فانی سے بتاریخ ۲۳ ماہ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۲۷۰ھ انتقال کر گئے۔ اور علاقہ بدوسہ ضلع باندہ مین متصل قبر بیابے شہید دفن ہوے۔

انکے صاحبزادے مولوی ناصر علی صاحب بھی تحصیلدار تھے۔ اپنے زمانہ مین اس قصبہ کے بہترین ہستیون مین شمار ہوتے تھے۔

باسط علی

مولوی باسط علی۔ ابن مولوی شفاعت علی ابن منشی غلام مرتضی ملکزادہ - یہ اصلی باشندے یہین کاکوری کے تھے۔ سندیلہ مین بوجہ اپنے والد کے ننھیال کے سکونت پذیر ہوئے۔ نشو و نما وہین ہوا۔ سندیلی کہے جانے لگے۔

ولادت انکی ۱۲۲۹ھ مین ہوئی تعلیم و تربیت سندیلہ مین مولوی فقیہ اللہ سندیلی - مولوی ولی اللہ سندیلی - و مولوی یوسف علی سے پائی انکے ارشد تلامذہ مین سے تھے۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے بیعت رکھتے تھے۔

راجہ درگا پرشاد سندیلوی اپنی تاریخ بوستان اودھ مین انکے حال مین لکھتے ہین ۔

"بر لیاقت وخوش وضعی بہ درہ روزیکت شہر معروف است واز دیر باز ملازم سرکار انگریزی است تا بدرجہ تحصیلداری رسیدہ امروز ہم بسرکار دولت مدار تعلقے دارد بفایت متدین وصاف معاملہ در انشاپردازی برگزیدہ روزگار است"

تذکرہ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن مین ہے ۔

"باسط ۔ محمد باسط علی ۔ ابن مولوی شفاعت علی ہمولدش قصبۂ کاکوری نیچکر دے دار السلطنت لکھنؤ است ۔ وتوطنش در قصبۂ سندیلہ کہ وطن مادری وست عمرے بملازمت سرکار انگریزی بسر بردہ ۔ وبا تاضی اختر ربطے داشت"

یہ بہت بزرگ صورت قابل ولائق انشاپرداز اور بہت اچھے شاعر تھے شعر وسخن کا قیمتی خزانہ افسوس کہ ضایع ہوگیا ۔ ایک غزل ملگئی جو بغرض تفریح طبع نذر ناظرین ہے ۔

بیا کہ مطرب ومینا وطرف بستان است	بخندہ شاہد گل موسم بہاران است
چہ فیضہا کہ بہ عزلت زلال خضر نیافت	بہار زندہ دلی صفت گوشہ گیران است
چو مرد بلبل بیدل اسیر کنج قفس	چمن ز لالہ بدل داغ گل پریشان است
بچشم غمزدگان موج گل بود زنجیر	برائے غنچہ دلان صحن باغ زندان است
نشستہ ام بحریم فسردگان باسط	اسیر کنج قفس بلبل خوش الحان است

انھون نے مدۃ العمر ملازمت مین بسر کی ۔ محافظ دفتری ۔ صدر منصرمی ۔ تحصیلداری کے عہدے ملے کئے ۔ بمقام سندیلہ بعمر ۸۰ سال ۱۳۰۰ھ مین وفات پائی ۔ اور خاندانی قبرستان مین دفن ہوئے ۔ انکے بیٹے مولوی مصطفے علی بھی قابل وضعدار اخلاق حمیدہ اور اوصاف حسنہ سے متصف تھے بیعت حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے تھی ۔ مدۃ العمر انھون نے بھی ملازمت مین بسر کی ۔

انکے بیٹے مولوی مرتضی علی ہین جنھون نے انگریزی کی تعلیم بی ۔ اے تک حاصل کی حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کے مرید ہین ۔ اور بہت باخلوص وارادت مخلص

ہین سلمہ اللہ تعالے۔

بدر علی

شاہ بدر علی چشتی۔ ابن شیخ محمد خلیل۔ ابن شیخ محمد غوث۔ ابن شیخ اُجیالے ابن شیخ ابوالمعانی ابن قاضی عبدالوہاب۔ ابن قاضی بہارالدین ابن قاضی بہاری۔ ابن قاضی شیخ۔ ابن قاضی فضل اللہ۔ ابن قاضی عنایت اللہ عباسی۔

تلمذ انکو حضرت مولانا محمد مخدوم تلمیذ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے تھا۔ باطنی تعلیم بھی انھین سے پائی۔ نہایت ذہین اور تیز طبع تھے۔ عربی پڑھنا شروع کی تھی۔ کہ طلب حق پیدا ہوئی۔ حضرت شاہ محمد عاقل سبزپوش چشتی کاکوروی سے بیعت کرکے ترک لباس کیا۔ اور اجازت وخلافت حاصل کی۔ اُنھین کے زمانہ سے انکی مشیخت بہت چمکی۔ لکھنؤ مین قیام اختیار کیا۔ وہان بہت سے لوگ مُرید ہوئے۔ اکثر امرا اور دولت مند معتقد تھے۔ یہ بزرگو نکے حالات بہت دیکھتے۔ کیمیائے سعادت تو گویا حفظ تھی۔ اسی کے عامل تھے۔ اپنے وقت مین بہت بڑے بزرگ صاحب نسبت گذرے۔ لکھنؤ مین معالیخان کی سرائے کے قریب وزیر باغ مین تکیہ ہے جو اب تک تکیہ بدر علی شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

وفات انکی بتاریخ ۱۶ ماہ رجب ۱۲۲۳ھ مین ہوئی۔ مزار اسی تکیہ مین ہے۔ ہر سال عرس بھی ہوتا ہے۔ انکے جانشین انکے مرید وخلیفہ شاہ عبدالقادر ہوے۔ شاہ خواجہ احمد گنگوہی کو بھی انھین سے خلافت تھی۔

بُرہان علیخان

مولوی برہان علیخان۔ ابن بخشی ابوالبرکات خان بہادر۔ یہ ۱۱۶۲ھ مین پیدا ہوئے بہت لائق وفائق عالم وفاضل تھے۔ کتب درسیہ کی تحصیل ملا حمیدالدین محدث سے کی۔ مثل

اپنے والد کے بہت شجاع اور جری تھے۔ مروت و حیا و خلق محمدی سے موصوف۔ اور جود و سخا مین معروف تھے اپنے والد کے سامنے بوجہ حسن لیاقت و دانائی فوجداری ڈیرہ پور ضلع کانپور پر مامور ہوئے۔ اور وہین بعمر ۲۸ سال سنہ ۱۲۸۱ھ مین شہید ہوئے۔

بشیر الدین

مولوی بشیر الدین متخلص بتناکر۔ ابن مولوی قطب الدین۔ ابن حاجی امین الدین صاحب انھون نے ابتدائی کتب درسیہ مولوی فضل اللہ نیوتنوی۔ و مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی سے پڑھین اور بقیہ کتابین حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے تمام کین۔

بیعت ان کو حضرت شاہ میر محمد قلندر سے تھی۔ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ اکثر حضرات مثلاً مولوی ممتاز الدین حیدر کاکوروی مولف شجرۃ الانساب۔ و شیخ شرافت علی کاکوروی۔ و شیخ بشارت علی کاکوروی و حکیم اکرام علی کاکوروی وغیرہم انھین سے تلمذ رکھتے تھے۔

فارسی و عربی کے بہت اچھے ناظم و ناثر تھے۔ فارسی مین شیخ غلام مینا ساحر کاکوروی سے تلمذ تھا۔ تناکر تخلص کرتے۔ سورۂ دہر کا ترجمہ نظم کیا تھا جو طبع بھی ہو چکا ہے۔ مولوی مسیح الدین خان بہادر سے علاوہ قرابت کے بوجہ ہمسن اور ہم سبق ہونیکے بہت مراسم تھے۔

ابتداءً آگرہ مین بایماے مولوی صاحب مدرس ہو گئے تھے۔ پھر وہان سے عہدہ منصفی فتحپور سیکری پر مامور ہوئے۔ اور وہین بقدر افزائی نواب گورنر جنرل بہادر درگاہ حضرت شاہ سلیم چشتی کے سکرٹری مقرر ہو گئے۔ اور خلعت بھی عطا ہوا۔ درگاہ مین صاحب سجادہ کے خانگی جھگڑون مین بھی مصالحت کرادی۔ اور صلحنامہ براہ راست دربار بھیجدیا۔ اسکی بہت تعریف ہوئی۔ پنشن لیکر وطن آئے۔

پھر کچھ دنون لکھنؤ مین نواب ملکہ گیتی صاحبہ زوجۂ امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے یہان

بعہدۂ مدار المہام و مختار عام ملازم رہے۔ جب اُنکے بیٹون کی حکومت کا زمانہ آیا۔ نااہلون کی برسائی ہونے لگی۔ اُسوقت انھون نے استعفا دیدیا۔ یہ بڑے سخی و سیر چشم تھے۔ مسلمان ملازمین کو کھانا اپنے باورچیخانہ سے دلواتے۔ زمانۂ قیام لکھنؤ مین ایک کتاب عرض البلد لکھی تھی۔ جسکو خود جاکر رامپور مین نواب کلب علی خان کی خدمت مین پیش کی جو نہایت قدر سے قبول ہوئی اور پانچسو روپیہ انعام عطا ہوا۔ پھر یہ حسب الطلب مفتی حافظ ریاض الدین مغفور حیدرآباد دکن گئے۔ وہان بھی ایک نقشہ طلوع غروب کا بقاعدہ ریاضی بناکر سرکار نظام مین پیش کیا۔ وہان بھی بہت عزت افزائی ہوئی نقشہ مقبول ہوا۔ اور ایک خدمت قبول کرنے کا حکم بھی اسی کے ساتھ ہوا۔ مگر انھون نے معذوری ظاہر کرکے یہ استدعا کی۔ کہ میرے لڑکے دبیر الدین کی تعلیم یہین ہو۔ چنانچہ وہین تعلیم ہوئی اور اُن کو عہدۂ تحصیلداری ملا پھر یہ وطن چلے آئے۔ اور بتاریخ ۲۶ ماہ شوال المکرم ۱۲۹۹ھ انتقال کیا۔ اور حظیرۂ متصل چاند محل مین دفن ہوے۔

بہاء الدین کیقباد

ملک بہاء الدین کیقباد۔ ابن ملا ابو بکر جامی۔ یہ علوم و کمالات مین یگانۂ آفاق۔ اور وجاہت ظاہری و اخلاق حمیدہ مین ممتاز تھے۔ فنون سپاہ گری امور معیشت سے بھی خوب واقف تھے۔ بوجہ حسن قابلیت ملک اسعد الدین سالاری وزیر سلطان حسین شرقی نے اُن کو اپنا نائب کیا۔ اس زمانہ تک وزیر کے کوئی پسری اولاد نہین تھی۔ اُنھون نے ان کو اپنی فرزندی مین لے لیا۔ چنانچہ انکو ہمراہ لیکر بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوا۔ بادشاہ نے انکو بھی ملک کا خطاب عطا فرماکر عزت و افتخار بخشا۔ پھر انھون نے بحکم اپنے نانا ملک اسعد الدین سالاری کاکوری مین سکونت اختیار کی۔ انھین کی اولاد ملک زادون کے نام سے مشہور ہے۔

بہاری عباسی

قاضی بہاری - ابن قاضی شیخ (کلان) ابن قاضی فضل اللہ - ابن قاضی عنایت اللہ ابن شیخ فخر الدین - ابن شیخ ابوالبرکات - ابن مخدوم شیخ طاہر - ابن مخدوم شیخ علی الدین عرف علی - ابن مخدوم شیخ منہاج الدین - ابن شیخ مظفر - ابن شیخ علی ثالث - ابن شیخ حسین - ابن شیخ تاج الدین - ابن مخدوم شیخ محمد - ابن شیخ ضیاء الدین - ابن شیخ عین الدین ابن شیخ کمال الدین - ابن شیخ مسعود - ابن شیخ محمود - ابن شیخ صدر - ابن شیخ حامد - ابن قاضی علی عرف خواجگی - ابن احمد - ابن قاضی یحیی - ابن قاضی علی - ابن قاضی احمد - ابن قاسم - ابن عبدالملک - ابن قاضی محمد (حاکم قلعہ ٹھٹھہ) ابن ابراہیم - ابن موفق - ابن ابراہیم ابن اسماعیل - ابن محمد - ابن علی - ابن عبداللہ - ابن حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -

انکے نام مین اختلاف ہے منشی فیض بخش کاکوروی اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض مین انکو بجائے "بہاری" کے "بہاڑ" سے براہ ہندی لکھتے ہین - اور قاضی عابد علیخان اپنے رسالہ صبح وطن مین قاضی بیانے لکھتے ہین - قاضی خادم حسن علوی کاکوری تاریخ قصبہ کاکوری مین انکا نام قاضی بہاری اس دلیل سے لکھتے ہین کہ سلطان سکندر لودی کا فرمان عہدۂ قضا انکے نام کا مجلد حقیت بندوبست ضلع لکھنؤ مین موجود ہے جسکا سن تحریر ۹۰۰ھ ہے - یہ بہت لائق وقابل شخص تھے - اپنے بھائیون مین سب سے چھوٹے - مگر علم وفضل مین سب سے زائد تھے - چنانچہ عہدۂ قضا بھی انھین کو ملا اور انکی اولاد بھی بہت ذی وجاہت ہوئی -

انکے بیٹے قاضی شیخ کوچک کو علاوہ خدمت قضا کے عہدۂ تولیت قصبہ کاکوری بھی بسند بادشاہی حاصل تھا یہ بوجہ اپنے جد کے ہمنام ہونیکے قاضی شیخ کوچک کے نام سے مشہور ہوے

قاضی خادم حسن علوی اپنی تاریخ مین عباسیون کی آمد اور عہدۂ قضا کا آغاز قاضی بہاری کے وقت سے لکھتے ہین منشی فیض بخش صاحب کے نسب نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے اجداد مین شیخ ابوالبرکات دیار عرب سے غزنین آئے ۔ جنکے دو بیٹے ہوئے۔ منہاج الدین و فخر الدین۔

منہاج الدین کی اولاد غزنین سے آکر سید پور بھتری ضلع غازی پور مین آباد ہوئی شیخ فخرالدین نے غزنین سے آکر قنوج مین قیام کیا۔ جنکے ایک بیٹے قاضی عنایت اللہ ہوئے۔ جب کاکوری خوب آباد ہوگئی۔ کوئی قاضی یہان نہ تھا تو قاضی عنایت اللہ نے عہدۂ قضا بادشاہ وقت سے حاصل کیا۔ اور یہین سکونت پذیر ہوے ۔ واللہ اعلم موجودہ حضرات قاضی زادگان انھین کی اولاد سے ہین۔

بہرام علی

حضرت شاہ بہرام علی قلندر۔ ابن شیخ حمید اللہ۔ ابن شیخ محمد نواز۔ ابن حافظ خلیل الرحمن شہید علوی مخدوم زادہ۔ ان کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ سے تھی۔ پندرہ سال کی عمر سے یہ انکی خدمت مین رہے۔ اور حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے ساتھ جملہ امور فقر وغیرہ کی تعلیم و تربیت پائی۔ اور پیر و مرشد کے حکم سے اکثر ادعیہ و اسماء اللہ کی زکوۃ معہ شرائط وغیرہ کے دی۔ معمول تھا کہ جب حضرت شاہ محمد کاظم قلندر چلہ کرتے۔ تو ان کو بھی اعتکاف کا حکم دیتے۔ تکیہ شریفہ پر انکے لئے علیحدہ حجرہ مقرر تھا وہین قیام کرتے۔ اذکار و افکار وغیرہ کی تکمیل کے بعد خود اُنھون نے ان کو اپنا مجاز و خلیفہ کیا تھا۔ مگر الباس خرقہ کی نوبت نہین آئی تھی۔ لہٰذا اُنکی وفات کے بعد حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ نے اسکی تکمیل کی۔ اور لباس فقر عطا فرمایا جسکے متعلق وہ خود اپنی کتاب اصول المقصود مین تحریر فرماتے ہین۔

"بعد از چہار سال وفات حضرت صاحب قبلہ بروز عرس تاریخ بستم ربیع الآخر ایشان لباس فقر از دست این فقیر پوشیدند با وجود مجاز بودن ایشان از طرف حضرت والدم قدس سرہ خود نیز در ہفت سلاسل ایشان را مجاز گردانیدم۔ و شال ہر ہفت سلسلہ نوشتہ دادم۔ الحمد للہ علیٰ ذلک از ان وقت تا ایندم بیاد حق و پاک مردان شاد ان شاد و سرگرم تلقین وارشاد اند"

ابتدا مین انھون نے موضع دھورہرہ مین جو اٹھونی ضلع لکھنؤ کے قریب ہی لب دریائے گومتی ایک تکیہ بنایا تھا۔ اور وہین اقامت اختیار کی تھی۔ وہان کچھ دنون قیام رہا۔ مگر پھر کاکوری چلے آئے اور یہین رہے۔ ان سے اجازت و خلافت انکے صاحبزادے حضرت شاہ نظام علے قلندر کو تھی۔ زائد حال انکا بضمن خلفائے حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ اصول المقصود و نفحات العنبریہ مین موجود ہے۔

وفات انکی بتاریخ ۱۵ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۶ھ ہوئی۔ مزار بیرون روضۂ حضرت شاہ تراب علی قلندر واقع ہے قطعہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی سہ

چون شہ بہرام علی صاحب رفتہ زین جہان	پارہ پارہ شد دل خورد و کلان اندر غمش
پانزدہ ماہ ربیع الاول آن تاریخ بود	کاندران شد ناگہان صد حیف عزم رحلتش
در تلاش سال رحلت ہاتفے آواز داد	بود ہجری یک ہزار و دو صد و پنجاہ و شش

۱۲۵۶ھ

بھیکا پہلوان

حضرت شاہ بھیکا پہلوان۔ یہ فقرائے مجاذیب صاحب کشف و کرامات سے تھے۔ کہین باہر سے آکر بیتا ندی پر جو ملیح آباد سے دو ڈہائی کوس جانب شرق کاکوری سے متصل ہے، بیٹھے۔ کمالات کا بہت شہرہ ہوا۔ بہت سے لوگ معتقد ہوئے۔ ایسا کہ اس قصبہ کا صاحب ولایت سمجھنے لگے۔ اور در حقیقت انکے تصرفات بھی ایسے ہی تھے کہ اگر بغیر

انکے حکم کے کوئی شخص درخت کی شاخ کاٹتا۔ تو اُسکے لئے باعث خرابی عظیم ہوتا۔ بحر زخار مین ہے کہ ایک عورت انکی معتقد انکے لئے روزانہ کھانا لاتی۔ جسوقت ندی کا پانی طغیانی پر ہوتا تو وہ اپنے آنے کی اطلاع کرتی۔ یہ حکم دیدیتے کہ آنکھ بند کرکے چلی آ۔ موافق حکم جب وہ چلتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ پانی پر خشک زمین کی طرح چل رہی ہے اسی طرح جاتی اور لوٹ آتی۔ شیخ غلام احمد ڈبرتیا مخدوم زادہ کو دعا دی تھی کہ جس سے اُن مین شجاعت و قوت ایسی آگئی تھی کہ کسی چیز سے اُنکو خوف ہی نہین معلوم ہوتا تھا اور انکی جسمانی قوت مافوق فطرت انسانی ہوگئی تھی۔ جیسا کہ انکے حال سے واضح ہو گا۔ زائد حالات انکے نہ معلوم ہوسکے یہان یہ پہلوان کے نام سے مشہور ہین۔ انکا عرس بھی ۱۹ ماہ ربیع الآخر کو ہوتا ہے۔ مزار بتیا ندی کے کنارے ٹیلہ پر ہے چھوٹی سی خانقاہ بھی بنی ہوئی ہے۔



ت

تاج الدین

خان بہادر منشی محمد تاج الدین۔ ابن شیخ وحید الدین۔ ابن شیخ غلام نجف۔ ابن شیخ احسان اللہ۔ ابن شیخ رحم اللہ۔ ابن شیخ محمد افضل۔ ابن شیخ محمد تقی۔ ابن شیخ فخر علی۔ ابن شیخ محب علی۔ ابن قاضی علی۔ ابن قاضی راجا۔ ابن قاضی عبدالصمد۔ ابن صدر القضاۃ قاضی ابوالفتح عرف قاضی کمال۔ ابن قاضی عبدالدایم۔ ابن قاضی محمود۔ ابن علامہ عبدالکافی۔ ابن قاضی محمد یوسف۔ ابن قاضی شمس الدین۔ ابن قاضی محمد یوسف۔ ابن محمد عاصم۔ ابن امیر خالد۔ ابن داؤد عثمان۔ ابن رکن الدین عبدالرحمن۔ ابن علاء الدین عبداللہ۔ ابن علیم الدین عبدالعزیز۔ ابن حسام الدین عبداللہ۔ ابن امام الدین عمر۔ ابن امیر المومنین سیدنا عثمان ابن عفان اموی قریشی رضی اللہ عنہ۔

انکا آبائی وطن بلگرام تھا۔ انکے جد شیخ غلام نجف کی شادی کاکوری مین ہوئی تھی۔ اسکے بعد سے مستقل قیام یہان ہوا۔ شیخ غلام نجف کی اولاد کاکوروی کہے جانے لگی۔

ولادت انکی ۱۲۶۳ھ مین ہوئی۔ ابتدائی فارسی کتابین منشی احمد حسین کاکوروی سے پڑھین۔ پھر فارسی و انگریزی کی تعلیم اپنے ماموں نواب اکرام اللہ خان کے ساتھ ہردوئی مین رہ کر پائی۔ بہت ذہین اور طباع تھے۔ ملازمت انگریزی مین منصفی سے سب ججی اور جج خفیفہ تک ترقی پائی۔ اور اسی عہدہ سے اٹھائیس سال کی ملازمت کے بعد انتہائی نیکنامی و مقبولیت عامہ کے ساتھ پنشن یاب ہوئے۔ خان بہادر خطاب پایا۔ حلم۔ تواضع۔ انکسار نفس حسن خلق۔ صدق معاملت۔ تدین۔ غیرت۔ عفت۔ فراست۔ عدل و انصاف۔ حفظ مراتب سخاوت۔ کنبہ پروری۔ رحمدلی۔ خدا ترسی۔ حق شناسی۔ حق پرستی۔ عقیدت۔ خلوص۔ نیاز۔ ایثار مین بحیثیت مجموعی بے مثل تھے۔ اور اسکے ساتھ زندہ دل۔ خندہ پیشانی۔

لطیفہ گو۔ بذلہ سنج علم مجلس سے خوب واقف تھے ۔اور اپنے صفات و اخلاق سے ہر شخص کے دل مین گھر کر لیتے تھے۔ خود اگر کیسی ہی پریشانی مین ہون۔ لیکن پاس بیٹھنے والے کا غم غلط کر دیتے ۔اور اپنے احباب و منتسبین و متوسلین کیلئے ایک نعمت عظمٰی تھے۔علمی قابلیت بہت اچھی تھی۔ کلام فارسی اہل زبان کا ایسا پُرمعانی و پُر مغز ہوتا تھا الفاظ کی ترتیب مین خاص تجلّی ہوتی تھی۔ اردو کلام بھی اپنے رنگ مین ایک خاص شان رکھتا اور بہت با اثر ہوتا تھا ۔جذب تخلص تھا۔ شاعری مین تلمذ منشی محمد رضا صبر کاکوروی سے تھا۔ جو شیخ عبدالرؤف شعور کے شاگرد تھے ۔اور وہ مصحفی کے تلامذہ مین تھے ۔دیوان فارسی و اردو موسوم بہ جذبات جذب چھپکر شایع ہوگیا ہے۔چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل مین ؎

فارسی

خرامش بہر گام جان می برد	چہ ذوقیکہ عمر روان می برد
کہ ادل کجا صبر کان چشم ناز	ہم این می رباید ہم آن می برد
خدایا دلے کش نیرزد دو کون	بہ بین کافرے رائگان می برد
ز جا و جہانے بود ترکش	جہانے ز جان و جہان می برد
چہ سوداست اندر سر جذب کش	بکوے مغان موکشان می برد

کلام اُردو

عین تماشا جہان شوق نگر چاہیے	جلوہ بکثرت یہان ایک نظر چاہیے
دل ہو کہ سیماب ہے ایک گھڑی ہو سکون	اسکے لئے اہتمام آٹھ پہر چاہیے
حسن کی سرکار مین نوبت در خور کسے	بندہ ہین ہم دید کے راہگذر چاہیے
بخت فقیرون کا کیا رخت کہان پایئے	ایہ دیوانگی زاد سفر چاہیے
جذب جگر خون ہوا دیدہ سرشک آشنا	اور محبت مین کیا لعل و گہر چاہیے

عروج ظاہری کیساتھ اللہ تعالٰے نے وصول مراتب باطنی بھی سرفراز فرمایا تھا حضرت

مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے سلسلۂ قادریہ رضویہ مین بعیت تھی۔ اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے استرشاد تھا۔ صوفی صاحب وجد و حال و تجلیات و اسرار تھے۔ اپنے احوال و مقامات کے کتمان کا خاص شوق تھا۔ اسی وجہ سے حقائق و معارف بہت کم بیان کرتے تھے۔ تقریر مین بیشتر محاسن اخلاق پر زور دیتے تھے۔ اور بحالت بیخودی اسکا اظہار بھی حتے الامکان نہونے دیتے تھے۔ کہ یہ باطنی معاملات سے بھی واقفیت رکھتے ہین۔ غرض امیرانہ لباس مین فقیرانہ اوصاف کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ انکے حالات زندگی کسی قدر تفصیل سے عیون المعارف و مقدمہ جذبات جذب مین موجود ہین۔ انھون نے بتاریخ ۲۵ ماہ رجب ۱۳۳۳ھ وقت ۲ بجے شب بعمر ۶۰ سال وفات پائی۔ اور ۲۶ رجب کو بعد عصر درگاہ حضرت والد ماجد مولانا شاہ علی انور قلندر قدس سرہ مین اپنے بھائی منشی محمد وہاج الدین مغفور کے پہلو مین جانب شرق دفن ہوئے۔ قطعۂ تاریخ وفات از مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی سے۔

آن فانی ذات حق تاج الحق والدینی	کہ نام و نگین او زیب سر و دین بادا
خوش بودہ امیر دل خوش بودہ فقیر دل	بر عرش سریر دل سجادہ نشین بادا
از بزم خراباتی مے خورد و گذشت آخر	باللہ کہ دستور ہر مست ہمین بادا
در بزم وصال او در پرسش حال او	اسے قیس بسال او طبع تو قرین بادا
از بند ہمہ خویشی رست و بہ احد پیوست	تبریز خراسان شد تا باد چنین بادا

۱۳۳۳ھ

انکے بیٹے منشی معراج الدین المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر۔ فی الحال ضلع گلبرگہ ملک دکن مین اول تعلقدار ہین۔ شاعر بھی بہت اچھے ہین۔ خسرو تخلص ہے۔ اور حافظ جلیل حسن جلیل سے تلمذ۔ ابقاہ اللہ

تاج الدین حسین خان

خان بہادر منشی تاج الدین حسین ۔ ابن منشی علی حسین ۔ ابن حافظ غلام مجتبیٰ ۔ ابن حافظ عزیز اللہ علوی مخدوم زادہ ۔ انکی ولادت ماہ شوال ۱۲۴۲ھ مین ہوئی ۔ یہ اولاً ممالک متوسط مین بعہدۂ منصفی مامور رہے ۔ پھر اسی ملک مین اور ملک برار مین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہے ۔ اور اپنی لیاقت اور حسن کارگذاری سے خان بہادری کا خطاب پایا ۔ پھر بجلدوے حسن خدمات ہنگامۂ غدر ۱۸۵۷ء سند عطاے خطاب گورنر جنرل بہادر سے ماہ جنوری ۱۸۵۸ء مین پائی ۔ اور اپنی قابلیت اور عالی دماغی کا سکہ بٹھلاکر خواص و عوام مین مقبولیت حاصل کی ۔ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے انکو بیعت تھی ۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل بھی انھین سے کی تھی ۔ قبل حصول پنشن ۵۳ سال کی عمر مین بعارضۂ تپ دق ۱۴ ماہ ذی الحجہ یوم دوشنبہ ۱۲۹۵ھ بمقام کندیلی نرسنگپور وفات پائی اور وہین دفن ہوئے ۔

تراب علی

حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ ۔ خلف اکبر و خلیفہ ارشد و جانشین حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ ۔ آپ کی ولادت ۱۱۸۱ھ مین ہوئی ۔ بدو شعور سے تحصیل علم و فضل مین مشغول ۔ اور صلاح و تقوے سے آراستہ و پیراستہ رہے ۔ بچپن سے بسبب حسن ادب و خوبی استعداد اپنے والد کے مقبول و محبوب تھے ۔ کتب فارسی و عربی ابتدائی ملا قدرت اللہ بلگرامی ۔ و مولوی معین الدین بنگالی سے پڑھین اور بقیہ ملا حمید الدین کاکوردی ۔ و مولوی فضل اللہ ساکن نیوتنی ۔ و قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر سے مع چند رسائل عروض تمام کین ۔

زمانہ تحصیل علوم رسمیہ سے علوم صوفیہ اور حقائق و معارف کی طرف خاص طور سے میلان خاطر تھا۔ اور چونکہ اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ کی صحبت بابرکت حاصل تھی لہذا اور شوق و شغف بڑھتا گیا۔ تیس سال کامل آپ انھین کی خدمت مین رہ کر مقامات سلوک پر عبور حاصل کیا۔ اور ریاضات اور مجاہدات موافق معمول ارباب طریقت کئے۔ اور خلوت اور چلہ کشی اور زکوۃ ادعیہ و اسماء اللہ ادا کین۔ اور کوئی دقیقہ انکی متابعت مین فرو گذاشت نہین کیا۔

بیعت آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ مین حضرت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر خلف و خلیفہ و جانشین حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ اور اجازت و خلافت کبرے مع الباس اپنے پیر و مرشد نیز والد ماجد دونون سے حاصل تھی۔ اسکے سوا اجازت و خلافت سلاسل سبعہ حضرت شاہ خدابخش قلندر خلف اصغر حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی اور حضرت شاہ عبداللہ قلندر برادر زادہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن قلندر ثانی خلف و خلیفہ حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر قلندر لاہر پوری سے بھی تھی۔ اور حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی لکھنوی سے اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ نظامیہ حاصل تھی۔ پچپین سال اپنے والد کے سجادہ نشین رہے۔ اور فرائض سجادہ نشینی نہایت خیر و خوبی و عمدگی سے انجام دئے اور ایک عالم کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔

تصانیف آپ نے بہت بہتر اور نفیس فرمائے جو طبع ہوکر بہت مقبول ہوے۔ درج ذیل ہین۔

(۱) اصول المقصود مطبوع (۲) مجمع الفوائد غیر مطبوع (۳) فتح الکنوز مطبوع (۴) مقالات صوفیہ مطبوع (۵) مطالب رشیدی مطبوع (۶) شرایط الوسایط مطبوع (۷) مجاہدات الاولیا غیر مطبوع (۸) اسناد المشیخت غیر مطبوع (۹) تعلیم الاسما غیر مطبوع (۱۰) الکشف المتواری فی حال نظام الدین القاری مطبوع۔

قسام ازل نے آپ کو شعر و سخن کا بھی شوق دیا تھا۔ ابتدا مین شہید تخلص فرماتے تھے پھر تراب کر دیا تھا۔ کلام نظم فارسی و اردو و ہندی تینون زبانون مین موجود ہے۔ کلیات اردو مین دیوان اور مثنوی عاشق و صنم و شجرات منظوم اور ٹھمریان ہین۔ اور کلیات فارسی مین دیوان اور مثنوی اصل المعارف اور ترجیع بند اور مخمس کریما اور تواریخ ہین۔ دونون کلیات طبع ہوکر بہت مقبول ہوئے۔

تذکرۂ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن مین ہے۔

"تراب۔ شاہ تراب علی علوی خلف الصدق شاہ محمد کاظم از مشائخ کبار قصبہ کاکوری بود و در عارفان خدا آگاہ معدود بزبان فارسی و اردو لآلی آبدار اشعار موزون می نمود۔ بست سال کما بیش است کہ برحمت ایزدی پیوست"

چند اشعار اردو فارسی تفریح طبع ناظرین کیلئے درج ذیل ہین ؎

فارسی

جز بحر چہ در شکل حباب است ببینید — بیرون و درونش ہمہ آب است ببینید
چون خواب خیال است غم و شادی عالم — بل جملہ جہان عالم خواب است ببینید
در پردۂ او شخص دگر نغمہ سرا است — چون نے تہی از خویش تراب است ببینید

گر بر سر تیغم زنی کے سر کشم از کار عشق — نیست کار از سر مرا محو سر و کار توام
از لب جان بخش خود بہر خدا حرفی بگو — اے مسیحا جان بلب از شوق گفتار توام
گر تراب از قید عالم ہمچو سرو آزادہ است — من چو قمری طوق در گردن گرفتار توام

تا چو آئینہ صفائی یافتم — بیخودی در خود نمائی یافتم
ہمچو نے خاموشیم گویا کند — صد نوا از بے نوائی یافتم
بر نمودن ہر کمال غیر را — پیش یاران خودستائی یافتم
رندی و مستی نہ بگذارم تراب — صد بلا در پارسائی یافتم

نه غم خوارم نه غم دارم ـ نه دل دارم نه دلدارم | نه در خیرم نه بی خیرم نه در کارم نه بیکارم

نه مجبورم نه مختارم نه منصورم نه عطّارم | نه مخمورم نه سرشارم نه بیهوشم نه هشیارم

نه با کس الفتی دارم نه بر کس شفقتی دارم | نه خود با هیچکس یارم نه خود از هیچ بیزارم

نه در شهرم نه ویرانه نه در مسجد نه بتخانه | نه در بزمم نه کاشانه نه در دارم نه دیوارم

نه شیرینم نه فرهادم نه قمری ام نه شمشادم | نه پابندم نه آزادم نه در دامی گرفتارم

نه مجنونم نه دیوانه نه نادانم نه فرزانه | نه چون شمعم نه پروانه نه گلچینم نه گلزارم

نه باشم بلبل و نی گل نی ریحانم نی سنبل | نه ساغر گیرم و نی مُل نه میخوارم نه خمارم

نه بی صبرم نه تسکینم نه در تلوین و تمکینم | نه در دنیا نه در دینم نه تسبیحم نه زنّارم

تراب از خود همه محوم نه در سُکر و نه در صحوم | نه اهل منطق و نحوم نه از علمای اخیارم

آپ کی چار رباعیان ایک بیاض قدیم مین پائی گئین جو کلیات فارسی مطبوعہ مین داخل نہین لہذا وہ بھی درج ذیل ہین۔

گویند که قلب عرش اعلی باشد | دین خانهٔ خاص حق تعالی باشد
ای طالب حق نظر بوی دل کن | کن طوف دلی که حق درانجا باشد

دیگر

هر لحظه بد فعل بد خجل باید بود | هر دم ز گناه منفعل باید بود
ماخوذ شوند اهل دل از خطرات | گر اهل دلی بحفظ دل باید بود

دیگر

از وجد و سماع چشتیان اندر حریق | در سرّ لطیفه نقشبندند فریق
در بحر فنا و بیخودی و توحید | باشند قلندران سرمست غریق

دیگر

نزد علما که سر بسر زندیقم | پیش جهلا نه کمتر از صدیقم

من ہیچ نیم دہر چہ ہیم تراب	کس راہ بدان نبرد از تحقیقم

کلام اردو

نشان اُسکا کسی سے کب بیان ہو	وہی پاوے نشان جو بے نشان ہو
منزہ وہ تو ہے کون و مکان سے	مکان اسکا کہان جو لامکان ہو
کوئی جا گہ نہین ہو اُس سے خالی	زمین ہو عرش ہو یا آسمان ہو
سوا اُسکے نہین کوئی جہان مین	تلاش اسکی کرو یارو جہان ہو
ٹھکانا اُسکا مین کیونکر بتاؤن	خدا جانے وہ ہرجائی کہان ہو
تراب اُستاد سے معلوم کر لو	طریق معرفت گر قدردان ہو

جب دل منصور پر حق چھا گیا	لب پہ اقرار انا الحق آ گیا
یارو تم کہتے ہو جسکو عرش پہ	مین تو اپنے دل مین اُسکو پا گیا
کون دیکھے اُسکو غیر از اہل دل	آفتاب اندھے سے کب دیکھا گیا
حیف سرّ حق نہ پوچھا ایک نے	پاس اپنے اک جہان آیا گیا
دم بخود ہو رہیے کچھ کہیئے نہ اب	حق جو کوئی بولا سو جھٹ مارا گیا
مرشد برحق کے صدقہ جائیے	راہ حق کی جو ہمین دکھلا گیا
کہدے طالب سے کہ سب حق ہے تراب	کلمہ الحق وہ یہی فرما گیا

دلیل کاروان بانگ جرس ہے	گواہ درد دل اک نالہ بس ہے
بُت ظالم نہین سُنتا کسی کی	غریبون کا خدا فریادرس ہے
گلستان عیش باغ بلبلان ہو	ہمین تو یارب کنج قفس ہے
رکھو تیار توشہ آخرت کا	سفر در پیش وان کا ہر نفس ہے
عبث ہے آرزو دنیا و دین کی	تراب اللہ بس باقی ہوس ہے

آپکے خلفا بھی بہت ہوے۔ اُن سب کے اسماء مبارک یہ ہین۔

(۱) حضرت شاہ میر محمد قلندر کاکوروی عم اکرم آنحضرت (۲) حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر برادر اوسط آنحضرت (۳) حضرت شاہ بہرام علی قلندر کاکوروی (۴) حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کاکوروی (۵) حضرت شاہ شیر علی قلندر لکھنوی (۶) حضرت شاہ حیدر علی قلندر خلف اکبر و صاحب خلافت کبریٰ و جانشین آنحضرت (۷) حضرت شاہ تقی علی قلندر خلف اصغر آنحضرت (۸) مولوی شاہ رضا علی برادر زادہ آنحضرت (۹) مولوی شاہ باسط علی برادر زادہ آنحضرت (۱۰) شاہ نظام علی قلندر ہمشیر زادہ آنحضرت (۱۱) حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر خلف نبیرہ آنحضرت (۱۲) مولوی شاہ علی نقی یا ور خان کاکوروی (۱۳) مولوی حافظ شاہ وجیہ الدین کاکوروی (۱۴) شاہ غلام مرتضی قلندر ساکن باندا (۱۵) مولوی شاہ کریم بخش مجھلی شہری جونپوری (۱۶) مولوی شاہ اطہر علی سندیلی (۱۷) مولوی شاہ جمیل الدین عرف کلو میان سندیلی (۱۸) سید شاہ خادم حسین آدم پوری بہرائچی (۱۹) مولوی شاہ سالار بخش محدث کرسوی تلمیذ رشید حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۲۰) شاہ قدرت اللہ کرسوی (۲۱) شاہ اسد علی لکھنوی (۲۲) مولوی ہادی علی خوشنویس ہفت قلم لکھنوی (۲۳) شاہ محمد امین بریلوی (۲۴) شاہ جلال الدین حسین لکھنوی (۲۵) شاہ امداد قلندر لکھنوی۔ وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم

غرضکہ ذات والاصفات جامع جمیع کمالات و حاوی اصناف فضائل و کرامات تھی چنانچہ مولوی رحمان علی ممبر کونسل ریاست ریوان اپنی کتاب تذکرۂ علمائے ہند مین لکھتے ہین۔

"شاہ تراب علی ابن شاہ محمد کاظم قلندر از دانشمندان صوفیہ بود در علم تصوف دستگاہے کامل داشت ویرا معدن تہذیب اخلاق می توان گفت مطالب رشیدی۔ واصول المقصود۔ و دیوان اشعار وغیرہ از تصانیف وے مشہور اند۔ او را دو فرزند ارجمند یعنے مولوی شاہ حیدر علی و مولوی شاہ تقی علی بودند کہ ہر دو کمال ظاہر و باطن داشتند"۔

آپ کے مفصل حالات روض الازہر و حوض الکوثر و نفحات العنبریہ مین موجود ہین ناظرین مطالعہ کرسکتے ہین۔ آپ نے شب یکشنبہ پانچوین ماہ جمادی الاولے ۱۲۷۵ھ مین

بعمر ۹۰ سال وفات فرمائی۔ بعد وفات قاضی احمد علی خان وکیل کاکوروی نے نہایت عالیشان روضہ بنوایا۔ جو نظر افروز زائرین ہے۔ عرس آپ کا ۲۲ ماہ ربیع الآخر کو بہت دھوم دھام سے ہوتا اور تاریخ وفات پر بھی فاتحہ ہوتا ہے قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی ؎

چند بار د حسرت آب از دیدۂ ریزان ما ۱۲۸۵ھ
آہ عمے کرشد کہ سیل اشک شد این امان ما

کردہ وا اینک بدلہا باز راہ کفر غم ۱۲۶۵ھ
رخنہ کین جور سپہر افگند در ایمان ما

دل خوش آن عہد یکہ ساز و برگ خیر عیشے نبود ۱۹۱۵ء
شد مبدل با غم انحق جملگی سامان ما ۱۹۱۵ء

از دل نومیدہ یارب دوائے حزن ذوق ۵۸
صبر او با شد علاج درد بیدرمان ما ۵۸

سنہ ۱۲۶۶ف
سنہ ۱۲۶۶ف

تفضل حسن خان

نواب تفضل حسن خان المتخلص بہ شیدا۔ ابن منشی علی حسن خان۔ ابن منشی معشوق علی۔ ابن شیخ طفیل علی علوی۔ ولادت انکی ۸ ماہ شعبان المعظم روز پنجشنبہ سنہ ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ یہ بھی نہایت قابل وجیہ الصورت۔ پاکیزہ سیرت۔ شاعر نکتہ پرور۔ ماہر سخن گستر تھے۔ شیدا تخلص کرتے تھے اشعار خوب کہتے تھے۔ ذہانت وطباعی موروثی تھی۔ نظم کلام بوجہ دستبرد زمانہ ضایع ہوگیا۔ قطعات تاریخ البتہ موجود ہیں جو جابجا درج ہیں۔ نثر بھی بہت نفیس لکھتے تھے۔ ایک کتاب موسوم بہ انیس عشاق غیر مطبوعہ نثر میں موجود ہے۔ جس میں اُنھوں نے بہت سے جواہر آبدار جمع کئے ہیں۔ جن سے اُنکے اعلےٰ درجے کے نثار ہونیکا پتہ چلتا ہے مختلف عنوان پر نثریں لکھیں۔ اور خود ہی اسکا جواب بھی لکھا مثلاً (عاشقی بہ نظر) ؎

دیدم ترا و رفت ز دست اختیار دل
آرے ز دست دیدہ خراب است کار دل

بجلوۂ ظہور حضور قسم۔ و بہ بیگانگی محبت سوگند کہ نا دیدہ جمالت آشنا شدہ۔ دل از من بیگانگی گیرند

وتا دل بہ حیرت آرمیدہ۔ دیدہ وبال جان گردیدہ ؎

من ہر چہ دیدہ ام ز دل و دیدہ دیدہ ام
گاہے ز دل بود گلہ گاہے ز دیدہ ام

روزے کہ از گلشن جنت قانع بہ بوسے بودم۔ رنگ آمیزی بہار عشق محبت می نمودم۔ اکنون کہ دیدۂ ودل را بہ تماشاے بہار جمالت آب و رنگ تازہ بخشیدم۔ قسم بجانت کہ از دست دل و دیدہ چہا دیدہ ام ؎

کنون کہ رشتۂ تو دیدم ہزار چندان شد
محبتے کہ مرا غائبانہ بود بتو

منکہ دراول نظر خود را درباختہ بودم۔ دیدہ ودل را وقف نظر ساختہ آن طاقتم کجا کہ باین دل و دیدہ آرزوے دید وداد دیدمی نمایم۔ واین عقدۂ مشکل از کار دیدہ ودل برکشایم۔ لیکن دل کہ کیفیت بیخودی از یک نگاہت دریافتہ باین طاقت نظارہ در پئے ہوس این عمرو بارہ نشا فتہ بزبان حال باین مقال مترنم است ؎

بیا تا بار دیگر بسینم و دیوانہ تر گردم
چہ حسنت اینکہ از یک دیدنش دیوانہ گردیدم

آرے دیدہ کہ بکام دل بجمالت پیوست۔ جز جلوۂ حسن توجہ می بیند۔ ودلے کہ ہمراہ دیدہ باشد با تو نشست بسیار بروز ما نشیند تا دیدہ ودل درعرصہ حیرت دیدار اسیر طلعت ہم اند۔ طاقت نظارہ و استقامت کجا نصیب دل ودیدہ حیران من باد بہ مجنون وفرہاد (جواب معشوق) ؎

سازلا زمد نغمہ نواے دگر است
حسن را در نظر عشق صفائے دگر است

آرے جلوہ آئینۂ حسن تماشا گاہ حیرانی است۔ وحلقہ دام نگاہ نخچیر بند صید ناتوانی۔ آشنا دل را بیگانہ داشتن۔ وتخم ہوس در مزرعۂ دل کاشتن۔ درعالم گرفتاری امرے است اضطراری۔ و دست و پازدن این صید ناتوان از روے بے اختیاری قوت مشاہدہ رام ہون دل بیطاقت نمودہ نغمہ سراے ترانۂ شوق دیدار می توان شد۔ تا از صاعقۂ بارقۂ جلوہ ظہور حضور دل را بجاے خود نشستن توان نگہداشت۔ نازک دلہائے حسن را رخصت استغناے نبت۔ وعاشق بیچارہ غریق گرداب بہ احتیاج بہ کرشمۂ التفات جانان محتاج ؎

می برد ہرکس نصیب خویشتن ہر کسے را انچہ قسمت کردہ اند

تو کہ در اول نظر باچشم تحیر ساختہ۔ و در درد او تخت دل وجان باختہ۔ غافل از آثار تاریخ جذب القلوب مباش وبے خبر از اسرار نہان مشو کہ در صورت تکمیل مراتب محبت وداد دل طالب مطلوب ہم میرسد ہمین یک نشئہ بہر دو جا ظہور میکند بریں تقدیر اسباب بیخودی از ہر دو سو آمادہ است زیادہ زیادہ والسلام،،

انکا انتقال بتاریخ ۲۲ ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ ہوا۔ خاندانی قبرستان تکیہ میں دفن ہوئے

تقی حیدر

اخی ومخدومی مولوی شاہ تقی حیدر مدظلہ۔ خلف اوسط حضرت مولانا شاہ حافظ علی انور قلندر قدس سرہ۔ یہ بتاریخ ۲۶ ماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۲۸۳ھ پیدا ہوئے۔ تاریخی نام نظام الدین حیدر ہے غلام تقی۔ اور شریف حیدر بھی انکے نام ہیں۔ بدو شعور سے آثار ذکاوت و ذہانت۔ و جودت وصلاحیت ان میں ظاہر و باہر تھے۔ انھوں نے ابتدائی فارسی کتابیں مولوی نصب علی ساکن تالگاؤں متعلقہ خیرآباد ضلع سیتاپور تلمیذ حضرت شاہ علی انور قدس سرہ سے پڑھیں۔ پھر بقیہ فارسی کی کتابیں۔ اور عربی کی ابتدائی کتابیں شرح جامی تک اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ سے پڑھیں اور فارسی مسودات کی اصلاح بھی لی۔ اُنکے وصال کے بعد جملہ علوم فقہ وحدیث وتفسیر تصوف ومنطق وکلام وعقائد وغیرہ کی تحصیل حضرت اخی معظم زبدۃ الاتقیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ سے کی۔ اور جملہ علوم بہت غور وفکر بحث ومباحثہ سے حاصل کئے۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ جو مسئلہ سمجھ میں نہ آتا تین تین دن تک بحث کرتے جب تک پورے طور پر سمجھ نہ لیتے آگے نہ بڑھتے۔ انشا پردازی ونثر نویسی عربی وفارسی میں انکو اچھی مہارت ہے۔ اور بہت عمدہ ونفیس عبارت فارسی لکھتے ہیں۔ اوراد ومشاغل خاندانی کے بہت پابند ہیں

۵ ماہ جمادی الاولے ۱۳۲۹ھ یوم فاتحہ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ۔ حضرت اخی معظم مدظلہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ اور اجازت وخلافت سلاسل سبعہ

سے سرفراز ہوئے۔ حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ نے بھی اپنے وصال سے قبل اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی۔

۱۳۳۲ھ میں بعد ختم کتاب فصوص الحکم دستار فضیلت یعنے اپنا گیروا دوپٹہ حضرت اخی معظم مدظلہ نے انکے سر پر باندھا۔ اور ۱۲ رماہ رمضان المبارک سنہ مذکور بعد فراغ تحصیل علوم اجازہ لکھ کر مرحمت فرمایا جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق آدم وعلمہ الاسماء۔ ونفخ فیہ من روحہ وکرمہ علی سائر الاشیاء۔ واخرج من ذریتہ الانبیاء۔ واردفہم العلماء والفقہاء۔ احمدہ حمداً طیباً من اللسان۔ ونشکرہ شکراً خالصاً من الجنان۔ والصلوۃ والسلام علی من بعثہ اللہ تعالیٰ علی کافۃ الخلق بالشریعۃ الحنیفیۃ البیضاء ھو سید الانبیاء وسید الاولیاء محمد ن المصطفی الذی قال العلماء ورثۃ الانبیاء وعلی الہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء صلوۃ کاملۃ بالغر والرضا فی الصباح والمساء مادامت الارض والسموات العلاء۔ اما بعد فان السید السند والعضد المعتمد دوحۃ حدیقۃ الکرامۃ وثمرۃ شجرۃ الولایۃ روح ریحان مرشدی وفلذۃ کبد استاذی الشاب النجیب والعالم الاریب المنیر الازھر اخی مولوی محمد تقی حیدر سلمہ اللہ عن کل شر وخطر وانشاءہ نشاۃ صالحۃ فی الدارین بالخیر والظفر وادام اللہ بقاءہ وزاد کل یوم فی مصاعد الفضل ارتقاءہ۔ قرء کتب الفارسیۃ ومختصرات الصرف والنحو والمنطق من حضرۃ شیخی واستاذی ومن الیہ فی جمیع العلوم والفہوم استنادی مرشدنا ومرشد العالم المشہود لہ بالقطبیۃ والفردیۃ فی اطراف العالم المفتخر بین اقرانہ بالکمالات الاشہر مولائی وسیدی وابی الحافظ شاہ

علی انور قلندر عطر الله ترابه الاطهر۔ ثم لما مرض المولی الممدوح فی مرض
وفاته امر هذه العبیة المجروح الی تعلیمه وتدریسه فعلمت الاخ الموصوف
من الفوائد الضیائیة المعروف لشرح الجامی مابقی من الکتب الدرسیة
اعنی کتب الفقه والاصول والمنطق والمعانی والبیان والمناظرة والعقائد
والفرائض والکلام والفلسفة والتفسیر والحدیث من الصحاح الستة
والمسانید والتصوف والاوراد والاحزاب فلما حصل له الفراغ فی
شهر المحرم سنة الف وثلث مائة وثالث وثلثین من الهجرة النبویة
علی صاحبها الف الف سلام وتحیة فی کل بکرة وعشیة طلب منی اجازة
الفراغ وفق طریق المدرسین لکن قلة باعی وقصور متاعی یمنعنی عن
السلوك علی طریقة الکاملین ووالله اعتقد بنفسی انی لست اهلا لان اجاز
فکیف بان اجیز ولکن الحال تخفی ولیشتبه الصفر بالابریز وحیث ان الود
جفا والطالب عزیز تجاسرت علی هذا الامر الخطیر مرجیا من الله القدیر
ان یوصلنی علی هذه الدرجة الرفیعة والقدر الکبیر۔ فاقول قد اجزت
الاخ الموصوف لجمیع ما حصل لی روایة وقراءة من کتب المعقول والمنقول
والفروع والاصول بالشرط المعتبر عند علماء الشرع والاثر کما اجازنی
به الحضرت شیخی ومقتدائی ومهدئی ومعادی اوستادی ومن الیه
فی جمیع العلوم استنادی مولائی الحافظ شاه علی انور جعل الله عقبة العلیا
محط رجال الافاضل الکرام وعلماء الربانیین العظام۔ وایضا اجزته کما
اجازنی به شیخی واوستاذی فی علم الحدیث والاحزاب مولانا المرحوم
السید محمد علی ابن السید طاهر الوتری المدنی المحدث الجید المتقن
المدرس فی حرم البلدة المعظمة اعنی مدینة النبی الاکرم صلی الله تعالی

علیہ وسلم کما ھو محرر فی ثبتہ المسمی عندی۔ وایضًا اجزتہ بما اجازنی بہ
فی علم الحدیث والاحزاب اوستاذی مولانا محمد فرید الدین خان
المحدث الکاکوروی مد ظلہ کما ھو محرر فی ثبتہ العطیۃ عندی وایضًا
اجزتہ ان یجیز من رآہ اھلًا لذلک واوصیہ بما اوصی بہ نفسی من السلوک
علی الشریعۃ النبویۃ والسیرۃ العلویۃ وملازمۃ الورع والتقوی فی السر
والنجوی واختیار مشرب العالیۃ القادریۃ القلندریۃ مع حفظ اوراد ھا و
اذکارھا علی طریق اساطین ھذہ المشرب العلیۃ ومطالعۃ کتب العلماء
الراسخین فی الدین لاسیما مشائخنا الکاملین واجراء سلسلۃ الدرس
والتدریس علی حسب معمول اکابرنا العالمین وان یکون عالمًا صوفیًا زاھدًا
فی الدنیا دایم التوجہ الی اللہ منصبغًا بالاحوال العلیۃ راغبًا فی السنۃ متبعًا
لحدیث رسول اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم۔ وآثار الصحابۃ طالبًا لشرحھا
وبیانھا من کلام الفقھاء المحققین المائلین الی الحدیث عن النظر واصحاب
العقائد الماخوذۃ من السنۃ الناظرین فی الدلیل العقلی تبرعًا واصحاب السلوک
الجامعین بین العلم والتصوف غیر المتشددین علی انفسھم والمدققین
زیادۃ علی السنۃ۔ اللھم بارک فی عمرہ ورزقہ وزد فی قالہ وحالہ وارزقہ ما
رزقہ لشیوخہ العظام وآبائہ الکرام من النعمات الدینیۃ والدنیویۃ مالاعین
رات ولا اذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر واحفظہ عن اعین الحاسدین
الماکرین واجعل ذاتہ الکریمۃ العزیزۃ انسان العین بین العلماء والاولیاء
الراسخین وارجو منہ ان لاینسانی من صالح دعواتہ فی خلواتہ وجلواتہ
ولایدعنی من تضرعاتہ ونفحاتہ نسئل اللہ لی ولہ العصمۃ من عادات
ابناء الزمان من الجھل والشر والطغیان والتحلی بصریح الایمان

والعرفان والایقان انہ خیر من اعان و نختم الکلام فی ھذا المقام حامدًا للملک العزیز العلام و مصلیًا علی رسولہ و نبیہ مولانا محمد سید الانام و علی الہ و اصحابہ ھداۃ طریق الحق وحماۃ معالم الاسلام ۵۵۵۔

قالہ بفمہ وکتبہ بقلمہ العبید الاحقر حبیب حیدر حشرہ اللہ تعالی فی زمرۃ خدام مشائخہ واستادہ یوم الفزع الاکبر فی الحادی والعشرین من شھر المبارک الرمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان یوم الاحد سنۃ الف وثلث مأۃ واربع وثلثین من ھجرۃ سید المرسلین وخاتم النبیین علیہ وعلی الہ واصحابہ واحبابہ صلوۃ کاملۃ عن رب العالمین خالق السموات والارضین فقط

انکا شغلہ تصنیف و تالیف ہے جس کی ابتدا ۱۳۲۲ھ سے ہوئی۔ اس عرصہ میں انھوں نے عمدہ عمدہ تالیفات کئے۔ جن میں سے اکثر زیور طبع سے آراستہ ہوکر مقبول ہوے حسب ذیل تصانیف اسوقت تک ہو چکے ہیں (۱) ترجمہ اردو انسان کامل ہر دو جلد غیر مطبوع۔ (۲) ترجمہ اردو الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم (۳) مناظر الشھود فی مراتب الوجود (۴) ہدیۃ الشرف فی ترجمۃ من عرف (۵) کتاب نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ یہ نہایت بے نظیر کتاب ہے (۶) فیوض العارفین فارسی (۷) جواہر المعارف (۸) ترجمہ فاتح الابصار (۹) ترجمہ کشف الدقائق (۱۰) ترجمہ الدر الیتیم (۱۱) ترجمہ زواہر الافکار (۱۲) ترجمہ تصفیہ (۱۳) ترجمہ قول المختار (۱۴) ترجمہ نخبۃ الصوارف (۱۵) ترجمہ تنویر الافق (۱۶) ترجمہ واقعات رشیدی (۱۷) کتاب تنویر الظلمات فی تفسیر المقطعات عربی غیر مطبوع (۱۸) انشاء نظامی۔ فارسی غیر مطبوع (۱۹) تحفہ نظامیہ وغیرہ ادام اللہ فیوضہ وفتوحہ۔

تقی علی

حضرت مقتدائے جہان مولانا شاہ تقی علی قلندر خلف اصغر و خلیفہ حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما۔ ولادت باسعادت آپ کی بتاریخ ۱۷ ماہ رجب المرجب ۱۲۱۳ھ ہوئی۔ آپ نے ابتدائی چند کتابین اپنے عم اکرم حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے۔ اور متوسطات اپنے برادر معظم حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہما سے پڑھین۔ اور بقیہ کتابین مولانا محمد مستعان کاکوروی سے تمام کین۔ لیکن کتاب صدرا۔ شرح ہدایۃ الحکمت ملا محمد عظیم اصفہانی سے پڑھی۔ اور علم حدیث حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث کاکوروی سے پڑھا اور سند بھی حاصل کی۔ کثرت مطالعہ کتب نیز درس و تدریس و بحث مباحثہ سے یگانۂ عصر و یکتائے دہر ہوئے۔ ساٹھ سال تک تخمیناً درس دیا۔ مولوی امجد علی مبلغ جو آپ کے ارشد تلامذہ اور محققین علماء سے تھے۔ بیان کرتے تھے کہ "مین اپنے زمانۂ طالب علمی مین اکثر علماء کے درس مین حاضر ہوا۔ مگر کسی کے یہان تحقیق و تدقیق اور طرز درس نہین پایا۔ جیساکہ اپنے حضرت اُستاد کے یہان پایا" اکثر آپکے معاصرین جو مشہور زبردست فاضل اور صاحب تصانیف تھے مثل مولانا حکیم لطف اللہ لکھنوی و مولانا ابوالبرکات رکن الدین مشہور بہ مولانا تراب علی۔ و مولانا مفتی عنایت احمد ساکن دیوہ زیل کاکوری۔ و مولانا مفتی سعداللہ رامپوری وغیرہم فرمایا کرتے۔ کہ "مولانا تقی علی اگر کسی بڑے مقام پر رہتے ہوتے تو علم و فضل مین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کسی طرح کم نہ مشہور ہوتے" مفتی عنایت احمد صاحب کا مقولہ تھا کہ "مینے علم و فضل مین کسی کو مولانا کا مثل نہین پایا"۔ مفتی سعداللہ رامپوری۔ و مولوی لطف اللہ لکھنوی۔ آپ کو اپنے خطوط مین لفظ استاذی سے مخاطب کرتے تھے۔ ریاضات و مجاہدات و عبادات نافلہ و التزام امور شریعت و آداب طریقت مین اپنا مثل نہین رکھتے تھے۔

بیعت آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ مین نیز اجازت و خلافت و تعلیم و تربیت امور باطنی و
و اوراد و اشغال وغیرہ کی اپنے حضرت والد ماجد سے تھی۔ صرف اذکار کی تعلیم حضرت شاہ
انشاء اللہ قلندر رکا کوروی خلیفہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے پائی۔ بعد وفات اپنے حضرت
والد ماجد انکے فاتحۂ چہلم کے روز حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے آپنے تجدید
خلافت کی۔ اور نہایت آن بان کے ساتھ مشیخی بلا تشنج کی۔ اور بہت مرجعیت و مقبولیت
حاصل کی۔ اللہ تعالے نے آپکی ذات ملکی صفات کو عجیب و غریب جامعیت عطا کی تھی
نہایت وجیہ اور جامہ زیب تھے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے عینیت صوری و
معنوی حاصل تھی۔ صورتاً منطوق حدیث الذین اذا رؤا ذکر اللہ اور سیرتاً مفہوم تخلقوا
باخلاق اللہ کے مصداق تھے۔ علم تصوف اور تحقیقات مین غزالی وقت۔ اور تفسیر و
حدیث مین رشک بخاری و مسلم۔ فقہ مین جانشین ابو حنیفہ۔ حکمت و فلسفہ منطق و کلام وغیرہ مین
فخر فارابی۔ و بو علی تاریخ مین استاد ابن اثیر سے بھی بڑھکر تھے۔ غرضکہ ہر فن مین کامل اور
مجموعی حیثیت کمال سے ضرب المثل گذرے

تلامذہ آپ کے بہت ہوئے۔ جن کے اسماء گرامی نفحات العنبریہ و مواہب القلندریہ
مقدمۂ روض الازہر فی مآثر القلندریہ مین مرقوم ہین۔

آپ کے مصنفات مین سے ایک ضخیم کتاب روض الازہر فی مآثر القلندریہ ہے جس کا
موضوع لہ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کا ملفوظ ہے ضمناً کثرت سے مباحث
علمیہ بھی ہین۔ اس کتاب کی تکمیل آپ خود نفرما سکے۔ سماع کے ذکر تک تصنیف کتاب کی
نوبت آئی تھی کہ وفات ہوگئی۔ بعد وفات آپ کے تلمیذ رشید و خلیفہ ارشد حضرت مولانا
حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ نے حسب اشارات و بشارات مخصوصہ اسکا تکملہ موسومہ
بہ حوض الکوثر لکھا دونون زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہین۔

دوسرا رسالہ خصال عشرۂ فطرت کے بیان مین ہے وہ بھی طبع ہوگیا ہے۔ آپکے

مفصل حالات زندگی معہ کرامات وارشادات وغیرہ حوض الکوثر تکملۂ روض الازہر و مواہب الثقلین ونفحات العنبریہ میں موجود ہیں۔ خلفا آپ کے یہ حضرات ہوئے (۱) حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر برادر زادہ آنحضرت (۲) حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور نبیرۂ آنحضرت مفہوم الخلیفۃ فی حکم المستخلف (۳) حضرت مولوی شاہ رکن الدین قلندر سجادہ نشین آستانہ لاہرپور ضلع سیتاپور اودھ (۴) حضرت شاہ علی احمد عرف شاہ حبیب انور قلندر سرگروہ فقرائے آزاد ساکن خیرآباد ضلع سیتاپور اودھ (۵) قاضی خواجہ محمد ساکن ملکاپور مضاف صوبہ برار۔

آپنے تباریخ ۱۰ ماہ رجب المرجب روز چہارشنبہ سنہ ۱۲۹۰ھ بعارضۂ تپ محرقہ وصال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے روضہ کے حریم میں جانب مشرق دفن ہوئے۔ تاریخ وفات پر فاتحہ بطور عرس ہوتا ہے۔ عمر شریف ۷۷ سال کی ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد منشی عبد الحی عرشی کاکوری نے روضہ بنوایا۔ جو زیارت گاہ خلائق ہے۔ وفات کی تاریخیں بکثرت ہیں جو ایک رسالہ کی صورت میں سراپاے غم کے نام سے شایع ہو چکیں۔ جن میں سے مولوی امجد علی تبلیغ کی منظوم تاریخ وفات درج ذیل ہے ؎

حیف رحلت کرد قطب اتقیا	زیب علم و زیب فقر و زیب دین
وارث علم نبی ابن علے	خود تقی ابن رئیس المتقین
علم و عرفان از جمال او عیان	زہد و تقوے روشن از نور جبین
در تصوف آفتابے بر فلک	در تشرع آسمانے بر زمین
در علوم فقہ یک بحر محیط	در احادیث و سنن حصن حصین
مستقیمًا کان فی احوالہ	تیقی حق التقیٰ فی کل حین
فاضلًا برًّا تقیًّا کاسمہ	کاملًا حبرًا علیًّا بالیقین
کیف لا والاسم من فوق السما	حبذا ما قال ختم المرسلین
پشت خم شد زین الم چرخ کہن	وز ملالت تیرہ شد روے زمین

شور ہا افتاد در قبر و جوار | نالہا بر شد بہ چرخ ہفتمین
چار شنبہ ہفدہم ماہ رجب | بود تاریخ وصال آن مہین
بہر سالش از فلک آمد ندا | آفتاب علم شد اندر زمین

سنہ ۱۲۹۰ھ

تقی یاورخان

مولوی شیخ تقی یاور خان ۔ابن شیخ غلام حسن ۔ابن حکیم محمد روشن شہید ۔ابن حکیم عبد اللہ ابن شیخ محمد ولی صدیقی النسب نقشبندی المشرب کاکوروی ۔

یہ بہت بزرگ صاحب نسبت رند مشرب صاحب کشف وکرامات تھے ۔علوم متعارفہ مین پوری دستگاہ رکھتے تھے ۔حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کے مرید تھے ۔

یہ گورکھپور مین نائب تحصیلداری کے زمانہ مین ایک بزرگ سے جو رند مشرب عارف تھے اور بعہدۂ تحصیلداری وہان متعین تھے فیضیاب ہوئے تھے ۔اونھون نے قبل فیض دینے کے یہ شرط کی تھی کہ دو چیزین ہین ۔جوانا مرگی ۔اور جذام ۔ان دونون مین سے ایک کو قبول کرو تو فیض ہو سکتا ہے ۔انکو چونکہ طلب صادق تھی ۔اور کشود کار اُنکے ہاتھ سے ہونے والا تھا لہذا جوان مرگی قبول کی ۔اور اُن سے فیض حاصل کیا ۔

انکے فیضیاب ہونیکا مفصل قصہ یون ہے کہ اُس زمانہ یہ اہلمد تحصیل تھے طلب صادق پہلے ہی سے دل مین تھی ۔اکثر اوقات مثنوی مولانا روم کا مطالعہ کرتے رہتے ۔ایک روز مثنوی شریف مین بغرض دریافت کشود باطنی فال دیکھی تو سب سے پہلے ماہی گیر کا قصہ نکلا ۔فوراً ہی یہ خیال جاگزین ہوا ۔کہ ایسے شخص سے فیض ہوگا کہ جو مچھلی کا شکار کرتا ہوگا تعطیل کے دن یہ حسب دستور وہان کے تحصیلدار صاحب سے ملنے گئے ۔تحصیلدار صاحب چونکہ وہان نہایت بدچلن مشہور تھے ۔کسی نہ کسی کو روزانہ ضرور بلایا کرتے تھے ۔اور اُس عورت کو

اپنے پلنگ پر سونے کی اجازت دیدیتے ۔ اور خود رات بھر عبادت مین مصروف رہتے صبحکو جو کچھ اُسکا مقرر ہوتا دےکر رخصت کردیتے ۔ اور کہتے کہ اگر کسی سے اظہار کروگی تو اچھا نہوگا ۔ ان کو اُن سے کچھ ایسی عقیدت پیدا ہوگئی تھی کہ یہ اُنکے فعل پر کبھی معترض نہین ہوتے بلکہ اسکو ملامت خیال کرتے تھے ۔ مکان پر پہونچکر ان کو معلوم ہوا کہ تحصیلدار صاحب موجود نہین ہین ۔ مچھلی کا شکار کھیلنے تالاب پر شہر سے باہر گئے ہوئے ہین ۔ یہ معلوم ہوتے ہی ان کو اپنا خواب یاد آگیا ۔ اور اس امر پر خیال جم گیا کہ انھین سے فیض ہوگا ۔ ماہی گیر یہی ہین خیال آتے ہی تالاب کی طرف روانہ ہوگئے ۔ تحصیلدار صاحب نے دیکھتے ہی پوچھا کہ منشی جی خیر ہے ۔ آپ یہان کیسے آئے ۔ اور کیا ایسی ضرورت لاحق ہوئی ۔ جس سے یہان آنے کی تکلیف گوارا کی ۔ انھون نے کہا کہ مین عرصہ سے اس فکر مین تھا کہ کسی سے فیض باطنی حاصل کرون ۔ مثنوی شریف مین فال دیکھی ۔ تو ماہی گیر کا قصہ نکلا ۔ آپ کے پاس حاضر ہوا ۔ معلوم ہوا کہ آپ مچھلی کے شکار کو تشریف لے گئے ہین ۔ مین حاضر ہوا ہون اور آپ سے فیوض باطنی کا مستدعی ہون ۔ تحصیلدار صاحب نے بہت مضحکہ اڑایا ۔ اور کہا کہ آپ اچھے طالب حق پیدا ہوئے ہین ۔ ایک دنیادار مکار بدچلن سے طلب حق کرنے تالاب پر آئے ہین ۔ انھون نے اسکے جواب مین کہا کہ اب تو مین حضرت مولانا روم کی نشاندہی پر آپ سے طالب ہوا ہون ۔ بغیر حاصل کئے نہین رہون گا ۔ تحصیلدار صاحب نے اظہار تنغص کیا ۔ اور شکار چھوڑ کر چلے آئے ۔ یہ بھی ہمراہ ہوئے ۔ اُس روز سے تحصیلدار صاحب کے یہان روزانہ حاضر باشی شروع کی ۔ اور طلب کرتے رہے ۔ اور وہ برابر مذاق مین ٹالتے رہے ۔ یہ کسی طرح باز نہ آئے ۔ تو ایک روز تحصیلدار صاحب جو درحقیقت اولیار کاملین سے تھے ۔ انکا ہاتھ پکڑکر تنہائی مین لیگئے ۔ اور کہا کہ آپ نے تو بہت پیچھا لیا ہے ۔ اب بتائیے کہ جوان مرنا قبول ہے یا کوڑھی ہوکر زندہ رہنا ۔ انھون نے جوان مرگی قبول کی ۔ تحصیلدار صاحب نے کہا کہ جائیے اور مرچ کھانے کی کثرت کیجئے ۔ جب پاؤ بھر روزانہ کھا لینے کے

عادی ہو جائیے گا تب ہم سے کہئے گا۔ انھون نے مرچ کھانا شروع کی۔ جبوقت مقدار معین پوری ہو گئی۔ انھون نے اطلاع کی۔ پھر تحصیلدار صاحب نے مذاق شروع کیا اور کہنے لگے کہ کوئی کیا کرے گی۔ روز اسی طرح برابر ناتے رہے۔ ایک روز اجلاس پر بلاکر کہا کہ منشی جی ذرا قلم بنا دیجئے۔ انھون نے قلم بنا کر پیش کیا۔ دیکھ کر کہا لاحول ولا قوۃ آپ کو تو اب تک قلم بھی نہین بنانا آتا ہے خود چاقو لیکر قلم بنانا شروع کیا۔ جیسے تحصیلدار صاحب نے قلم کا میدان تراشا۔ ویسے ہی ان پر عالم ناسوت کھل گیا۔ اور جب داہنی جانب قلم چھیلا تو عالم ملکوت۔ اور جب بائین جانب چھیلا تو عالم جبروت کا کشود ہوا۔ اور جب قط رکھا تو عالم لاہوت منکشف ہوا۔ ہر چہار عالم کے ایک دفعہ کھلجانے سے ان کو تاب نہ رہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ لوگ دوڑ پڑے۔ تحصیلدار صاحب نے کہا کہ ان کو صرع کا دورہ ہوا ہے جلد اٹھا لیجاؤ اور اسیوقت ایک رپورٹ حاکم ضلع کو لکھی کہ منشی جی کا تبادلہ فلان تحصیل کا کر دیا جائے۔ اور وہان جو منشی ہے وہ میرے اجلاس پر بھیجدیا جائے۔ حاکم ضلع کے یہان سے منظوری آگئی۔ تحصیلدار صاحب فورًا دورے پر چلے گئے۔ اور اہل عملہ سے یہ کہہ گئے کہ جب منشی جی ہوش مین آجائین تو کہدینا کہ تحصیلدار صاحب تم سے بہت ناراض ہین۔ اور فلان تحصیل مین تم کو تبدیل کر دیا ہے۔ جب ان کو ہوش آیا۔ اور سب واقعات معلوم ہوئے۔ تو اُسی تحصیل مین جہان کے لئے حکم آیا تھا روانہ ہوئے۔ اور وہان بظاہر اہلمد اور بباطن صاحب خدمت رہے۔

انکے بہت سے کرامات اور واقعات ہین منقول ہے کہ ایک مرتبہ جب یہ مین پوری مین تھے سخت قحط پڑا ہر چند دعا کی جاتی تھی۔ اور نماز استسقا پڑھی جاتی تھی۔ مگر بارش کسی طرح نہین ہوتی تھی۔ بالآخر لوگون نے ان کو گھیرا اور توجہ کی درخواست کی۔ ان پر جذبی حالت طاری ہوئی۔ اور اسی حالت مین پلنگ پر لوٹنا شروع کیا۔ یہ فقرہ انکے وردِ زبان تھا کہ ذات بہت کی ہی تاثیر ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ مین ابر آیا۔ اور اسقدر بارش

ہوئی کہ تمام ندی اور نالے سب بھر گئے ۔ لوگوں نے جو کثرت بارش سے منتشر ہو گئے تھے کچھ دیر کے بعد خیال کیا کہ بارش تو خوب ہوئی ۔ مگر مولانا خود بھیگتے ہوں گے ۔ چلکر اٹھانا چاہیئے چنانچہ آکر عرض کیا کہ خوب اچھی طرح سے پانی برسا اب آپ اُٹھئے تب یہ اُٹھے دیکھا گیا تو انکا جسم اس بارش سے ذرا بھی تر نہ تھا ۔ اور نہ چارپائی تر ہوئی تھی ۔

بعد چندے بحالت جوانی بے نام و نشان ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی ۔

قطعہ تاریخ انتقال از منشی مقصود احمد المتخلص بہ نطق کاکوروی

خان بیدار دل تقی یاور	سفری شد بروضۂ رضوان
سال نقلش منادی غیبی	گفت ابرار وقت شد ز جہان

۱۲۷۷ھ



ث

ثناء اللہ خان

شیخ ثناء اللہ خان۔ ابن شیخ کرم اللہ خان۔ ابن نواب منتظم الملک شیخ جار اللہ علوی صوبہ دار خیرآباد۔ یہ بہت بڑے عالی ہمت، نیک۔ باوجاہت ولیاقت صاحب جاہ وحشمت رئیس تھے۔ دوتین سو پیادے سپاہی ہر وقت ساتھ رکھتے۔ جب کوئی حادثہ یا ہنگامہ پیش آتا تب یہی مقدم ہوکر نکلتے۔ اور قلعہ مین بیٹھکر تحصیل وصول کرتے انکی وجہ سے اس قصبہ مین کبھی کوئی ہنگامہ نہین ہونے پایا۔ دوتین موقعہ ایسے پیش بھی آئے انھین نے سینہ سپر ہوکر مدافعت کی۔ اطراف وجوانب کے لوگ بوجہ انکے دادا شیخ جار اللہ کے احسانات واخلاق کے انکو بہت مانتے۔

منشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین کہ۔

"شیخ ثناء اللہ را ہم حوصلہ ریاست کاکوری درسر بود۔ اکثر در حال وقوع حوادث چنانچہ کشتہ شدن راجہ نول رائے وغدر وفتور پیدا شدن درین صوبہ وشکست نواب شجاع الدولہ از بکسر وغیرہ دو سہ صد پیادہ سپاہی نگاہ داشت۔ خروج می فرمود ودر قلعہ نشستہ تحصیل جاری می نمود۔ باز ہرگاہ نظم ونسق صوبہ درست میشد۔ خاموش می نشست"۔

اس سے زیادہ حال نیز سنہ ولادت ووفات وغیرہ نہ دریافت ہوسکا۔

ج

جار اللہ

نواب منتظم الملک خان ترخان[1] شیخ جار اللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیر آباد وغیرہ
ابن ملا عظمت اللہ۔ ابن ملا عزیز اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم۔ یہ معزز اور معتمد دولتمند اور ذی شوکت
شخص تھے۔ حضرت ملا عبد الکریم صاحب کی اولاد مین بہت نامور گذرے۔ اور بلحاظ اقتدار
دنیاوی اپنے بزرگون سے زائد نام پیدا کیا۔ خدمت فوجداری و امانت سرکار خیر آباد
معہ دیگر محالات انھین کے سپرد تھی۔ قصبہ مہونہ معہ دیگر دیہات جاگیر مین ملے تھے۔ وہین
ایک گانون جار اللہ نگر کے نام سے آباد کیا تھا۔ چار ہاتھی۔ اور چار توپین اور دس ہزار
سوار اور پیادہ انکے ہمرکاب رہتے۔ افاغنہ ملیح آباد جو نواب کہلاتے تھے اور رردسائے
عالم نگر و رام نگر یہ سب انھین کے رفقا و ملازم تھے۔

چونکہ انکا نشو و نما دہلی کے شہنشاہی دربار کی فضا مین ہوا تھا۔ اور ابتدائے عمر سے
یہ عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز ہونے لگے تھے۔ بجلدوئے خدمات عظیمہ منصب ہفت ہزاری
و خطاب نواب منتظم الملک خان بپیشگاہ حضرت شاہنشاہ عالمگیر سے پایا۔ اور بالآخر منصب
ترخانی پر فائز ہوئے۔ شاہنشاہ عالمگیر برخلاف اپنے اجداد خطابات و مناصب کے

---

[1] ترخان ایک پرانا ترکی لقب اعزازی ہے۔ اس خطاب کے لوگ ادائے ٹکس سے معاف تھے۔ پرانے
ترکی کا غذات مین لفظ ترکو کے معنے امان نامہ و سند امارت کے ہین۔ اور زبان منگولین مین ترخالا کھو کے معنے
کسی شخص کو کسی قسم کا استحقاق عطا کرنے کے ہین ۱۲ ما خوذ از تاریخ بخارا انگریزی مصنفہ آرمینیس وامبیری
مطبوعہ لندن۔

عطا کرنے مین بہت سخت تھے۔ اور سوائے اہم ترین خدمات کے اور کسی حال مین یہ عطیات نہین ہوتے تھے۔ مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ مین سب سلاطین کے وقت سے کم منصب اور خطابات تقسیم ہوئے۔

شیخ جاراللہ کے رفعت وشان کا یہ خاص نشان ہے کہ ایسے بادشاہ کے ہاتھ سے اُنھین منصب ہفت ہزاری خطابات خانی (معہ فرزندان) ونواب منتظم الملک ملا۔ اور بالآخر منصب ترخانی پر فائز ہوئے جس منصب کا لازمہ یہ تھا کہ خلعت وانعامات ورقم سالانہ بلاتکلیف خدمات مزید ملا کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ دنیاوی جاہ وتجمل عز وشرف کے اعتبار سے اس (کاکوری) مین انکے پایہ کا کوئی دوسرا شخص پیدا نہین ہوا۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف المتواری مین تحریر فرماتے ہین۔

"شیخ جاراللہ منصب دار بادشاہی ورسالہ دار صاحب نیل وسوار شدند گرہ۔ وقلعہ پختہ ساختند زیادہ اقتدار از پدر خود صاحب اقتدار ونامدار شدند"

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین۔

"شیخ جاراللہ از آبا کرام خود ترقی زیادہ کرد۔ بیشتر کار سرکار خیرآباد متعلق می بود قصبہ جھونہ کہ متصل باڑی است در جاگیر او بود چنانچہ جاراللہ نگر در انجا آباد فرمود۔ حالا ویران است در عہد سلاطین صوبہ داران صوبہ اودھ دو زنجیر فیل ودو ضرب توپ باخود ہا متعینہ میداشتند۔ و شیخ جاراللہ باوصف آنکہ کار یک سرکار او تعلق میداشت۔ چہار زنجیر فیل وچہار ضرب توپ باخود میداشت۔ ودہ ہزار سوار وپیادہ ملازم رکاب او بودند۔ افاغنہ ملیح آباد شمشیر خان وسنجر خان کہ نواب میگویانیدند وافاغنہ رؤسا رام نگر دعالم نگر ہمیشہ رفیق ونوکر او می بودند۔ ازین قدر ثروت کہ نوشتہ می شود۔ دیگر لوازم حشمت وشوکت او را قیاس باید کرد۔ چون در حویلی پدر گنجایش خود وسامان خورش نیافت حویلی دیگر مقابل آن در قطعات ایمہ معافی قلعہ پختہ معہ

بروج اربع واندرون آن حویلی ودیوانخانۂ وسیع در فیض تعمیر آنکه متعدده ودروازۂ بزرگ کہ فیل باعماری درآید۔ وبالائے آن بارہ دری خوبصورت۔ خوش ترکیب وپائین آن طویلۂ اسپان وبیرون آن جلوخانہ۔ وکٹرہ بازارہا ودکانہائے پختہ کمال استحکام تیار نہادہ کہ در قصبات دیگر خصوص در کاکوری این قسم حویلی عمدہ وکثرت رعایا دیگرے ندارد ع آثار پدید است صنادید عجم را۔ سوائے آن باغات واراضی معافی۔ ودیہات التمغا بسیار پیدا فرمود۔

منشی غلام مرتضی صاحب جواہر الانشا میں لکھتے ہیں۔

"شیخ جار اللہ از دولتمندان نامدار وذی شوکتان عالی مقدار سامان ثروت وکارخانۂ دولت بسیار داشت۔ خدمت فوجداری وامانت سرکار خیرآباد ومحالات دیگر بتوجہ محمدیار خان بسر بہمن یار بنام شان مقرر گشت واز حضور بادشاہ بمنصب وجاگیر سرفرازی میداشت۔ در عہد عالمگیر بادشاہ ہیچ کار بے ضابطہ از خطاب وسواری فیل وپالکی جھالردار وعطائے سرپیچ مرصع نمی شد۔ واحدے را مجال ویارائے نہ کہ از مرکز اعتدال ومرتبۂ خود پا بیرون گذارد۔ وکارے خلاف ضابطہ نماید۔ شیخ از حضور بادشاہ بہ منصب جاگیر سرفرازی میداشت وعطائے پالکی جھالردار وسرپیچ مرصع شدہ مامور بہ سواری فیل بود وہم ہفت ہزار سوار وپیادہ بدستخط خود نوکر گرفتہ عمل محالات متعلقہ می نمود وسامان کارمی داد۔ شمشیر خان وسنجر خان کہ دران زمان بجز لفظ خانی بیش نبودند بسرکار شیخ بہ آبرو وحرمت نوکر بودند۔ خلاصۂ کلام شیخ فیاضے بود کہ با خویشان واقارب علی قدر مراتب سلوک ومراعات می نمود اسپان دزدہا بر قوم ومردم برادری تقسیم مینمود چنانچہ اکثران در عہد دولتش تعمیر عمارت پختہ کردہ صاحب مایہ شدند۔ ومردم برادرانش از کوچک وبزرگ محروم نگذاشت۔ عجب خوش نصیبے بود کہ ہرگاہ کہ پاے عزل بمیان آمد سامان وسرانجام فروختہ طلب تنخواہ سپاہ می داد وبیکار شدہ بخانہ می نشست۔ دران نزدیکے باز بمساعدت طالع بلند وکوکب ارجمند بسعے مربیان حضور شاہی بحالی خدمت سرفرازی شدہ ودر طرفۃ العین بسرانجام مہم میرسید بدستور باحشم وخدم وشدہ تمام عازم بندوبست محالات

متعلقہ میگردید۔ الحاصل مردم بفیاضیش فیضہا برداشتند وخوش زندگانی کردند۔ درزمان آقتدارش رونق این شہر دکاکوری، بیشتر بود وحویلی کلانش یادگار کلان بردولتش خواہد ماند"

اب شیخ جار اللہ صاحب کی یادگار سے انکے قلعہ کا کچھ حصّہ اور بارہ دری اور محل اور حضرت ملا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد باقی ہے جسکو انھون نے بجائے مسقف کے گنبددار کر دیا تھا۔ اسکے علاوہ عطائے منصب وخطاب کا عالمگیری فرمان۔ اور انکے ذاتی اسلحہ مین سے ایک جوہردار قرولی جسکے دستہ پر اور میان پر نہایت اعلیٰ قسم کے نیلے مینا کا کام بنا ہو موجود ہے۔ یہ دونون چیزین انکی اولاد مین سے قاضی خادم حسن متوطن میٹھی کے قبضہ مین ہین۔ انکا زاید حال نیز سنہ ولادت ووفات باوجود سعی وکوشش نہ دریافت ہو سکا انکی قبر تکیہ بے نوا شاہ مین جانب جنوب وشرق اسپتال کاکوری حظیرہ کے اندر موجود ہے۔

جعفر علی

مولوی جعفر علی المتخلص بہ جادو وعلوی۔ ابن مولوی مہدی علی۔ ابن مولوی حافظ مظہر علی محدث۔ ابن شیخ غالب علی۔ ابن شیخ غلام صفی۔ ابن شیخ محمد نواز۔ ابن حافظ خلیل الرحمن شہید۔ یہ نہایت متورع ثقہ دیانت دار خوش اوقات صوفی منش شخص تھے۔ عربی وفارسی اپنے والد ماجد ومولوی امجد علی صاحب سے پڑھی۔ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ کے باخلاص مرید تھے۔ اور اُن سے فیضیاب بھی تھے۔ اُنکی بھی عنایت انپر بہت تھی۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ انھون نے اپنی کارگذاری بیان کی اور کہا کہ مین نے ایک بہت نامی ڈاکو پکڑا۔ حضرت شاہ حیدر علی قلندر نے سنکر ارشاد کیا کہ یہ تو سُن لیا۔ مگر جعفر علی اپنا بھی چور پکڑ لیو۔ اس ارشاد کا ان پر بہت اثر ہوا اور اُسی وقت سے یہ یاد حق اور اشتغال باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بہت اچھے خوشنویس تھے۔ شاعری کی طرف بھی میلان خاطر تھا

اور شعر اچھا کہتے تھے۔ ابتدا مین جادوؔ تخلص کرتے تھے۔ پھر علوی تخلص اختیار کر لیا تھا۔ چند اشعار فارسی یعنے غزلیات درج ذیل ہین ؎

فروشم زہد و تقوے را بہ یک جام شراب اینجا | ہمین رندی و بیباکی بود کار صواب اینجا
عجب سودائے پر شورے بسر دارم ز بیتابی | کہ مجنون درس میگیرد ز وحشت صد کتاب اینجا
روان شد جدول خون از دل خونین شب ہجران | تنور نوح شد از جوش غم چشم پر آب اینجا
مکن جادوؔ بہ غفلت صرف این عمر گران مایہ | غنیمت دان حباب یک نفس ہمچون حباب اینجا

طرفہ نوریست کہ در طرز بیانم دادند | ورق از سحر طور زبانم دادند
زور بازو فصاحت بکمانم دادند | تیر بر مصرعۂ برجستہ نشانم دادند
تا بسوزد دل دیوانہ بشمع رخ او | آتش عشق ز پروانہ نشانم دادند
غم مخور غم مخور از درد جدائی ایدل | در فضائے چمن قدس مکانم دادند
فیض رندیست کہ ما مست مئے وصل شدیم | در خرابات مغان شوکت شانم دادند
بدرفشان تیغ زبان زن کہ دگرائے جادوؔ | دل بہ اعلا ہدف تیر و کمانم دادند

عرصہ تک یہ ضلع ہمیرپور مین سب انسپکٹر پولیس رہے۔ بہت دیانت داری اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ ایک قصیدہ موسومہ بہ تفاخر ابدی انکے تصانیف سے طبع ہو چکا ہے۔ انھون نے بتاریخ ۱۱ ماہ شوال المکرم روز دوشنبہ ۱۲۹۹ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۸۸۲ء بعارضۂ ہیضہ انتقال کیا۔ اور قصبۂ راٹھ ضلع ہمیرپور مین دفن ہوئے۔

جعفر علیخان

خان بہادر مولوی جعفر علیخان۔ ابن شیخ کرم کریم ابن شیخ مظہر علی۔ ابن شیخ غلام نجف ابن شیخ محمد غلام۔ ابن ملا محمد زمان علوی کاکوروی۔

یہ نہایت ذی علم اور بہت بڑے سخی رحم دل منکسر مزاج سادہ لباس تھے۔ ابتدائ

ریاست گوالیار میں رزیڈنسی کے میر منشی ہو گئے تھے سنہ زمانہ جنگ گوالیار میں بصلہ حسن خدمات
نواب گورنر جنرل بہادر نے سات پارچہ کا خلعت اور خطاب خان بہادر ان کو عطا فرمایا۔ یہ
ہر عزیز و بیگانہ کے ساتھ نہایت سلوک سے پیش آتے خفیہ طور پر لوگوں کی بہت خدمت کرتے
صدہا یتیم و بیکس لڑکیوں کے نکاح کرا دئے۔ روپیہ کو نہایت بے حقیقت جانتے۔ جس وقت
روپیہ موجود نہ ہوتا اور کوئی سائل آتا۔ تو اکثر عورتوں کا زیور دیدیتے۔ ایک ہموطن نے
ان سے دس ہزار روپیہ قرض لیا تھا۔ ایک روز وہ ملاقات کو آئے۔ اور اثنائے گفتگو میں
انکی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ مولوی صاحب آپکے روپیہ کی ادائگی کا مجھے بہت خیال ہے۔
انھوں نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا صندوقچہ منگا کر اُنکے تمسک کو پھاڑ ڈالا۔ اور کہا کہ میں نے
کمایا۔ اور آپ نے خرچ کیا۔ یہ کاغذ چونکہ بنار فساد ہے۔ اسکا رہنا مناسب نہیں۔ اسیطرح
کے اور بہت سے قصے ہیں۔ تمام عمر اسیطرح بسر کی۔ اور اہل و عیال کیلئے کچھ نہ چھوڑا۔ دوران غدر
میں اپنے اثر و سفارش سے مچھلی شہر و جونپور کے سادات کی بڑی جائداد ضبطی سے بچائی۔
اور اپنے کابلی دوستوں کے ذریعہ سے روپیہ بھیجکر غزنین کے متصل کئی مقامات پر کنوئیں تعمیر
کرائے جو اب تک موجود ہیں۔

انھوں نے بتاریخ ۸ رماہ رمضان المبارک ۱۲۷۰ھ بمقام سندیلہ انتقال کیا اور وہیں
دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی عنایت حسین بلگرامی ؎

محمد جعفر علی خان بہادر عالی جاہ | روانہ گشت بخلد برین ازین عالم
عنایت از پئے تاریخ حاتم دوران | دوشنبہ بود و ہشتم صیام کرد رقم

۱۲۷۰ھ

جعفر علی شیون

منشی جعفر علی متخلص بہ شیون ابن شیخ باقر علی ابن شیخ عبد الرؤف ابن قاضی محمد حافظ عباسی

یہ بہت قابل اور لائق انشا پرواز تھے تعلیم و تربیت حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے پائی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مُرید تھے شعر و سخن مین اصلاح مولوی محی الدین خان ذوقؔ سے لیتے تھے۔ اچھے شاعر تھے۔

دو کتابین ان کی مصنفات سے ہین۔ جو میری نظر سے گذرین۔ اول سہ نثر جعفری بر طرز سہ نثر ظہوری۔ اسمین پہلی نثر منقوط ہے۔ اور دوسری نثر غیر منقوط۔ تیسری نثر مین لغات کے معانی ہین۔ یہ کتاب کتبخانہ رامپور مین قلمی موجود ہے۔ مین نے خود اسکا مطالعہ کیا ہے۔ دیباچہ کتاب مین یہ لکھا ہے کہ جو کچھ مین نے پڑھا وہ حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر سے پڑھا۔ دوسری کتاب قصہ موسومہ بہ طلسم حیرت ہو جو طبع بھی ہو چکی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ نظم و نثر کلام بہت تھا۔ افسوس کہ وہ دستیاب نہو سکا۔ بیشتر کلام صنایع و بدایع پر مشتمل ہوتا تھا۔ چند اشعار جو دستیاب ہوئے درج ذیل ہین ؎

فارسی

دلا گر ہمچو من رندانہ باشی | برنگ شبنم مستانہ باشی

اُردو

دل و دین و جوانی کھو کے دولت ہاتھ آئی ہے | محبت کو نہ چھوڑین گے بہت کچھ کھو کے پائی ہے
ہزار افسوس ہمرازان غم آہستہ آہستہ | روانہ ہو گئے سوئے عدم آہستہ آہستہ
کہین ایسا نہو وحشت نہ دو کی نیند اُچٹ جائے | مسیحا قبر پر رکھنا قدم آہستہ آہستہ
بس مدت ہی نیند آئی کہو بھولون سے غنچون سے | ہمنشین تربت پہ از رو ئے کرم آہستہ آہستہ
کہو شیون نہ بگڑین وہ ابھی تو ہجر تازہ ہے | یہ زور وحشت دل ہو گا کم آہستہ آہستہ

زیادہ حال انکا باوجود سعی و کوشش مجھے نہ دریافت ہو سکا۔ انکے ایک بیٹے منشی اظہر علی المتخلص بہ آزاد موجود ہین۔ فارسی مین اچھی قابلیت رکھتے ہین۔ اور با فراغت ہین

ح

حافظ علی

حکیم شیخ حافظ علی ۔ ابن شیخ ہدایت نبی ۔ ابن شیخ کرامت اللہ ۔ ابن شیخ بدیع الزمان ابن شیخ عنایت اللہ ۔ ابن شیخ مینا ۔ ابن شیخ محمد مکرم ۔ ابن شیخ عبدالواحد ۔ ابن مخدوم شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔

یہ اپنے زمانہ مین اس قصبہ کے نامور اطبا مین سے ہوئے ۔ شاہ اودھ کے یہان کے تنخواہ دار تھے ۔ یہی وجہ معاش تھی ۔ مدۃ العمر یہین رہے ۔ اور ارباب وطن کا علاج کرتے رہے ۱۲۷۴ھ مین انتقال کر گئے ۔ منشی ظہور الدین احمد علوی نے تاریخ انتقال لکھی تھی ۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ظہور مصرعۂ تاریخ حسب حال ہی یہ گیا مسیح جہان سے قضا کی بن آئی

انکی قبر اپنے بھائی شیخ عبدالاحد کی قبر کے پاس زیر درخت املی چودھری محلہ مین واقع ہے ۔ انکے بیٹے حکیم شیخ محفوظ علی بہت صاحب ورع و تقوے تھے ۔ جنھون نے ۱۹۰۷ء مین انتقال کیا اور پہلوے مزار مخدوم قیام الدین پیوند خاک ہوئے ۔ شیخ محفوظ علی کے بیٹے انگریزی مین قابل ذہین وطباع ملازمت پیشہ ہین ۔ ایک بیٹے منشی محبوب علی نے عربی مین ایم اے پاس کیا ہے ۔ اور کتاب الصالحات تالیف کر کے طبع کرائی ہے دوسرے بیٹے مودود علی بی اے ضلع اسکول بجنور مین مدرس ہین ۔

حافظ علیخان

احتشام الدولہ ممتاز الملک عالیجاہ قاضی حافظ علیخان بہادر ۔ ابن قاضی عظیم الدین خان ابن قاضی عبدالباسط ابن قاضی محمد واعظ ۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی ۔

تعلیم و تربیت انھون نے اپنے خاندان مین پائی بیعت ان کو حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھی۔ یہ بلحاظ فضائل علمی منصب قضا پر سرفراز تھے۔ اولاً نواب یمین الدولہ سعادت علیخان بہادر نے ان کو دربار مین طلب کر کے تھوڑے دنون مصاحبت مین رکھا۔ بعدہ خدمت چکلہ داری معہ خطاب خان بہادری بر بنا حقوق قدیمانہ و اوصاف ذاتی عطا کیا۔ اور سرکار دلمئو ضلع رائے بریلی مین تقرر کیا۔ انھون نے وہان کا انتظام بھی نہایت مدبری سے کیا۔ کل محاصل ملکی لقایا و حال خوش تدبیری سے وصول کر کے داخل خزانہ سرکاری کیا۔ جس سرکار کا روپیہ وصول نہوتا تھا یا بدنظمی ہوتی تھی۔ وہان انھین کا تقرر کیا جاتا۔ سرکار خیرآباد کی نظامت پر بھی معہ ماہی مراتب تعیناتی ہوئی تھی۔

دربار اودھ سے یہ معہ اپنے صاحبزادہ قاضی محفوظ علیخان کے بغرض انصرام معاملات ملکی بحضور گورنر جنرل بہادر تجویز ہوئے تھے۔ جس کی مفصل کیفیت اُس مراسلت سے جو درمیان وایسرائے و نواب وزیرالملک ہوئی تھی ظاہر ہوتی ہے۔ ان کا اور نواب سعادت علی خان کا مشترکہ یہ خیال تھا۔ کہ ہندوستان کا ٹھیکہ شہنشاہ دہلی و گورنمنٹ انگریزی سے حاصل کیا جائے۔ اور کمپنی کا ٹھیکہ نرہے۔ چنانچہ انھون نے دہلی جا کر دربار شاہی سے ضروری امور طے کئے۔ اور باقاعدہ لندن مین تحریک بھی شروع کرادی۔ مگر نواب اودھ کی ناگہانی وفات سے سب معاملہ گڑبڑ ہوگیا۔

جب یہ منجانب دربار اودھ معہ تحف و ہدایا دربار دہلی مین پیش ہوئے۔ تو انھون نے اپنی حسن تقریر سے دربار مین خاص عزت حاصل کی۔ اور بادشاہ کے یہان خلعت اور خطاب عالیجاہ احتشام الدولہ ممتاز الملک بہادر سے سرفراز ہوئے۔ شاہ اودھ کو بھی اپنے اسقدر اعتبار تھا۔ کہ جسوقت بیگم نواب آصف الدولہ بہادر کا انتقال ہوا۔ اور اُن کے اسباب کا تعلیقہ (یعنے ضبطی ہونے لگا۔ تو یہی متعین کئے گئے۔

بعد انتقال نواب سعادت علیخان بہ عہد غازی الدین حیدر انکی ویسی ہی قدر و منزلت

رہی۔ کبھی نظامت پر۔ اور کبھی کار خاص پر وائسرائے ہند کے دربار مین بھیجے جاتے تھے۔ نہایت اولوالعزم فیاض طبیعت سیر چشم تھے۔

لالہ ہیرالال کتاب تشریح الحسنات مین لکھتے ہین :-

"قاضی حافظ علیخان کے جد امجد شیخ عبد الباسط بمقام ہنڈیہ ضلع الہ آباد گنوارونکی لڑائی مین شہید ہوئے۔ انکے بیٹے قاضی عظیم الدین خان بہادر جو قاضی حافظ علیخان کے والد تھے شجاعت و بہادری مین یکتائے روزگار تھے اور اپنے چچا بخشی ابوالبرکات خان بہادر کی جگہ پر کوڑیا کا سگنج کے چکلہ دار تھے جہان سے بوجہ اپنی نازک مزاجی کے علیحدہ ہو کے ریاست چھنا بنا علاقہ بندیل کھنڈ چلے گئے۔ وہان انکی بہت عزت ہوئی۔ اور چالیس ہزار کی جاگیر مصارف کے لئے مقرر ہوئی۔ وہان کے راجہ سے انھون نے یہ عہد کیا تھا کہ جس ملک کو ہم بزور شمشیر فتح کرین نصف ملک پر آپ قبضہ کرین۔ اور نصف پر ہم۔ کچھ دنون کے بعد انکا دفعتاً وہین انتقال ہوگیا۔ ہمراہیون نے اُسوقت تو نعش وہین سپرد زمین کر دی۔ اور بعد چھ ماہ نعش کو کاکوری لے آئے اُسوقت قاضی حافظ علیخان کی عمر ۱۴ سال کی تھی۔ اکثر کمالات دنیاوی و فضائل انسانی سے متصف تھے۔ انھون نے بھی وہین ریاست چھنا و بنا جانیکا قصد کیا تھا بخشی رفعت اللہ خان بہادر نے انھین روکا۔ اور دلمؤ کی چکلہ داری پر مقرر کرا دیا۔ وہان قصبہ کے بہت سے لوگون کا اعزا و غیر اعزہ یعنی مسلمانون اور ہندون کو نوکر رکھایا۔"

انکو وائسرائے ہند لارڈ ہیسٹنگز بہادر کے دربار سے بھی خلعت فاخرہ معہ پالکی جھالردار ملی۔ اور دو زنجیر فیل اور دس بارہ راس اسپ عطا ہوئے۔ اور ایک گارد شاہی سوارون کا معہ توپ خانہ ہمراہی مین متعین ہوا۔ نواب سعادت علیخان بہادر نے بھی بلحاظ حقوق ایک محل شاہی بطور ملکیت عطا فرمایا۔ جسکے متعلق قاضی وصی علی خان صاحب اپنے روزنامچہ مین لکھتے ہین

"درلکھنؤ محلہ خیالی گنج اراضی معہ مکان قدیم عطیۂ نواب نامدار سعادت علیخان بہادر مرحوم بہ جد امجد بعد تجدید معافی بعہد محمد علی شاہ مغفور احاطہ کلان و کوٹھی نو تعمیر فرمودند۔ اکنون داخل قیصر باغ گردید

مرزا کمال الدین حیدر حسنی حسینی مشہدی اپنی کتاب قیصر التواریخ کی جلد اول مین لکھتے ہین کہ۔

"اب تک سرکار شاہی مین قاضی حافظ علیخان اور انکے بیٹے اور پوتے ہمیشہ سے خدمات عالیہ سے سرفراز ہوتے رہے"۔

انھون نے بتاریخ ۱۶ رجب ۱۲۴۸ھ وفات پائی۔ قاضی گڈھی کے قبرستان مین مین بجانب پورب و گوشۂ دکھن حظیرہ کے اندر دفن ہوئے۔

حامد علی

مولانا حامد علی۔ ابن حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ۔ انکی ولادت تقریباً ۱۲۴۸ھ مین ہوئی۔ یہ اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ اور باہم اتحاد بھی بہت تھا۔ ایک ساتھ دونون حضرت شاہ تراب علی قلندر کے مُرید ہوئے۔

کتب درسیہ انھون نے اپنے والد بزرگوار سے پڑھکر فراغ حاصل کیا۔ صاحب استعداد عالی ذکی وفہیم اور قابل آزاد مزاج۔ رندانہ روش قلندر مشرب تھے۔ درس وتدریس کا مشغلہ بھی رکھتے تلامذہ انکے بہت ہوے۔ جسقدر نام معلوم ہوسکے درج ذیل ہین۔ (۱) حکیم حافظ مسعود احمد کاکوروی (۲) مولوی فریدالدین خان محدث کاکوروی (۳) مولوی ذکی الدین خان کاکوروی۔ (۴) شیخ حامد علی عباسی کاکوروی (۵) قاضی رضی علی خان عباسی کاکوروی (۶) شیخ مشرف علی عباسی کاکوروی (۷) محمد علیشاہ لکھنوی۔

بعد تدریس جسقدر انکو وقت ملتا۔ وہ اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت مین صرف کرتے بوجہ حسن خدمت اسقدر مقبول تھے۔ کہ ایک مرتبہ انھون نے حضرت شاہ تقی علی قلندر کے سامنے فرمایا کہ حامد کی خدمت نے تقی کے سامنے میلا سرجھکا دیا اسکی وجہ سے انکے والد والدہ اور چچا بھی انکو بہت دوست رکھتے تھے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ جوکچھ ملتا تقسیم کردیتے یہانتک کہ کپڑا اوڑھنے وغیرہ کے جو بنتے وہ بھی محتاج اور مساکین کو دیدیتے اور

خود رات کو مسجد کی جا نماز یا چٹائی اوڑھکر لیٹ رہتے ۔ اگر کوئی کہتا کہ آپ نے ایسا کیون
کیا ۔ تو فرماتے کہ ان لوگون کو مجھ سے زائد سردی معلوم ہوتی ہے ۔ شجاع اور دلیر بھی بہت تھے
فنون سپہ گری مین طاق و شہرۂ آفاق تھے ۔ اسی کیساتھ نہایت سریع السیر بھی تھے ۔ انتظامی لیاقت
اور اصول حساب سے بھی واقفیت بہت تھی ۔ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کا روضہ
انھین کے نگرانی و اہتمام مین بنا ۔ منقول ہے کہ جب گنبد روضہ شریف تیار ہو چکا ۔ اور
کلس نصب کرنیکی نوبت آئی ۔ وزن کی زیادتی کیوجہ سے دس بارہ فردور کلس کے اٹھانے
سے عاجز ہوگئے تھے ۔ انھون نے اپنی خداداد قوت سے تنہا لیجاکر نصب کر دیا ۔ چونکہ
خود سپاہی مزاج تھے ۔ ایسے ہی لوگون کو پسند کرتے ۔ اسی مذاق کے اکثر لوگ انکے احباب
مین تھے ۔ ریاضات و مجاہدات باطنی کے بھی بہت شائق تھے ۔ اکثر اسماء اللہ و سور قرآنیہ
کی زکوتین بھی دی تھین ۔ خاص معمول تھا کہ بعد نماز مغرب مسجد کی چھت پر اور بعض اوقات
اپنے حضرت پیر و مرشد کے روضہ کے شمال جانب اندرون حریم نماز عشا تک مراقب بیٹھے
رہتے ۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ فرماتے تھے کہ مین انکی خدمت مین
بہت گستاخ تھا ۔ ایک روز پانی بہت برسا بعد مغرب حسب معمول مسجد کی چھت پر تشریف لیگئے
تھوڑی دیر کے بعد مین بھی گیا ۔ دیکھا تو آپ چٹائی کے مصلے پر مراقب بیٹھے ہین ۔
اُسی وقت بارش ہو چکی تھی ۔ مگر انکے جسم پر اُسکا بالکل اثر نہ تھا ۔ اور مصلے کے چارون طرف
پانی بہہ رہا تھا ۔ مجھ کو بہت تعجب ہوا ۔ مین نے آکر حضرت شاہ تقی علی قلندر سے عرض کیا ۔
اُنھون نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ خدا خیر کرے ۔ یہ آثار اچھے نہین معلوم ہوتے ۔ ورع اور
تقوے و امانت و دیانت مین فرد تھے ۔

لباس بہت معمولی و سادہ پہنتے ۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم معلوم ہوتی ہو کہ عالمانہ
یا صوفیانہ لباس پہنون اور اسکا مصداق نہون ۔ بجاے کرتہ کے انگرکھا زائد پہنتے ۔ اپنے
والد ماجد کی خدمت مین ایک خاص خصوصیت حاصل تھی ۔ وہ بوجہ انکے صائب الراے

ہونیکے اکثر باتون مین ان سے فرماتے کہ جیسی تمھاری رائے ہوگی ویساہی عمل کیا جائیگا۔
جس زمانہ مین حضرت شاہ تراب علی قلندر رحمہ کے روضہ کی حریم تعمیر ہورہی تھی۔ایک روز صبحکو
انھون نے حضرت شاہ حیدر علی قلندر کے حضور مین حاضر ہوکر عرض کیا۔کہ شب کو مین نے
حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو وہان (جہان اب دروازہ حریم گاہ ہے) تشریف فرما
دیکھا۔یہین دروازہ نصب کیا جائے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے تائید کی۔اور فرمایا
کہ یہ جوان صالح کا خواب ہے۔وہین دروازہ بننا چاہیئے۔چنانچہ اُسی جگہ بنا۔

انھون نے قریب دو ہفتہ بعارضۂ تپ شدید و سرسام علیل رہکر بتاریخ ۱۴۔ماہ
جمادی الاولے روز پنجشنبہ ۱۲۸۲ھ بعمر ۳۴ سال انتقال کیا۔

انکے انتقال سے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کو اسقدر صدمہ ہوا۔کہ وہ اُس روز
خانقاہ سے مسجد تک پیادہ نماز کیلئے نہ جاسکے۔کھٹولے پر مسجد تک پہونچائے گئے۔

مزار انکا بیرون درگاہ خطیرۂ شرقی کے اندر متصل دروازہ واقع ہے۔منقول ہے
کہ اس واقعہ کے بعد حضرت شاہ تقی علی قلندر نے روکر اپنے بڑے بھائی مولانا شاہ
حیدر علی قلندر سے عرض کیا۔کہ اگر اس مرحوم کی قبر یہان کیجائے تو زائد بہتر ہے ہمیشہ میرے
پیش نظر رہیگی۔اور یہ سمجھونگا کہ جس قدر سرمایۂ علم و فضل محنت و جانفشانی سے مین نے
اسوقت تک حاصل کیا تھا۔وہ سب یہان پر دفن کردیا۔انکی وفات کے بعد سے اُنھون
نے درس دینا بالکل موقوف کردیا تھا۔اور پھر سوائے میرے والد ماجد حضرت مولانا حافظ
شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کے اور کسی کو نہین پڑھایا۔

قطعہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی

چاردہ ماہ جمادی الاول و یوم خمیس	مولوی حامد علی صاحب بخواب ناز خفت
سال تاریخ وفاتش ہاتف از طرح جدید	یکہزار و دو صد و ہشتاد و دو ہجری بگفت

سنہ ۱۲۸۲ھ

حبیب حیدر

سیدی وسندی ومرشدی ۔ ذخیرۂ یومی وغدی شیخی وقبلتی ۔ وظیفۂ نومی وتیقظی ۔ استاذی واخی ونعمۃ ربّی ۔ حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر متع اللہ العالمین بطول حیاتہ خلف اکبر وخلیفۂ اکمل وجانشین حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ الاطہر

ولادت باخیر وبرکت آپ کی بتاریخ ۷ ماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۲۹۹ھ ہوئی بچپن ہی سے آثار سیادت وکرامت جبین مبین سے ہویدا تھے ۔

آپ کی ولادت سے قبل جنابہ نانی صاحبہ مغفورہ یعنی اہلیہ مولانا حامد علی صاحب مغفور نے خواب دیکھا تھا ۔ کہ انکے پاس ایک لڑکا بیٹھا ہوا ہے ۔ اسکی نسبت حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ فرماتے ہین ۔ کہ اسکو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نذر کردو ۔ اُنھون نے بیدار ہوکر یہ خواب حضرت جد امجد مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ سے بیان کیا ۔ اُنھون نے فرمایا کہ بہت بہتر ہے ۔ چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے ۔ تو اسی لحاظ سے حضرت جد امجد نے آپ کا اسم گرامی غلام قادر رکھا ۔

نیز اعزہ مین ایک بوی والدہ منشی ناظم حسین صاحب نے جو رشتہ مین آپ کی پرنانی ہوتی تھین ۔ اُس زمانہ مین کہ جب آپ شکم مادر مین تھے ۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو خواب مین دیکھا تھا کہ اُنھون نے ایک انار آپ کی والدہ صاحبہ کا نام لیکر فرمایا ۔ کہ یہ اُن کو دیدو ۔ اسی کے بعد آپ پیدا ہوئے ۔ حضرت جد امجد قدس سرہ بوجہ ان بشارات کے آپ کو بہت چاہتے تھے ۔ اکثر فرماتے تھے کہ مین نے اسکو اپنا لڑکا بنایا ہے ۔ کئی بار اپنی ٹوپی اور تاج آزادی بھی پہنایا ۔ نیز اپنے وفات سے چار پانچ روز قبل جہان اُنھون نے اپنے صاحبزادہ یعنے حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کو اجازت وخلافت دی ۔ اُسی کے ساتھ آپ کو بھی اجازت عطا فرمائی ۔

زمانِ طفولیت سے تا سنِ شعور آپ جنابہ نانی صاحبہ مغفورہ کی (جو نہایت با خدا اور غیورہ جامع جمیع صفات حسنہ تھین) تربیت مین رہے۔ ذکاوت و ذہانت و قوتِ حافظہ آپکی قوت بھی بے مثل تھا۔ چار سال کے بعد آپ پڑھنے کیلئے بٹھلائے گئے۔ ابتدا سے لیکر انتہا تک کل علوم تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف معقول و منقول نیز اذکار و اشغال و اعمال و اوراد وغیرہ کی تعلیم حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے پائی۔ زمانہ درس سے تدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ جس سے بہت لوگ مستفید ہوئے ۱۹ سال کی عمر مین علوم ظاہری سے فراغ حاصل کیا۔ اعلے درجہ کے ادیب محدث فقیہ و محقق ہوئے۔

۱۷ رجب ۱۳۱۹ھ مین یوم فاتحہ حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ۔ آپنے حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر رح کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ مین بیعت کی۔ اور بعد بیعت اجازت و خلافت سلاسل خاندانی وغیرہ سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے متعلق حضرت والد ماجد قدس سرہ اپنے مخصوص مسترشدین سے فرماتے تھے کہ الحمدللہ میرا بیٹا پہلوان (یعنے کامل) ہے۔ اور فرماتے کہ مین نے حبیب کو ایسا بنایا ہے کہ لوگ تماشا دیکھین گے۔ آپنے انکو اپنی خدمت و لیاقت سے ایسا گرویدہ کرلیا تھا کہ وہ اکثر فرماتے تھے کہ یہ بمنزلہ میرے ہاتھ پاؤن کے ہین۔ بغیر انکے مجھے سخت تکلیف و کلفت ہوتی ہے۔ اُس زمانہ سے جملہ امور کا انصرام آپ ہی کے متعلق تھا۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اپنے مرض الوصال مین بعد اور وصایا کے۔ آپ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھے پانچ نعمتین اپنے بزرگون سے نہایت مشقت سے حاصل ہوئین۔ وہ مین تمکو مفت دیتا ہون۔

۱۳۲۲ھ مین بزمانہ حیات حضرت والد ماجد قدس سرہ۔ آپ کو سند حدیث و وظائف وغیرہ حضرت مولانا سید علی ظاہر وتری محدث مدنی شیخ الحدیث حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی تحریک کے جناب مولوی عبد الباری صاحب مغفور فرنگی محلی کے ذریعہ سے عنایت فرمائی۔ اجازت نامہ عطیۂ شیخ الحدیث موصوف درج ذیل ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رافع من استند بصحيح العمل الى علي بابه۔ و واصل من انقطع
بحسن العمل الى عزيز جنابه۔ والصلوٰة والسلام على من ادرج فى خلقه الكريم كل
مفرق من الكمال ومجموع خير مرسل ذكره عند الله مرفوع۔ و على اله واصحابه
الذين اوصلوا الينا كل مروى من الفضل ومسموع۔ وانقطع بهم كل منكر متروك
وموضوع۔ امابعد فان العلم اقوى سبب يتوصل به العاقل اللبيب الى الكمالات
واسنى طريق يسلكها الفاضل الاديب الى معرفة رب الارض والسموات۔ و
لاسيما علم الحديث منه فانه المقتبس من مشكوٰة مصباح صاحب الرسالة
والهدى الذى اشرقت شمسه من سماء الجلالة وكان الاسناد فى العلوم
من اجل مايه تعتنى۔ وانفس مايدخر ويقتنى۔ لكونه كما قيل من الدين
وسننا ما نورا للسلف والخلف المهتدين۔ وقد خص الله هذه الامة المحمدية
بهذه الخصوصية كما خصهم فيها بمراتب لاقربية۔ فكان كل من سنده
اقرب ولو برجل واحد اجل ممن فاته ذلك فى المبادى والمقاصد فقد رحل
جابر ابن عبد الله الانصارى رضى الله عنهما مسيرة شهر الى عبد الله بن
انيس رضى الله عنه فى حديث واحد وقال يحيى بن معين الاسناد العالى
قربة الى الله والى رسوله سيد الانبياء والمرسلين۔ وكان ممن سلك هذا
الطريق القويم ونهج منهج الواضح المستقيم وشمر فى طلب العلم عن ساعد
الجد والاجتهاد ولازم الاخذ والتلقى عن ابطال الرجال ذوى البصيرة
والامداد جناب الكامل الفاضل المولوى حبيب حيدر بن المولوى
على نور ادام الله به النفع امين وقد حمله حسن نيته وصفاء طويته على
ان يطلب من العبيد الحقير الذى ليس فى العير ولا النفير ان يجيزه

بجميع مروياته وسائر مقروآته ومسموعاته فاستدللت بذلك على كماله
واعتنائه بضم ما عند غيره اليه واحتفاله لينتظم فى سلك السادة الافاضل
ويتصل سنده ونسبته المعنوى لسيد الاواخر والاوايل فاجبته لذلك و
اسعفيته بما هنالك طلباً للنفع العام ورجاءً ودعوة لى بالتوفيق وحسن
الختام فى جوار خير الانام فاقول مستعيناً بذى الطول متبرأً من القوة والحول
اجزت المومى اليه الفاضل الكامل الحرى بكل خير له بجميع ما تجوز لى
روايته وتصح عنى درايته من منقول ومعقول فروع واصول اجازةً تامةً
مطلقةً عامةً بشرطها المعتبر لدى اهل الحديث والاثر وهو كمال التثبت
والتحرى وان يقول فيما لا يدريه لا ادرى كما اجازنى بذلك المشائخ
الاعلام والاساتذة الكرام ولى ولله الحمد فى جميع العلوم مشائخ اجلة
هم فى سماء المعارف نجوم واهلة وساذكر همنا بعض الاسانيد العالية لكونها
سنة مطلوبة والقرب من سيدنا رسول الله خصلة مرغوبة - اما صحيح
امير المومنين فى الحديث ابى عبد الله محمد بن اسمعيل البخارى عليه رحمة
الكريم البارى فانى ارويه ولله الحمد باعلى سند يوجد فى الدنيا الآن عن
جملة من المشائخ الاعيان منهم شيخنا العلامة المحدث الرحلة الفهامة
الشيخ عبد الغنى بن ابى سعيد المجددى الفاروقى النقشبندى الدهلوى
ثم المدنى عن العلامة الحافظ محمد عابد الانصارى السندى ثم المدنى عن
خاتمة المحدثين الشيخ صالح العمرى الفلانى ثم المدنى عن المعمر العلامة
الشيخ محمد بن سنة العمرى الفلانى عن العلامة ابى الوفا احمد بن العجل
اليمنى المكى عن مفتى مكة العلامة قطب الدين محمد ابن احمد النهروالے
عن العلامة ابى الفتوح احمد بن عبد الله بن ابى الفتوح الطاوسى عن

عن المعمر العلامة بابا يوسف الهروی المشهور بسه صد ساله ای المعمر ثلثمأة

سنة عن المعمر محمد بن شاد بخت الفارسی الفرغانی عن المعمر احد ابدال

بسمرقند ابی لقمان یحیی ابن عمار ابن مقبل بن شاهان الختلانی عن ابی عبد الله

محمد بن یوسف بن مطر الفربری عن الامام البخاری وهذه طریقة المعمرین

فیکون بینی وبینه احدی عشرة واسطة فتقع لی ثلاثیاته خمسة عشر وهذا

اعلی ما یوجد ولله الحمد

واما بقیة اسنادی فی باقی الکتب الستة وغیرها من کتب الحدیث وسائر

الفنون النقلیة والعقلیة فانها مذکورة فی اثبات مشائخی ومشائخهم

کثبت شیخی المسمی بالیانع الجنی من اسانید الشیخ عبد الغنی وثبت شیخه

المسمی بحصر الشارد من اسانید محمد عابد وثبت شیخ مشائخی العلامة محمد امیر

الکبیر وقد اجزت العالم الموصی الیه بجمیع ما یحتوی علیه هذه الاثبات من

الکتب والفنون وان یجیز فیها ما شاء لمن شاء متی شاء بالشرط المعتبر لدی اهل

الحدیث والاثر موصیا له بتقوی الله تعالی سرا وعلنا وان یخشی الله تعالی

ولا یعجب بنفسه فقد قال صلے الله علیه وسلم کفی بالمرء علما ان یخشی الله وکفی

بالمرء اثما ان یعجب بنفسه وعلیه بالمنجیات وایاه والمهلکات وان یلازم

الکفارات ولا یفارق الدرجات وهی ما فی الحدیث الوارد عن رسول الله

صلی الله علیه وسلم انه قال ثلث مهلکات وثلث منجیات وثلث کفارات

وثلث درجات فاما المهلکات فشح مطاع وهوی متبع واعجاب المرء بنفسه

واما المنجیات فالعدل فی الغضب والرضا والقصد فی الفقر والغنا وخشیة الله

فی السر والعلانیة واما الکفارات فانتظار الصلوة بعد الصلوة واسباغ الوضوء

فی السبرات ونقل الاقدام الی الجماعات واما الدرجات فاطعام الطعام

وافشاء السلام والصلوٰة باللیل والناس نیام رواہ الطبرانی فی الاوسط عن

ابن عمرو رضی اللہ عنہما واوصیہ ایضًا ان لا ینسانی من صالح دعواتہ فی

خلواتہ وجلواتہ نفعہ اللہ ونفع بہ ووصل سببنا اجمعین بسببہ انہ

علی ذلک قدیر وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی جمیع اخوانہ من الانبیا

والمرسلین وآل کل وصحبہ والتابعین وعلینا معہم برحمۃ اللہ اجمعین۔

قالہ بفمہ ورقمہ بغیر قلمہ العبید الاحقر محمد علی السید طاہر الوتری الحنفی

النقشبندی المدنی خادم العلم والحدیث بالمسجد الشریف النبوی۔ وذلک

فی یوم السادس عشر من جمادی الاولی سنۃ اثنین وعشرین وثلثمائۃ

والف بالمدینۃ المنورۃ انتہی بقدر الضرورۃ۔

بتاریخ ۲۳ ماہ محرم روز دوشنبہ ۱۳۲۴ھ بروز سیوم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ آپنے حسب ارشاد و وصیت ترک لباس فرمایا۔ اور سجادہ نشین خانقاہ کاظمیہ ہوئے۔ نام ونشان حضرات مرشدین روشن فرما کر ایک عالم کو اپنے فیوض وبرکات سے مالا مال کیا اُسوقت سے ارشاد وہدایت واجراے احکام دین مین مصروف ہین۔ اور ہم سب کے لئے عین رحمت ہین۔

ماہ رجب ۱۳۲۵ھ مین جناب مولانا فریدالدین خانصاحب محدث کاکوروی نے بھی اوّلاً آپ کو دلائل الخیرات کی تحریری اجازت دی۔ پھر اُسی سال ماہ شعبان مین حصن حصین و جملہ کتب حدیث وغیرہ کی اجازت مرحمت فرمائی جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین وھو الذی فضل الذاکرین علی الغفلین

والصلوٰۃ والسلام علی من ارسلہ بہدایۃ الخلق فہداہم الی صراط الذین المتین

وعلی آلہ واصحابہ الذین بذلوا انفسہم لنصرۃ دینہ القوی المتین۔ وبعد

فیقول العبد المعتصم بحبل الله المتین احوج الخلایق الی الله الغنی محمد ن
المدعو نفر ید الدین العلوی غفر له ان الکتاب المسمّٰی بالحصن الحصین لما
شوهدت برکاته وجربت استجابة الدعاء عند قراءته وبحمد الله حصل لی الاجازة
والقراۃ عن العلماء الکرام .... وقد قرأته من اوله الی اخره علی
جناب العم الاکرام ملاذی ومولائی صنوابی الحافظ الفاضل الکامل الحاج مولانا
ریاض الملة والدین تغمده الله بغفرانه واسکنه بحبوحة جنانه وهو قرأ علی
الفاضل المحدث القاری الحاج مولانا حسین احمد الملیح ابادی وحصل له
القرأة والروایة عن الفاضلین الکاملین مولانا محمد مخدوم اللکهنوی ومولانا
شاه عبد العزیز الدهلوی ولهما عن مولانا شاه ولی الله الدهلوی رح وایضاً
حصل لی الاجازة عن جناب العم الآخر مولانا شاه وجیه الملة والدین الحافظ
لکلام الله القدیم والخلیفة لحضرة مولائی ومرشدی وسیدی شاه تراب علی
قلندر قدس الله سره وحصل له القرأة والاجازة عن الفاضل الملیح ابادی
الموصوف. وایضا حصل له الاجازة عن العارف بالله مولانا شاه آل احمد
الفلواروی المهاجر المتوفی بالمدینة المنورة الدفین بجنة البقیع ثم حصلت
لی هذه بلاواسطة ایضاً رح وحصل لی الاجازة عن استاذی فی الاحادیث
النبوی العارف الکامل الفاضل مولانا حسن شاه الرامفوری وهو قرأ علی العالم
المتبحر والفاضل الحکیم مولانا عالم علی المرادابادی وله من العلامة المشتهر فی
الآفاق مولانا محمد اسحاق المهاجر الدهلوی رح المتوفی بمکة المعظمة الدفین
بجنة المعلاة وله من اب امه مولانا شاه عبد العزیز الدهلوی رح وایضا حصل لی
الاجازة عن مولانا العلامة والحبر الفهامة شاه فضل الرحمن العارف الکامل
الواصل الی الله قدس سره وقد حصل له الاجازة تبرکا عن مولانا شاه عبد العزیز

الدهلوی وانه قد قرأ کتب الاحادیث عن مولانا المهاجر الدهلوی المذکور
سابقا بسنده المشهور رح وایضا حصل لی الاجازة عن العلامة الواصل الی الله
وموصل الخلائق الیه مولانا شاه تقی علی قلندر قدس سره عن مولانا الحاج
العلامة العارف مولانا امین الملة والدین عن مرشده الکامل شاه ابی سعید
الساکن فی رائے بریلی عن شاه محمد عاشق الفنتی عن مولانا المحدث شاه
ولی الله الدهلوی عن الشیخ ابی طاهر المدنی عن ابیه الشیخ ابراهیم الکردی
عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد بن عبد القدوس الشناوی عن الشیخ
شمس الدین احمد بن محمد الرملی عن الشیخ زین الدین زکریا الانصاری عن
حافظ الوقت تقی الدین محمد بن محمد بن محمد بن فهد الهاشمی المکی عن مولف
الکتاب ابی الخیر محمد بن محمد بن محمد بن الجزری الشافعی رح وانی قد اجزت
لاخینا فی الله المولوی الکامل العارف بالله شاه حبیب حیدر سلمه ربه و
رقاه الی اعلی مراتب ندادین بقرأة هذا الکتاب وان یجیزه لمن کان
اهلا له وان لاینسانی من دعائه ثم اعلم ایها الاخ اللبیب ان علماء اهل
السنة والجماعة اجمعوا علی ان اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح
البخاری وقد جرب ختمه لقضاء المهمات فوجد کالتریاق المجرب قد جربته
وختمته مرارا وقد رزقنی الله اسناده بطرق کثیرة - فاعلم ان فی هذا الکتاب
المستطاب ایضا ثلثین جزء امتابعة وسطابقة للقران الشریف فانی قرأت
خمسة اجزاء منه علی العم الاکرم والفاضل الاعظم صنوابی ملجائی وملاذی العلامة
الحاج الحافظ مولانا ریاض الملة والدین الکاکوروی الحنفی المجددی تغمده
الله بغفرانه واسکنه بحبوحة جنانه وهو قرأ علی مولانا المحدث المشهور به مرزا
حسن علی اللکهنوی وهو قرأ علی الفاضل الکامل مولانا عبد القادر الدهلوی

صاحب موضح القرآن من اخیہ الفاضل الفایق علی الاقران بالفضل و
التمیز مولانا شاہ عبد العزیز الدہلوی عن والدہ مولانا ومولی الکل شاہ
ولی اللہ الدہلوی ح ثم قرأت النصف الاول منہ علی الحبر العلامۃ والنحریر
الفہامۃ مولانا حسن شاہ الرامفوری عن الفاضل الکامل الحکیم الحاج مولانا
عالم علی مراد آبادی عن المہاجر المشتہر فی الآفاق مولانا محمد اسحاق
الدہلوی عن ابیہ مولانا شاہ عبد العزیز المذکور الدہلوی انفاً ثم قرأت
النصف الاخیر منہ بتمامہ علی العلامۃ المشہور علی الافواہ ذو المجد والجاہ
صاحب التصانیف المفیدۃ الفایق علی المعاصرین بالعلم والتقی والغالب علیہم
بالعز والحکمۃ والجاہ مولانا محمد سعد اللہ المرادابادی جعل اللہ فی الجنۃ
مثواہ عن العلامۃ مرزا حسن علی المحدث المشہور عن مصنف موضح القرآن
عن صاحب تفسیر فتح العزیز عن صاحب حجۃ اللہ البالغۃ وغیرہا من الکتب
المشتہرۃ المفیدۃ عن الشیخ ابی طاہر المدنی عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی
قال قرأت علی الشیخ احمد القشاشی قال اخبرنا احمد بن عبد القدوس
ابی المواہب الشناوی قال اخبرنا الشیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد
الرملی عن الشیخ احمد زکریا بن محمد ابو یحیی الانصاری قال قرأت علی الشیخ
الحافظ ابی الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی مصنف
فتح الباری شرح صحیح البخاری عن ابراہیم بن احمد التنوخی عن ابی
العباس احمد بن ابی طالب الحجار عن السراج الحسین بن المبارک الزبیدی
عن الشیخ ابی الوقت عبد الاول بن عیسی بن شعیب السجزی الہروی عن
الشیخ ابی الحسن عبد الرحمن بن مظفر الداؤدی عن ابی محمد عبد اللہ بن
احمد السرخسی عن ابی عبد اللہ محمد بن یوسف بن مظفر بن صالح بن بشر الفربری

عن مولفہ امیر المومنین فی الحدیث الشیخ ابی عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل
بن ابراہیم البخاری رحمہ اللہ تعالی۔ وایضا قد حصل الاجازۃ بالروایۃ العالیۃ
للعلامۃ ذی الفضل الفایق علی الاشباہ مولانا محمد سعد اللہ المذکور آنفاً
فی المکۃ المعظمۃ عن رئیس المدرسین فی بلد الامین شیخ العلماء الکرام
مولانا جمال بن عبد اللہ شیخ عمر المحدث بالمسجد الحرام عن شیخہ خادم
الشریعۃ والمنہاج مولانا الشیخ عبد اللہ بن المرحوم الشیخ عبد الرحمن
السراج عن شیخہ الشیخ عبد اللہ ابن ہاشم الفلانی عن شیخہ الشیخ
الصالح الفلانی وھو یرویہ بروایۃ الفربری عن طریق الختلانی والمعمر ابا
یوسف الهروی........ واعلم انی قد کنت ملتزما ان اختم البخاری
الشریف فی السنۃ مرۃ فی شھر من شھورھا و قد تشرفت فی المنام بزیارۃ
مصنفہ فالحمد للہ علی ذلک بحسب الاتفاق کنت مشغولاً فی اختتامہ بحسب
العادۃ اذ جاء الفاضل الکامل الشیخ المسند والحبر العلامۃ مولانا آل احمد بن
محمد امام بن نعمۃ اللہ الفلواری المهاجر المدنی فی کاکوری وتشرفت بلقائہ و
کنت مشغولا بقرأتہ فامرنی ان اقرأ بالصوت المرفوع فقرأت جزء منہ
فارتضی لقرأتی واجازنی بروایتہ وروایۃ باقی کتب المصنفۃ من یرویہ بانہ
فھو یروی ھذا الصحیح عن شیخہ محمد بن یحیی الشنجبیطی المغربی عن الشیخ
عبد الحفیظ بن درویش العجیمی المکی عن الشیخ صالح بن محمد العمری الفلانی
ثم المدنی بروایۃ الفربری عن طریق الختلانی والعمر ابا یوسف الهروی
المذکور ثم حصل لی الاجازۃ تبرکا بجمیع الکتب المصنفۃ فی الحدیث والتصوف
عن العلامۃ والحبر الفہامۃ مولانا الکامل الولی المولوی شاہ تقی علی قلندر
القادری وھو یروی عن عم جدی الفاضل الکامل الحاج مولانا امین الملۃ

والدین الکاکوری قدس سرہما وہو یروی عن الفاضل ابی الحسن السندی
المدنی الشارح لصحیح البخاری عن مولانا محمد حیات السندی المدنی عن
الشیخ عبد اللہ بن سالم البصری اجازۃ عن الشیخ ابی عبد اللہ محمد بن
علاء الدین البابلی المصری قرأۃ علیہ لبعضہ واجازۃ لسایرہ عن ابی
النجا سالم بن محمد السنہوری سماعاً علیہ لبعضہ واجازۃ لسایرہ عن النجم
محمد بن احمد بن علی الغیطی لقرأتہ علیہ لجمیعہ عن شیخ الاسلام ابی یحیی زین الدین
زکریا بن محمد الانصاری لقرأتہ علیہ لجمیعہ عن حافظ عصرہ شہاب الدین
ابی الفضل احمد بن علی بن الحجر العسقلانی وہذا لسند الی المولف بتمامہ
مرقوم فی اول ہذا لثبت فانظرہ ولاحاجۃ الی ذکرہ ثانیا واعلم انی قرات
الثلث الاول من صحیح مسلم وثلثۃ اثلاث من مجتبی النسائی علی استاذی
قدوۃ المحدثین فی عصرہ مولانا حسن شاہ الرامفوری واجازنی لجمیع ما فیہما
وما احتوت علیہ العجالۃ النافعۃ لمولانا وشیخ مشائخنا شاہ عبد العزیز الدہلوی
رحمۃ اللہ تعالی فکذلک اجزت لاخینا فی اللہ تعالی ذو المجد التاقب المولوی
شاہ حبیب حیدر القلندر القادری سلمہ اللہ واوصلہ الی ما یتمناہ ۔
قالہ بفمہ ورقمہ ببنانہ محمد المدعو بفرید الدین العنوی الحنفی القادری
فی الثالث والعشرین من شہر شعبان ۱۳۲۵ھ یوم الاربعاء ۔ انتہی
بقدر الضرورۃ ۔

یوں تو آپ ہمہ تن خوبی کان صدق وصفا ۔ جان مروت ووفا ۔ خلیق وفہیم ذکی وذہین ۔
صاحب فضل مبین ۔ مجمع اوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ ہیں ۔ مگر خصوصیت کیساتھ آپ
اعلی درجہ کے متحمل مزاج متقی و بےنفس مجسم رحمت وشفقت ہیں ۔ اللہ تعالی نے علاوہ
کمالات باطنی کے صباحت وملاحت صوری ۔ ووجاہت ظاہری بھی علی وجہ الکمال عطا فرمائی

ہے۔ محمدی المشرب صداقت وایثار وبےنفسی مین شان صدیقی۔ اور عدل وتمکن واستقلال واحتساب نفس وثبات عقل مین کیفیت فاروقی۔ اور سخاوت وعفت وحیا ورضا مین فیض عثمانی۔ اور فقر ووجاہت عرفان وہدایت مین حالت مرتضوی سے مالا مال ہین صحابہ وتابعین کے حالات اگر دیکھنا ہو تو آپ کی ذات ستودہ صفات ہین موجود ملینگے۔

خانقاہ عالم پناہ کی جسقدر درستی اور رونق آپنے کی اور کررہے ہین وہ ظاہر ہے کتبخانہ کی عمارت جدید آپ ہی کے توجہ سے بنی۔ اور اُن مین بہت کتابون کا اضافہ ہوا کتبخانہ مین تقریبًا دس بارہ ہزار کتب مطبوعہ وقلمی موجود ہین۔ جن مین قلمی کتابین نہایت بیش بہا ونادرالوجود ہین۔ اس کتبخانہ کا تاریخی نام کتب خانہ انور رکھا۔ قدیم کتب خانہ جو خستہ حال تھا اُسکو ازسرنو بصرف زرکثیر درست کیا۔ اور اُس مین بھی مقدار معقول کتابون کا اضافہ کیا۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر رح قدس سرہ کا حجرہ متصل درگاہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر رح جو نہایت بوسیدہ ہوگیا تھا۔ اُسکی ازسرنو تعمیر کرائی۔ عرس شریف مین فقرائے آزاد کے لئے ایک خاص کمرہ موسومہ بہ قصر خاکساران آزاد تعمیر کرایا۔ اور فضل علی شاہ صاحب کو سرگروہ آزادان مقرر کیا۔ چنانچہ اس مجمع مین خدا کے فضل سے ترقی ہی ہوتی جاتی ہے۔ اعراس وفواتح مین کھانے کی سخت کیلئے ایک بڑا باورچی خانہ بنوایا اعراس وفواتح مین آپنے جسقدر ترقی دی۔ اور بارونق کیا وہ دیکھنے والون پر مخفی نہین۔ دیگر قدیم وجدید عمارت کی مضبوطی وپختگی کی۔ خانقاہ کا قدیم کمرہ جو قدیمی نشستگاہ تھا۔ پہلے بہت تنگ اور معمولی حیثیت کا تھا۔ آپ ہی کی توجہ سے ازسرنو وسیع وپختہ تعمیر ہوا ؎

اے نقیران راعتیق والدین	در خراج وخرچ وو در ایفائی دین
باد عمرت در جہان ہمچو خضر	جانفزا و دستگیر ومستمر
چون خضر والیاس باقی در جہان	تا زمین گردد ز لطفت آسمان

اشاعت علوم ومصنفات خاندانی جسقدر آپسے ہوئی وہ مخفی نہین تعلیم وتربیت مریدین

وافاضۂ فیوض و برکات باطنی و ظاہری بہت عمدہ طریقہ سے کرتے ہین۔ تصرفات و خوارق عادات کا بھی ظہور ہوتا رہتا ہے۔ اویسی فیض آپ کو حضرت شاہ محمد کاظم قلندر۔ و حضرت شاہ حیدر علی قلندر سے حاصل ہوا۔

جب سے حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کا وصال ہوا ہے۔ آپ علاوہ ارشاد و ہدایت وغیرہ کے انکی مصنفہ کتابون اور دیگر کتب خاندانی کی تصحیح ترتیب و تہذیب مین اپنا گران بہا وقت صرف فرماتے ہین۔ خود بھی شغل تصنیف کتب رکھتے ہین۔ تفصیل کتب جو اس وقت تک حیز تسوید مین آئی ہین حسب مندرجۂ ذیل ہین (۱) ایضاح تتمۂ انتصاح عن ذکر اہل الصلاح مطبوع (۲) فیوض مسعودیہ مقدمۂ فصول مسعودیہ مطبوع۔ (۳) مواہب القلندریہ مقدمۂ روض الازہر و حوض الکوثر مطبوع (۴) مفاوضات مطبوع۔ (۵) الشرف المبین فی ذکر معراج سید المرسلین اردو مطبوع۔ (۶) رسالہ دربیان خانوادہ ہا (۷) کتاب الکلمۃ الباقیۃ فی الاسانید والمسلسلات العالیہ عربی۔ اس کتاب مین آپ نے اپنے اسانید جمع کئے ہین یہ کتاب غیر مطبوع ہے اور بہت مفید ہے (۸) تنویر الہیاکل بذکر الاوراد والسلاسل عربی (۹) انشاے حیدری غیر مطبوعہ

اسکے علاوہ اور مکاتیب مشتملبر مسائل طریقت بنام مخلصین مریدین و معتقدین وغیرہم موجود ہین۔ جو نہایت مفید اور کار آمد ہین۔

خلفا و مجاز و فقرا آپ کے تا تحریر کتاب ہذا حسب ذیل ہوئے (۱) اخوی جناب مولوی تقی حیدر صاحب برادر اوسط (۲) فقیر حقیر محرر سطور عافاہ اللہ عن کل ذنوب و شر در الے یوم النشور بحرمۃ النبی المغفور۔ برادر اصغر (۳) جناب مولوی محمد وصی علیصاحب (۴) شاہ فضل علی صاحب سرگروہ آزادان (۵) اسد اللہ شاہ ساکن اٹاوہ (۶) خادم علیشاہ (۷) بابو شاہ مجاور درگاہ حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہ۔

آپ کے حالات و واقعات و کرامات تفصیلی علٰحدہ بصورت کتاب جمع کرنیکا ارادہ ہے

اگر توفیق آلہی شامل حال ہوئی - تو نذر ناظرین ہونگے - اس کتاب مین حسب ضرورت بہت ہی اختصار کے ساتھ درج ہوئے - ھد اللہ ظلالہ علی رؤس العالمین الی یوم الدین -

حبیب علی

مولوی حکیم محمد حبیب علی - ابن حکیم مشتاق علی علوی مخدوم زادہ - یہ بتاریخ ۵ ماہ جمادی الآخر روز چہارشنبہ ۱۲۶۵ھ پیدا ہوئے - کتب درسیہ انھون نے حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ - اور جناب مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی - ومولوی لطف اللہ - ومولوی اولاد حسین موہانی سے پڑھین - سترہ سال کی عمر مین تحصیل کتب درسیہ وغیرہ سے فارغ ہوئے اور سند فضیلت مولوی سلطان حسین صاحب سے حاصل کی - پھر صرف چھ ماہ مین علم طب تمام وکمال اپنے والد ماجد سے پڑھا - اور سلسلۂ درس وتدریس مدت العمر جاری رکھا ضلع اناؤ وجوار مین پوری مین انکے شاگرد بکثرت ہین - اُس اطراف مین احکام شریعت کی پابندی انکی ذات سے بہت ہوئی -

تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی تھا - چنانچہ تالیفات سے رسائل ذیل ہین (۱) رسالہ تعیین دل حلیۂ شریف معروف بہ خیال حلیہ سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم (۲) تقابل موذی (۳) سیف المسلول علے من یمانع القیام بمولد الرسول (۴) المواعظ الحسنہ (۵) دمغ المعاند - (۶) وجوب القیام فی میلاد خیر الانام (۷) تحقیق حکایات امام ابی یوسف (۸) تحقیقات نادرۂ حبیبی (۹) تحفۂ تحریر (۱۰) تحریر اہل نجات (۱۱) تقریر کشاف (۱۲) تحقیق کنیت صدیقی (۱۳) جائزہ سجدات تحیات (۱۴) حسن اعتقاد خداداد مطبوع (۱۵) مرقع شریف (۱۶) جواز الاحجاج بالغیر (۱۷) اثبات معانقہ عیدین (۱۸) ہدایات البرایا مبسط التحف والهدایا (۱۹) تحقیق بیعت الحجۃ وغیرہ وغیرہ -

یہ اگرچہ بظاہر دنیادار تھے - مگر بہ باطن تارک خداپرست اور دل بیار ودست بکار کے

مصداق تھے۔ کتب بینی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اکثر کتب حدیث و تصوف دیکھا کرتے۔ فن مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی۔

بیعت انکو حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور انکی توجہ بھی انکے حال پر بہت تھی۔ اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ بھی بہت عنایت و شفقت فرماتے تھے۔ یہ بہت محتاط اور متقی تھے۔ زہد و ورع و علم و حلم بہت بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ انکی حسن استعداد ملاحظہ فرما کر حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ نے انکو اپنا مجاز و خلیفہ بھی کیا تھا۔ مگر انھون نے ادبًا کسی کو مرید نہین کیا۔ یہ شاعر بھی تھے حبیب تخلص کرتے بیشتر تاریخ نظم کرتے۔ اور اچھی نظم کرتے۔ علاوہ تواریخ چند اشعار درج ذیل ہین ؎

الٰہی عاصیم استغفر اللہ	توئی فریادرس الحمد للہ
رہائی دہ مرا از خود رہائی	بنور خویشتن چشمم کشائی
تن و جانم بفضل خویش دادی	ضمان روزیم ہر خود نہادی
ہمہ عمرم ز طفلی و جوانی	گنہ کردم ہر اعلان و نہانی
غلط کردم رہ تحقیق بنما	سوے توبہ مرا توفیق بنما
بران توبہ مرا دہ استقامت	بروسندم بکن زانکار طاعت
از ینہا نیست چیزے بر تو مشکل	توئی بس قادر و حلال مشکل
حبیب عاصی و ظالم جہولی	مناجاتی شدہ بہر قبولی

انھون نے بعد کامیابی امتحان سند وکالت عدالت بھی حاصل کی تھی۔ مدۃ العمر ضلع اٹاوہ مین مطب و وکالت کرتے رہے۔ اور بعمر ۶۴ سال بعارضہ فالج بتاریخ ۲۵ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۳ھ روز سہ شنبہ وہین اٹاوہ مین انتقال کیا۔ اور بادشاہ قلی کے باغ میں دوسرے روز بعد نماز ظہر دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ انتقال از مولوی احمد رضا خان صاحب مرحوم بریلوی ؎

محب حبیب اللہ یعلو فمن ھنا	حبیب علی بالحبیب علیؒ

حبیب علیؒ کان خادم سنتہ	وھادم بدعات وذالک جلیٌ
حبیب لبیب بالذکاء زکیّ	سمیٌ سنیٌ بالسناء بھیٌّ
یقول اسیٌ فی عام رحلتہ الرضا	حبیب علی فی الولاء لرضیٌّ

سنہ ۱۳۳۰ھ

مولوی حبیب علیصاحب کے سب بیٹے طبیب ہین۔ جنکے اسماء حسب ذیل ہین۔

اول۔ مولوی حکیم محمد وصی علی۔ جو علوم درسیہ وفن طب مین فارغ التحصیل ہین۔ اور بہت قابل ولائق بالکل اپنے والد ماجد کے قدم بقدم ہین۔ رسالہ مصباح طریقت انکے مصنفات سے ہے۔ تلمذ انکو حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر قدس سرہ اور اپنے والد ماجد سے ہے۔ علم حدیث کی اجازت حضرت شاہ ابو الحسین المشہور بہ نوری میان مارہروی سے ہی۔ اور اجازت اخذ بعیت حضرت مولانا شاہ حبیب قلندر مدظلہ سے ہے۔ شعر و شاعری کا مذاق رکھتے ہین وصی تخلص کرتے ہین۔ اٹاوہ مین ملازم ہین۔ اور وہین مطب بھی کرتے ہین۔

دوم۔ مولوی حکیم رضی علی جنھون نے سند طبابت حکیم اجمل خان دہلوی سے حاصل کی۔ اور تمغہ بھی پایا۔ یہ بھی شاعر ہین۔ اخگر تخلص کرتے ہین۔ فی الحال ریاست رامپور مین ملازم ہین۔ اور مطب بھی کرتے ہین۔

سوم۔ مولوی حکیم سمی علی۔ جو قابل ولائق اور بہت باذوق وشوق شخص تھے جنھون نے فن طب کی تکمیل حکیم عبدالحی رائے بریلی سے کی لکھنؤ مین مطب بھی کرتے اور سرکاری ملازم بھی تھے۔ انکے تالیف سے نفحات النسیم فی تحقیق اولاد ملا عبدالکریم موجود ہے اور طبع ہوگئی ہے افسوس کہ انھون نے بتاریخ ۲۳ ماہ جمادی الاولے روز پنجشنبہ ۱۳۴۳ھ انتقال کیا۔

چہارم۔ مولوی حکیم الطاف علی۔ یہ بھی حکیم ہین۔ اور اورنگ آباد دکن مین ملازم ہین اور وہین مطب کرتے ہین۔

پنجشم۔ مولوی حکیم شبیر علی۔ یہ کانپور مین ملازم ہین۔ اور وہین مطب کرتے ہین۔

ششم۔ مولوی حکیم حافظ محمد احمد۔ انھون نے کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی سے پڑھین بعد اُسکے فرنگی محل لکھنؤ کے مدرسہ نظامیہ مین مولوی عبدالباری صاحب مغفور۔ و دیگر اساتذہ سے متوسطات تک پڑھا۔ اور فن طب کو مدرسۂ تکمیل الطب لکھنؤ مین حاصل کیا۔ اب بمقام مین پوری مطب کرتے ہین۔

ہفتم۔ مکرم احمد۔ جنھون نے فارسی وغیرہ اپنے بڑے بھائی سے پڑھی۔ ذہین وطباع ہین۔ اور شاعر بھی ہین۔ درد تخلص کرتے ہین۔ اور اورنگ آباد ملک دکن مین ملازم ہین۔

حسن بخش

مولوی شاہ ابو الحسن حسن بخش۔ ابن مولوی حسین بخش شہید۔ ابن شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان۔ ولادت انکی بتاریخ ۲۳ ماہ صفر ۱۲۲۲ھ ہوئی۔ کتب درسیہ انھون نے حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر۔ و حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہما سے پڑھین۔ اور تکمیل کتب حدیث و تفسیر وغیرہ مرزا حسن علیصاحب محدث لکھنوی سے کر کے یکتائے روزگار اور فاضل بے بدل صاحب تحقیق و تدقیق ہوئے۔

بیعت اپنے حضرت جد امجد شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ سے رکھتے۔ اور اجازت و خلافت بھی اُنھین سے تھی۔ اور اپنے والد ماجد سے بھی۔

تصنیف و تالیف کا شغلہ بھی تھا مصنفات سے چار کتابین انکی تحقیق و تبحر علمی و فضائل کا اعلے ثبوت ہین (۱) تفریح الاذکیا فی احوال الانبیا۔ بزبان اُردو دو جلدون مین ہے۔ جسمین حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تک کے بہت صحیح حالات درج ہین۔ نہایت ہی جامع کتاب ہے۔ متعدد بار طبع ہو کر نظر افروز ناظرین ہو چکی (۲) رسالہ تکملۂ مالابد منہ مسائل عقیقہ کے بیان مین ہے (۳) رسالہ

تفریح العاشقین فی میلاد خیر المرسلین ہے (۴) تذکیر العارفین فی احوال سید الکاملین ہے
اسمین حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حالات ہین۔ علاوہ اسکے ایک بیاض ہے جسمین
عمدہ اور نفیس فوائد مندرج ہین طبیعت کا میلان ہندی زبان کی شاعری کی طرف بھی تھا
چنانچہ کچھ کلام ہندی مین بھی ہے اور وہ کلیات نعت مولوی محمد محسن کے دوسرے اڈیشن
مین بطور ضمیمہ طبع بھی ہو چکا ہے۔

ابتدا مین یہ چند سال بعہدۂ سررشتہ داری ملازم رہے۔ پھر اُسے چھوڑ کر بقیہ عمر مشاغل
علمی اور رشد و ارشاد خاندانی مین بسر کی بیعت بھی لیتے تھے۔ اطراف مین پوری مین اکثر
لوگ انکے مرید ہین۔

وفات انکی بتاریخ ۱۹ ماہ جمادی الاوّل روز سہ شنبہ ۱۳۰۱ھ بعمر ۹۰ سال ہوئی بمقام
مین پوری صحن عیدگاہ مین حسب وصیّت دفن ہوئے قطعۂ تاریخ انتقال از مولوی محمد محسن
صاحب محسن کاکوروی ؎

مخزن علم و عمل فخر زمن	قبلۂ احسن ابوالحسن حسن
از سعید سے واز شہید سے نور عین	ابن ابن میسر ابن حسین
رفت سوے عرش اعلےٰ روح او	کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
ہاتفے از بہر تاریخش نوشت	جاے پاکش باد الٰہی در بہشت

سنہ ۱۳۰۱ھ

حسن رضا

منشی حسن رضا۔ ابن شیخ محمد رضا۔ ابن شیخ حاتم علی۔ ابن شیخ ہدایت اللہ۔ ابن شیخ
غلام سرور۔ ملکزادہ کاکوروی۔ تلمذ ان کو حضرت مولانا شاہ علی انور قدس سرہ سے تھا۔ اور
حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ نہایت ذکی اور ذہین فہیم و قابل و

نثار تھے - چند تحریرین انکی مشتمل صنائع و بدائع جو نظام حیدرآباد کی خدمت مین لکھکر پیش کی تھین درج کیجاتی ہین جن سے انکی اعلےٰ قابلیت کا پتہ چلتا ہے - عرضی غیر منقوط جو حضور نظام دکن کی بارگاہ مین پیش کی تھی - یہ ہے -

هو الله لا اله الا هو له الملك وله الحمد

مالک مالک عطا و کرم سلالۂ دودۂ آدم والا ہمم دادر دادرس دارا درگاہ کاؤس کوس ماہ کلاہ دوام اللہ ملکہم - در ہوا، درگاہ ارم کارگاہ سر سودا مملو و آسودہ دل مراد محمل را واله و سرگرم اعلام ماہو المرام دارد - حمد لاحد مالک الملک والملوک راکہ درہا ر مکارم و مراحم وا کردہ سرکار عالم مدار را و سادہ آرائے دار الحکم عدل و داد آورد و ہمہ دلہاے اہل عالم را عمر مکرر عطا کرد - ہم اساس صدمہ و ہراس اہل عالم در احاطۂ عدم در آمد - و ہم گروہ آلام و اوہام اہل دہر در حصار عدم - ہم دلہا حوصلہ ہا را ماوا و ہم سرہا سراسر گلدہ ہا طالع مسعود اہل عالم عالم عالم سعد و سرور را در عالم صلا در دادہ - و امطار عطا و کرم دا در والا ہمم حلہ ہا راہل دہر را در عطر گل مراد معطر کردہ - اللهم اکرمه کرمًا واسعًا وارحمه رحمًا کاملا لمحمد واٰل محمد - داد گرا - حال سراسر ملال دعاگو اگر کلک در سلک سطور آورد - عمر آدم در کار ہم اعلام در دو دل محال و ہم دعاگو را طول کلام عار - حاصل الامر در گروہ وکلا راول ممالک محروسہ سرکار عالم مدار واسطہ دارد و مرحوم صدر عہدہ دار سرور کا مگار لم سا اما در معاملہ دہر کم طالع آمدہ رسم دراہ و داد و امداد اہل دہر معلوم و دعاگو را ورای ملک مکرم محمد و ماوا در عالم معدوم لامحالہ اسرار آمال دل در دل گرہ کردہ ہر دم دعا و مدح سرکار عالم ور دہر مو دارم و دہ مصرعۂ سادہ رہ آورد - آورده ام ماموں کہ مسموع گردد و مسئول کہ سمک مدعا سر در دام ارادۂ دعاگو در آورد - صمد العلام سرکار عالم مدار را امر عالم مطاع - و حکم عدو مال و عمر دوام و گوہر آمال عطا دارد واللہ معکم و مع اولادکم الکرام ؎

داور دارا در و کاؤس کوس | رام حکم محکم او روم و روس

سالک ہر مسلک علم و کمال — مدح عدل و داد او آمد محال
در د دل را مہر او گردد دوا — طول او در داده در عالم صلا
ماہ محمود و مہر اطوار او — ورد ہر کس اسم او اسمار او
کامگارا داورا دارا درا — ورد دارم سال و مہ در دل دعا

سوال

گدار در درگاہ والا محمد حسن رضا دہم ماہ صوم ۱۳۳۹ھ

عرضی دیگر

احد واحد

مصدر عطا و کرم اولوالامر دادگر ملک العادل والکامل ادام اللہ ظلکم وعطا ہم۔ سہ سال سرآمد کہ سوالہا سادہ دعاگو در مسلک مطالعہ سردار کامگار در آمد۔ و حکم محکم موسومہ مدار المہام ہم ورود مسعود آورد مدح مکارم و مراحم سرکار محال و دعا در طول عمر و آرام دوام در ہر حال حالانکہ سرور و سرور سالگرہ حال و ولولہا و حوصلہا در دل مملو کردہ مادہا سالگرہ حال در سلک سطور آوردہ دل و داد محال را والہ و سرگرم مدح مہر و کرم و دعا سرکار عالم ہر دم دارد دعا دلا سال حال و دگر دہ صد سال مالامال گوہر آمال گرداد ۱۳۳۵ھ

سوال

دعاگو گدار در والا محمد حسن رضا
یہ تحریر انھوں نے دربار سالگرہ میں پیش کی تھی۔

یا مغنی یا باری ۱۳۳۵ھ

یوم الاول من رجب المرجب الاشرف والاطیب ۱۳۳۵ھ ہو یوم عید میلاد السلطان وحید العصر والآوان معین الملل والادیان ۱۳۳۵ھ نواب السابع نظام الملک ۱۳۳۵ھ دام اقبالکم ومد ظلکم دائما ۱۳۳۵ھ لازال ظلا لکم العالی ابداً ممدوداً

۱۳۳۵ھ ۔ فالناس کلھم ینعقدون محافل النشاط بطیب الخواطر ۱۹۱۶ء ویلتمسون دعاء ازدیاد جاھہ ودوام ملکہ متواتر ۱۹۱۶ء ربنا بارک عید السعید لسلطاننا واجعلہ عایداً عاماً بعد عام۔ الی یوم القیام بامجد الکلام والآن تم الکلام بدعاء النظام والسلام ۱۹۱۶ء راجی لفضل سلطان ۱۳۳۵ھ۔ المحمد حسن رضا وکیل اول ۱۳۳۵ھ

ان سب پر نواب عماد الملک میر سید حسین بلگرامی نے بہت تحسین کی تھی۔

شعر و شاعری کیجانب بھی ذوق تھا حسن تخلص کرتے۔ اور منشی عبد الحی عرشی سے تلمذ رکھتے۔ گورنمنٹ انگریزی مین امتحان وکالت پاس کیا۔ شاہجہانپور مین کام کرتے رہے۔ پھر ریاست حیدر آباد مین درجۂ اول کی وکالت کی سند حاصل کی اور وہین وکالت کرتے تھے۔ افسوس کہ اسی حال مین انھون نے بتاریخ ۲۳ ماہ ربیع الاول روز پنجشنبہ ۱۳۴۳ھ بمقام حیدر آباد انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے۔

حسن یاور خان

منشی حسن یاور خان متخلص بہ قمر۔ خلف نواب یار جنگ محمد اکرام اللہ خان بہادر۔ انھون نے ابتدائی تعلیم مولوی فرید علی متخلص بہ فلک کاکوروی سے پائی۔ بعدہ عربی و فارسی کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے حاصل کی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مُرید تھے۔

یہ بہت ذہین اور طبّاع تھے۔ نثر و نظم اچھی لکھتے تھے۔ نظم مین مولوی فرید علی فلک سے تلمذ تھا۔ اشعار اُردو و فارسی دونون لکھتے اور بزم مشاعرہ مین داد سخن پاتے۔ ریاست حیدر آباد مین بعہدۂ سشن ججی مامور تھے۔ اور بہت شوقین و رئیس مزاج شخص تھے۔

نواب علی حسن خان سلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین کہ

"قمر تخلص منشی حسن یاور فرزند اکرام اللہ خان کاکوروی است ماہر فن عروض و قافیہ

وردی - از انجا کہ قمر از فلک ناچار است شیخ فرید علی فلک بہ اصلاح نظام ایا تش یاور
ویار طبعش رسا و فکرش آسمان پیما و اگہہ مصارعیش ناخن زن دلہا ؎

انکا کلام اُردو و فارسی جو کچھ ملسکا بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہو - اشعار فارسی ؎

زسیر قامت روپش سلم دیوانہ میگردد — بلا گردان شمع طور این پروانہ میگردد
ہمانا محتسب چون کعبہ پاس حرمتش دارد — کہ بہر طور ہر دم بر در میخانہ میگردد
جرس آسا قمر نالان بہ ہجر یار سرگردان — لب کف گریبان پارہ دیوانہ میگردد

انکے اُردو کلام مین روانی اور سلاست قابل ملاحظہ ہے - اشعار اُردو ؎

زلف شبگون سورۂ واللیل کی تفسیر ہو — یا بیاض صبح پر یہ حاشیہ تحریر ہے
خاک اُڑاتے دیکھکر مجھکو تجاہل ہو کہا — یہ سڑی ہو یا کسی کا عاشق دلگیر ہے
یا کسی کو اپنا کر لو یا کسی کے ہو رہو — نام اسکا ہے محبت یہ بڑی تسخیر ہے
چُکینگے بعد فنا بھی نہ عشق کے جھگڑے — رہیگا قبر پہ یا رون کا ہاے ہو باقی
وہ بزم ہو گئی ساقی کے اُٹھتے ہی برہم — لنڈھے ہوے ہین پڑے ساغر و سبو باقی
سوال نامہ و پیغام کا ملا ہو جواب — فقط ہے شرح حکایات دو بدو باقی
تمھارے عشق مین سوا ے خلق پھرتا ہون — خدا ہی رکھے تو رہجاے آبرو باقی
تپ فراق نے ایسا جلا کے خاک کیا — کہین بدن مین نہین نام کو لہو باقی
نہین ملا کہین اتبک ہمین وہ مہر لقا — قمر اُسکی ہے دن رات جستجو باقی
گھونگھٹ مین یون نہان ہو رُخ اُس ماہتاب کا — آجاے جیسے چاند پہ ٹکڑا سحاب کا
پردہ اُٹھایا رُخ سے جو اُسنے نقاب کا — غیرت سے رنگ زرد ہوا آفتاب کا
کل شب کو تھا وہ بزم مین اسطرح جلوہ گر — جیسے چمن مین پھول کھلا ہو گلاب کا

انھون نے بے نام و نشان بحالت شباب بتاریخ یکم ماہ رجب المرجب روز دوشنبہ ۱۳۱۲ھ
انتقال کیا - اور محلہ ولی نگر قصبہ کاکوری مین اپنے مکان سے متصل خاندانی قبرستان مین

دفن ہوئے۔

حسین بخش

مولوی شاہ حسین بخش شہید۔ خلف اکبر حضرت شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان علوی قدس سرہ۔ انکی ولادت ۱۲۰۳ھ مین ہوئی۔ انھون نے کتب درسیہ تمام وکمال حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے پڑھین۔ اور بڑے فاضل زبردست یکتائی زمانہ ہوئے۔ فن ادب مین بہت بڑے ماہر تھے۔ شوق مطالعہ کتب و تصانیف اسقدر تھا کہ قید ملازمت کو طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ ابتدأً ایک مدت تک عدالت دیوانی علیگڈھ مین سررشتہ دار رہے۔ بعدہٗ اٹاوہ مین بعہدہ منصفی مامور ہوکر اپنی لیاقت اور قابلیت اور دانائی اور معاملہ فہمی مین معروف و مشہور ہوئے۔ بالآخر اکتوبر ۱۸۴۰ء مین عہدہ منصفی سے کنارہ کش ہوگئے۔ زیادہ وقت ذکر و شغل مین صرف کرتے۔

بیعت و اجازت و خلافت انکو اپنے والد ماجد سے تھی۔ اور تعلیم و تربیت باطنی بھی اُنھین سے۔ اذکار و اشغال کے بعد بقیہ وقت کتب بینی مین صرف کرتے۔ انھون نے ایک بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا۔ جسکی کچھ کتابین مین پوری مین انکے صاحبزادے مولوی حسن بخش صاحب کے ساتھ تھین جنکی حفاظت کی بابت ایک خط مین انکو لکھتے ہین کہ

"مردن آن برخوردار و گم شدن یکے ازین کتابہا مرا برابر است۔

علاوہ اسکے بہت بڑے عامل بھی تھے۔ دعاء سیفی خاص طور پر عمل مین تھی بیعت بھی لیتے تھے۔ اطراف مین پوری و اٹاوہ مین اکثر انکے مریدین تھے۔

تصانیف بھی بہت سے ہین۔ اُنمین سے جسقدر تصانیف کے نام معلوم ہوسکے وہ درج ذیل ہین (۱) رسالہ نفحۃ الھند عربی بجواب نفحۃ الیمن (۲) آثار باقیہ جس مین آٹھ رسالہ حسب ذیل ہین (الف) حرز الامان (ب) اسرار الاسماء (ج) خیر الاعمال (د) اور بقیہ ۵ رسالہ

علم الاعداد مین ہین (۳) ضروریات الادبا رعربی متعلق بہ صنائع و بدایع (۴) اختلاف البصریین والکوفیین (۵) دستور الکمالات فارسی - جو انشا پردازی اور صنایع وبدایع کے بیان مین ہے اسمین چند رسائل ایسے ہین جنکے مطالعہ سے انسان علم مجلس حاصل کرسکتا ہے (۶) بیاض جسمین مختلف اور مفید مضامین و فوائد ہین - یہ سب کتابین غیر مطبوعہ ہین -

انھون نے اپنے زمانہ ملازمت مین جائداد وغیرہ بھی پیدا کی تھی جو انکی اولاد کے قبضہ مین ہے - انسے اجازت وخلافت صرف انکے صاحبزادے مولوی حسن بخش صاحب کو تھی

۲۹ رجمادی الاول ۱۲۵۸ھ کو بمقام رسول آباد یہ نماز پڑھتے ہوئے شہید ہوئے -

وفات کی تاریخ حضرت شاہ تراب علی قلندر نے یہ ارقام فرمائی ؎

سر دشمن بُریدہ گفت تراب ــــ سال رحلت شہید اکبر گشت ۱۲۵۸ھ

ایضاً تاریخ صوری ومعنوی (یوم شنبہ بست ونہم جمادی الاولےٰ) ۱۲۵۸ھ مزار اٹاوہ مین متصل مدرسۂ اسلامیہ واقع ہی

حکیم الدین خان

مولوی مفتی حکیم الدین خان خلف دوم قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر خلیف اکبر ملا حمید الدین محدث - ولادت انکی ۱۱۹۴ھ مین ہوئی - تعلیم وتربیت علوم متعارفہ کی اپنے والد ماجد وملا عماد الدین بریلوی - ومولوی فضل اللہ نیوتنوی سے پائی - اور حضرت شاہ محمد کاظم قدس سرہ سے بیعت کی -

یہ اولاً محکمۂ ججی مین سررشتہ دار ہوئے - پھر بعہدہ صدر امینی مامور ہوئے پھر صدر الصدوری کے عہدہ سے پنشن لیکر خانہ نشین ہوئے - نہایت عیش و عشرت سے بسر کی - ایک کوٹھی بہت نفیس اور عالیشان بنوائی جو اب تک موجود ہے مگر بے مرمت ہے - کتب بینی کے ایسے شایق تھے کہ بوقت انتقال بھی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ انکے قریب رکھی تھی - بوجہ ملازمت

سرکاری درس و تدریس کی بہت کم نوبت آئی ۔

انھون نے بتاریخ ۱۰ ماہ جمادی الاولی روز شنبہ ۱۲۶۹ھ وفات پائی ۔ اور اپنی والدہ (جو جناب مخدومہ کے لقب سے مشہور تھین) کے خطیرہ واقع محلہ کھاری کنوان متصل چاندمحل مین بجانب غرب دفن ہوئے ۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے

الحق آن قبلہ دین قدوۂ خاصان خدا | زین جہان بار سفر بست سوئے دارلبقا
کلک ما سال وفاتش بصد آلام نبشت | روز شنبہ دہم از شہر جمادی الاولی
سمبت ۱۹۰۹ | ۱۲۶۹ھ

حکیم باسط

مولوی حکیم باسط ۔ خلف اصغر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ ۔ یہ ابتدای سن شعور سے نہایت نیک بخت و شایستہ تھے ۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر سے انکو بیعت تھی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد و مولانا شاہ تراب علی قلندر و مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدست اسرارہم سے پائی ۔ یہ بہت ساکت و صامت رہتے تھے ۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نے ایک شغل انکو تعلیم فرمایا تھا جسکے اثر سے رقت قلبی بہت بڑھ گئی تھی ۔ اکثر اوقات رویا کرتے تھے ۔ قریب قریب مجذوبون کی سی حالت ہوگئی تھی ۔ جسوقت جو فرماتے وہ بٹ نہین پڑتا تھا ایک روز کا قصہ ہے کہ یہ کھانا کھانے کے واسطے گھر مین گئے جو ماما کہ کھانا پکاتی تھی اُس سے کھانا مانگا ۔ اُسنے کہا کہ ابھی تیار نہین ہے ۔ یہ سُنکے انھون نے اپنی والدہ صاحبہ سے جاکر کہا کہ آپ مُردہ سے کھانا پکواتی ہین ۔ اُنھون نے فرمایا یہ کیا تب یہ بُولے کہ ملک الموت اسکی روح قبض کرنے کے لئے تیار کھڑے ہین ۔ جب وہ ماما روٹی پکا چکی تو اُسکے دفعتًا درد اُٹھا اور وہ انتقال کر گئی ۔

منقول ہے کہ احاطہ شیخ محمد حیات صاحب مین جہان انکی سُسرال تھی ۔ یہ ایک روز

باہر چبوترہ پر ٹہل رہے تھے۔ وہان رعایا مین سے ایک کہار مسمی راجہ رام کی دادی پانی بھرنے کے واسطے جا رہی تھی۔ اُس سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ تیرے شوہر کی لاش آ رہی ہے۔ اُسنے کہا یہ آپ کیا کہہ رہے ہین۔ انھون نے پھر کہا کہ حیدر گنج مین آگئی ہے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت پھر آئی۔ تب پھر فرمایا کہ بہت قریب آگئی اور برابر مقامات کے نام بتلاتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسکی لاش آگئی۔

منقول ہے کہ جب تکیہ شریفیہ کی مسجد شیخ لعل محمد (مرید حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ) نے بنوانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور اس امر مین مشورہ ہوا کہ کس جگہ مسجد بنے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی رائے تھی کہ یہین بنے۔ جہان کہ اب بنی ہوئی موجود ہے اور جناب میرن میان صاحب کی رائے تھی کہ خانقاہ سے علیحدہ (یعنے پشت درگاہ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ) بنے ہنوز کوئی امر طے نہین ہوا تھا کہ انھون نے ایک روز رات مین اُٹھ کے کہنا شروع کیا "کہ جو چچا میان کہتے ہین وہ نہین ہوئیے۔ اور جو بھائی میان کہتے ہین ہی ہوئیے" بالآخر وہین مسجد بنی جہان کی رائے تھی۔ اور اب بھی موجود ہے۔

انکے خسر شیخ محمد حیات صاحب نے بہت دولت چھوڑی۔ مگر انھون نے کبھی اُسکی پروا نہین کی۔ بھائیون کے ساتھ عمر بھر فقر و فاقہ سے بسر کی۔ وہان کبھی کھانا کھانے کے روادار نہین ہوئے اپنے بھائیون اور بہنون مین سب سے چھوٹے تھے حکیمن انکا عرف تھا انھون نے اور حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندرؒ نے ایک ساتھ ایک اُستاد سے تعلیم پائی دونون کی عمر مین تین چار سال سے زائد فرق نہ تھا۔ انکے مجاز اور خلیفہ ہونے کا کہین سے پتہ نہین چلتا۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین انکے متعلق لکھتے ہین۔

"شیخ حکیم باسط حالت جذب دارد ساکت و صامت است اگر کسے آب و طعام پیشش گذاشت تبہرو اگر نداد ولے دانست معلوم نیست کہ کدام حال ساری طاری است"

انھون نے شباب مین بتاریخ ۲۳ ماہ صفر المظفر ۱۲۳۶ھ شب مین رحلت کی اور اندرون روضہ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ پائین مزار اپنی والدہ ماجدہ کے جانب مشرق دفن ہوے۔

قطعہ تاریخ انتقال از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی ؎

والا حضرت حکیم باسط	بستہ رخت سفر ز عالم
در فکر سن وصال پا کش	بس مضطر و بیقرار بودم
دیدم بسر لحد نوشتہ،	در ماہ صفر بہ بست و سوم
	۱۲۳۶ھ

حمایت علی

حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلیفا وسط حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ۔ انکی ولادت ۱۱۸۵ھ مین ہوئی۔ انکی ولادت سے قبل انکے ایک بھائی اور پیدا ہوئے تھے۔ جنکا نام باقی باللہ تھا۔ اُنکی ولادت کے وقت یہ عجیب بات ہوئی تھی کہ تمام گھر نورانی ہوگیا تھا۔ اُسوقت جو لوگ حاضر تھے۔ بہت متعجب ہوے۔ اور سمجھے کہ کسی ولی کی روح ہے۔ جو اسطرح ظاہر ہوئی۔ مگر پانچ چھ روز کے بعد اُنکا انتقال ہوگیا۔ سب لوگ بہت متحسر اور غمگین ہوئے۔ پھر جب انکی ولادت ہوئی۔ تو حضرت عارف باللہ نے ایک واقعہ مین دیکھا کہ یہ لڑکا کہتا ہے کہ مین باقی باللہ ہون۔ اور مین ستر ہزار حجابات قطع کرون گا۔ اس واقعہ سے وہ انکو بہت چاہتے تھے۔

بچپن ہی سے آثار سعادت و علامات ولایت ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ پانچ چھ سال کی عمر مین جو بات کہتے وہ ضرور پوری ہوتی۔ چنانچہ ایک مرتبہ قحط پڑا۔ تمام آدمی قصبہ کے نماز استسقا کیلئے اُس باغ مین جو متصل تکیہ شریفہ واقع ہے۔ جمع ہوئے۔ یہ بھی کھیلتے ہوے اُدھر گئے۔ لوگون سے مجمع کا سبب پوچھا کسی نے کہا کہ پانی برسنے کیلئے دُعا مانگنے آئے ہین۔ انھون نے کہا فضول ہے۔ پانی نہین برسے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اُس زمانہ

مین انسے بارہاکرامات وخرق عادات کاظہور ہوا۔ جب سن تمیز کو پہونچے تو یہ حالت فرو ہوگئی۔

پھر تحصیل علم کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر سے تمام اذکار وافکار و اوراد و اشغال و کتب تصوف کی تعلیم پائی۔ اُسی زمانہ سے انکو طعام لذیذ و پوشاک نفیس سے نفرت تھی۔ چودہ سال کی عمر مین اسمارالٰہی و ادعیہ معمولہ خاندانی کی زکوۃ باشرائط دی

مختصرات کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ تراب علی قدس سرہ سے پڑھین۔ پھر کچھ حکیم محمد حیات سے۔ بعد اُسکے مولوی قاسم علی۔ و مولوی حیدر علی خلاف مولوی حمداللہ سندیلی۔ اور مولوی عبدالواجد خیرآبادی سے متوسطات تک پڑھا۔ پھر قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی مین جاکر مولانا ذوالفقار علی دیوی سے فراغ حاصل کیا۔ اور بہت بڑے عالم متبحر اور فاضل جید و مدرس ہوئے۔

بیعت و اجازت و خلافت انکو حضرت عارف باللہ سے تھی۔ اور الباس خرقہ معہ اجازت خلافت اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے۔ علاوہ اسکے سلسلۂ نقشبندیہ کی اجازت حضرت حاجی امین الدین کاکوروی۔ و حضرت شاہ ابوسعید ساکن رائے بریلی سے بھی تھی سلسلۂ قلندریہ کی اشاعت تھوڑی مدت مین ان سے بہت ہوئی۔ اور ایسی قبولیت عوام و خواص مین پیدا کی کہ باید و شاید۔ حضرت شاہ بہرام علی قلندر اور اُنکے صاحبزادے حضرت شاہ نظام علی قلندر کو بھی ان سے اجازت و خلافت تھی۔

سلسلۂ درس و تدریس بھی باوجود مشیخت برابر جاری رکھا۔ تلامذہ بھی کثیر التعداد ہوئے۔ جن حضرات کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہین (۱) مولوی شاہ حسین بخش شہید (۲) و مولوی قادر بخش اخلاف شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ (۳) مولوی حکیم باسط برادر خورد آنحضرت (۴) مولانا شاہ حیدر علی قلندر برادر زادہ آنحضرت (۵) مولوی رضا علی پسر کلان آنحضرت (۶) شاہ نظام علی قلندر ہمشیر زادہ و خویش آنحضرت (۷) مولانا شاہ تقی علی قلندر برادر زادہ آنحضرت (۸) شاہ کرامت علی قلندر۔ وغیرہم۔

انھون نے تصنیفات بھی عمدہ اور نفیس کئے جو یہ ہین (۱) ارکان الاصول شرح فصوص اکبری-
جو نہایت نفیس اور بے مثل شرح ہے۔ متعدد بار طبع ہوکر مقبول طبع خواص و عوام ہوچکی ہے۔
(۲) نور لاریب ترجمہ فتوح الغیب۔ یہ انھون نے حسب ارشاد حضرت عارف باللہ قدس سرہ
شاہ عاشق اللہ وغیرہم کیلئے فارسی زبان مین لفظی ترجمہ کیا تھا۔ یہ رسالہ بھی طبع ہوگیا ہے
(۳) کتاب ملہم الصواب فی انجاح طریقۃ اولی الالباب۔ اسمین سلاسل ثمانیہ کا سلوک جو حضرت
عارف باللہ نے انکو تعلیم فرمایا تھا۔ لکھدیا ہے نیز اور بہت سے فوائد متعلقات سلوک مین نہایت
عمدہ اور جامع کتاب ہے (۴) معدن علوی۔ نقوش اور اعمال مین اسکے علاوہ دو بیاضین
اور ہین ایک اعمال مین دوسری متفرق فوائد مین۔ خط بھی انکا بہت اچھا تھا۔ بہت سی بیاضین اور دوسری
کتابین انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہین۔ زمانہ طالب علمی مین کتابون کا عمدہ ذخیرہ جمع کیا تھا
جو یہین کتبخانہ تکیہ شریفیہ مین موجود ہے۔

غرضکہ ذات ستودہ صفات جامع علم ظاہر و باطن شریعت و طریقت سے آراستہ و حقیقت
ومعرفت سے پیراستہ تھی۔ نہایت ہی وجیہ الصورت صبیح الوجہ و سیع الاخلاق تھے۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض مین لکھتے ہین۔

"مولوی حمایت علی فاضل زبردست ولی مادر زاد بود۔ در بچگی ہرچہ کیفیت نظہور می پیوست۔ بعد تحصیل
علم ظاہر مشغول باشغال شد۔ چندان کہ از پدر تجاوز کرد۔ روزے در عین عروج یعنی عروج
جوانی و عروج علم ظاہر و باطن کہ علمائے را از دیدن او شاہ محمد کاظم فراموش بود۔ برائے وضو خاست
وقت مغرب جناب ملک الموت بصورت مار پیدا شدہ بر پائے مبارکش نیش اجل زد۔ کہ صبح آن بمقام
ملاء اعلیٰ صعود فرمود۔"

انھون نے بعمر ۴۱ سال بتاریخ ۲۵ ماہ رجب المرجب روز جمعہ ۱۲۶۱ھ سانپ کے کاٹنے سے
رحلت فرمائی۔ مزار شریف حضرت عارف باللہ کے مقبرہ مین جانب مغرب واقع ہے۔ قطعہ
تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی ؎

حضرت مولوی حمایت علی ابن کاظم شہ خجستہ نہاد
روز آدینہ بست و پنج رجب آن قلندر منش بزرگ نژاد
دید از چشم دل چو عالم قدس گشتہ از بند عنصری آزاد
۱۲۲۶ھ

حمید الدین

حضرت ملا حمید الدین محدث۔ ابن ملا غازی الدین شہید۔ ابن ملا محمد غوث۔ ابن ملک ابو الخیر مقدم الذکر ولادت انکی بتاریخ ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۲۳۲ھ ہوئی مادہ سال ولادت ظہور طیب ہے۔ انکے فضائل و کمالات و حسن خلق و صدق و متانت وضع و دقت طبع و علم و عمل اظہر من الشمس ہین۔ بلحاظ حدید الذہن ذکی و فہیم ہونیکے انکو مخزن لیاقت و معدن قابلیت کہنا بیجا نہین۔ لڑکپن سے وفات تک کبھی کسی کو سخت و سست نہین کہا۔ اور نہ کبھی قسم کھائی۔ اور نہ کبھی کاغذات پر گواہی کی۔ اپنے والد کے وفات کے وقت انکی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی۔ اُسی وقت سے بزرگون کی صحبت پسند تھی۔ شاہ محمد وارث کاکوروی کی خدمت مین زائد رہتے تھے۔ اور تحصیل علم مین مشغول رہا کرتے۔ لہو لعب سے بہت نفرت تھی۔ اپنے جد بزرگوار کے حالات سنکر علم و فضل اور ثروت دنیاوی کے حصول مین کوشان رہتے۔

درسیات کی تکمیل مولوی محب الرحمن کاکوروی سے کی۔ بعد فراغ بغرض حصول منصب جدی دہلی گئے۔ وہان کچھ دنون قیام کیا آخر بسعے احباب جد بزرگوار تنخواہ مقرر ہوئی۔ اسکا پروانہ حاصل کرکے وطن مین آکر قیام کیا۔ یہان درس و تدریس کے سلسلہ کو جاری کیا۔ جمیع علوم مین ماہر اور علامۂ عصر تھے۔ حل غوامض و دقائق خاص آپ کا حصّہ تھا۔ علم ریاضی مین بہترین معلومات رکھتے۔ فارسی و عربی مین ناظم و ناثر بےمثل تھے۔ عروض اور قوافی مین اسقدر ملکہ تھا کہ باید و شاید۔ سیکڑون کو اپنے فیض صحبت سے شاعر جید و فاضل زبردست بنا دیا۔

منشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض میں لکھتے ہیں ۔

" فاضل کامل عالم عادل مولانا حمید الدین بعزیمت حصول منصب جد بزرگوار بشاہ جہان آباد تشریف برد با منشی ٹھاکر داس منشی نواب وزیر ابو المنصور خان صفدر جنگ و دیوان مہانا راین اختلاط چنیان بہم رسانیدہ گرمیہائے صحبت میداشتند در جنگ احمد شاہ بادشاہ ہند با احمد شاہ درانی کہ در میدان سہرند واقع شدہ بود شریک گشتہ دیوان مہانا راین خدمت امنا نہ کہ از توابع پنجاب محال عمدہ است تجویز کرد قبول نفرمود ۔ وگفت کہ مہاراج برائے منافع ما این کار تجویز میفرمایند و من منتفع نخواہم شد چرا کہ سوائے درماہہ ذات کہ از سرکار مقرر گردد آنچہ از دست زمینداران و رعایا سوائے مال سرکار بحاکم عاید میگردد یا زر رشوت است ویا بہ جبر گرفتہ میشود و این ہر دو طریق نزد خود نا محمود بلکہ شرعاً حرام مطلق است از من یک حبہ ازین قسم وصول نخواہد شد ۔ طنطنۂ شجاعت و غیرت و مہمان پروری بدرجۂ اتم میداشت ۔ چندے در روزگار شاہ عالم بادشاہ ہم کردہ بود تا عظیم آباد ہمراہ لشکر بادشاہ بود "۔

منشی غلام مرتضے اپنی کتاب جواہر الانشا میں لکھتے ہیں کہ ۔

" فضائل و کمالات پناہ شیخ حمید الدین نبیرۂ ملا مغفور مخزن لیاقت و قابلیت است ۔ طبعش خیلے بلند و دقیقہ سنج و معنی فہم افتادہ در سخنوری و سخندانی پایۂ عالی دارد و از غایت صاف مشربی آئینۂ وار غبار کینہ با ہیچکس در دل نمی پسندد و ضع سنجیدہ اش دستور العمل عالی نشان روزگار و صفات پسندیدہ اش مستند صاحب قیاسان عالی مقدار ۔ اخلاق شان با دوست و دشمن یکسان مزاجش بطور و طرز صاف طینتان و پاک مذہبان سلف مخلوق و مجبول گشتہ ۔ خلاصہ ذات آن جامع کمالات از خوبان روزگار و مستثنی از زمانہ و این قسم مردم در ہیچ وقت و زمان بسا نایاب کمیاب جوہرے و کمالے کہ آن مایۂ استعداد عطا کردہ و بخشیدہ اند از موہبات کسبی و مکتسبی نیست ۔ در صلاح و تقوے و نیک خصالی نام بر آوردہ ۔ و در معما دانی و نکتہ سنجی علم استادی افراشتہ ۔ طبع منصف و سلیم دارد و بداد سخن میرسد

طبع او داد ہنر آباد سخن ۔ ۔ ۔ سید ہے داد سخن داد سخن

خوش تلاشی کہ باین کمالات ملاحت دارد کہ فخر دودمان وگلدستۂ محفل اہل کمالات است

نواب علی حسن خان تسلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین ۔

حمید ۔ مولانا حمید الدین نبیرۂ ملا محمد غوث استاد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ بود ۔ کسب فضایل ظاہری و باطنی از کملاے زمان نمود ۔ مولوی نجم الدین خان ثاقب از اخلاف اوست ۔ وطنش قصبہ کاکوری بفاصلہ ہفت کروہ از شہر لکھنؤ است ۔ مدۃ العمر شغل درس و تدریس داشت ۔ در سنہ ست عشر بعد الالف والمائتین این سپنجی سرا گذاشت ۔ ہرچند شعر و شاعری مسلکش نبود ۔ لیکن احیاناً بموزونی طبع کلام موزون از زبانش ظہور می نمود ۔ ہنگام احتضار بجواب عزیزان بدین شعر لب کشود ؎

از بہر قطع کردن نخل حیات من ۔ ۔ ۔ چون ارہ دو دم نفس اندر کشاکش است

انکے چند اشعار فارسی جو مل سکے نذر ناظرین ہین ؎

نے سر از زخم ہیچ تیغ نہ سپری بندم ۔ ۔ ۔ عہد با تیغ جفاے تو ز سر می بندم

جاے آرام بکن درین گلشن ۔ ۔ ۔ عہد آسا رسیدم و رفتم

گر نیا شد از مے تند لبت سرشار و مست ۔ ۔ ۔ پس سخن را وقت پیمان تو با ما ما جرا ست

بے رخصت از خانۂ چشمم قدم بیرون برد ۔ ۔ ۔ یا نگاہم را ز خون دیدہ گویا حنا است

نعل در آتش نہ تنہا این دل پر درد ماست ۔ ۔ ۔ نالہ از سوز درون چون دود آتش زیر پاست

با خفتہ شبرنگ دیدم روے او را بے حجاب ۔ ۔ ۔ می توان دیدن بوقت شام سوے آفتاب

انکے مصنفات مین ایک رسالہ تشعب منظوم ہے ۔ جو بہت مشہور ہے ۔ دوسرا رسالہ موسوم بہ اخلاق حمیدی ہے جسکی تصنیف کے متعلق یہ واقعہ ہے ۔ کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نے ایک واقعہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا کہ مین آیۂ کریمہ انک لعلی خلق عظیم کے معانی اور مطالب جاننا اور سیکھنا چاہتا ہون ۔ ارشاد ہوا کہ مولوی حمید الدین سے سیکھو اور سمجھو ۔ انھون نے اس واقعہ کو ان سے بیان کیا ۔ چنانچہ اسی کے متعلق

یہ رسالہ تحریر فرمایا جو نہایت نفیس مختصر مفید و جامع ہے۔

منشی فیض بخش مثنوی باغ و بہار مین انکے متعلق لکھتے ہین۔

"حمید الدین کہ اوستاد زمان است — نہ اوستاد است بل جان جہان است

نیارم گفتن از قدر رفیعش — زحسن خلق شد عالم مطیعش

ز ایام صبا تا سال ہشتاد — نشد ز دہیچ دل رنجور و ناشاد

ہمہ تقوے و سرتاپا نخامت — ارسطو فطرت و لقمان فطانت

بمعقولات و منقولات و حکمت — نمودہ در جوانی صرف ہمت

بعلم ہندسہ مشہور آفاق — بعالم در عروض و قافیہ طاق

غموضات علوم غیر منحل — بہ پیش طبع وقادش ہمہ حل

نیامد بر زبانش حرف نا راست — بگوئیمش اگر صدیق برجاست"

یہ بہت متورع اور متقی و متخلق بہ اخلاق حسنہ تھے۔ مروت و حلم مین اپنی آپ ہی نظیر تھے۔

مولوی مسیح الدین خان بہادر اپنی کتاب سفرنامہ لندن کے خاتمہ مین لکھتے ہین کہ۔

"کسی سفر مین ایک دن صبح کے وقت راستہ مین ایک مقام پر بعد نماز آپ وظیفہ پڑھتے تھے۔ اتفاقاً ایک ملاقاتی گھوڑے پر سوار برچھا ہاتھ مین لئے آئے۔ اور گھوڑے سے اُتر کر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ سے باتین کرنے لگے۔ اور برچھے کو اُنھون نے اپنے خیال مین زمین نصب کر دیا۔ چونکہ اندھیرا تھا وہ برچھا آپکے پیر مین گڑ گیا اور ایسا گڑا کہ اُسنے پیر توڑ دیا۔ دو تین گھنٹہ تک وہ کھڑے رہے۔ آپ اُنسے برابر باتین کرتے رہے اس حالت مین آپنے اُف تک نہ کی۔ محض اس خیال سے کہ اُنکو ندامت ہوگی۔ بعد ختم گفتگو جب وہ برچھا اُکھاڑ کر چلے گئے۔ تب آپنے زخم دھویا اور باندھا۔"

بیعت ان کو حضرت قاضی محمد تقی قلندر رُدھولوی سے تھی جو خاندان قلندریہ مین ممتاز بزرگ تھے۔ غرضکہ ذات ستودہ صفات جامع جمیع کمالات تھی۔ باہمہ و بے ہمہ رہتے تھے۔ گوشہ نشینی اور

یادِ خدا مین مشغول رہتے - حد درجہ کے صابر اور قانع اور متوکل شب بیدار تھے بشریت کے جامہ مین صفات ملکوتی سے متصف تھے تمام عمر افادہ و استفادہ علمی اپنا مشغلہ رکھا - حافظ عزیز اللہ مخدوم زادہ نے جو انکے پھوپھی زاد بھائی تھے - ان سے عہد کیا تھا - کہ جو لڑکا میرے یہان ہوگا اُسکو حافظ قرآن کراؤنگا - انھون نے اُن سے کہا تھا کہ مین اپنی اولاد کو عالم فاضل بناؤن گا - چنانچہ دونون نے اپنی نیت پوری کی -

منقول ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین یہ فرماتے ہوئے دیکھا - کہ اگر دنیا مین مجھے کوئی دیکھنا چاہے تو حمید الدین کو دیکھے -

انکا دیوان خانہ جو اب بارہ دری کے نام سے موسوم ہے - ایک عالیشان مدرسہ تھا - جہان خاص قصبہ اور جوار و دیار دُور دراز خصوصاً بنگال و بہار کے طُلبا رہتے اور پڑھتے تھے - اور فضیلت و کمال حاصل کر کے علامۂ روزگار ہوتے تھے - انکے مصارف کیلئے ایک موضع کچھیا سرکار شاہی سے معاف تھا - جو اب تک انکی اولاد و احفاد کے قبضہ مین ہے -

انکے تلامذہ کی ایک کثیر التعداد جماعت تھی - مختصراً جسقدر نام دریافت ہو سکے حسب ذیل ہین (۱) قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر اشرف جنگ خلف اکبر (۲) حاجی الحرمین مولانا امین الدین خلف وسط (۳) قاضی امام الدین خان خلف اصغر (۴) حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر (۵) شاہ میر محمد قلندر (۶) شیخ غلام حسن صدیقی کاکوروی (۷) مولوی معز الدین عباسی کاکوروی (۸) مولوی برہان علیخان عباسی کاکوروی (۹) شیخ طفیل علی علوی کاکوروی (۱۰) منشی فیض بخش کاکوروی (۱۱) شاہ تراب علی قلندرؒ (۱۲) مولوی محمد اکبر حاجیؒ نگامی بنگالی (۱۳) شیخ خواجہ محمد دہلوی (۱۴) شیخ غلام محمد دکھنی وغیرہم -

وفات انکی تباریخ یکم ماہ ذی القعدہ ۱۲۱۵ھ بعمر ۸۴ سال ہوئی - مزار مولوی محلہ صحن بارہ دری مین زیر درخت کھجور حظیرۂ ملا محمد غوث مغفور مین متصل مزار ملا صاحبؒ واقع ہے تاریخ وفات یہ قل بھی ہوتا ہے - قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی سے

آنکہ بزم علم و فضل و ذوق را | ذات پاکش زیب و رونق آمدہ
نام نامی داشت مولانا حمید | گر ھمایدا خذ و مشتق آمدہ
بہر آن علمیکہ باب او علی است | ہستی او ہمچو زورق آمدہ
شد مقید در ظہور طیب او | باز رویش سوے مطلق آمدہ
سال عمر او شدہ ہشتاد و چار | تا یکم ذیقعدہ مفرق آمدہ
در گذشتہ از سر ہستی خویش | در جوار رحمت حق آمدہ

ایضا از دیگر ۱۲۱۵ھ

در وفاتش بے سر و پا گشتہ اند | علم و نظم و شعر و فہم و شرع دین
۱۲۱۵ھ

حیدر علی

حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر خلف اکبر و خلیفہ ارشد و جانشین حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما۔

ولادت آپ کی بتاریخ ۸ ماہ شعبان المعظم ۱۲۰۵ھ ہوئی۔ کتب درسیہ کی تعلیم و تکمیل اپنے عم اکرم مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے کی۔ اور اُنکے ارشد تلامذہ سے ہوئے۔

بیعت آپ کو حضرت شاہ علی مظہر قلندر خلف و خلیفہ حضرت شاہ مسعود علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ تعلیم و تربیت امور باطنی و تصوف اپنے والد ماجد سے پائی۔ اور ان دونوں حضرات سے اجازت و خلافت کبرٰے حاصل کی۔ صرف اذکار کی تعلیم حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کاکوروی سے پائی۔ ریاضت و مجاہدہ و پابندی شریعت مین فرد تھے۔ مشائخ زمانہ مین آپکا مثل نہین ہوا۔ ابتداء شعور سے صفائی باطن و جلا قلب اعلے درجہ کی تھی۔

منقول ہے کہ ایک شب کو تکیہ شریفہ کے حاضرین مین سے ایک شخص نے مسجد کے

کنوین کی جگت پر آفتاب کی سی۔ ایک روشنی دکھی۔ جو دیوار کے روشندان سے آتی تھی۔ چونکہ اندھیری رات تھی۔ اُنھین سخت حیرت ہوئی۔ تلاش سے معلوم ہوا کہ آپ حجرہ مین مراقب ہین۔ اور سینہ مُبارک محاذی روشندان مثل آفتاب کے روشن ہے۔ اور اُسی کا عکس کنوین کی جگت پر پڑ رہا ہے۔

کمالات علمی اور فضائل عملی آپکے اسقدر تھے۔ کہ اُنکا حصر کرنا ناممکن ہے۔ فن سپاہ گری مین بھی بہت بڑے ماہر تھے۔ اور نہایت متواضع اور قانع اور ساکت و صامت تھے۔ فرماتے تھے کہ ستر برس ہوے۔ مجھکو غفلت سے نیند نہین آئی۔ مرتبہ رضا و تسلیم اسقدر تھا کہ کبھی اپنے لئے دعا نہین کی۔ سلوک مین آپکو روش حضرت فخر الدین عراقی۔ و مولانا روم و حضرت شمس تبریز کی بہت پسند تھی۔ انکی تعریف بہت فرماتے۔ اور شیخ سعدی کا کلام بھی بہت پسند کرتے۔ گلستان و بُوستان اکثر ملاحظہ فرمایا کرتے۔ بہت باہمہ و بے ہمہ رہتے۔ بات چیت بہت کم کرتے۔ بحث و مُباحثہ سے بہت احتراز کرتے تھے۔

تصنیف و تالیف بھی کوئی نہین فرمائی۔ ابتدا مین درس البتہ دیتے تھے۔ بعد کو بوجہ مشاغل رشد و ارشاد وہ بھی ترک کر دیا۔ قصبہ و اطراف کے بہت سے لوگ آپکے شاگرد تھے چند نام آپکے تلامذہ کے معلوم ہوسکے وہ درج کئے جاتے ہین۔ (۱) مولانا حسن بخش علوی کاکوروی (۲) مولانا شاہ تقی علی قلندر برادر خورد آنحضرت (۳) مولوی مہدی حسن علوی۔ کاکوروی (۴) مولوی حمد علی کاکوروی (۵) مولوی حکیم اکرام علی کاکوروی وغیرہم۔

آپ نے ۹ سال مسند خلافت پر تشریف رکھکر خلق اللہ کو ہدایت فرمائی۔ اور بتاریخ ۲۰ ماہ شوال المکرم روز جمعہ ۱۲۳۵ھ وفات پائی عمر شریف ۹۰ سال کی ہوئی۔

آپ کی وفات سے ایک روز قبل مقصود علی شاہ صاحب شاہجہانپوری نے خواب دیکھا۔ کہ دو کلام مجید ایک شنجرفی حروف کا اور دوسرا سیاہ حروف کا رکھے ہوئے ہین شنجرفی حروف والی کلام مجید کے حروف خود بخود آسمان پر اُڑے جاتے ہین۔ یہ دیکھتے ہی وہ

ہیبت سے جاگ پڑے۔ اور تعبیر میں متحیر تھے کہ اُسی روز اُن کو آپ کے وصال کی خبر پہونچی۔
مزار شریف اندرون حریم روضۂ حضرت شاہ تراب علی قلندر جانب مغرب واقع ہے۔ اور
اُسپر مختصر گنبد تعمیر کردۂ احمد علیخانصاحب نظر افروز خلائق ہے۔ تاریخ وفات پر فاتحہ بھی ہوتا ہے۔

قطعۂ تاریخ وفات از منشی ناظم حسین متخلص بہ منتظم کاکوروی ؎

رفت در جنت ز دنیائے دنی — مرشدِ من کانتخابِ ہند بود
نام پاکش بود حیدر با علی — ذات اقدس بو تراب ہند بود
چون بگریم منتظم در ماتمش — کز وجودش آب و تاب ہند بود
جان ز تن شد اُف بگو سالِ وصال — فی الحقیقت آفتاب ہند بود

۱۲۸۴ھ

آپ کے خلفاء یہ حضرت ہوئے۔

(۱) حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر برادر خورد آنحضرت۔

(۲) حضرت اکبر العلما مولانا شاہ علی اکبر قلندر خلف اکبر و خلیفہ و جانشین آنحضرت۔

(۳) حضرت ابی و شیخی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر نبیرۂ آنحضرت۔

(۴) مولوی شاہ علی نقی یاور خان کاکوروی۔

(۵) مولوی حافظ شاہ وجیہ الدین کاکوروی۔

(۶) شاہ غلام مرتضےٰ قلندر ساکن باندہ۔

(۷) شاہ امداد قلندر لکھنوی۔ قدست اسرارہم

خ

خلیل الدین خان

مولوی مفتی خلیل الدین خان بہادر سفیر شاہ اودھ خلف چہارم قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان بہادر خلف اکبر ملا حمید الدین محدث۔ ولادت انکی ۱۲۰۳ھ مین ہوئی۔ یہ بدو فطرت سے نہایت ذکی اور ذہین مہذب ومتین تھے۔ مختصرات کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے۔ اور متوسطات اور انتہائی کتابین مولوی روشن علی جونپوری سے پڑھین۔ پھر اپنے والد ماجد کے ساتھ کلکتہ گئے۔ اور آغاز شباب تک اُنھین کے زیر تربیت رہے۔ جب انکے والد نے بفرمائش گورنر جنرل بہادر کتاب الجنایات والجرایم فتاوے عالمگیری کی شرح بسیط تحریر فرمائی اُسی زمانہ مین انھون نے بھی بفرمائش مسٹر ہارنگٹن صاحب ممبر کونسل جو انکے والد کے علوم عربیہ مین شاگرد تھے۔ باب التعزیرات درالمختار کی فارسی مین شرح لکھی۔ یہ دونون ایک ساتھ حسب الحکم گورنر جنرل بہادر طبع ہوئین۔

عربی بھی خوب لکھتے۔ مسودات نثر عربی کی اصلاح شیخ احمد عرب یمنی مصنف نفحۃ الیمن و عجب العجاب سے لی۔ اُسی زمانہ مین بتحریک حکام صدر سہور ضلع کانپور مین عہدۂ افتا پر مامور ہوئے۔ نہایت قابلیت اور محنت سے کام سرانجام دیا۔ علم حکمت وریاضی وہیئت مین اپنا مثل نہین رکھتے تھے۔ اُسی زمانہ مین ایک دنبالہ دارستارہ نکلا تھا۔ جسکے خواص وتبدیل اوضاع مین لوگ متوحش اور متحیر تھے۔ انھون نے عربی مین دنبالہ دارستارہ کے حرکات وخواص اپنے بڑے بھائی ممتاز العلما قاضی سعید الدین خان بہادر کو لکھے۔ وہ اُسوقت سعادت علیخان شاہ اودھ کے دربار مین بہار رہے تھے۔ خط دیکھ کر جیب مین رکھ لیا۔ دربار مین بھی اُسی کا ذکر ہو رہا تھا۔ اُنھون نے انکی مہارت علمی علوم ریاضی کی بیان کرکے خط بادشاہ کی حضور مین پیش کردیا۔ بادشاہ

نے ایسی قابلیت دیکھ کر بھٹورے سے انکو طلب کیا۔ یہ وہان سے مستعفی ہوکر لکھنؤ آگے۔ اور ابتدا ءً اکہزار روپیہ ماہوار پر بادشاہ کی مصاحبت مین تقرر ہوا۔ اور پولٹیکل معاملات مین تحریری و تقریری امداد کا کام سپرد ہوا۔ بعد انتقال سعادت علی خان کے غازی الدین حیدر کے زمانہ مین بھی بدستور مصاحب رہے۔

لکھنؤ مین انھین کی تجویز و اہتمام سے تارے والی کوٹھی مین ایک رصد خانہ قایم کیا گیا۔ ولایت سے آلات منگوا کے اُس کوٹھی مین نصب کئے گئے۔ اور موافق حکم شاہی کوٹھی کی دیوار مین تقواعد ریاضی ایسے دوایر تعبیہ کئے گئے جس مین دقیقہ ثانیہ و ثالثہ تک صحیح تقسیم تھی غرضکہ وہ رصدخانہ قوانین ریاضی کا ایک مخصوص تماشا گاہ تھا۔ انھین کی تجویز سے مہتمم رصدخانہ مسٹر ولکاک فاضل ریاضی دان مقرر ہوئے۔

اُسی زمانہ مین مسئلہ سفارت بھی پیش ہوا تھا۔ جو عہد آصف الدولہ مین علامہ تفضل حسین خان کے وقت سے موقوف ہوگیا تھا۔ بادشاہ کی تجویز تھی۔ کہ صلاح مود سلطنت اور افزونی اتحاد کے لئے عہدۂ سفارت پھر قائم ہوجائے تو اچھا ہے چنانچہ یہ بحکم شاہی اس گتھی کے سلجھانے کیلئے کلکتہ گئے۔ مسٹر ہارنگٹن صاحب نیز حکام صدر سے چونکہ مراسم و اتحاد تھے۔ اسلئے وہ لوگ انکی بہت عظمت کرتے۔ انکے پہونچتے ہی صاحب نے فن ہیئت کی ایک کتاب ترجمہ کی غرض سے انکے حوالہ کی۔ بعد ختم ترجمہ انھون نے اُن سے عہدۂ سفارت کے متعلق بات چیت کی۔ چونکہ یہ عہدہ تخفیف ہو چکا تھا۔ اسلیے وہ اس جدید تقرر مین متردد ہوئے۔ انھون نے اُن کو مصالح سمجھائے۔ اُن لوگون نے کوشش کرنیکا وعدہ کیا۔ مگر ساتھ ہی یہ کہا کہ مفتی صاحب بہت مشکل بات ہے۔ غرضکہ یہ وہان سے اُٹھکر لارڈ امہرسٹ گورنر جنرل کے پاس گئے۔ اور اُنسے کہا۔ اُنھون نے اس شرط پر منظور کیا کہ اگر شاہ اودھ مفتی صاحب کیلئے تقرر سفارت کی سفارش گورنمنٹ سے کرین تو منظور ہونیکی اُمید ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہین۔ انھون نے اسکی اطلاع بادشاہ کو دی۔ یہان سے بذریعہ رزیڈنٹ درخواست گئی اور فوراً منظور ہوئی سنہ ۱۲۴۱ھ مین جبکہ انکی عمر

۴۸ سال کی تھی۔ عہدۂ مصاحبت سے علحدہ ہوکر عہدہ سفارت پر متقرر ہوئے۔ اور پانچہزار ماہوار تنخواہ پانے لگے۔ اسکے علاوہ بادشاہ نے چھ ہزار روپیہ سالانہ کی ایک جاگیر بھی عطا کی۔ اور گورنر جنرل بہادر نے گورنمنٹ کی طرف سے اٹھارہ پارچہ کا خلعت معہ فیل و ہودج نقرہ و جھالردار پالکی و اسپ معہ ساز دیراق نقرہ و سرپیچ جواہر و مالائے مروارید و دوشالہ و رومال گران بہا وغیرہ معہ خطاب بہادری عطا کیا۔ قیصر التواریخ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عجلت مین پالکی جھالردار تیار نہو سکی۔ تو گورنر جنرل بہادر نے مہاراجہ بردوان کے یہان سے منگوا کر پالکی دی۔ ایسا ہی خلعت سفارت اٹھارہ پارچہ کا معہ سند مہری و تفصیل اجزا شاہ اودھ کی جانب سے کلکتہ روانہ کیا گیا۔

فرامین و پروانہ جات اب تک انکی اولاد کے پاس محفوظ مین۔ بارلو صاحب نے کلکتہ مین انکے قیام کیلئے تین سو روپیہ ماہوار کی کوٹھی بلا کرایہ گورنمنٹ کی طرف سے مرحمت کی۔ بعد منظوری و عطائے خلعت وغیرہ بادشاہ نے انکو یہان طلب کیا۔ یہان آکر تصفیہ طلب امور سلطنت منضبط کر کے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ علاوہ سوار و پیادہ و ۶۳ زنجیر فیل وغیرہ پھر کلکتہ واپس گئے۔ اور انصرام امور سلطنت و اتحاد مین مصروف ہوئے سلطنت کے استحکام اور بادشاہ کی حکومت عامہ کی افزایش کے لئے ایک ایسی حکمت عملی اختیار کی۔ کہ جس سے درمیان سلطنت اودھ و شاہ انگلستان بذریعۂ تجار کلکتہ بلا وساطت گورنر جنرل نامہ و پیام ہونے لگے۔ اتحاد بھی بڑھ گیا۔ تحفہ و تحائف بھی پیش ہونے لگے۔ اور وہان سے بھی تحفہ آنے لگے۔ اُسی زمانہ مین برھما پر فوجکشی ہوئی۔ گورنر جنرل بہادر کو ایک کروڑ روپیہ کی ضرورت ہوئی۔ اُنھون نے شاہی خزانہ سے یہ رقم دہانیہ کرادی۔ اتفاقاً اُسی زمانہ مین بادشاہ اور کمپنی مین کچھ ان بن ہوگئی تھی۔ مگر انھون نے ایسی پالیسی برتی کہ اتحاد کی کڑی پھر مضبوط ہوگئی۔ سچ تو یون ہے کہ انھین کی کوششون کا نتیجہ تھا۔ کہ وزیر اودھ بادشاہ اودھ ہوگئے۔ بادشاہ کو انپر اتنا اعتماد تھا کہ بغیر انکی راے کے کوئی کام نہ کرتے۔

اُسی زمانہ مین بادشاہ نے یہ خواہش کی کہ ایک ایسا آلہ رصد فن ہیئت کا تیار ہو جس سے

رفتار کو اکب ہر جگہ معلوم ہوجائے ۔ تمام علمائے لکھنؤ سے بھی خواہش کیگئی ۔ اور چھ ماہ کی مدت مقرر کیگئی
مگر اُن لوگون نے جب مجبوری ظاہر کی تو انھون نے چھ دن کے اندر ایک برنجی آلہ طیار کرا کے
پیش کیا بادشاہ بہت خوش ہوئے ۔ جو معاملہ پیش ہوتا تھا ۔ اس مین ایسی رائے ضرور دیتے تاکہ
کسی کو شکایت کا موقع نہ پیدا ہو ۔

زمانہ قیام کلکتہ مین لارڈ صاحب کیساتھ دورہ مین دہلی گئے تھے ۔ اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا
اُن سے بھی ملاقات ہوئی ۔ اُنھون نے انکی بہت عزت کی ۔ خاص مہربانی سے پیش آئے ۔
اور اپنا مہمان کیا ۔ اور تحریک تصفیہ کی سفارش کی بابت درخواست کی ۔ غرضکہ ساڑھے چار
برس نہایت عزت کے ساتھ اس عہدہ کے فرائض انجام دئے ۔ اور معاملات سلجھائے ۔ اور
کمال خوش تدبیری سے پایہ سلطنت کو مضبوط کردیا ۔ جب غازی الدین حیدر کا انتقال ہوا ۔ اور
نصیر الدین حیدر تخت نشین ہوئے ۔ تو عہدۂ سفارت سے استعفا دیدیا ۔ گورنر جنرل بہادر نے
منظوری مین جب تامل کیا ۔ تب انھون نے کہا کہ غازی الدین حیدر میرے خدمت کے قدردان تھے
نصیر الدین حیدر کی مزاجی کیفیت سے مین بالکل ناواقف ہون ۔ خدا جانے میرے اُنکے بنے یا
نہ بنے لہذا استعفا منظور کیجئے ۔ لارڈ صاحب نے کہا کہ استعفا بضرورت منظور ہوتا ہے ۔ لیکن مین امر جو
آپ کی ذاتی و اضافی عزت کے ساتھ مخصوص تھے وہ دوسرے سفیر کے لئے قائم نہین رہینگی ۔
اول دربار خاص کی ملاقات دوسرے تالب فرش ایوان گورنری پیشوائی تیسرے تحف و
ہدایا اب کسی دوسرے سفیر کے ذریعے سے مقبول نہونگے ۔

انکی تحویل مین شاہی روپیہ برابر رہتا تھا تعمیل فرمائش کی غرض سے جب یہ علحدہ ہوئے تو
تین لاکھ روپیہ باقی تھا اُسکو انھون نے امیر عاشق علیخان کاکوردی کے سپرد کیا ۔ اور اُن سے
رسید لی ۔ وہی بجائے انکے سفیر ہوئے بادشاہ نے تخت نشینی کے ساتھ ہی معتمد الدولہ آغا میر پر
ہاتھ صاف کیا ۔ اور اُن کو نظر بند کر کے کئی کروڑ کا مطالبہ کیا ۔ چونکہ معتمد الدولہ سے اور ان سے
بہت مراسم تھے ۔ اُنھون نے کلکتہ مین انکو اطلاع دی ۔ یہ چونکہ سب باتون سے واقف تھے

لہذا انکی اعانت اور وکالت کی۔ انھین کے بیان پر وہ دعوے خارج ہوگیا۔ لکھنؤ مین معتمد الدولہ کی کچھ جائداد غیر منقولہ اُس مطالبہ کے معاوضہ مین چلی گئی تھی وہ واپس ملی۔ وہ معہ بقیہ املاک بہ حراست فوج انگریزی کانپور بھیجے جاتے تھے۔ راستہ مین رہائی کا حکم آیا معتمد الدولہ نے بعد ختم مقدمہ تین لاکھ روپیہ انکو دیا۔ اور انھین کے ہاتھ دس دس ہزار روپیہ غلام صفدر خان و غلام حیدر خان کو بھجوایا۔ اور کہا کہ آپکے ان ہم وطنون نے میری حراست کے زمانہ مین حق شرافت ادا کیا۔

وہان سے واپسی کے بعد کاکوری آئے۔ اور اس مین لاکھ روپیہ کے صرف سے ایک نہایت عالیشان کوٹھی و مجلسرا و جلوخانہ و باغ تعمیر کرایا۔ دو ڈھائی برس تک مکان پر رہے۔

پھر اقبال مندی کا ستارہ چمکا۔ نصیر الدین حیدر کے دربار مین طلب ہوئے۔ اُنھون نے بہ اصرار دو ہزار روپیہ ماہوار پر مصاحبین مین مقرر کیا۔ امور ملکی مین رائے زنی اور اُسکا نفاذ انھین کے مشورہ سے قرار پایا۔ بادشاہ کی حیات تک یہ اُسی خدمت پر رہے۔ بعد وفات بادشاہ جسوقت محمد علی شاہ تخت نشین ہوئے۔ تو عہدۂ نظامت صدر انکے سپرد ہوا۔ اس خدمت کو بھی انجام دیتے رہے۔ اور اُسی زمانہ مین کچھ علاقہ بھی خرید کیا تھا۔ بعد وفات محمد علی شاہ امجد علی شاہ جب تخت نشین ہوے۔ تب بھی چندروز ناظم رہے۔ پھر افسری اخبار ملکی یعنی نظامت خفیہ پولیس کے افسر ہوے۔ جب دربار مین بے تمیزی کا مجمع بڑھنے لگا تب پنشن لیلی۔ انکی جگہ پر انکے بڑے بیٹے مولوی رشید الدین خان مقرر ہوے۔

مفتی خلیل الدین خانصاحب نے یون تو بہت سے رفاہ کے کام کئے لیکن دو کام بہت اچھے کئے۔ اول یہ کہ ایک مرتبہ یہ لکھنؤ سے کاکوری آرہے تھے۔ راستہ مین ہنگا کی جھیل بھری ہوئی تھی۔ اُس مین ایک ڈولی معہ بچہ کے غرق ہوگئی۔ یہ اُس سے بہت متاثر ہوئے وہان پر پل بنوادیا۔ دوسرے تاحیات ایک قابل حکیم نوکر رکھا۔ ابتداءً حکیم محمد حسن مہونوی نوکر رہے۔ پھر مولوی حکیم حسین احمد ملیح آبادی جن سے اہل قصبہ کو بہت اطمینان و آرام نصیب ہوا۔ مرزا رجب علی بیگ سرور مصنف فسانۂ عجائب بھی انکے یہان ملازم رہے۔

انھون نے جملہ تقاریب وغیرہ بہت اعلیٰ پیمانہ پر کیے۔ نہایت نفیس المزاج و وجیہہ الصورت بھی تھے کتب درسیہ فن ہیئت کا درس بھی دیتے تھے۔ درۃ التاج۔ و ریاضی سکھاۓ اور کتب ہیئت و ریاضی وبعض تفاسیر مطالعہ مین رکھتے۔ اوقات بیشتر ذکر و عبادت کیساتھ معمور تھے۔

تصانیف حسب ذیل ہوۓ (۱) شرح باب التعزیرات در مختار مطبوع جسکے متعلق اوپر ذکر ہوچکا (۲) مراۃ الاقالیم فارسی قواعد فن ہیئت مین۔ یہ کتاب انھون نے حسب الایما غازی الدین حیدر بادشاہ تحریر کی تھی جسے بادشاہ نے بہت پسند کی (۳) رسالہ در بیان جغرافیہ طرق و شوارع احاطہ اودھ فارسی (۴) رسالہ طول البلد و عرض البلد و غایتہ الانہار فارسی یہ دونون رسالہ مراۃ الاقالیم مین منسلک ہین (۵) رسالہ در تحقیق مرض ابو حنیفہ عربی۔

بیعت ان کو حضرت شاہ میر محمد قلندر برادر خورد و خلیفہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھی۔ مفتی صاحب نے بتاریخ ۱۵ ماہ جمادی الاولے ۱۲۸۱ھ بعمر ۸۰ سال بعارضہ تپ محرقہ وفات پائی۔ اور اپنے باغ مین جو متصل تکیہ شریفہ کے ہے۔ اور انکے زمانہ حیات مین نہایت سرسبز و شاداب تھا دفن ہوۓ قبر کے گرد خطیرہ بنا ہوا ہے۔ اور وہ باغ مفتی صاحب کے خطیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے

فغان کامروز مولانا خلیل الدین ذوقا	نہادہ داغ حسرت بر دل آن عم جلیل ما
بسال رحلت آن خلد منزل زد رقم کلکم	بے گلچین زا نوار جنان آمد خلیل ما

۱۲۸۱ھ

خلیل الرحمن

حافظ خلیل الرحمن شہید ابن شیخ عبدالرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن ملا عبدالکریم۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم قاری نظام الدین سہالوی یہ نہایت قابل و متقی و متورع حافظ کلام اللہ تھے۔ ایک مدت تک نواب خانزمان خان

کی ہمراہی مین بادشاہ دہلی کے ملازم رہے۔ جنگ نادرشاہی مین بھی شریک تھے۔ نہایت باا قبال تھے۔ اولاد ان کی دولت لازوال الفقر فخری وعلم وفضل سے ہمیشہ ممتاز رہی اوراب تک ہے۔ یہ جنگ نادرشاہی مین بتاریخ ۱۵۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ بمقام دہلی شہید ہوے قبر وہین ہے۔ زائد حالات دریافت نہو سکے۔

خلیل اللہ خان

شیخ خلیل اللہ خان۔ ابن شیخ کرم اللہ خان۔ ابن نواب منتظم الملک خان وترخان شیخ جاراللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیر آباد وغیرہ۔

یہ صاحب نہایت قابل۔ تاریخ دان۔ شاعر بے بدل تھے۔ بعد شکست شجاع الدولہ۔ نواب عبدالرحیم خان برادر نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ کی رفاقت مین رہے۔ عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ دو تین محال بھی سپرد ہوئے تھے۔ اور خطاب خانی بھی عطا ہوا تھا۔ الماس علیخان خواجہ سرا بھی انکو بہت مانتے۔ چنانچہ انکے بیٹے شیخ ہدایت علی کو جو بہت وجیہ وخوش تقریر تھے امیٹھی ودیگر محالات کا فوجدار کردیا۔ اور تعلقہ سلیم پور بھی انھین سے متعلق کرادیا تھا۔ زاید حالات انکے دستیاب نہو سکے

خوب اللہ

ملا قاضی خوب اللہ۔ ابن ملک محمد عوض۔ ابن ملک محمد حنیف۔ ابن ملک محمد صفی۔ ابن ملک عبدالصمد۔ ابن ملک مٹھے۔ ابن حافظ چاند۔ ابن ملک حسام الدین۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہاءالدین کیقباد۔ ابن ملا ابوبکر جامی۔

یہ فاضل جلیل القدر۔ طباع۔ دانشمند تھے۔ تمام علوم مین مہارت تامہ رکھتے تھے۔ قادر مطلق نے ان مین بہت سے فضائل وکمالات جمع کردئے تھے۔ ابتدائے سن شعور سے

بہت صالح و متقی تھے۔ رات و دن تحصیل علوم مین مصروف رہتے۔ ایک لمحہ کیلئے بیکار نرہتے۔ ابتدامین تمام کتابین صرف و نحو کی حفظ کرلی تھین۔ رات مین اگر چراغ مین تیل نرہتا تو ماہتاب کی روشنی مین یاد کرتے۔ اشعار بھی خوب کہتے تھے۔ اور خطوکتابت بھی نظم مین کرتے۔ موزونی طبع اسقدر تھی کہ اکثر مجالس مین جسقدر کلام کرتے وہ سب نظم مین ہوتا۔

بعد فراغ تحصیل علوم بغرض حصول سند حدیث شریف و تلاش معاش دہلی گئے۔ جسکا قصہ یون ہے کہ ایک بار یہ بغرض سیر و تفریح شیخ غلام مینا ابن شیخ متجب کے ہمراہ لکھنؤ گئے تھے۔ اُس زمانہ مین قاضی شہر شیخ غلام مصطفےٰ جونپوری تھے۔ اُسی روز وہ بھی جلوس کے ساتھ شہر کے گشت کو نکلے۔ یہ جلوس دیکھکر بہت خوش ہوئے اور تعریف کی۔ شیخ غلام مینا نے بے تکلفی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم کو بھی عہدۂ قضا کی خواہش و تمنا ہے۔ تم جلوس کی طرف حسد کی نظر سے دیکھ رہے ہو۔ انھون نے جواب مین کہا کہ استغفر اللہ حسد کا کیا دخل اسوقت تو مجھے اسکے متعلق کوئی خیال بھی نتھا۔ اگر تم ایسا کہتے ہو تو خدا مین سب کچھ قدرت ہے۔ یہ قاضی کوئی دوامی فرمان تو لکھا نہین لائے ہین۔ اُسی وقت سے یہ ارادہ مصمم کرلیا کہ اب بغیر عہدۂ قضا حاصل کئے لکھنؤ نہ آؤنگا۔ فوراً لکھنؤ سے کاکوری واپس آئے۔ اور اپنے بڑے بھائی شیخ محمد کبیر سے رخصت ہوکر دہلی گئے۔ اُس زمانہ مین محمد شاہ بادشاہ اور نواب قمرالدین خان وزیر تھے۔ یہ پُرانی دہلی مین جاکر ٹھہرے۔ اور وہان کے علما کے حلقہ درس مین شریک ہوکر حدیث وغیرہ کی تکمیل کی۔ پھر حصول منصب قضا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اولاً سرکار راجہ بختمل دیوان خالصہ شاہی کے یہان اُنکے پوتے کنور سکھ من کی جو علم دوست تھا مصاحبت اور رفاقت اختیار کی۔ اُسی زمانہ مین نواب جاوید خان وغیرہ اُمرائے شہر سے بھی مراسم ہوگئے۔ اور اُن لوگون سے ہر وقت یکجائی اور صحبت گرم رہنے لگی۔ انھین وسائل سے رفتہ رفتہ دربار تک رسائی ہوگئی۔ کئی مرتبہ عہدۂ قضا عظیم آباد۔ و امانت مرادآباد۔ و صدارت بریلی۔ و فوجداری سرہند کی بھی تحریک ہوئی۔ چونکہ انکا خیال عہدۂ قضا لکھنؤ کی بابت تھا۔ انھون نے کچھ عدم توجہی کی۔ اور کچھ دشواریان بھی پیش نظر

تھیں یعنی نواب بُرہان الملک بوجہ امامیہ مذہب ہونیکے اسکے روادار نہ تھے۔ کہ کوئی سُنی عہدۂ قضا پر مقرر ہو۔ اس عرصہ مین اگرچہ بہت کچھ انقلابات ہوئے۔ اور شیخ غلام مینا کا بھی انتقال ہوگیا مگر یہ وہین رہے۔ گیارہ سال کے گردش کے بعد اقبال کا ستارہ چمکا۔ کہ دہلی پر نادرشاہ نے چڑھائی کی اور برہان الملک مارے گئے۔ اتفاقات دیکھئے کہ اُسی پُرآشوب زمانہ مین ایک شخص کرپارام کھتری انکے گھر مین رہتا تھا۔ اس ہنگامہ کے فرو ہونیکے بعد جب انتظامات شروع ہوئے۔ تو صوبہ داری اودھ ابوالمنصور خان صفدر جنگ کو ملی۔ اور صدارت صوبہ جات نواب عظیم اللہ خان کو وزیرات حکیم علی نقی خان دہلوی کو اور پیشکاری اُنھین کرپارام کھتری کو ملی۔ چنانچہ اُنھین نے انھین بلاکر خدمت قضا پر مقرر کیا۔ مولوی محمد فقیہ صفی پُوری کو بھی عہدۂ قضا لکھنؤ کی خواہش تھی۔ انسے اور اُن سے مُباحثہ ہوا۔ حسب الحکم سلطانی دونون نے ممتحن کے پاس جاکر امتحان دیا۔ اُس زمانہ مین عہدۂ قضا قصبات کیلئے شرح وقایہ کا امتحان اور قضا شہر کیلئے ہدایہ کا امتحان ہوتا تھا۔ چنانچہ امتحان لیا گیا۔ یہی اول آئے اور سند و خلعت انھین کو ملا۔ خود کہتے تھے ؎

یازدہ سال خوردہ خونِ جگر قاضیِ بلدہ گشت این احقر

نقل فرمان عہدۂ قضا مصدرۂ محمد شاہ بادشاہ غازی۔

"گماشتہائے جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ حویلی سرکار لکھنؤ مضاف صوبہ اودہ را اعلام آنکہ حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع منصب قضائے پرگنہ مسطور معہ سواد قصبہ وقریات متعلقہ آن از تغیر غلام مصطفےٰ بہ ملا خوب اللہ ولد محمد عیوض مقرر ومفوض گشتہ۔ فرمان والاشان ازکر می شود باید کہ برطبق حکم فیض تسیم عمل نمودہ مشارالیہ را قاضی آنجا دانستہ دست تصدی مومی الیہ را در امور متعلقہ انخدمت مستقل دانند۔ ودیگرے را سہیم وشریک او ندانند سجلات او را بمہر او معتبر شمارند باید کہ کما ینبغی بلوازم منصب قیام نمودہ در فصل قضایا و خصومات واجرائے حدود وتعزیرات دینی واقامت جمعہ وجماعات وانکاح من لا ولی لہ وقسمت ترکات وغیرہ مساعی موفورہ بتقدیم رسانند فقط تاریخ دوازدہم شہر ربیع الآخر ۲۲ سنہ جلوس"۔

انھون نے سند قضا اپنے بڑے بھائی شیخ محمد کبیر کے پاس بھیجدی سا اور خود وہین مصلحتاً ٹھہر گئے۔ شیخ محمد کبیر صاحب سند لیکر شیخ محمد صالح ابن شیخ محمد منتجب کے ہمراہ لکھنؤ گئے۔ اور وہان نیابت مین کام کرنے لگے۔ انھون نے جب دہلی سے آنیکا ارادہ کیا۔ تورانی تحمل نے بوجہ کنور سکھ من کے رفیق و اُستاد ہونیکے ایک پالکی دی اور خلعت عطا کیا۔ وہان سے یہ لکھنؤ آئے۔ اور باستقلال تمام فرائض عہدۂ قضا کی سرانجامی مین مصروف ہوئے۔ ادھر عظیم اللہ خان سے اور بادشاہ سے ناچاقی ہوئی۔ تو قاضی غلام مصطفےٰ جونپوری کے ساتھ یہ بھی معزول کئے گئے۔

تب پھر یہ دہلی گئے۔ اور حسب تجویز نواب قمرالدین خان انکا تقرر صوبۂ بہار کے ایک رئیس غلام غوث الاعظم خان کے یہان بعہدۂ نیابت ہوا۔ پانچ سال وہان رہے۔ اور بہت عمدہ انتظام کیا۔ نواب زین الدین خان بھی انکے ملاقاتی تھے۔ اور انکی لیاقت اور حسن تقریر کا سکہ اُنکے قلب پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انکی بہت عزت اور وقعت کرتے تھے۔ وہان کے قیام مین انھون نے کچھ ایسے نمایان کام کئے کہ جسکے وجہ سے انکی قدر ومنزلت مین برابر اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۱۶۱ھ مین ہمراہ زین الدین خان ایک لڑائی مین بعمر ۵۰ سال شہید ہوکر شہر عظیم آباد مین پیوند خاک ہو گئے۔

انکی مصنفہ ایک کتاب **گلشن معانی** ہے۔ جسکا سنہ تالیف ۱۱۴۳ھ ہے اور نظم و نثر کے مضامین پر مشتمل ہے۔ چند نثرین اور نظمین نذر ناظرین با تمکین ہین:۔

رقعہ بنام شیخ غلام مینا ابن شیخ محمد منتجب در تلازمۂ مصطلحات نحو۔

"برادر وحید العصر، محب یکتا۔ دوست بے ہمتا سلامت۔ اگرچہ این کلمۂ من در مصطلحات نحات مشتہر است کہ اللفظ ما یتلفظ بہ الانسان امااین چہ لفظ اشواق معانقہ جسمانیت کہ اصلا تلفظ نمی آید۔ و بوضع واضع این کلام بر ہر شہر عیان و نشر است کہ المعنی ما یقصد بہ اللفظ لیکن این چہ نوع معنی تمنائی لقائے مباہج جاودانی است کہ قطعاً از الفاظ سطور تحریر مفہوم و مدلول نمیشود لاچار انکشاف این اصطلاح راموقوف بر وجدان صافی طویت آن برادر داشتہ مفردات احوال را ترکیب میدہد برائے اسم ذات پاک عزوجل این قدر انگشت نما التفاتی کہ

از قوت بفعل آمده بر سر حرف یاد آوری بها نباید داشت که این چنین مقدمات فی نفسها دلالت برین معنی کنند که نظر بر پاس مراتب حفظ الغیب نه نموده بالکلیه دست از مراسم اتحاد که در عالم نشو و نما به از زین امرے دیگر نه کمی کشیده اند توقع این معنی مقصرن بہ اصدے او از منه ثلثه نه بود حدود وداد یگانگی معلوم نمود اگر الحال مراتب یاد آوری را خلاف زمانهٔ ماضیه که معبر از جهات مختلفه ناتوجهی متغیر الاحوال گردیده چون مبنی بر تغیر نسازند لیکن بعارض استعمال اُمور دنیویه مخل معانی معهوده عیش و عشرت نخواهد بود که این معنی ماؤل بر نصب و رفع سواے از دیاد محبت و کسر شبنیهٔ غموم شداید مهاجرت و فتح ابواب مسرت خواهد گشت و دل محزون مجرور ذیل اطمینان و جمعیت شده سکون خواهد یافت علے التفصیل اخبار اخیار دیگر اعزه از خطوط مرسله الحاق و ضم می نموده باشند و مخلص عزم بالجزم دارد که عازم وطن چون روح در بدن شود سه

اگر از زندگی مارا نصیب است — دگر باهم رسیدن عنقریب است"

فقط

ایضاً دیگر در تلازمه مصطلحات منطق۔

"گلدستهٔ خط رنگین آن دوست یک رنگ مجموعهٔ دانش و فرهنگ که مبرا از رنگ ریاست رسید از رنگ و بوے آن گل بوستان مقصود دماغ تماشائیان گلشن یک رنگی عطر آمود گردید مقدمات شوق هر چند در گذارش و نگارش در آورد جز نتیجهٔ عدم تناهی از هیچ شکلے بظهور نیامد ناچار بدعا که ضروری الاظهار است می پردازد که صور عرایس اشواق بمقتضاے للقلب الی القلب روزنه در آئینهٔ متخیله آن جوهر شناس جلوهٔ نمائش خواهد داد از قیاس نماید جز تصدیق بنوع دیگر تصور نفرمایند

این جوشش مهر و درد سینه — یک مے بود و دو آبگینه

مجملاً حقایق دربار جهان مدار که تفصیل آن از غایت اشتهار محتاج باظهار نیست برین نوع است که غلبهٔ غنیم بدکردار از هر طرف یوماً فیوماً در ترقی و خاطر امرایان عظام از مشورت خام صبح و شام مایل به تشفی است خیمهٔ جمعیتش بے طناب است و ماهی و مراتبش بے آب است فقط

دیگر بنام نواب عظیم اللہ خان در بارۂ عہدۂ قضا بزبان عربی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد الانخراط باہی درر الحمد لولیہ لسبکان سطور الارقام والذہاب لسبکان زوارق الصلوۃ علے نبیہ الی ساحل الزوارق بقصب الاقلام یلتمس العبد المعتصم بحبل فضل اللہ خادم الفضلا خوب اللہ الی جناب من ہو یتلاطم امواج بحور نوالہ علے کافۃ الانام ویعطی من اجبار العطاء فرائد المرام غواص لجار الامارۃ جلیس مسند الصدارۃ درۃ تاج السخاوۃ منبع انہار النقاوۃ مجمع البحر والجود نظیرہ کالعنقاء المفقود مشکور الخلائق بتہذیب الاخلاق مشہور الذکاء کالحاتم بالعطاء فی الآفاق مصدر الفیض والانعام مرجع اہل الاحتیاج والمرام مصدر احکام الشرع المبین مخزن امور المعاش والدین شاغل بتدریس الکتاب مفید الشیخ والشاب ذاکر فصول الاحادیث والتفاسیر معلم اصول الفقہ للصغیر والکبیر قادر دقایق مسایل المنقول ماہر حقایق دلائل المعقول کاشف اشارات المعانی والبدائع واقف نکات البیان والصنایع رافع رایات البلاغۃ جامع علامات الفصاحۃ مظہر تدقیقات کتب المتداولہ موضح تحقیقات صحف المطاولہ مبدع التوفیق والاحسان مقرب حضرۃ السلطان نواب عظیم اللہ خان بانہ اذا اراد اللہ الملک المعزان یمیز من ابناء اجناسہ ویضع تاجا مرصعا بفرایدِ المقاصد علے راسہ ویجلسہ علی سریر الفوائد بفضلہ الکبیر ویظہر آثار مطالبہ المرکوزۃ فی الضمیر فیذہب اولا الی باب من ہو فیاض العالم مولی الاعظم معدن العطاء علی الغربا مخزن الرحم علے الفضلا ثم یجعلہ وافیا لانقضاء مرامہ وکافیا لاعطاء انعامہ نحمد اللہ سبحانہ علے انہ تعالی شانہ جاء بنا الی سدتک المنیفۃ وحضرتک الشریفۃ فالتزم بابک یا مجمع الفیض والانعام ولا ابرح جنابک یا منبع الجود والاکرام وارفع الیدین

بجناب المولی فی الملوین لدعاء ازدیاد حشمتک و علی انواع درجتک راجیا
بلطفک العمیم۔ اشعار

لقد القیت فی امل العطاء — کشمس فی نجوم بالسماء
سواکم لیس مستندی فتفتح — علی ابواب لطف بالعطاء
انا فی دار عسر مبتلاء — لدیک الیوم من یسر و راء
متی لم تلق اصحاب النوال — لما اظهرت من احد رجاء
فلم انظر علی عسر و ماکان — سوی تحصیل علم مدعاء
عطایا کم اذا انتشرت بحثت — الیکم فاعطنا سند القضاء
انا ارفع الی الرحمن ابدا — لیعلی درجتک ایدی الدعاء"

فی الفارسیہ رباعیات

"اے رونق شرع اعتقاد تو بود — آرایش دین ز اجتہاد تو بود
سرسبزی گلشن سوم اسلام — در رشحہ ابر انقیاد تو بود"

دیگر

"اے مسند جود را توی صدر نشین — اقلیم کرم ترا است در زیر نگین
در پیش گہرباری ابر کف تو — کمتر ز صدف دست طامان نہ بین"

ابقاکم علی رؤس المحتاجین بحرمۃ النبی و آلہ اجمعین فقط

رقعۂ منظوم بزبان عربی بنام مولوی محب الرحمن ابن شیخ عبد الرحمن جو انھوں نے شاہجہان آباد سے لکھا تھا۔ روانی قلم اور سلاست قابل ملاحظہ ہے۔

"یا شفیقی انت مقبول الانام — استمع احوالنا بعد السلام
طیفک فی کل آن فی الضمیر — ما مضی فی غیرہ ابنا السمیر
اذکرا وصافک فی کل حین — لا تصور للکذب غیر الیقین

لیس فعل الدهر فی غیر النفاق — احرق جسمی بنار الافتراق
کل حین تسکب عینی ادمع — مثل ماء البحر صار الاجتماع
لا لاحبار الغموم ساحل — بینک بینی حجاب حایل
یا الٰہی تدفع ہذا الحجاب — منی ادفع بالوصول الاضطراب
وصل حصل بہذا یا الٰہ — لیس فی قلبی تمناء سواہ
کنت فی فلک الغمیم مستقیم — قد جرت عینای بالماء الحمیم
قال قلبی خبر عن احوالک — اطلع الآن عن اشغالک
قلت یا غواص ابحار الوداد — لی شفیق راسخ فی الاعتقاد
لم یرد من مدۃ مکتوبہ — لیس لی معلوم ما اسلوبہ
کنت فی ہذا اذاً مکتوبک — جاء قال القلب ہا مرغوبک
قد نظمت الدر فی سلک السطور — زین من ذلک تاج السرور
صار القلبی بلا حد سرور — حاصل فی کل عین منہ نور
کل ہم صار منی المندفع — صار او راق السرور المجتمع
قد سقی مکتوبک کل العلیل — وہو یروی بالسواد اہل العلیل
استمع من بعض رجل حالتی — کان بالامراض القصر حالتی
فاعلموا لم یبق لحم فی الجسد — قد بقی جلد وعظم فی الجسد
کان قبل الداء ہذا الخادم — لاکتساب العلم ثم عازم
بعد شعبان لذلک ہذا الغریب — عازم ان شاء ربی یا نصیب
یا شفیقی یقرء ہذا الفقیر — الہد ایہ فصل نحو بعد الہدایۃ

ایضاً دیگر بنام شیخ محمد صالح ابن شیخ محمد منتجب در نظم۔

"لمحمد علیٰ فضل النوال — لکل بنعمۃ فی کل حال

نصلی بعدہ انا فانا | علی من بعث مع صحب وال
یدی اخذت بقرطاس و قلم | فلم یکتب بہ شوق الوصال
اذا فی وقت الام اتانی | کتاب سرنی فی کل حال
وحدت فی عبارتہ معانی | بلطف جامع حسن الخصال
اجدک صاعدا فی کل یوم | الی خلق عظیم کالھلال
نظمت کل لفظ فی کتاب | بسلکان السطور کاللال
لنا لحق التعجب یا شفیقی | لم لا تکتب ماذا سوال
فانی یقرءان الھدایۃ | کتاب الصوم مع الزکوۃ مال
اقیم ببیتہ فی الیوم لکن | منامی فوق سقف فی اللیال
ولما در بطرف المشرق الا | مرورا مرۃ بالاشتغال
لم یتخلص یروجکم وان | قال ابوالقاسم وسید ابوالمعالی

مشتے نمونہ از خروارے انکا کلام درج کیا گیا۔ منقول ہے کہ نظم کلام کا بہت ذخیرہ بیس ہزار شعر کا تھا۔ مگر افسوس آج اُسکا کچھ پتہ نہین۔

انکے صرف ایک بیٹے شیخ جمال اللہ تھے۔ جو ۱۱۵۲ھ مین پیدا ہوئے۔ وہ بعد تعلیم و تربیت ابتداءً شاہ عالم بادشاہ کے لشکر مین نوکر ہوے۔ وہان سے گورکھپور آئے۔ اور ایک سال تک معزالدین خان لکھنوی کی رفاقت مین رہے۔ پھر کچھ دنون راجہ بینی بہادر کے یہان نوکر رہے پھر وطن آکر خانہ نشین ہوگئے۔ بعد ضبطی معاش ہمراہی شیخ محمد حیات نواب شجاع الدولہ کے لشکر مین نوکر ہوے۔ اور بعمر ۶۸ سال بمرض استسقا ۱۲۲۰ھ مین انتقال کر گئے۔

(د)

دولت محمد

ملک دولت محمد عرف ڈامڑ۔ ابن ملک عصمت اللہ۔ ابن ملک گوہر۔ ابن شاہ محمد ابن شیخ کبیر۔ ابن ملک بڈرے۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہاءالدین کیقباد۔ ابن ملا ابوبکر جامی۔

یہ نہایت قابل ولائق وغیور شخص تھے۔ باوجود تنگی معاش نہایت عزّت کیساتھ انھون نے عمر بسر کی۔ نثر خوب لکھتے تھے۔ خط شکست بھی بہت اچھا تھا۔ ان مین اور انکے بنی اعمام مین کسی اراضی کے متعلق نزاع واقع ہوئی تھی۔ جسکے سبب سے بغرض استغاثہ دہلی گئے۔ وہان سے موافق حکم محمد شاہ بادشاہ لکھنؤ مین نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے پاس آئے۔ اور یہین دفعتًا انتقال کیا۔ مزید حالات نہین معلوم ہو سکے۔

(ذ)

ذکی الدین خان

مولوی ذکی الدین خان۔ ابن حافظ اثیر الدین۔ ابن مولوی علیم الدین۔ ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر۔ ابن ملا حمید الدین محدث۔

یہ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ مین پیدا ہوے۔ ابتدائی تعلیم انھون نے مولوی محمد حسین ساکن بڑا گاؤن اور اپنے اعمام مفتی ریاض الدین صاحب۔ وحافظ وجیہ الدین صاحب سے پائی۔ اور متوسطات کی تعلیم جناب مولوی حامد علی خلف اصغر حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے حاصل کی۔ بہت قابل ولائق ذہین وطباع تھے۔

مولوی مسیح الدین خان بہادر اپنی کتاب سفر نامہ لندن مین لکھتے ہین کہ۔

"مولوی ذکی الدین خان نہایت لائق اور سعید ہے۔ فارسیت مین تو اُسکو فی الجملہ کمال ہوا۔ نظم اور نثر دونون بہت اچھی لکھنے لگا۔ عربیت مین مختصرات کتابین پڑھکے متوسطات کی نوبت آئی تھی۔ فی الجملہ استعداد بھی ہوگئی۔ مگر زمانہ نے تکمیل کی فرصت نہ دی۔ پھر اپنے شوق سے انگریزی شروع کی۔ اور حیدر آباد دکن گئے۔ وہان ملازم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ حسب حوصلہ دین اور دُنیا کی ترقی نصیب کرے"

یہ حیدر آباد مین ملازم تھے۔ وہان اولاً انکا تقرر ایک معزز عہدہ پر ہوا پھر اول تعلقدار ہوگئے اسی عہدہ سے پنشن لیکر وطن آئے۔ قابلیت اور پاس ولحاظ وضع مین بےمثل تھے۔

انھون نے بتاریخ ۲۵ ماہ جمادی الاولے روز جمعہ ۱۳۳۹ھ بعارضہ ذات الصدر بعمر ۹ سال انتقال کیا۔ اور حظیرہ جنابہ مخدومہ متصل چاند محل کاکوری مین دفن ہوئے۔

ذو الفقار علی

منشی ذو الفقار علی متخلص بہ حامد۔ ابن شیخ سرفراز علی۔ ابن شیخ علی۔ ابن شیخ محمد۔ ابن

شیخ غلام نبی۔ ابن نواب منتظم الملک خان تر خان شیخ جار اللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیرآباد
ان کی ولادت بتاریخ ۲۰ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۳۵ھ ہوئی۔ یہ منشی بزبدل تھے
تعلیم و تربیت انھوں نے منشی امیر حسن خان بسمل سے پائی تھی۔ شعر بہت اچھا کہتے تھے۔ انکے
شعر و سخن کا ذخیرہ تلف ہو گیا۔

تالیفات سے تین کتابیں معلوم ہوتی ہیں (۱) عقد ثریا در بیان محاربات پشین کابل
جو نہایت عمدہ پیرایہ اور نفیس عبارت میں لکھی گئی یہ کتاب غیر مطبوع ہے (۲) نسب نامہ ارباب
کاکوری موسومہ بہ شجرۃ الانساب۔ اس کتاب کے چند اجزا دستیاب ہوئے بقیہ کا پتہ نہیں
چلا۔ اس کتاب میں جا بجا اُسکا حوالہ بھی موجود ہے۔ یہ نسب نامہ نہایت جامع و نافع تھا۔
افسوس کہ ضایع ہو گیا (۳) کتاب راحۃ القلوب فن طب میں جسکا سنہ تالیف ۱۲۶۲ھ ہے
جسکے متعلق خود اپنے کتاب نسب نامہ موسومہ بہ شجرۃ الانساب میں لکھتے ہیں۔

"الحق این راحۃ القلوب کتابیست مملو از تریاقیات در ماہیت سمیات حیوانی و نباتی و معدنی
و لسع و لدغ حشرات و نیش افعی و گزیدن جانوران بری و بحری و مداوای زخم چنگل سباع
دیوانہ و غیر دیوانہ۔ کہ این چنین کتابے از قدما و متاخرین اطبای حاذقین تالیف نگردیدہ کہ
باین زمانہ از خامہ این تر د لیدہ بیان تالیف یافتہ"

افسوس اس کتاب کا پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہوئی۔ یہ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر رح
کے مخلص مُرید تھے۔

انھوں نے بتاریخ ۲۸ ماہ صفر روز دوشنبہ ۱۲۸۶ھ مطابق یکم جولائی ۱۸۶۹ع بے نام و
نشان انتقال کیا۔

(۳۱)

رحیم باسط

شاہ رحیم باسط ابن مولوی حکیم باسط خلف اصغر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ
انھون نے بعد تحصیل علوم رسمیہ مولانا عبد الوالی لکھنوی فرنگی محلی سے جو انکی نانہالی اعزہ مین
تھے بیعت کی۔ اور اجازت و خلافت معہ خرقہ فقر حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی نبیرہ حضرت
شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہما سے حاصل کی۔ اکثر لوگ قصبہ اور دیہات کے بھی مرید ہوے
یہ اوراد و وظائف کے بہت پابند تھے۔ اپنے جد امجد کی ٹھمریون سے بہت ذوق تھا۔
ٹھمریون کی کتاب موسومہ بہ نغمات الاسرار مطالعہ مین رکھتے تھے۔ اس کتاب کو طبع بھی کرادیا تھا
بہت سخی اور متواضع بزرگ صورت و سیرت تھے۔ انکے یہان ہر قسم کے اشیا اور ادویہ اور
شربت تیار رہتے تھے۔ جسکو ضرورت ہوتی تھی لیجاتا تھا۔ پچاس پچاس روپیہ ماہوار کے
کئی دوا ساز نوکر تھے۔ جو دن رات اسی قسم کا کام کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی آتا تو
بغیر کچھ کھلائے پلائے جانے نہین دیتے تھے۔ اپنی ناناہالی جائداد پر قابض و متصرف
تھے۔ انکے نانا شیخ محمد حیات صاحب نے بہت کچھ املاک چھوڑی تھی۔ انھون نے سب کنبہ
پروری اور امور خیر مین صرف کردی انھون نے بہت اچھی عمر پائی۔ اور بتاریخ ۲۷ ماہ
جمادی الآخر روز شنبہ ۱۳۱۲ھ بعارضہ فالج انتقال کیا۔ اور درگاہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر
مین اندرون حریم پائین مزار جناب شاہ میر محمد صاحب جانب مشرق دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ
وفات از منشی سراج احمد کنتوری ؎

پیر فرخندہ سیر ہم شیخ پاکیزہ گہر	کز صفات خوب در امثال خود مشہور شد
از رحیم و باسط اسم سامئیش ترکیب داشت	نام او نام خدا بر ہر زبان مذکور شد
روز شنبہ بست و ہفتم از جمادیٔ دوم	زین غم حسرت فزا دلہای ما رنجور شد

بے سر اندیشہ بر لوح مزارش سال بین	در شہر بدہم صد و ہم با ذوہ مقبور شد
۱۳۱۱ھ

رسول بخش

منشی رسول بخش ابن منشی فیض بخش مورخ و مصنف نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض بہ نہایت قابل ولائق منشی بے بدل تھے۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے بہت خلوص واتحاد رکھتے تھے۔ یہ بادشاہ اودھ کے یہان کسی معزز عہدہ پر ملازم تھے۔ اور بڑے خیرخواہون اور معتمدین مین شمار کئے جاتے تھے۔ بعد معزولی واجد علی شاہ ورواںگی کلکتہ انھون نے مرزا برجیس قدر کی تخت نشینی کی بابتہ بہتر سے بہتر حکمت عملیان اختیار کین۔ تمام راجگان اودھ کو ہم خیال بنا لیا تھا۔ اور یہ طے کر لیا تھا کہ بجائے لکھنؤ کے دار السلطنت کاکوری ہو۔ اور وزیر خود ہین۔ اُسی شب مین جسکی صبح کو اس تجویز کا عمل درآمد ہونیوالا تھا۔ رزیڈنٹ کو اطلاع ہوگئی معاملہ درہم برہم ہوگیا۔ اُسی صبح کو یعنی ۲۴ ماہ شوال المکرم روز چہارشنبہ ۱۲۷۳ھ مین انکو اور انکے بڑے بیٹے حافظ عبد الصمد کو حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی قدس سرہ کے ٹیلہ پر سزائے موت دیگئی۔ اور وہین دفن کئے گئے۔ بعد کو حسب نشاندہی بعض ثقات منشی عبد الحی عرشی نے ٹیلہ پر سے ہڈیان لاکر کوٹھی تلہ کی مسجد کے روبرو دفن کین۔ قطعہ تاریخ انتقال از نواب تفضل حسن خان شیدا کاکوروی ؎

عبد الصمد جناب قبلہ رسول بخش	توام ز حادثات قضا ندہر دو رخت
تاریخ بست وچارم شوال وقت صبح	روز چہارشنبہ بہم شد بلائے سخت
آمد دو بار سال ز شیدا بمصرعے	گفتہ بہ بین قضا و قدر دو جگر دو لخت
۱۲۷۳ھ	۱۲۷۳ھ

رشید الدین خان

مولوی رشید الدین خان ابن مفتی خلیل الدین خان بہادر سفیر شاہ اودھ۔ انکی ولادت ۱۲۳۶ھ مین ہوئی۔ آغاز طفولیت سے چہرے سے شایستگی اور متانت کے آثار نمایان تھے۔ جسکے متعلق حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اپنی کتاب مطالب رشیدی مین لکھتے ہین۔

"مولوی رشید الدین خان کہ از طفلی انوار خوبی و شایستگی از چہرۂ او تابان و آثار سعادت و صلاحت

از بشرۂ او نمایان من سعد سعد فی بطن امہ ع سالیکہ نکوست از بہارش پیداست"

انھون نے ابتدائی کتابین مولوی شمس الدین اور مولوی صدیق احمد اور مولوی حفیظ الدین لکھنوی سے پڑھین۔ اور اکثر متوسطات اور انتہائی کتابین مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی سے اور بعض رسائل ریاضی مثل تو شجیہ وغیرہ اپنے والد ماجد سے پڑھے۔ اپنے اقران و اماثل مین نہایت متین و مہذب و امیر مزاج تھے۔ گیارہ برس کی عمر مین خدمت تحصیلداری علاقہ قصبہ کاکوری بمشاہرۂ ڈیڑھ سو ماہوار نصیر الدولہ محمد علی شاہ کے یہان سے عطا ہوئی۔ اور خلعت تحصیلداری مرحمت ہوا۔ چونکہ یہ صغیر السن تھے لہذا قاضی صادق علی خان صاحب بطور نیابت پچاس روپیہ ماہوار پر تحصیلداری کا کام سرانجام دینے کے لیے مقرر ہوئے کئی برس تک یہ اس عہدہ پر رہے۔ جب ان کی کتابین قریب الختم ہوئین تو افسری اخبار ملکی کا عہدہ انسے متعلق ہوا۔ اس کام کو بھی نہایت دیانت اور شایستگی کے ساتھ انجام دیا۔ اور اپنے زمانہ مین بہت سے لوگون کو اس محکمہ مین نوکر رکھایا۔ دو ڈھائی سال اس عہدہ پر رہے۔ پھر ترقی پاکر سول جج ہوگئے۔ لیاقت و ذہانت و معاملہ فہمی ان مین خدا داد تھی۔ امین الدولہ وزیر سلطنت سے ایک معاملہ خاص مین گفتگو ہوگئی تھی۔ انکی خشونت مزاجی کی وجہ سے انھون نے استعفا دیدیا اور خانہ نشین ہوگئے۔

اوقات شبا روزی ذکر و عبادت سے معمور تھے۔ بیعت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر

سے تھی - یہ اُنکے بااخلاص مریدین سے تھے - اُنھون نے انکے لئے مطالب رشیدی بغرض تعلیم تحریر فرمائی تھی - تصوف مین بھی اچھا مذاق رکھتے تھے - حقائق و معارف خوب بیان کرتے تھے - لوائح مولانا جامی وغیرہ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے پڑھین تھین انکی اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کی عنایات ان پر بہت تھی - اذکار وغیرہ کی بھی تعلیم اپنے پیر و مرشد سے پائی تھی - توحید وجودی کی تحقیق اور کیفیت شہودی انکے جوہر نفس مین خوب راسخ تھی - واقعات و حالات باطنی انکے متقدمین اولیاء اللہ کے ہم پایہ تھے چنانچہ حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر کی فرمایش سے انھون نے اپنے بعض واقعات و مشاہدات بھی تحریر کیے جنکا نام واقعات رشیدی ہے اور وہ طبع بھی ہوگئے ہین -

یہ کہا کرتے تھے کہ مین نے حضرت پیر و مرشد سے تین باتین عرض کین تھین وہ آپکے ارشاد سے سب پوری ہوئین - ایک یہ کہ مجھے علم ظاہر سے دلبستگی و ذوق کمتر ہے - حضرت نے اُسکے جواب مین فرمایا کہ تم کو خدا علم باطن نصیب کرے گا - دوسرے کہ میرے اوپر متعلقات کے فرائض زیادہ ہین اُن سے خدا مجھے فارغ کرے - حضرت نے فرمایا کہ ان فرائض کا بار اُٹھانیوالا آپ اُٹھالیگا تم کو اہل دُنیا کی طرح اسمین تشویش نہوگی - تیسرے میری آمدنی کم ہے اور اخراجات زاید ارشاد ہوا کہ آیندہ دوسو روپیہ ماہوار اور ملین گے - جو اخراجات کو کافی ہونگے چنانچہ وہی ہوا -

یہ آخر عمر مین بوجہ ہجوم عوارض دورہ وجع مفاصل بہت ضعیف و نقیہ ہوگئے تھے اسی مرض مین بعمر ۶۳ سال بتاریخ ۲۳ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳ھ وفات پائی اور اپنے والد کے پائین خطیرہ مین دفن ہوے - قطعۂ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوری

حسرتا کامروز اندوہ رشید الدین خان — سوخت جان ارباب حرمان سینہ کفت

مشت خس در چشم حرمان ریخت از مژگان تیر — تا بکتم خاک آن جان برادر رو نہفت

در تلاش سال ہجری مسیحی طبع ذوق — گوہر جان حزین از ثقب اندیشہ سُفت

اولین سال مسیحی شد زرئے تعمیہ	دو پی بے کاست کم ہجری شنید او گفت
یکہزار و ہشت صد ہشتاد و سہ از روئے سال	صلوی دہم معنوی بست و سوم ذیحجہ گفت
سنہ ۱۸۸۳ء	سنہ ۱۳۰۰ھ

رضا حسن خان

نواب مولوی امیر رضا حسن خان الیف۔اے۔ ایس۔ بی۔ ابن نواب امیر حسن خان سنبھلی۔ ولادت انکی ۱۳ ماہ ذیقعدہ روز پنجشنبہ سنہ ۱۲۷۰ھ مطابق ۲۷ اپریل سنہ ۱۸۵۳ء مین ہوئی۔ حاجی محمد سعید بغدادی نے کئی قطعہ تاریخ عربی مین انکی ولادت کے لکھے جنکے دو مادہ درج ذیل ہین (۱) شرف العصر بمولود وفاق (۲) معدن للخیر قد زان الوجود۔ ان مین ذہانت و فطانت خدا داد تھی۔ اٹھارہ سال کی عمر مین جملہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہوکر باپ سے زیادہ قابل اور باعث فخر ہوئے۔ عربی و فارسی نظم اور نثر مین اپنے زمانہ کی علما کی نگاہ مین ممتاز تھے۔ بچپن سے کلکتہ مین اپنے والد اور جد امجد کے ساتھ رہے۔

انھون نے خود اپنا حال اپنے مصنفہ قصیدہ لامیۃ الہند کے خاتمہ مین لکھا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کانپور مین پیدا ہوئے۔ وہین کتب درسیہ پڑھین۔ وہان سے ۲۶ محرم سنہ ۱۲۶۲ھ کو اپنے والد ماجد کے پاس کلکتہ روانہ ہوئے۔ ۱۶ ربیع الاول کو کلکتہ پہونچے۔ بقیہ تعلیم وہین حاصل کی۔ ادب سید عبد الرزاق یمنی سے پڑھا اور آخر سال مذکور مین اُس سے فراغت پائی۔ اسکے بعد شغلہ درس و تدریس و تصنیف و تالیف شروع کیا۔

تصانیف انھون نے بہت سے کئے۔ جن سے انکی اعلیٰ قابلیت و عالی دماغی کا پتہ چلتا ہے وہ حسب ذیل ہین۔

(۱) التحقیقات الدقیقہ حاشیہ علےٰ حاشیۃ السید الزاہد علی الرسالۃ القطبیہ (۲) الدر المنظوم فی تحقیق العلم والعلوم (۳) حاشیہ شرح تہذیب جلالی (۴) حاشیہ صدرا (۵) وکد القلم فی حل شبہۃ

انجذ الاصم (۶) صولۃ الضرغام فی دفع مزخرفات الاوہام (۷) التوضیح المزید فی تفضیح الیزید (۸) غایۃ الارب فی شرح لامیۃ العرب (۹) معاطاۃ الکؤس فی شرح العروس (۱۰) اعجاز القلم والبیان فی جلا سبحۃ المرجان (۱۱) ذکہتہ الہند والعنبر فی تعصیر سلافۃ العصر (۱۲) کہف الصہباء فی دستور الانشا (۱۳) اعتراضات علی عجب العجاب (۱۴) نزہتہ الارواح اعتراضات علی حدیقۃ الافراح لازالۃ الاتراح (۱۵) جولان القلم فی شرح لامیۃ العجم (۱۶) اعتراضات علی نفحۃ الیمن (۱۷) بستان الادب فی لطائف العجب۔ یہ کتاب پانچ باب پر مرتب ہے۔ پہلے باب مین حکایات لطیفہ عجیبہ ہین۔ دوسرے مین لطائف۔ اشعار از قسم قصائد وغزلیات و قطعات و رباعیات وغیرہ تیسرے مین بدایع وغیرہ ہین چوتھے مین علما و فصحا کے حالات ہین۔ پانچوین مین متفرقات ہین (۱۸) مطارح الاذکیا وہدیۃ الاحبار جسکو انھون نے چند گھنٹون مین لکھ ڈالا تھا۔ یہ منطق مین ایک عمدہ رسالہ ہے۔ کلکتہ مین طبع بھی ہو گیا ہے۔ وہان کے علمانے اسپر تقریظین بھی لکھین ہین (۱۹) قصیدۂ لامیۃ الہند و ریحانۃ الرند۔ یہ بھی چھپ گیا ہے (۲۰) کتاب النموذج الکمال۔ یہ فن ادب مین ایک بسیط کتاب ہے۔ اور طبع بھی ہو گئی ہے۔

شعر وسخن سے بھی انکو ذوق تھا۔ رضا تخلص کرتے۔ عربی و فارسی دونون زبانون مین شعر کہتے تھے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔ اشعار فارسی ؎

رضا از تصاریف ہمت برانم — کہ نقل سخن را بہ اخوان فرستم
زجو شیکہ از اجرام کف فگن شد — برشش قلمہا نمکدان فرستم
بنفحات انفاس غمدیدۂ خود — نسیمے بمرغ گلستان فرستم
اشارات زائیدۂ فکر خود را — زحکمت بہ ابنائے یونان فرستم
زمہتابی طبع وقاد ذہنم — ضیائے بخورشید تابان فرستم
رموز اشارات نفحات خود را — بہ افکار ابکار لقمان فرستم
تماشائے ازہار سر بستۂ خود — بجادو بیانان عدنان فرستم

بہ انوارِ خورشید رخشانِ فکرم | چراغے بگورِ غریبان فرستم
زدریائے عمانِ فکر لطیفم | بملکِ عجم عقدِ مرجان فرستم

اشعار عربی

الفقر فی القصر کالغفران فی الزلل | والعجز فی العز کالکتمان للخلل
اصبر علے مہلکات الدہر موتلقاً | فالصبر افضل للاتیان بالجدل
طوبیٰ لمن عاش والافقا دموطنہ | والفقر مفخرہ فی الحال والقبل
محمد افضل الانسان قاطبۃ | فخرا لملایك زین العقل والرسل
لہ العطاء بلا نقص ولا خفض | لہ السخاء بانواع من المثل

بیعت انکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ سے تھی۔ غرضکہ یہ نہایت فاضل زبردست اور عالم جید تھے۔ تھوڑا سا حال انکا تذکرہ علماء ہند مین بھی مذکور ہے۔

افسوس کہ انھون نے عین شباب مین بمقام کلکتہ بتاریخ ۱۹ ماہ ربیع الآخر روز دوشنبہ وقت مغرب ۱۲۶۶ھ مطابق ۴ مارچ ۱۸۵۰ء بے نام ونشان سفر آخرت اختیار کیا اور وہین دفن ہوئے انتقال سے کچھ قبل کی ایک تحریر انکی بطور وصیت نامہ ملی جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد فان الحیوۃ والموت مستویان لاسیما عند العاقل الفطن الخبیر الماہر ومن المشاہدات بالامور الباطنۃ ان فناء البدن غیر مستلزم لفناء الروح والاصل فی وجود الانسان ہو الروح لا البدن فانی موجود مشیر الیٰ وجودی وما وجودی الا الروح فقط وانما البدن قفسۃ خبیثۃ والروح دائمۃ باقیۃ ناظرۃ حاضرۃ شاہدۃ اذا ثبت ہذا فاعلم انی لا ابالی بالموت بوجہ من الوجوہ ؎

مرگ اگر مرد است گو پیش من آئے | تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ
من ز وے عمرے ستانم جاودان | او ز من دلقے ستاند رنگ رنگ

واللہ شہید علی ما قلت واقول انی متبوء کمال التبری عن حیاتی فانی لا اجد فی وجودی الخارجی الاخسران الدنیا والاخرة وذلک هو الخسران المبین وکنت انا فی هذا القالب العنصری مدة تسعة عشر سنة وخمسة اشهرا وازید لاغیر والآن انی ارید الطیران الی الملاء الاعلیٰ فانی قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاستغفر لی ایها الاخ فانی مستغفر وتائب الی اللہ الغفار عن المعاصی الکبیرة والصغیرة مما فعلت او قلت او کنت باعثاً له توبة راجعة بالقلب صادقة موافقة باللسان وانی اشهد ولاً واومن باللہ عز وجل واحد لاکوحدتنا قادر لاکقدرتنا سمیع لاکسمعنا بصیر لاکبصرنا عالم لاکعلمنا وعلی هذا القیاس الی منتهی الصفات واشهد ان لا اله الا اللہ وایضاً اشهد واومن شهادة صادقة وایمانا کاملا بان محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیه القرشی الهاشمی رسوله المقبول وحبیبه الطاهر وهو صفی اللہ ورسول اللہ حقا بلا ارتیاب وکذا اشهد واومن بقبولیة جمیع اهل البیت الکبار والصحابة الاخیار رضوان اللہ تعالی علیهم اجمعین وانی اقول بعد التوبة والاستغفار آمنت باللہ وملائکته وکتبه ورسله ایمانا صادقا کاملا واللہ تعالی عالم بخفیات الاسرار وبعد هذا فوصیتی الاولی الیک یا اخی ان یجهز فی تجهیزا وتکفننی تکفیناً لطیفاً بالثیاب الثمنیة ثم تصلی علیّ ثم تضعنی فی القبر بالموضع الذی وصینا به الحافظ ثم یعمل لی فاتحة فی کل خمیس بتلاوة القران واستماع الحان المعرفة علی ما هو الدستور فانی مشتاق کثیراً الی سماع السماع وبعد هذا فاکتب علی القبرین کلیهما علی قبر المرین العبارات الاتیته بالضرورة مع التسمیة

یا قبر یا قبر هل زالت محاسنها	ام زال منک ضیاء النظر والبصر
یا قبر یا قبر ما انت لی روض ولا فلک	فکیف الجمع فیک العصر والقمر
ماکنت احب قبل وقتک ماتری	ان اللحود منازل الاقمار

توفیت صاحبة هذا القبر فی ربیع الاخر ۱۲۶۶ھ من الهجرة یوم الخمیس وهی شابة

مومنۃ مسلمۃ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تم یکتب علی قبری ؎

دہ کہ ہرگاہ سبزہ در بستان	بدمیدے چہ خوش شدے دل من
بگذرا ے دوست ما بہ فصل بہار	سبزہ بینی دمیدہ از گل من

الٰہ من العشق وحالاتہ	احرق قلبی بحراراتہ

الفقیر العاصی المھجور الراجی الی رحمۃ اللہ القوی رضا حسن العلوی الہاشمی غفراللہ لہ۔ کلکتہ ۱۲۹۹ھ ہجری النبوی صلے اللہ علیہ وسلم۔

رضا علی

مولوی رضا علی۔ ابن مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ انکی ولادت ۱۹ ماہ رمضان المبارک روز پنجشنبہ ۱۲۱۱ھ مین ہوئی۔ یہ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر رح سے عمر مین چھوٹے اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر رح سے بڑے تھے۔ کتب درسیہ انھون نے اپنے والد ماجد سے پڑھین۔

بیعت انکو اپنے عم اکرم حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ سے تھی۔ اور اجازت وخلافت بھی مگر ادبًا کبھی کسی کو مرید نہین کیا۔ مدۃ العمر ملازمت مین بسر کی۔ دل بیار دست بکار کے مصداق تھے۔ اور بہت بامروت قابل خوش وضع خلیق وجیہہ الصورت مثل اپنے والد ماجد کے تھے۔

قبل غدر اطراف گورکھپور مین تحصیلدار تھے۔ بعد غدر پنشن لیکر خانہ نشین ہوگئے۔ صاحب ثروت وامارت تھے۔ انھون نے بعارضۂ فالج بتاریخ ۸ ماہ رمضان المبارک روز چہارشنبہ ۱۲۷۹ھ وفات پائی۔ اور بایمین مزار اپنے والد کے بیرون روضہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر جانب مغرب دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی ارتضے علی تشرر کاکوروی ؎

طالب حق رضا علی صاحب	روے خود را زما سوا بنہفت
قرب دریافتہ زہاتف غیب	بجوار جنان بکاظم گفت ۱۲۷۹

رضا علیخان

شیخ غلام رضا معروف بہ رضا علی خان ابن شیخ محمد غلام ابن ملا زمان ابن ملا محمد رضا - ابن ملا محمد اشرف ابن ملا عبد القادر ابن حافظ شہاب الدین - ابن مخدوم نظام الدین بھبکیہ -

یہ اپنی قابلیت ولیاقت وبعض اوصاف مین تمام کاکوری اور جوار کے لوگون مین ممتاز اور ذی شخصیت تھے - عبارت فارسی خوب لکھتے - خط بھی بہت پاکیزہ تھا - علے الخصوص قاسم علیخان کے جنگ کے حالات جو مرشدآباد مین انگریزون سے ہوئی تھی - نہایت ہی برجستہ اور عمدہ طرز سے لکھے تھے - نواب شجاع الدولہ بہادر نے اُسکو بہت پسند کیا - یہ فنون سپاہ گری مین بے نظیر سخاوت مین حاتم وقت - تمکین ووقار مین کوہ سنگین صفائی تقریر مین بلبل تھے -

تلاش روزگار مین اولاً غازیپور زمانیہ مین شیخ محمد اکبر کاکوروی کے پاس کہ جو وہان کے فوجدار تھے گئے - پھر دکن کا قصد کیا - وہان اپنے ماموں شیخ محمد مسیح مخاطب بہ مسیح الزمان خان کے پاس رہے - جو نواب سید انور علیخان گوپاموی معتمد آصف جاہ نظام الملک کے معتمد تھے بعد انتقال اپنے ماموں کے اُنکی جگہ پر مقرر ہوگئے - اور بہت نام واعتبار پیدا کیا - نواب انور الدین خان خلف نواب انور علیخان کی رفاقت مین بھی رہے - ایک روز بر سبیل تذکرہ انکی زبان سے نکلا کہ اس زمانہ مین کوئی ایسا امیر بھی ہے کہ جس نے اپنے رفیق کو ایک لاکھ روپیہ دیا ہو - نواب صاحب نے کہا کہ تمھارے محال کی تحصیل کیا ہے - انھون نے جواب دیا کہ ایک لاکھ روپیہ ہے - اُسی وقت اُنھون نے وہ روپیہ انکو دیدیا یہ اُسکو لیکر وطن آئے یہان خوب خرچ کیا اعزہ واحباب کے ساتھ سلوک کیا - نہایت عمدہ حویلی بنوائی (جو تبک موجود ہے - اور متصل مکان منشی امتیاز علیصاحب وزیر بھوپال واقع ہے) بعد اُسکے کچھ دنون قاسم علیخان کے رفیق رہے - وہان ثروت ظاہری اور اعتبار پیدا کیا ۱۱۶۸ھ مین نواب مغل علی خان ابن نظام الملک آصف جاہ دکن کی رفاقت مین رہے - جو شاہ عالم اول

بادشاہ دہلی کی طرف سے بجمعیت تین ہزار سوار سکھون کے اخراج کیلئے مامور ہوئے تھے اس لشکر مین یہ نواب دکن کی طرف سے سپہ سالار دہراول فوج تھے۔ اسی جنگ مین بمقام کنجپورہ جو دہلی سکے قریب ہے شہید ہوئے۔

انکے دو بیٹے ہوے امداد علیخان۔ اوصاف علیخان۔ دونون بھائی نیک صورت نیک سیرت تھے۔ علوم متعارفہ مین اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ اور باپ کے قدم بقدم تھے خط بھی بہت پاکیزہ تھا۔ عبارت بھی خوب لکھتے تھے۔ اُس زمانہ مین انکے ماموں قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر کمپنی انگریزی کی طرف سے ممالک محروسہ کمپنی (بنگال۔ بہار وغیرہ) کے قاضی القضاۃ تھے۔ اُنکے ذریعہ سے پہلے امداد علیخان مرشدآباد کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے آب و ہوا کی ناموافقت سے تھوڑے دنون اس عہدۂ جلیلہ کا کام کرنے پائے تھے۔ عمر نے وفا نہ کی سنہ ۱۲۱۷ھ مین بمقام مرشدآباد انتقال کر گئے۔

پھر ذوالفقار علیخان ابن امداد علیخان اس عہدہ پر مامور ہوئے۔ وہ بھی سات آٹھ سال کے بعد سخت علیل ہوئے اس حالت مین وطن آرہے تھے۔ راستہ مین قریب بنارس انتقال کر گئے۔ نعش کاکوری آئی اور یہین دفن ہوئے۔

جب عہدۂ قضا خالی ہوا تو اوصاف علیخان۔ ابن رضا علیخان اس عہدہ کیلئے نامزد کئے گئے۔ اُس زمانہ مین سحر بنگالہ کے متعلق بہت سے قصص زبان زد خاص وعام تھے آب و ہوا بھی خراب تھی۔ اور یہ سخت علیل بھی تھے۔ جب انکی طلبی ہوئی۔ تو لوگون نے منع کیا انھون نے رات کو حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو خواب مین دیکھا کہ وہ سرہانے کھڑے فرما رہے ہین کہ اُٹھتا کیون نہین تو تو کچھ بیمار نہین ہے۔ اُٹھ اور اپنا کام کر جیسے ہی بیدار ہوئے جسم مین تاب و توانائی محسوس ہوئی۔ نہ علالت تھی نہ کسل فوراً مرشدآباد روانہ ہو گئے۔ ایک مدت تک وہان عہدۂ قضا پر مامور رہے۔ اور وہین وفات پائی۔ مزید حالات نہ دریافت ہو سکے۔

رضی عباسی

قاضی رضی۔ ابن قاضی شیخ کوچک۔ ابن قاضی بہاری۔ ابن قاضی شیخ کلان۔ بن قاضی فضل اللہ ابن قاضی عنایت اللہ عباسی۔

یہ بہت بزرگ تھے۔ ایک کرامت انکی اب تک مشہور ہے کہ انکے مزار پر جو نیم کا درخت موجود ہے۔ اُس کی پتی جمعرات کو شیرین ہو جاتی ہے۔ اکثر لوگون نے چکھی ہے۔ ان سے اویسی فیض حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کو تھا۔ چنانچہ وہ اکثر اپنے مریدین و طالبین کو انکے مزار پر مراقب ہونے کا حکم دیا کرتے تھے۔ حضرت ملا قدرت اللہ بلگرامی کی فیض پانے کا قصہ اصول المقصود مین مندرج ہے۔ انکے مزید حالات معہ سنہ و تاریخ وفات وغیرہ باوجود تفحص نہ دریافت ہو سکے۔ مزار کاکوری کے انگریزی اسکول کے قریب بیرون آبادی جانب مشرق واقع ہے۔ اور منیا پیر کے نام سے مشہور ہے۔

رضی الدین خان

مولوی محمد رضی الدین خان۔ ابن مولوی علیم الدین خان۔ ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر۔ ابن حضرت ملا حمید الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ۔

سنہ ۱۲۱۶ھ مین پیدا ہوئے۔ کتب درسیہ انھون نے اپنے والد ماجد و مولوی فضل اللہ نیوتنوی و مولانا محمد اسحاق دہلوی سے پڑھین۔ احادیث کی سند بھی اُنھین سے حاصل کی۔ فاضل جید ہوئے۔

بیعت سلسلہ نقشبندیہ مین حضرت مولانا حاجی امین الدین سے تھی۔ اولاً یہ عہدۂ افتاء و صدرامینی پر ضلع آگرہ مین متقرر ہوئے۔ پھر ایک مدت تک دہلی مین صدرامین رہے۔ پھر وہان سے الہ آباد مین صدرالصدور ہو گئے۔ وہان سے مختلف اضلاع مین تبدیل ہوتے رہے۔ غدر کے زمانہ مین

بریلی سے وطن آگئے۔ یہان بعارضۂ تپ محرقہ چندروز علیل رہ کر تاریخ ۱۹ ر ماہ ربیع الآخر ۱۲۷۴ھ
وفات پائی۔ اور خطیرہ متصل چاند محل مین دفن ہوئے۔ آپکے بیٹے مولوی احسن الدین صاحب
اولاً دس بارہ سال ملکۂ گیتی زوجۂ امجد علیشاہ بادشاہ کے یہان معتمدین مین رہے۔ پھر حیدرآباد
گئے وہان بھی معزز عہدہ پر ملازم ہوگئے تھے۔ یہ بہت ذی ثروت و وجاہت گذرے ہین۔

رفعت اللہ خان

رفعت الدولہ بخشی رفعت اللہ خان بہادر نصرت جنگ۔ ابن قاضی محمد واعظ ابن قاضی
محمد حافظ عباسی۔ انکی ولادت ۱۱۳۳ھ مین ہوئی۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے پائی۔
بیعت ان کو حضرت سید شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ تمام عمر اپنے بڑے
بھائی بخشی ابوالبرکات خان بہادر کے رفیق رہے۔ مزاج رئیسانہ مشرب سپاہیانہ رکھتے۔ ذی
شوکت و ثروت خوش قسمت خوش اوقات درویش صفت تھے فقرا کے ساتھ بہت اعتقاد تھا۔
ابتدا مین بعہدۂ بخشی گری مامور رہے ۱۲۰۱ھ مین جاہ و ثروت و شوکت و حشمت مین
اپنے تمام خاندان پر تفوق حاصل کیا۔ یہان تک کہ صاحب طبل و علم ہوئے۔ باوجود اسقدر
ثروت کے نخوت اور غرور بالکل نہ تھا اعلے و ادنے سے برابر مسلوک ہوتے رہتے۔ مثنوی
مولانا روم زائد مطالعہ مین رکھتے۔ شجاعت مین رستم وقت سخاوت مین حاتم ثانی تھے۔
بعد ختم عہدۂ بخشی گری الماس علیخان خواجہ سرا کے یہان طلب ہوئے چونتیس سال
انکی رفاقت مین رہے۔ بہت جاہ و ثروت پیدا کی۔
حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کتاب اصول المقصود مین لکھتے ہین کہ
"رفعت اللہ خان در گردہ خود بحیثیت صلاحیت ممتاز و بتجرد پرستی و محبت فقرا سرفراز بودند"۔
منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین کہ
"بخشی رفعت اللہ خان ہم رئیس و ہم سپاہی و ہم درویش بودند و ہمیشہ در نصرت گذرانیدند

وتمام عمر شریک برادر بزرگ خود ماندند خوش نصیب و خوش اوقات بودند با فقرا صحبت داشتند سنجاب و کمخواب و پلاس نزد او یکسان بود۔ نخوت و تکبر پیرامون نخاطر نرسیده با وصف ثروت بہ ادنیٰ و اعلےٰ برابر سلوک میکردند مطالعۂ مثنوی مولانا روم ہمیشہ میداشتند و خط نسخ خوب می نوشتند و عالم سپاہ گری الیشان را رستم وقت باید گفت فیلان و اسپان خاصہ سواری و دیگر لوازم ریاست ہم بسیار میداشتند۔"

قیصر التواریخ مین ہے کہ

"جب نواب آصف الدولہ بہادر نے مسند وزارت پر جلوس فرمایا۔ تو ایک دن بسبیل تفرج تشریف فرمائے قصبہ کاکوری ہوئے۔ بخشی رفعت اللہ خان کے انتقال کے بعد انکے دونون بیٹون غلام حیدر خان و غلام صفدر خان کو طلب کر کے خلعت سے سرفراز کیا۔ اور دونون کا دو دو سو روپیہ ماہوار منصب مقرر کیا۔ اور از راہ قدر دانی و قدامت اُنکا حفظ مراتب کرتے رہے۔"

انھون نے ۱۲۲۴ھ مین بعمر ۶۰ سال انتقال کیا۔ حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی نے دخل الجنۃ مادۂ تاریخ نکالا۔ ۱۲۲۴ھ

قطعۂ تاریخ وفات از لالہ درگاہی لال متخلص بہ اشرفی ؎

سر سروران رفعت اللہ خان — سران جہان سجدہ فرسائے اُو
ز دیر فنا چونکہ بربستہ رخت — نمودند دار بقا جائے اُو
پئے سال تاریخ او اشرفی — دبیر خرد نکتہ آرائے اُو
بفرمود برگو کہ بے شک و ریب — بہشت برین گشت ماوائے اُو

۱۲۲۴ھ

ریاض الدین

حضرت شاہ ریاض الدین قلندر۔ انکا حال کسی کتاب مین نہین ملا۔ اور نہ یہ معلوم ہوسکا کہ

یہ کس خاندان سے تھے۔ انکے متعلق حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بہت بڑے بزرگ صاحب ارشاد سلسلۂ قلندریہ سے تھے۔ انکا سلسلہ کئی واسطون سے حضرت شاہ فتح قلندر جونپوری کو پہونچتا تھا۔ انکے دو غلام تھے۔ دونون مین سے چھوٹے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور اُسکی پیٹھ سہلاتے اور کہتے کہ تیری وجہ سے مجھے درجۂ شہادت نصیب ہوگا۔ چند دنون کے بعد یہ حج کو تشریف لیگئے دونون غلام ساتھ تھے۔ بمبئی پہونچکر اُن دونون مین سے چھوٹے کے دل مین یہ خیال آیا کہ میان کے پاس اشرفیان ہین۔ انکو ختم کر کے اشرفیان لے کر چلدینا چاہیئے۔ اسی لالچ و شامت مین اُس نے انکو شہید کر ڈالا اور چلدیا بعد وفات عرصہ کے بعد یہان انکے محلہ مین ایک شخص نے ان کو خواب مین دیکھا انھون نے اُس سے یہ سب واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ہماری شہادت یکم شوال کو ہوئی اور قبر بمبئی مین ہے۔ ہمارا فاتحہ گڑ اور چنون پر کیا کرو۔ چنانچہ ہرسال عید کے روز فاتحہ ہوتا ہے۔ خانقاہ انکی چودہری محلہ مین ہے۔ ایک احاطہ ہے اُسکے اندر مسجد ہے جو باڑہ کے نام سے مشہور ہے۔ اب بہت شکستہ حالت مین ہے۔

ریاض الدین خان

مولوی حاجی حافظ مفتی ریاض الدین خان۔ ابن مولوی علیم الدین خان۔ ابن قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر۔ ابن مولانا حمید الدین محدث۔

ولادت انکی ۱۲۲۹ھ مین ہوئی۔ علوم متعارفہ انھون نے اپنے والد اور چچا اور مولوی فضل اللہ نیوتنوی و مرزا حسن علی محدث لکھنوی و مولوی نور الحسن کاندہلوی و مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی وغیرہم سے حاصل کئے اور مؤخر الذکر حضرات سے سند حدیث بھی حاصل کی نہایت قابل و لائق درویش صفت جمیلۃ الصورت صاحب ورع و تقوےٰ تھے۔ انکو بیعت حضرت مولانا حاجی امین الدین کاکوروی سے تھی۔ درس و تدریس کا بھی شغلہ رکھتے۔ بہت

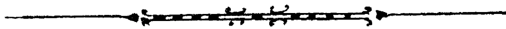
خوش بیان اور بڑے فاضل ذی استعداد قوی الحافظہ مسلم الثبوت علما مین تھے۔

ابتدائً شہر آگرہ مین مفتی ہوئے۔ پھر منصف ہو گئے اور بہت نیک نام رہے جب غدر ہوا تو وطن چلے آئے۔ بعد غدر کچھ دنون نواب ٹونک کے یہان رہے۔ بعد معزولی نواب طلبی ڈریمن صاحب کمشنر بریلی رامپور گئے۔ نواب کلب علیخان نے نہایت عزت و وقار سے نوکر رکھا اُنھین کے ساتھ حج بھی کیا۔ رامپور مین یہ تمام عدالتون کے مفتی تھے۔ پھر وہان سے بطلب نواب فدا حسن خان کاکوروی حیدر آباد گئے اور وہین غرۂ ماہ صفر ۱۲۹۵ھ مین انتقال کیا۔

قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی

ناح قوم علے ریاض الدین | وھم البا کئون بالویل
قلت لاتحزنوا فانّ اخی | دخل الخلد نافذ الذیل

۱۲۹۵ھ



(ز)

زین الدین حیدر

شیخ زین الدین حیدر - ابن قاضی محمد عالم - ابن قاضی محمد اسلم - ابن قاضی محمد تقی ابن قاضی عبدالحلیم - ابن قاضی مسعود - ابن قاضی حسین - ابن قاضی بایزید - ابن قاضی شیخ کوچک ابن قاضی بہاری - ابن قاضی شیخ کلان - ابن قاضی فضل اللہ - ابن قاضی عنایت اللہ عباسی

یہ نہایت حسین اور وجیہ - فنون سپہ گری میں طاق - اور شجاعت و جوانمردی میں شہرۂ آفاق تھے - عربی و فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی - ابتدائی تعلیم اپنے ماموں بخشی ابوالبرکات خان کے ساتھ رہکر پائی - رفتہ رفتہ اپنی قابلیت و ذہانت سے بخشی صاحب کے مزاج میں اس حد تک درخور پیدا کیا - کہ مہر بخشی گری انھیں کی تحویل میں رہنے لگی - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بخشی صاحب انکے کتنے معتمد علیہ تھے اور کس حد تک رسوخ پیدا کرلیا تھا - الماس علیخان خواجہ سرا انکو اتنا مانتے تھے - کہ قاضی گڈھی کی مسجد کی تعمیر محض انھیں کی وجہ سے کرائی - اور ضروریات اور مصارف محرم کیلئے چند اراضی معافی میں دین اور متولی کرنا چاہا - انھوں نے بر بنائے ملازمت انکار کیا - اور اپنے بنی اعمام میں سے کسی کی سفارش کی - کہ یہ ذمہ داری اُنکے سپرد کیجائے اسلئے کہ وہ قاضی ہیں اور مستقلاً کاکوری میں سکونت پذیر - چنانچہ ایسا ہی ہوا -

یہ کوڑیا کا سگنج (ضلع ایٹہ) کے راجہ کے مصاحبین میں تھے - وہ انکے جوہر شجاعت کے باعث انکا بہت ادب و احترام کرتا - اور بہت زیادہ خاطر و مدارات سے پیش آتا - درویش منش و فقیر دوست تھے - چالیس سال کے سن تک عقد نہیں کیا اور یہ طے کرلیا تھا کہ بقیہ عمر بھی تجرد کی حالت میں گذار دینگے - لیکن ایک درویش مجذوب کے اصرار نے عہد کے توڑنے اور نکاح کرنے پر مجبور کیا - جسکا واقعہ یون ہے کہ ایک مرتبہ یہ راجہ کے ایک مصاحب کی ہمراہی میں شکار کی غرض سے جنگل کی طرف روانہ ہوئے شکار کھیلتے ہوئے جب جنگل میں

پہونچی۔ تو آفتاب کی حرارت سے باعث تشنگی کا غلبہ ہوا۔ ہر طرف پانی کی تلاش مین سرگردان تھے۔ کہ ایک فقیر کی کٹی یعنے مکان نظر پڑا۔ گھوڑا دوڑا کر وہان تک پہونچے۔ تو دیکھا کہ ایک مجذوب فقیر مست بیٹھے ہوئے ہین اور بڑبڑا رہے ہین۔ پہونچتے ہی عرض مدعا کیا اور پانی کے طالب ہوئے۔ مجذوب صاحب نے اسکے جواب مین سوال کیا کہ تمہارا عقد ہو چکا ہے یا ہنوز ناکتخدا ہو۔ انھون نے کہا کہ عقد اب تک نہین کیا ہے اور نہ ارادہ ہے۔ البتہ پیاس کی شدت ہے۔ اور آپ سے یہ التجا ہے کہ تھوڑا پانی پلوا کر سرفراز کیجئے۔ مجذوب صاحب نے یہ سُنکر ہاتھ بڑھایا اور جنگل سے ایک ناگن کو پکڑ کر ایک گلاس مین نچوڑا اور اسکا ایک گھونٹ خود پیا بقیہ ان کو دیدیا اور کہا کہ تم پی کر پیاس بجھاؤ۔ ان کو مجذوب صاحب کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری کہنے لگے مین حرام چیز نہ پیونگا۔ مجذوب صاحب نے سُنکر سکوت کیا اور وہ گلاس انکے ہمراہی کی طرف یہ کہہ کر بڑھا دیا کہ "لو بابا تم پیو" وہ فوراً پی گئے نتیجہ یہ ہوا کہ اُسی رنگ مین رنگ گئے کہ جو اُن فقیر کا تھا اور اسی طرح کی باتین کرتے ہوئے جنگل مین نکل گئے۔ اُسکے بعد مجذوب صاحب انکی طرف مخاطب ہوئے۔ اور کہا کہ جاؤ جھونپڑے کے اندر پانی رکھا ہے۔ جا کر پی لو لیکن یہ مجھے دیکھنا ہے کہ تم کبتک عقد نہین کرتے ہو جاؤ فقیر کی یہ بات یاد رکھو کہ تمھارا نکاح ہوگا اور اُس سے دو اولادین ہونگی۔ اور اُن سے نسل بڑھے گی۔ چنانچہ اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ وطن واپس آئے۔ اور اعزہ کے اصرار سے مجبور ہو کر عقد کیا جس سے دو اولادین ہوئین شیخ رضا علی۔ شیخ مظہر علے۔

قوت کا انکے یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ راجہ کی سواری کا گھوڑا چھوٹ گیا۔ اور کسی طرح پکڑے نہین ملتا تھا ان کو جب اسکا علم ہوا سر راہ آکر بیٹھ گئے۔ جب وہ گھوڑا بھاگتا ہوا اس طرف سے گذرا۔ اُنھون نے اُسکی ٹانگ پکڑ لی۔ جسے وہ انتہائی کوشش کے باوجود چھڑانے مین کامیاب نہ ہو سکا۔ تیر اندازی مین کمال کا یہ حال تھا کہ کبھی کو نشانہ بنا کر تیر سے چھید دیا کرتے تھے۔

انکے انتقال کا عجیب وغریب قصہ ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔ انکے بھانجے مولوی نہال الدین ومولوی عزیز الدین معہ دیگر اعزا کے بسلسلۂ عیادت انکے پاس بیٹھے ہوئے باتین کر رہے تھے کہ انکو پاخانہ کی حاجت ہوئی۔ چنانچہ رفع حاجت کے لئے پاخانہ گئے جہان سے واپسی مین خلاف معمول بہت زیادہ دیر ہوئی۔ واپسی پر لوگون نے دیر کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ فرشتے میری روح قبض کرنا چاہتے تھے۔ مین نے اُن سے کہا کہ اس نجس مقام پر میری روح قبض نہ کرو۔ نماز جمعہ ہولینے دو پھر تمھین اختیار ہے۔ اسلئے مجھ کو کسی قدر دیر ہوئی۔ اب یہ بتاؤ کہ جمعہ کی اذان ہوگئی ہے یا نہین۔ لوگون نے جواب دیا کہ ہوگئی ہے۔ کہا تم لوگ جاکر نماز سے فراغت کرآؤ پھر آنا۔ خود کپڑے بدلکر اور ایک سفید چادر اوڑھکر لیٹ رہے۔ جب وہ لوگ نماز سے فارغ ہوکر واپس آگئے۔ تو انھون نے دریافت کیا کہ نماز ہوگئی یا نہین۔ جواب ملا کہ ہوگئی ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا تم لوگ گواہ رہنا مین کلمہ پڑھتا ہون۔ چنانچہ یہ کہکر کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور چادر سے مُنھ اوڑھ لیا۔ اُسی وقت روح جسم عنصری سے پرواز کرگئی۔ ۵۰ سال کی عمر مین وفات پائی۔ قبرستان واقع محلہ قاضی گڈھی کاکوری مشہور پہ سالار مسعود مین دفن ہوئے۔



(س)

سجاد حسین

منشی سجاد حسین۔ ابن شیخ منصور علی ابن شیخ محب اللہ۔ ابن شیخ حبیب اللہ۔ ابن شیخ عبد القیوم ابن شیخ عبد الحی۔ ابن شیخ غلام محمد ابن محمد غوث حجاجی دیدوی الاصل نزمل کاکوری۔

انکے جد شیخ محب اللہ کا یہان نانھیال تھا۔ جنکے بیٹے منشی منصور علیصاحب عہدۂ ڈپٹی کلکٹری پر مامور تھے۔ اور بعد پنشن ایک عرصہ تک حیدر آباد مین سول جج رہے۔

منشی سجاد حسین مرحوم کاکوری مین ۱۸۵۶ء مین پیدا ہوے۔ اوایل عمر مین زیر نگرانی اپنے مامون نواب فدا حسن خانصاحب لکھنؤ مین تعلیم پاتے رہے۔ ۱۸۷۳ء مین انٹرنس پاس کیا۔ اور کچھ دنون لکھنؤ کیننگ کالج مین ایف اے کی تعلیم بھی پائی۔ لیکن طبیعت انگریزی سے اُچاٹ ہوگئی امتحان مین شریک نہوے۔ کالج چھوڑ کر تلاش معاش مین فیض آباد گئے اور وہان فوج مین اُردو پڑھانے کے لئے مقرر ہوے۔ طبیعت کو اس شغل سے مناسبت نہوئی۔ سال بھر کے اندر ہی اندر اسکو خیرباد کہہ کر اخبار اودھ پنچ کے شایع کرنے کا ارادہ کیا۔ منشی محفوظ علی کاکوروی اس کام مین شریک ہوے۔ اُنکے مشورہ و شرکت سے ۱۸۷۷ء مین اودھ پنچ کی بنا پڑی۔

انھون نے اخبار اودھ پنچ کے لئے پہلے ہی سال مین ایسے سحر بیان و جادو قلم نامہ نگار ڈھونڈھ کر نکالے کہ جو اردو علم ادب کے آسمان پر چاند و سورج ہو کر چمکے۔ جن مین سے پنڈت تربھون ناتھ ہجر۔ مرزا مچھو بیگ ستم ظریف۔ نواب سید محمد خان آزاد۔ سید اکبر حسین اکبر منشی احمد علی شوق۔ منشی جوالا پرشاد برق۔ منشی احمد علی کسمنڈوی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہین۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار بھی ابتدا مین دو چار سال تک نامہ نگار رہے۔

یہ علیگڈھ کی تحریک اور سر سید احمد خان کی پالیسی کے شروع ہی سے مخالف تھے۔

نظام معاشرت مین قدامت پرستی کے قایل اور مغربی تہذیب کے دشمن تھے ۱۸۸۵ء مین نیشنل کانگریس مین شریک ہوئے اور مرتے دم تک اُسکے حامی رہے ۔

یہ اُردو اخبار نویسی مین طرز مذاق وظرافت کے موجد۔ لکھنؤ کی زبان اور اپنے رنگ کے اُستاد تھے اودھ پنچ کے ذریعہ سے جو خدمات اُردو زبان کی انھون نے کین ۔ اور جو قابل قدر اضافہ اس زبان مین انکی کوششون کی بدولت ہوا۔ وہ اس قابل نہین کہ آسانی سے بُھلا دیا جائے ۔

تصانیف مین انکے ناول ۔ احمق الذین ۔ کایا پلٹ ۔ حاجی بغلول ۔ پیاری دنیا ۔ میٹھی چھری وغیرہ عمدہ یادگار رہین ۔

ان مین سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انھون نے اپنا دامن شہرت مذہبی تعصب سے خواہ پالٹکس ہو یا لٹریچر ہمیشہ پاک وصاف رکھا ۔ اور آزادی وایمانداری کو کبھی بھولے سے بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا ۔ جو وضع اختیار کی اُسکو آخری دم تک نباہا۔ کسی حالت مین اُصول سے مُنھ نہ موڑا ۔ بلا کی شوخ طبیعت تھی ۔ بذلہ سنجی وظرافت تو گویا مزاج کا خمیر تھی۔ نہایت پریشانی وعسرت کی حالت مین بھی حتے المقدور خندہ پیشانی ومذاق سے باز نہ آتے تھے ۔

اپریل ۱۹۰۱ء مین پہلی مرتبہ فالج گرا۔ لیکن چند ماہ بیمار رہکر اچھے ہوگئے ۔ پھر ۱۹۰۴ء مین فالج کا دوسرا دورہ ہوا کہ جسنے تندرستی خراب کردی ۔ متواتر علالت ضعف ودیگر واردات زندگی کی وجہ سے آخر زمانہ نہایت مصیبت وپریشانی مین گذرا بالآخر ۱۹۱۲ء مین اودھ پنچ بند کرنا پڑا ۔ اسکے بعد حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی ۔ یہان تک کہ بتاریخ ۶ ماہ ربیع الاول روز شنبہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۱۵ء بے نام ونشان انتقال کرگئے ۔ نعش لکھنؤ سے لاکر کاکوری مین تکیہ بنواشاہ مین دفن کیگئی ۔

سراج الدین

منشی حافظ سراج الدین ۔ ابن شیخ وحید الدین ۔ ابن شیخ غلام نجف ابن شیخ احسان اللہ عثمانی بلگرامی الاصل نزیل کاکوری۔

انکی ولادت ۱۲۶۹ھ مین ہوئی۔ کلام مجید حافظ محمد علی نابینا سے یاد کیا تھا۔ بہت اچھے حافظ تھے۔ کلام مجید خوب یاد تھا۔ عربی و فارسی کی تعلیم حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر اور حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے پائی۔ انگریزی مین انٹرنس تک پڑھا تھا۔ اور امتحان وکالت پاس کرکے ابتدائً فرخ آباد و قنوج مین وکالت کرتے رہے۔ پھر اپنے ماموں اکرام اللہ خان المخاطب بہ نواب یار جنگ بہادر مغفور کے توسل سے ریاست حیدرآباد دکن مین سند وکالت درجہ اعلیٰ حاصل کی اور وکالت مین ایسی ترقی کی کہ اعلیٰ ترین وکلاء کے طبقہ مین شمار کئے جاتے تھے۔ دقیقہ رسی و خوش تقریری جو فن وکالت کے لئے بہت بڑے جوہر ہین۔ یہ دونون باتین بدرجہ کمال حاصل تھین۔ جبدن کسی مقدمہ مین بحث کرتے۔ لوگ کچہری مین انکے لطف بیان سے حظ اُٹھانے جمع ہو جاتے۔ حکام بھی بہت وقعت و قدر کرتے تھے۔ تحریر نہایت بے تکلف و سادہ عبارت مین مختصر و جامع ہوتی تھی۔ خط پختہ و بارونق تھا۔

انکو حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ مین بیعت تھی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کے اخص مسترشدین اور احباب سے تھے۔ خوش خلق۔ مہمان نواز۔ ذہین صائب الرائے۔ پاکباز و غیور۔ خدا ترس۔ رقیق القلب صادق الحب با اخلاص۔ خوش عقیدہ۔ اور صاحب دل تھے۔ طبیعت مین سوز و گداز اور دل مین درد رکھتے تھے۔ کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک قصیدہ فارسی اور دو تین غزلین اُردو دیکھنے مین آئین۔ جن مین سے چند اشعار یہ ہین ؎

زمانہ سے ہین رندمشرب نرالے | دل و دین و ایمان کسی کے حوالے
چلے آئے ساقی ترا نام سُنکر | پلا جام مے میکشون کی دُعالے
عجب کیا اگر دست رحمت کسی کا | فلک سے گرائے ہوؤنکو اُٹھالے
ابھی ذرّے ہوجائین مہر درخشان | وہ رُخ سے جو زلف پریشان ہٹالے

کوئی آخر مورد بیداد ہونا چاہیئے | ایک مجھ سا خانمان برباد ہونا چاہیئے
ذ نیازی کی طبیعت اپنی خوگر ہوچکی | اوراب کوئی ستم ایجاد ہونا چاہیئے
پھول کچھ گلزار سے رکھدی قفس مین توڑکر | بہر تسکین کچھ تو اے صیّاد ہونا چاہیئے
کہہ رہی ہے چشم مستِ ساقیٔ پیمانہ نوش | اسخودی کی قید سے آزاد ہونا چاہیئے

انھون نے بلدۂ حیدر آباد دکن مین بعارضۂ ہیضہ دو روز بیمار رہکر بتاریخ ۱۲ ماہ صفر ۱۳۱۱ھ انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے۔ غفرلہ تاریخ وفات ہے۔

سرفراز علی

حافظ سرفراز علی شہید۔ ابن شیخ غلام شاہ۔ ابن شیخ محمد غلام۔ ابن ملا محمد زمان۔ ابن ملا محمد رضا ابن ملا محمد اشرف۔ ابن ملا عبدالقادر۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم نظام الدین رح

یہ بھلائی شہید کے نام سے مشہور تھے۔ تعلیم و تربیت انھون نے اپنے والد سے پائی۔ حافظ کلام اللہ بھی تھے۔ ۳۵ یا ۳۶ سال کی عُمر مین چورون نے شہید کر ڈالا۔ انکی ایک کرامت اب تک زبان زد خاص و عام ہے۔ کہ جب عورت حاملہ کے وضع حمل نہوتا ہو تو انکے مزار کو پانی سے دُھوکر وہ پانی حاملہ کو پلا وے۔ وضع حمل بسہولت و جلد ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ یہ کرتے ہین۔

انکی قبر خطیرہ واقع محلہ تارٹلہ مین ہے۔ یہ خطیرہ منشی امتیاز علی صاحب وزیر بھوپال نے بنوایا تھا جس سے یہ قبر اور اسکے پاس کی قبرین محفوظ ہوگئین ہین۔ زائد حال نہ دریافت ہوسکا

سعدی کاکوری

حضرت مخدوم شیخ کمال الدین محمد سعدی ابن حضرت مخدوم بندگی مَنّ اللہ صدیقی چشتی کاکوروی اسم گرامی مصنفات مین محمد اور زرا مین شاہی مین کمال الدین اور تقسیم نامہ جائداد مین جو اپنی اولاد کے لئے لکھا تھا سعدی محمد مرقوم ہے۔ اور مخدوم شیخ سعدی کے نام سے مشہور ہین۔ اور یہی کتب تواریخ مین بھی مندرج ہے۔ انکے والد حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی کے اجلّہ خلفا مین تھے۔ انھون نے اپنے پیر کے نام پر انکا نام رکھا۔ تلمذ انکو قاضی جمال خضر سے تھا۔ تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت اپنے والد حضرت بندگی مَنّ اللہ سے تھی۔

آپ عالم جیّد صوفی بے بدل قاری بے مثل تھے۔ فن قرأت مین بہت اچھا ملکہ تھا۔ متن شاطبی کی شرح بہت نفیس قریب تسرخرو کے لکھی۔ جسکا نام نافع سکندر شاہی رکھا۔ یہ نادر الوجود شرح کتب خانہ انوریہ مین موجود ہے۔ غالبًا یہ کتاب سلطان سکندر لودی کے زمانہ مین لکھی گئی۔ چنانچہ خود دیباچہ مین تحریر فرماتے ہین۔

"این فقیر چون قرات را پیش اُستاد علم تجوید و قرارت قاضی جمال خضر نوراللہ مرقدہ من اولہ الی آخرہ خواند و سند کرد۔ از فور کرم خود نسخہ شاطبی شروع کنانیدند و آنچہ مشکلات علم تجوید و قرارت در اُو بودہ است مانند تسہیل و امالہ و غیرہ یک یک ادا کنانیدند۔ از انکہ نسخہ شاطبی را دانشمندان بقوۂ علم خود بیان کردن توانند۔ اما ادا کردن نمیدانند کہ تعلق بسماع دارد۔ بعد گذشتن مدتے مرید درخاطر این فقیر گذشت کہ آنچہ از خدمت شنیدہ شدہ در نسخہ شاطبی دیدہ شد اگر در کتابت آوردہ شود یا دبماند و دیگرے از و نفع گرفتن تواند شرح شاطبی بعبارت فارسی شروع کردم و وجہ اعراب لازم گرفتم از انکہ اکثر حافظان قرآن یاد میکنند لیکن علوم عربیہ نمی دانند پس ایشان را از شرح عربی بہرہ نباشد۔ بعنایت ملک الجبار این شرح را تمام کردم و نام این نافع سکندر شاہی نہادم۔ اللہ تعالےٰ از کرم خود قبول کند و عامۂ خلق را از این شرح بہرہ مند گرداند و نصیبے تمام برساند

ثواب آن در نامۂ اعمال حضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہ ثبت گردانند۔"

کتاب اُردوئے قدیم مطبوعۂ مطبع تاج حیدرآباد (دکن) صـ۱۰۲ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اُردو کے شعرائے قدیم مین ہین۔ چنانچہ اُس مین چند اشعار بھی ان سے منسوب کر کے نقل کئے ہین۔ اور اُن اشعار کے بارے مین دیگر تذکرہ نویسون کا اختلاف بھی نقل کیا ہے۔ کہ بعض شیخ سعدی شیرازی کی طرف منسوب کرتے ہین۔ اور بعض شیخ سعدی دکھنی کی طرف اور بعض انکی طرف واللہ علم بحقیقۃ الحال۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین۔

"شیخ سعدی قدس سرہ درویش صاحب نسبت بود بعلوم ظاہر و کمالات باطن موصوف۔ عزفائے کامل آن وقت بتعظیم پیش می آمدند۔ در زمان خود اشتہار داشت۔ میگویند کہ محمد اکبر بن ہمایون بادشاہ وقتیکہ از گجرات عازم گورکھپور بود باجناب شان ملاقات کرد و استمداد ہمت خواست دیہات مدد معاش و اراضی بسیار در سواد قصبہ برائے صرف طلبہ و فقرا و خرچ خانقاہ۔ گذرانید و فرامین نویسانیدہ حوالہ خادمان فرمود۔ فی الحقیقت آن قدر مدد معاش کہ مخدوم داشت۔ دیگرے درین قصبہ نداشت۔"

ملا وجیہہ الدین اشرف کتاب بحر زخار مین لکھتے ہین۔

"آن مشائخ کبیر آن شاہ باسر بر آن معدن افادۂ نوادی شیخ وقت شیخ سعدی مرید پدر خود شیخ محمد مَنْ لَّہُ اللہ کا کوروی است کہ خلیفۂ شیخ سعد خیرآبادی بود شرح بر شاطبی فارسی نوشتہ قریب ہفتاد جزو۔"

شیخ رحمت اللہ بجنوری کتاب تذکرۃ الاصفیا مین لکھتے ہین۔

سعدی۔ صاحب جد و حالت قوی۔ ظاہر و باطن متصف داشت و دائم مسرور و منبسط بودے خوش وقت و آزاد ازیستے۔ چون یکے از دوستانش ازین عالم نقل کرد این شعر نوشتہ فرستاد ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

انکی یہ ایک کرامت بہت مشہور ہے۔ کہ ایک مرتبہ سات روز کے فاقہ سے بیٹھے تھے۔ بنجارہ اُدھر سے خچرون پر شکر لادے ہوے نکلے۔ اُنھون نے پوچھا کہ بھائی اس مین کیا ہے۔ اگر شکر ہو تو تھوڑی سی دیتے جاؤ۔ تاکہ ہم افطار کر لین اُن لوگون نے کہا کہ شکر نہین ہے نمک ہے۔ فرمایا اچھا نمک ہی ہو گا۔ وہ لوگ چلے گئے۔ تخمیناً پانچ چھ کوس کے فاصلہ پر پہونچکر اُن لوگون نے بورے کھولے۔ تو اُن مین بجائے شکر کے نمک معلوم ہوا۔ وہ لوگ اس واقعہ سے بہت گھبرائے۔ دوڑتے ہوے آکر قدمون پر گر پڑے۔ اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ چنانچہ خطا معاف ہوئی۔ اور ارشاد فرمایا کہ اچھا جاؤ شکر ہو جائیگی اُن لوگون نے پھر جو دیکھا۔ تو واقعی سب شکر تھی۔ وہ سب مُرید ہوے۔ اور حضرت بندگی منّ اللہ صاحب کا روضہ بنوایا۔ اور اُسی کے قریب ایک بہت بڑا کنوان بھی بنوایا۔ اُسی روضہ مین جو شیخ سعدی محلہ مین ہی۔ اپنے والد کے برابر انکا بھی مزار ہے۔

وفات بتاریخ ۳ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۲ھ ہوئی۔ مادۂ تاریخ وفات عدد حروف سورۂ اخلاص مین ہی۔ قطعۂ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی ؎

کمال الدین محمد شیخ سعدی	کہ بود عارف بسرّ علم و معلوم
بماہ آخرین در روز سوّم	ز فانی رفت سوے حیّ و قیّوم
بفکر حال و سالش قیصری بود	ندا ے آمد ش از سرّ مکتوم
فنا در خدمت و در بندگی شد	نہ چون خوانند او را شاہ مخدوم

سنہ ۱۰۰۲ھ

سعید الدین خان

ممتاز العلما قاضی محمد سعید الدین خان بہادر ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر ابن مُلا حمید الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ۔ ولادت انکی سنہ ۱۱۸۵ھ مین ہوئی۔ مادۂ تاریخ

ولادت مستخرجہ منشی فیض بخش مغفور یہ ہے ع روز نیکو سعید پیدا گشت۔

یہ نہایت وجیہہ الصورت سنجیدہ مزاج معانی فہم ذکی الطبع صاحب جود وسخا عالم جید وفاضل مستند تھے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد و ملا عماد الدین لبکنی و مولوی فضل اللہ نیوتنوی سے پائی۔ شاہ بدر علی خلیفۂ شاہ محمد عاقل سبز پوش کے مرید ہوئے۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ خشمیۂ فیض مین لکھتے ہین:-

"مولوی سید الدین جوان خوش ظاہر بہ جود و سخاوت موصوف است بسبی والد ماجد خود بخدمت تضا و افتاء سرکار بریلی وغیرہ ممتاز۔ بہ اخلاق حسن و صفائی تقریر و جودت طبع معروف ومشہور است۔ دیگر خوبیہائے وا ز میدارد۔ گاہ گاہے سخن ولطیفہ نیکو میگوید"

یہ ابتداءً قاضی دایر سایر ہوگئے تھے۔ مختلف اضلاع کا دورہ کرتے رہتے تھے مقدمات فوجداری کے حکم کا نفاذ بغیر انکے فتوے کے نہین ہوتا تھا۔ حکام کے یہان بہت قدر و منزلت تھی۔

نواب سعادت علیخان شاہ اودھ۔ اور بادشاہ دہلی کے دربارون مین علماً و عملاً بہت مقرب و معتمد مانے جاتے تھے۔

ممتاز العلما و خان بہادر کا خطاب انکو ابو النصر معین الدین اکبر شاہ ثانی نے بتاریخ ۱۵ شعبان المعظم ۱۲۔۔ھ سال یکم جلوس عطا فرمایا۔

نقل فرمان شہنشاہ دہلی درج ذیل ہے۔

"درین زمان میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاطاعت والاذعان صادر شد کہ بمقتضائے وفور مراحم خاقانی وفرط تفضلات خسروانی کہ نمونۂ افضال یزدانی است۔ فدوی خاص لایق العنایت قاضی محمد سعید الدین را بخطاب ممتاز العلما قاضی محمد سعید الدین خان بہادر زین الاعیان والارکان زین الاماثل والاقران سرفراز و ممتاز فرمودیم۔ باید کہ فرزندان نامدار کامگار والاتبار و وزرائے ذوی الاقتدار و امرائے عالی مقدار و جمیع ارکان دربار جہان مدار

وحکام ممالک فدوی خاص معزالیہ را از جناب فیض مآب بادشاہی معزز ومباہی دانستہ انظار عنایت ما بدولت را باحوال فرخندہ مآل خان معزالیہ یوماً فیوماً درتزاید وبے نہایت دانند۔ بتاریخ پانزدہم شہر شعبان المعظم سال یکم جلوس ابد مانوس مقدس معلی زیب تحریر وزینت تسطیر پذیرفت۔"

یہ بہت متورع و متقی و متدین تھے۔ اپنے کمال تقوے اور دیانت کی وجہ سے نواب فرخ آباد کے کہ جو خورد سال تھے نائب بمشاہرہ چھ سو روپیہ ماہوار منجانب سرکار انگریزی مقرر ہوئے۔ اور وہاں بہت نیک نام رہے۔ ایجنٹ گورنر جنرل بہادر کا مہری حکم جو انکی تقرری کا ہے۔ اسکی نقل درج ذیل ہے۔

"فضیلت وکمالات مرتبت شرافت ونجابت منزلت۔ ممتاز العلماء قاضی محمد سعید الدین خان بہادر بعافیت باشند واضح باد کہ در شہر شوال ۱۲۳۸ھ نواب خادم حسین خان شوکت جنگ فرخ آبادی بتقریب دادید راقم درین شہر وارد شدند و صد حیف کہ چند روز بعد لبیک بداعی اجل زدند۔ چون خلف اوشان از بس صغیر است یعنی یک سالہ وچند ماہہ عمر دارد و انتظام وارتباط امور صاحبزادہ ممدوح صغیر السن منظور خواطر اہالیان عالیشان صدر است۔ لہٰذا استقرار مختار برائے ربط وضبط امور اوشان ضرور افتاد۔ از انجا کہ دانائی ولیاقت و امانت و دیانت ایشان بر صفحۂ خاطر راقم مرتسم است۔ لہٰذا حقیقتاً برائے انتظام امور صاحبزادہ ممدوح وضمناً بہ تقاضائے خوبی وخیر خواہی آن فضیلت مرتبت چند روز است کہ برائے تقرر ایشان بر عہدۂ مختاری صاحبزادۂ ممدوح بخدمت صاحبان عالیشان صدر نوشتہ بودم۔ امروز نوشتۂ صاحبان محتشم الیہم دربارۂ منظوری تحریرات راقم بتعیین ششصد روپیہ مشاہرہ برائے آن نجابت منزلت شرف ورود ارزانی داشت۔ بنابرآن بہ آن فضیلت مرتبت نوشتہ می شود۔ باید کہ ایشان بمجرد ورود ہذا الرقیمہ بعجلت تمامتر خود را در فرخ آباد بخدمت ولیم ریٹ صاحب بہادر صاحب جج ضلع فرخ آباد رسانند۔ بعد رسیدن ایشان در انجا درباب انتظام امور خانہ صاحبزادۂ ممدوح بر وفق افہام اینجا بعمل آوردن خواہد افتاد۔ بالفعل بنجر تاکید سید بعجلت ہیچ بقلم نمی آید۔ زیادہ چہ مرقوم شود۔ ماہ ستمبر ۲۳ ۱۸۲۳ء عیسوی۔"

اشعار اُردو و فارسی مین بہ خوب کہتے تھے۔ اور زمرۂ شعرا مین نامی گرامی اور اُستاد مانے جاتے تھے۔ سعید تخلص کرتے تھے۔ نواب مصطفٰے خان نے تذکرۂ گلشن بیخار اور صاحب طور معنے نے اپنی کتاب مین انکا تذکرہ لکھا ہے۔

نواب علی حسن خان سلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین۔

"سعید۔ ممتاز العلما قاضی محمد سعید الدین خان بہادر خلف ارشد و اکبر اقضی القضاۃ محمد نجم الدین علی خان بہادر ثاقب کاکوروی موطن بود۔ در جمیع محامد و اوصاف بشری و صفات وہبی و کسبی از امثال و اقران گوے سبقت می ربود۔ از علماے لطیف الطبع قایل بہ نظم و نثر فارسی وارد و است۔ اُستاد شفیقش در ہر فن والد ماجد اوست۔ اولاً در سرکار انگریزی بعہدۂ جلیلہ قضا و دیر سایر مامور بود۔ بعد ازان بحکم ارباب حل و عقد انگلشیہ مدتے نظم و نسق ریاست فرخ آباد و تالیقی رئیس صغیر السن آنجا نمود۔ آخر کار بہ نیت کسب سعادت جاودانی زاویۂ خانہ خود بطاعت و عبادت گزیدہ دل از این و آن برداشت۔ و در ۱۲۶۲ھ جہان گذران را گذاشت"۔

صاحب طور معنی منشی احمد حسین سحر تذکرۂ بہار بیخزان مین لکھتے ہین۔

"سعید تخلص قاضی سعید الدین خان خلف قاضی نجم الدین علی خان بجمیع اوصاف صوری و معنوی آراستہ و پیراستہ شہرت دہمت و جود فضائلش ہمچو آفتاب عالمتاب از فرم انتخاب عالم است پیوستہ بعمدہ روزگارے بسر کردہ در فن شعر رتبہ عالی دارد"۔

انکے بہت سے اشعار و قصائد وغیرہ تھے۔ جو دستبرد زمانہ سے معدوم ہوگئے۔ چند اشعار اُردو و فارسی جو مجھکو بہت تلاش سے ملے درج ذیل ہین۔ اشعار فارسی ؎

یار مارا چو بہ اغیار سرے پیدا شد	درد دل داشتم و درد سرے پیدا شد
بنام آنکہ عاشق کام از و یافت	تشغل عشق جان الہام از و یافت
چراغ افروز باغ از آتش گل	چمن آواز د آب چشم بلبل
دلا چو خامہ از سر راہ سر کن	لب از آب حیات نعت تر کن

کمالش را بجز واجب کہ داند | کہ ممکن در و تحلِ چون خرد ماند
حدیثش در زبانِ ما نگنجد | بجوے اصفہان دریا نگنجد
خدایا این پریزادِ سخن را | کہ رشکِ خلد سازد انجمن را
چو ماہ نو بہ گیتی طاق گردان | دلِ مردم بوے مشتاق گردان

اشعار اُردو

قفس سے اُڑکے یہان تک تو ننگ و عار رہا | کہ رنگ کے بھی مین اُڑنے سے شرمسار رہا
ہمارے ہاتھ نہ آیا کبھی نہرار افسوس | ہمیشہ وقفِ حنا پنجۂ نگار رہا
نہ ہو مین بھی یہان تلک رغبت مجھے صہبا سے ہے | رشتۂ تسبیح میرا پنبۂ مینا سے ہے
جلوت مین تجھے ہو عار کیونکر ملیئے | خلوت مین کسے ہے بار کیونکر ملیئے
کھویا رونے نے خواب کا بھی ملنا | دریا حایل ہے یار کیونکر ملیئے

وفات انکی بتاریخ ۱۲ ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ بعمر ۸۲ سال ہوئی - اور اپنے مکان واقعہ محلہ قاضی گڈھی کے پشت پر دفن ہوے - قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے

افسوس صد افسوس کہ از باد حوادث | شد آتش گل سرد و بہارِ چمن افسرد
یعنی ز غم نور شبستان کمالات | چون شمع سحرگاہ دل انجمن افسرد
زین واقعہ در سے کہ کشیدیم توان گفت | کاہید ز غم جان و دل پر محن افسرد
ہر قطرۂ مژگان ترم آب گہر ریخت | چون گرمی اشک آتش لعل یمن افسرد
از فرط غم و درد رقم سال وفاتش | شد وائے کہ ہنگامۂ بزمِ سخن افسرد

۱۲۶۳ھ

سلطان احمد

منشی حافظ سلطان احمد متخلص بہ سلطان۔ ابن منشی ولایت احمد تحصیلدار۔ ابن منشی محمد بخش حجاجی دیوی الاصل نزیل کاکوروی۔ یہ ماہ صفر ۱۲۶۵ھ مین پیدا ہوئے تعلیم و تربیت سب اپنے برادر معظم منشی مقصود احمد متخلص نطق سے پائی۔ حافظ قرآن تھے۔ کلام اللہ بہت اچھا یاد تھا۔ حافظ محمد علی نابینا کاکوروی سے یاد کیا تھا۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کے خواجہ تاش اور بے تکلف دوستون مین تھے۔

یہ نہایت سخی مہمان نواز عفیف۔ شوقین مزاج شخص تھے امیرانہ طبیعت رکھتے نہایت شان و شوکت کیساتھ عمر بسر کی انکے مثل طرز و روش مین انکے زمانہ مین کمتر لوگ تھے۔ سب لوگ انکے اوصاف کے معترف تھے۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ شعر و شاعری سے فطری ذوق تھا۔ کلام عمدہ اور پر مغز ہوتا۔ فن شاعری مین بھی نطق کاکوروی سے تلمذ تھا۔ دو دیوان یادگار چھوڑے۔ جو بوجہ دفعتاً انتقال کر جانیکے طبع نہو سکے ان دونون دیوانون کی ترتیب اور اصلاح نطق کاکوروی نے کی۔ تھوڑا سا کلام دیوان اوّل سے منتخب کر کے درج ذیل ہے ؎

جانتے تھے اُسکو سمجھا کر یہان لے آئیگا ۔۔۔ یہ نہ سمجھے تھے کہ ناصح تو ہمین سمجھائیگا

اب تو ہو آئے ہین اُس کوچہ مین لیکن بعد مرگ ۔۔۔ ہم کہان جائینگے جنت سے جو جی گھبرائیگا

ہو چکا اچھا یونہین تڑپے گا رہ رہ کر جو دل ۔۔۔ زخم پھٹتا جائیگا جتنا کہ بھرتا جائیگا

چپ نہ رہنا چاہیئے نالہ ہی کرنا چاہیئے ۔۔۔ کچھ نہو گا منع تو کرنے وہ در تک آئیگا

آپ جاتے ہین تو اپنے غم کو چھوڑے جائیے ۔۔۔ غم غلط اس سے کرونگا دل اگر گھبرائیگا

داغ و غم سے بس کلیجہ اب سلامت رہ چکا ۔۔۔ ایک سے بچ جائیگا تو دوسرا کھا جائیگا

چھوڑ دینے کو اُسے تو نے کہا ہم نے سنا ۔۔۔ کیا یہ سچ ہے تجھ سے اے سلطان چھوڑا جائیگا

اُن کی نگاہِ مست تو کرنے لگی ہلاک　　دارو سے بے ہُشی مین مگر زہر ٹل گیا

اُسکے رُخِ شگفتہ کا جب آگیا خیال　　شاخِ نگاہ مین مری ایک پھول کِھل گیا

وہ نو بہارِ ناز گلستان سے جب پھرا　　ہر پھول غم سے سُوکھ کے کانٹو نمین مِل گیا

خوش ہون پھر اُسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر　　جو زخم کہنہ تھا وہ نئے سر سے کِھل گیا

کسی کے حُسن و ملاحت نے مار ہی رکھا　　چھڑک چھڑک کے نمک دل فگار ہی رکھا

دیا نہ عمر بھر آرام تیری شوخی نے　　برنگ برق مجھے بیقرار ہی رکھا

کسی کے جلوۂ رنگین نے وہ ہوا باندھی　　کہ باغ و بزم مین پھولون کو خوار ہی رکھا

ترا بُرا ہو نزاکت کہ اُسکی گردن مین　　نہ میرا ہاتھ ہی رکھا نہ ہار ہی رکھا

کہان کا فاتحہ سلطان نہ اُس ستمگر نے　　خرام ناز سے میرا مزار ہی رکھا

دلفریبی کی نگہہ دیدۂ آہو مین کہان　　تیری آہو نے سکھایا نہین جادو دنیا

صورت ایسی ہے نچاہین تو نچاہین کیونکر　　ستم ایسے ہین نباہین تو نباہین کیونکر

اس مطلع کو انھون نے داغ کی مشہور غزل کے جواب مین لکھا تھا۔ جسکو سنکے وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ اور اس مطلع کی بہت تعریف کی تھی۔

یہ بعہدۂ تحصیلداری مامور تھے۔ جہان رہے بہت باثر و نیکنام رہے۔ پنشن کی نوبت نہین آئی تھی کہ بتاریخ ۹ ماہ رجب ۱۳۱۹ھ بعارضۂ یرقان قبل السابع انتقال کر گئے۔ اور یہین کاکوری مین اپنے باغ مین دفن ہوے۔

سلیم الدین

مولوی شاہ سلیم الدین۔ ابن مولوی تقی الدین۔ ابن حاجی امین الدین محدث۔ بدو شعور سے انکی طبیعت فقر کی طرف مایل تھی۔ تعلیم و تربیت اپنے خاندانی علما سے پائی۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کے مرید تھے۔ آغاز سن شعور سے اپنے والد کے پاس فتحپور سیکری چلے گئے

اور وہین اُنکے ساتھ رہے ۔ ملازمت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ اُسی زمانہ سے بوجہ غلبۂ ذوق وشوق فقراسے زائد ملتے ۔ ایک بار ایک نقشبندی بزرگ کے حلقہ مین حاضر ہوئے ۔ چند روز تک اُنکی خدمت مین قیام کیا ۔ جب کچھ فائدہ نہوا تو اُن بزرگ نے انکے حضرت پیر و مرشد کو خواب مین دیکھا کہ بہت برہم ہین ۔ اور یہ فرماتے ہین کہ تمھارا معاملہ تمھارے ساتھ ہے اور ہمارا معاملہ ہمارے ساتھ ۔ اُس روز سے اُن بزرگ نے ان کو اپنے حلقہ مین بیٹھنے کی ممانعت کردی۔ یہ وہان سے منقبض ہوکر چلے آئے ۔ یہان پیر و مرشد کی عنایت یون ظہور پذیر ہوئی ۔ کہ ہر در و دیوار شجر و حجر زمین و آسمان مین لفظ اللہ منقش معلوم ہوتا تھا ۔ جس سے چند روز تک انھون نے جوتہ پہننا چھوڑ دیا ۔ اور کیفیت دیوانگی غالب ہوگئی ۔ جس نے کثرت درود خوانی کی طرف متوجہ کردیا ۔ پھر اس کیفیت سے افاقہ ہوگیا ۔ اور عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہوگیا ۔

مزاج مین صفائی اور آزادی بہت تھی ۔ سپاہیانہ وضع رکھتے تھے آخر عمر مین لباس فقر انکو حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر نے عطا فرمایا ۔ خرقہ پوشی کے بعد سے بعد نماز فجر ذکر نفی و اثبات کے بالالتزام پابند رہے ۔ اور بعد ذکر اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

آنجا نپذیرند نماز و ورع و زہد　　　آن چیز کہ آنجا بہ پذیرند نیاز است

وفات انکی بتاریخ ۷ ماہ جمادی الآخر ۱۳۱۵ھ ہوئی ۔ مرض الوفات یہ ہوا کہ پیر پک گیا تھا ۔ جتنا علاج کیا جاتا وہ بے سود ثابت ہوتا ۔ شب انتقال بار بار یہ کہتے ۔ کہ جن جن بزرگان دین کی ارواح طیبہ پر مین درود شریف بخشتا ہون ۔ وہ سب حضرات تشریف فرما ہین بعد انتقال جب غسل دینے لگے تو چاہا کہ کرتہ کا گریبان پھاڑ کر اُتارین ۔ حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر نے فرمایا کہ گریبان کیون پھاڑتے ہو ۔ اُٹھا کر بٹھا دو اور کرتہ اُتار لو ۔ چنانچہ بٹھا کر کرتہ اُتارا گیا ۔

انکی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر رح نے انکو خواب مین دیکھا کہ نہایت وجد و ذوق مین تسبیح لئے ما بین مزار و حجرۂ حاجی معین الدین صاحب ٹہل رہے ہین ۔ انھون نے حال پوچھا

کہا کہ الحمد للہ اور بحالت جہل قدمی شعر مذکورۂ بالا برابر پڑھتے جاتے ہین۔ ان کی قبر مولوی محلہ مین متصل حجرۂ حاجی امین الدین صاحب واقع ہے۔

سیف الدین۔امیر

حضرت قاری امیر سیف الدین۔ ابن قاری حبیب اللہ نظام الدین المعروف بہ امیر کلان۔ ابن قاری امیر نصیر الدین ولیل اللہ۔ ابن قاری محمد صدیق المعروف بابو محمد خافی۔ ابن قاری عبید اللہ ابن قاری عبد الصمد۔ ابن قاری امیر شمس الدین خرد معروف بہ قاری محقق جامع جمع الجوامع کبیر در لغت احادیث و تفسیر۔ ابن قاری عبد المجید دربان آستانۂ رسول کریمؐ۔ ابن حاجی حرمین سلطان حسین۔ ابن قاری امیر ابراہیم نبیسہ خلیفۂ حضرت سید عبد الرزاق خلف و خلیفہ حضرت غوث الثقلینؓ۔ ابن قاری سلطان عبد اللطیف۔ ابن قاری امیر عبید اللہ خافی۔ ابن مولانا شمس الدین صابر۔ ابن قاری مجید الدین خافی۔ ابن قاری امیر سلیمان مفسر۔ ابن مولانا وجیہ الدین احمد۔ ابن قاری محمد۔ ابن قاری احمد۔ ابن علی۔ ابن محمد بن الحنفیہ۔ ابن امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ۔

انکے اسلاف سب بہت باکمال تھے۔ اور صحابہ و تابعین کی عمدہ یادگار تھے۔ یہ بھی مثل اپنے اسلاف کے درس و تدریس تعلیم و تعلم طالبین مین مشغول رہے۔ روش انکی مثل حضرات صحابہ کرام تھی۔ نسبت احسانیہ کا القا بطرق صحو خالص طالبین پر فرماتے۔ اور رضا اور تسلیم اور تفویض مین اپنے جد قاری امیر شمس الدین صابر کی عمدہ یادگار تھے۔ چنانچہ ان کے صاحبزادے حضرت مخدوم نظام الدین قاری قدس سرہ اپنے ایک مکتوب مین مرزا شمس الدین خان کوکا کو یون تحریر فرماتے ہین:۔

> دو برادر داشتم کو چک از خود و عہدہ تعلیم و تدریس آن مغفوران از جانب حضرت والد بزرگوار فقیر بود یکے مسمی برشید الدین بہ سن شانزدہ سالگی رسیدہ و دیگرے قطب الدین نام داشت آن ہم چہاردہ سالہ

گردید هر دو حافظ کلام الله و از کتب درسی یکے فارغ و دیگرے قریب بفراغ و هر دو نیکبخت و فرمانبردار
فقیر از کمال صدق و اخلاص و محبت و آداب خردی و بزرگی بجان و تن مصروف قضا را مشیت
ایزدی و امر الٰهی بران گردید که بفاصلهٔ دوازده روز هر دو تپ کردند و جانهاے خود بجوار رحمت جان
آفرین سپردند. دران ایام از جانب والد ماجد چنان مامور بودم که بعد از فراغ درس طلبه وقت
شب چیزے از تفاسیر و احادیث پیش آمده ذکر میکرده باشی روز انتقال برادر دومی بسبب درد
مفارقت و نیز از ملاحظه صبر و سکوت حضرت والده ماجده آنچنان ما را از خود بیخبر نمودند که آن مذکور
تفاسیر و حدیث دو شب متواتر قضا کردم و بخدمت حضرت والد ماجد حاضر شدم یک بار مزاج
حضرت از جانب این نادیده منغص گردید وقت نماز صبح چون تشریف بجماعت آوردند و از چند روز
حکم امامت جماعت به بنده بود بعد فراغت سنت بحافظ احمد الله که یکے از اصحاب حضرت
بودند چنان ارشاد فرمودند که از امروز امامت جماعت شما میکرده باشید. ایشان از پاسداری
فقیر عرض نمودند که صاحبزاده خود حاضر است بمجرد استماع این کلمه تسبیحے که بدست مبارک بود
آنرا بر مصلا انداختند و این مصرع بزبان مبارک آوردند ع "او خویشتن گم است کرا رهبری کند"
بکمال انقباض و ملال از حافظ فرمودند که من با شما میگویم شما عذرے دیگر بمیان آوردید آن بیچاره
مرد بزرگ را جان بقالب نماند فی الفور انی وجهت گفته به امامت حاضر شد بعد فراغ نماز
حالتے که بر من طاری بود قابل تحریر نیست غم برادران کو و الم سکوت و صبر حضرت والدهٔ ماجده کجا
مدت العمر خو کردهٔ صفات مهری و از نگاه قهری نا آشنا بودم دم بخود بر کنار صف مصلا نشسته
ماندم بعد انفراغ نماز اشراق از مصلا برخاسته ما را همراه بمکان نشست خود بردند و زبان مبارک
بمواعظ لینه کشادند که اے نظام الدین حاصل علم عمل است اگر عمل نباشد از بار اشتر هم ناچیز تر است
سخنی با شما میگویم گوش باید کرد درین مدت دو روز شما غافلانه به الم آن مرحومان ساختید این
صورت صریح باعث انجذاب روح موتے باین عالم است مقصود اهل تحقیق از روے اخبار
صحیحه اینست که درین ایام براے موتے کارے باید کرد که روحش بآسان طریق از انجذاب

دکشاکش این عالم وارستہ واصل بالخیر گردد۔ وآسانی یافتن روح بدو چیز مقرر دانستہ اند۔ یکے خواندن کلمہ طیبہ بکثرت و بعد خواندن کلمہ طیب دعائے مغفرت دیگرے صدقہ بمساکین دادن وازانہا دعا خواستن بمغفرت موتے این ہر دو از روئے تواتر اخبار ثابت آمد برائے آسانی روح موتے چون برین تقریر بنیہ غفلات از گوشم کشیدند عقل ہم یاری بہ انصاف داد فوراً برخاستہ بقدر یکہ مناسب حال خود دیدم بعمل پشیمانیہا اگرچہ دیگر سر با نہادم چونکہ مقصود حضرت ازین انزجار و توہین فقط اصلاحم بود فرمودند خیر است آیندہ را آگہی باید کہ قدم از جادۂ اختیار ضابطہ و قاعدۂ محققۂ اہل تحقیق این سو دآن سو نبرد و العاقل تکفیہ الاشارہ والسلام علےٰ من لہ العالم صلے اللہ علیہ وسلم۔

انکا حلقہ درس اسقدر وسیع تھا کہ دور دراز سے لوگ انکی خدمت مین تحصیل علوم دینیہ و تحقیق فن قرأت کے لئے حاضر ہوتے۔ اور فوائد کثیرہ حاصل کرتے تھے۔ اپنے صاحبزادہ حضرت مخدوم نظام الدین قاری کو بعد تعلیم ظاہر و تکمیل باطن حضرت امیر ابراہیم ابن معین الدین ایرجی کا مرید کرایا۔ قاری امیر ابراہیم صاحب حضرت مخدوم نظام الدین قاری پر بہت شفقت فرماتے اور اکثر سفر و حضر مین ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ قاری امیر سیف الدین صاحب کے قرب زمانۂ وصال مین بھی حضرت مخدوم نظام الدین قاری اُنکی خدمت مین حاضر تھے۔ قاری امیر سیف الدین صاحب نے امیر ابراہیم صاحب کو لکھ بھیجا کہ فقیر کی طبیعت اس زمانہ مین بعارضہ ضیق النفس زائد علیل ہوگئی ہے۔ اگر برخوردار نظام الدین کو فرصت ہو تو از راہ کرم بہت جلد اُسکو کاکوری بھیجدین۔ حضرت مخدوم نظام الدین صاحب کالپی سے ۲۹ شوال کو روانہ ہوکر ۵ ماہ ذیقعدہ کو حاضر خدمت ہوئے۔ اور سب کیفیات عرض کین۔ حالات و واقعات و بشارات سنکر اُنھون نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اور یہ دعا فرمائی کہ خداوندا جو نعمت تو نے ہمارے بزرگون کو دی۔ وہ ہماری اولاد کو بھی عطا فرما۔ پھر اُسی روز انتقال کیا۔

اس قصبہ مین قاری امیر سیف الدین صاحب نے ہی سکونت اختیار کی۔ انکے صاحبزادے

حضرت مخدوم نظام الدین قاری کی اولاد مخدوم زادے کہلاتے ہین۔

قاری امیر سیف الدین صاحب کا سن ولادت ۸۷۶ھ ہے۔ اور بعمر ۹۲ سال بتاریخ ۵ ماہ ذیقعدہ ۹۶۹ھ وفات ہوئی۔ مزار مبارک کاکوری محلہ جھنجھری روضہ مین خطیرہ کے اندر واقع ہے انھین کے مزار کے برابر انکے صاحبزادے حضرت مخدوم نظام الدین قاری کا بھی مزار ہے۔

قطعۂ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی ؎

بیا مدماہ ذیقعدہ کہ ناگاہ	شدہ جذب وصال پاک باری
امیرے راکہ از عشق حقیقی،	بدل سیداشت سوز بیقراری
دل افزائی رضوان گرد آخر	امیر قوم سیف الدین قاری

۹۶۹ھ

سیف الدین

شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم نظام الدین قاری علوی۔ یہ نہایت قابل اور خوش اوقات مثل بزرگ زادگان سلف کے تھے اپنے آبا و اجداد کے طریقہ پر متوکلانہ عمر بسر کی۔ چونکہ یہ ملا عبد السلام دیوی نواسہ وتلمیذ رشید ملا عبد الکریم کاکوروی کے داماد تھے۔ اور وہ عہد سلطنت شاہجہان بادشاہ مین مفتی تھے۔ اسلئے اُنھون نے نواب خلیل خان صوبہ دار سے تھوڑی زمین انکی حویلی اور دیوانخانہ کے لئے معاف کرادی تھی جواب بھی موجود ہے۔ انکے بعد انکے پوتے شیخ عبد الرحمن نے اُسکی مرمت کرائی۔

یہ بہت قانع اور صابر وشاکر تھے ۲۱ ماہ ربیع الاول انکی تاریخ وفات ہے زائد حال نہ معلوم ہوسکا۔

(ش)

شرافت علی

شیخ شرافت علی۔ ابن منشی غلام مرتضےٰ مصنف جواہر الانشار۔ ابن ملک محمد کبیر نگرنہار۔ یہ ۱۲۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے وجیہ باغیرت شجاع و توانا تھے۔ فارسی میں مثل اپنے والد کے بہت لائق و قابل تھے۔ اکثر محاورات و مصطلحات اپنے والد کے جمع کردہ انکو ازبر تھے۔ فن تیراندازی بھی خوب جانتے تھے۔ جسمانی قوت اسقدر زیادہ تھی۔ کہ پانی کا بھرا بڑا ڈول جسکو ہندی مین پُر کہتے ہین۔ اور دو بیل اسکو کھینچتے ہین۔ انھون نے تنہا کنوین سے نکال لیا۔

تعلیم و تربیت انھون نے منشی فیض بخش صاحب سے پائی۔ علم طب کے حاصل کرنیکا بھی شوق پیدا ہوا۔ وہ بھی اُستادان فن سے حاصل کیا۔ اور فن طب مین بہت قابل ہوئے۔

حصول ملازمت کی غرض مین۔ قاضی اوصاف علی خان مخدوم زادہ کے ساتھ جن سے بہت دوستی تھی۔ بنگال و کلکتہ کا سفر کیا۔ وہان سے پھر اقالیم جنوبی ہند مدراس و کرناٹک و دکن کا سفر کیا۔ یہان نواب محمد علیخان گوپاموی کے یہان ملازم ہوگئے۔ وہان سے وطن آنے کے ارادہ سے پھر کلکتہ آئے۔ اور وہین غرۂ ماہ محرم ۱۲۷۴ھ مین انتقال کیا۔ اور وہین دفن ہوئے۔

شریف الدین

مولوی شریف الدین متخلص بہ شریف۔ ابن مولوی رکن الدین۔ ابن مولوی مفتی محمد یحییٰ۔ ابن مفتی شہاب الدین۔ ابن حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث۔ یہ ۱۲۴۸ھ مین پیدا ہوئے دوسرا نام انکا الہام الدین تھا۔ تین سال کی عمر مین حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کے مرید ہوئے تعلیم و تربیت انھون نے اپنے جد امجد سے اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر۔ و مولوی حفیظ اللہ اعظم گڈھی سے پائی۔ عربی متوسطات تک اور فارسی کی پوری تحصیل کی منشی بے بدل

بے بدل ہوئے۔

شاعر بھی بہت اچھے تھے۔ شریف تخلص تھا۔ فن شاعری مین مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے تلمذ تھا۔ اردو و فارسی کا کلام بہت صاف و پر مغز ہوتا تھا۔ تاریخ گوئی مین مثل اپنے اُستاد کے بہت اچھا ملکہ رکھتے۔ دیوان انکا مرتب ہے۔ کلام مین تصوف کی چاشنی اور زبان کی صفائی نے دو بالا لطف پیدا کر دیا ہے۔ فارسی مین اعلے درجہ کے قصائد۔ اور نثر مین موجود ہین۔ اشعار فارسی ؎

دمیکہ شاہد خلوت نشین حجلۂ نور	حجاب خواست ز روے خودش نماید دور
ز عشوہاے دمادم کہ خون عالم ریخت	ز جلوہ ہاے پیاپے کہ شد جہان معمور
شد آن تعین اول بجلوہ گاہ وجود	بہ عقل اول و نور محمدی مشہور
بتافت چہرۂ تخلیق مہر و ماہ ازو	بیافت خلعت ہستی بہشت و حور و قصور
محمد عربی منشاء ظہور و بطون	محمد عربی مظہر بطون و ظہور
شدہ ز شمع جمالش جہان جان روشن	دگر نہ پیش ازین بود کلبۂ بے نور
بخیز جاذ بۂ شوق بارگاہ سرور	جناب ساقی میخانۂ شراب طہور
حضور پیر خرابات بادۂ عرفان	براے جرعۂ آبے است تشنۂ و نجور
بدہ براے خدا ساغر شراب الست	ہمان کہ نشئہ او بخشد انشراح صدور
ہمان شراب کہ ازما دہن نجات دہد	نہ آن شراب کہ اورا کشند از انگور
رفت خزان از چمن آمدہ دور صبا	یاسمن و درد را واشدہ بند قبا
آمدہ اُردی بہشت باد سحر گہ وزید	مرغ چمن در طرب گفت بہ گل مرحبا
نخل برآورد برگ برگ برآورد گل	گل چو خیابان خلد خلد چہ نزہت فزا
آتش گل در چمن آتش طور کلیم	بلبل ارنی نواز سوخت ازین شعلہا
بادہ پرستی حرام لیکہ بہ ایام گل	زاہد صدسالہ را توبہ شکستن روا

باد و کشان چار سو ست بہ پیمانہ ات | از من تشنہ دہان جرعۂ سے نا رسا

غزلیاتِ اُردو

ہے زیارت گاہِ رندان آستان میکدہ | لامکان کہتے ہین جسکو ہے مکان میکدہ
آرہے ہین دور سے اے ساکنان میکدہ | بیٹھنے دو دو گھڑی ہمکو میان میکدہ
ساقیا کیا ہوگا انکا ایک ساغر مین بھلا | خُم کے خُم پی جائینگے یہ تشنگان میکدہ
دیکھیے بنت العنب آتی ہو کسکے دام مین | تاک مین بیٹھا ہو یک یک نوجوان میکدہ
ابر رحمت کی طرح جائینگے کوثر کی طرف | جھوم کر اُٹھینگے جب آشفتگان میکدہ
چھوڑکر چوکھٹ تری جائین کدھر پیر مغان | قبلۂ حاجات ہے یہ آستان میکدہ
تجھکو اے رضوان مبارک باغ جنت کے مزے | چاہیے ہمکو بہشت جاودان میکدہ
ہم فقیرون کی دعا دل سے یہی ہو ساقیا | حشر تک قائم رہے یارب نشان میکدہ
یہ غزل اپنی پسند آئی ہے ہمکو خود شریف | آگیا ہے جوش مستی مین بیان میکدہ

جلوۂ سلطان خوبان دل مین ہے | ماہ کامل اوج کی منزل مین ہے
غیر کا کیا دخل جب تو دل مین ہے | لطف خلوت کا ہمین محفل مین ہے
ڈھونڈتی پھرتی ہو مرگِ ناگہان | جان مخفی خنجر قاتل مین ہے
دیکھیے کس کس کے جاگے ہین نصیب | ایک مجمع کوچۂ قاتل مین ہے
کھل گئی بیتابئ دل بعد مرگ | اک تڑپ سی لاشۂ بسمل مین ہے
کشمکش مین میکشون کے پڑگئی | دخت رز بھی آج کس مشکل مین ہے
غم نہین تاریکی دل سے شریف | سنتے ہین لیلیٰ اسی محمل مین ہے

انکے مصنفات مین سے ایک رسالہ ہمارے اخلاق طبع ہوکر شایع ہوچکا ہے۔ دوسرا رسالہ مناقب حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ مین لکھ رہے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ تمام نہو سکا۔ مدت تک یہ مختلف مقامات پر ملازم رہے۔ پھر ریاست رامپور مین ڈکالت کا

امتحان دیا اول درجہ مین کامیاب ہوئے تھے۔ وکالت اچھی چلنے لگی تھی اپنی ذہانت و طباعی وقابلیت سے وہان بھی بہت شہرت پیدا کی تھی۔ گر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی چند دنون بعارضۂ سل ودق مبتلا رہ کر بتاریخ ۱۲ ماہ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ انتقال کیا۔ اور اپنے والد کے پاس خطیرہ متصل چاند محل۔ کاکوری مین دفن ہوئے۔

شفاعت علی

مولوی شفاعت علی۔ ابن شیخ غلام مرتضے۔ ابن ملک کبیر ملک زادہ۔ یہ ۱۲۵۸ھ مین بمقام سندیلہ اپنے ننہال مین پیدا ہوئے۔ اصلی نام فصاحت علی تھا۔ گھر کی ماماؤن نے جہالت سے بجائے فصاحت سفات اور بعض لوگون نے شفاعت کہنا شروع کیا۔ لہذا اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

یہ بچپن سے نہایت صالح وسعید تھے تعلیم وتربیت سندیلہ مین پائی۔ جب سے کاکوری آنے جانے لگے۔ تو بسبب کشش باطنی ومحبت قلبی حضرت مولانا شاہ محمد کاظم قلندر رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت مین مع اپنے اوراعزہ کے حاضر ہونے لگے۔ حضرت صاحب موصوف انکو بہت عزیز رکھتے۔ اور خاص توجہ فرماتے تھے۔ اور جب دیکھتے تھے تو بے اختیار دل مین خیال آتا تھا۔ کہ اگر میرے مُرید ہو جاتے تو اچھا تھا حسن اتفاق سے ایک روز یہ حاضر ہوئے۔ تو حضرت صاحب موصوف نے فرمایا کہ شفاعت علی آؤ آج ہم تکو مُرید کر لین۔ یہ بہت اچھا کہکر مُرید ہو گئے مُرید کرنے کے بعد حضرت صاحب نے انکو مجاز بھی کیا۔ اور فرمایا کہ مین نے اسوقت تک اپنے خواہش سے سوائے تمھارے یا طفیل علی کے اور کسی کو مُرید نہین کیا جتنے ہوئے وہ اپنی آرزو وخواہش سے ہوئے اسکے بعد سے یہ زیادہ حاضر باشی کرنے لگے۔ اُسی زمانہ مین اذکار اشغال وغیرہ کی تعلیم پائی۔ اور اسماء اللہ وادعیہ کی زکوٰتین بھی اداکین۔ شغل برزخ مین کمال پیدا کیا۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندرؒ اور یہ ہم عمر تھے۔ جس کی وجہ سے آپس مین

بہت اتحاد تھا۔ انھین کی فرمائش سے مثنوی اصل المعارف حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ نے تحریر فرمائی۔

انکی اوصاف ذاتی صلاحیت وخوش خلقی نے خواص وعوام کو مسخر کرلیا تھا۔ ہر شخص نہایت ادب ونیاز سے پیش آتا اور درویش سمجھتا تھا بہت سے لوگ سندیلہ کے بچپن سے انکے معتقد تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب آپ فقیر ہونگے تو ہم آپ کے مرید ہونگے۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کی فیض صحبت سے جب یہ اس قابل ہوئے۔ تو لوگون نے اصرار شروع کیا۔ مگر باوجود مجاز ہونے کے انھون نے ادباً کسی کو مرید کیا۔ اور نہ خود ترک لباس کیا۔ ہمیشہ دل بیار و دست بکار رہے۔ مدۃ العمر ملازمت مین بسر کی۔ عرصہ تک گورکھپور مین منصف رہے اور وہین بحالت ملازمت بتاریخ ۹ ماہ ربیع الآخر ۱۲۵۵ھ بعمر ۷۵ سال انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے۔

شکر اللہ قلندر

حضرت شاہ شکر اللہ قلندرؒ ابن شیخ محب اللہ ابن شیخ فتح ابن مخدوم جہانؒ ابن شیخ جلال الدینؒ ابن حضرت مخدوم شیخ کمال الدین محمد المعروف بہ شیخ سعدی خیرآبادی کاکوری شیخ جلال الدین خلف اکبر حضرت مخدوم شیخ سعدیؒ چونکہ اپنے والد کے سامنے انتقال کر گئے تھے۔ اسلئے مخدوم صاحب نے خلافت اور سجادگی وغیرہ اپنے پوتے مخدوم جہان صاحب کو دی۔ اور کل اراضی وغیرہ اپنی حیات ہی مین تقسیم کرکے صاحبزادون اور پوتون کو مخدوم جہان کی متابعت کا حکم دیدیا۔ اسی وجہ سے مخدوم جہان جانشین ہوئے۔ اسکے بعد سے معلوم نہین ہوتا کہ منصب جانشینی کس خاندان مین رہا۔

حضرت شاہ شکر اللہ بذات خود سلسلہ قلندریہ مین منسلک ہوئے۔ بیعت واجازت وخلافت انکو حضرت شاہ محمد ماہ قلندر لاہر پوری سے تھی۔ اور ان کو حضرت شاہ عاشق محمد قلندر سے

اور اُن کو حضرت شاہ محمد قلندر لاہر پوری قدس سرہ سے تھی۔ لہٰذا آخر السلسلہ یہ سلسلۂ قلندریہ میں بہت عظیم المرتبت بزرگ گذرے ہیں۔

منشی غلام مرتضےٰ کتاب جواہر الانشاء میں لکھتے ہیں:۔

"عرفان پناہ معارف دستگاہ شاہ شکر اللہ مرحوم۔ شرح جلالت شانش و عظمت اوصافش ازان زیادہ است کہ بدستیاری خامۂ مقطوع اللسان بہ تحریر آرد و جواہر زواہر حالاتش در میزان تقریر سنجد۔ در مبادی ایام تمیز بتقریب طالب علمی و تحصیل علوم ظاہری از خانہ برآمدہ در بلدۂ خیر آباد رسیدہ بطور طلبۂ علوم درس میگرفت و کتب مختصرات میخواند۔ کہ ناگاہ روزے بمقتضائے تعارف ازلی و جذب سرنوشت لم یزلی ملاقاتش باشاہ محمد ماہ قلندر لاہر پوری گردید۔ بمجرد دفعۂ نظر و بیک نگاہ حق ہنیش از قید دنیا و ما فیہا وارستہ از تحصیل علم ظاہر استعفا خواست و درخواست بیعت نمود۔ پیرو مرشد چون شوق را در کمال استیلا یافت تلقین و ارشاد فرمود۔ خلاصہ در صحبت اول کہ مادہ صالح داشتند بسیار مراتب حقائق و معارف کشودگشتند و مدتہا بجناب پیرو مرشد حقیقی در پے کسب و اکتساب ریاضات شاقہ کشیدہ و حصول استفادہ نمودہ بوطن مالوف تشریف آوردند و در وطن بوارستگی تمام بسر میبردند و بیشتر اوقات از غایت جذب و شوق الٰہی در صحرا و بیابانہا میگذرانیدند۔ در آغاز حال از خلائق منفصل و منقطع زیستند بالآخر روانہ شاہجہان آباد دہلی گردیدہ در انجا رحت اقامت افگندند۔ خلاصۂ اینکہ شاہ موصوف بہ ترک و تجرید گذرانید مرد خوش سیما و مبارک نفس بود و جاہت ظاہر بسیار داشت و حرف موزون بمتانت و سنجیدگی میگفت۔ خوش زبان و شیرین بیان بود در شہر شاہجہان آباد بمرتبۂ کوس درویشی نواخت و آوازۂ فقر و وارستگی بلند ساخت امرا و اغنیا از بس رسوخ و خلوص و اعتماد و اعتقاد و آداب خدمت بجا می آوردند۔ وجیہہ الصورت۔ و خوش تقریر شیرین زبان مرجع قاضیان خوارق کیش و ملجاء عاشقان دلریش جلیل المرتبت عظیم المنزلت بود"۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض میں لکھتے ہیں۔

"شکر اللہ عارف صاحب کمال ہنگامہ آرائے سماع وجد وحال بود در شاہجہان آباد در عہد محمد شاہ استقامت داشت۔ اغنیا وغربائے آنجا صدہا دست بہ بیعت او دادہ باعتقاد درست مطیع وفرمان بردار او بودند در دار الخلافت شہرت داشت تکیہ وخانقاہ او بسیار عمدہ در آنجاست"

علاوہ کمالات درویشی۔ انکو علم قیافہ۔ وعلم مجلس۔ وخوشنویسی وفنون سپہگری مین بھی مہارت تامہ تھی۔ بہت سے اہل ہنود نے بھی انکے فیض صحبت سے ہدایت پائی۔ اُن لوگون مین جو شخص جوگیون اور سناسیون کے اکساب سیکھنا چاہتا تھا وہ بھی یہ سکھلاتے تھے۔ علم تصوف کے بہت بڑے ماہر تھے۔ انکا سجع یہ تھا: ز نور ماہ منور ضمیر شکر اللہ۔

انکے کمالات کا اندازہ حکایت مرقومۂ بحر زخار سے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ انکے ایک مرید شاہ عبداللہ نے کسی تقریب مین ایک امیر زادہ کو جو مر گیا تھا۔ زندہ کر دیا۔ جب وہ آئے تو انھون نے اُنکو حجرہ مین بند کر دیا اور قفل دیدیا۔ تھوڑی دیر کے بعد قاضی ومفتی وغیرہ یہ کہتے ہوئے پہونچے کہ ہم اُسکو ڈھونڈنے آئے ہین جس نے مردہ کو زندہ کیا۔ اور شرع کا بالکل پاس نہین کیا۔ انھون نے حجرہ کی طرف اشارہ کیا۔ جب حجرہ کھولا گیا۔ تو وہ نہ ملے۔ اُن لوگون نے انکو جھوٹا سمجھکر مواخذہ کیا۔ گواہان شرعی گذرے۔ اُنھون نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بعد شاہ عبداللہ اس حجرہ مین داخل ہوئے۔ آخر قاضی وغیرہ مجبور ہوکر واپس گئے اسکے بعد لوگون نے اِن سے شاہ صاحب کا حال پوچھا۔ انھون نے فرمایا کہ وہ اُسیوقت پٹنہ پہونچگیا۔ لوگون نے تاریخ لکھ لی۔ بعد تحقیق انکے ارشاد کی تصدیق ہوئی۔

وفات انکی دہلی مین بتاریخ ۱۴ ماہ ذی القعدہ روز یکشنبہ سنہ ۱۹ جلوس محمد شاہی مطابق ۱۱۴۹ھ ہوئی۔ مزار بھی وہین مٹھائی کے پل پر ہے۔ تکیہ اور خانقاہ وہین بہت نفیس بنی ہوئی ہے۔ انھون نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

خلفاء انکے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت شاہ اسداللہ کاکوری برادر آنحضرت (۲) حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر برادر زادہ وجانشین آنحضرت (۳) حضرت شاہ مہر علی قلندر

جنکے مرید خلیفہ شاہ بدیع الدین ابن شاہ نجم الدین قلندر برادر زادہ شاہ محمد ماہ قلندر لاہرپوری تھے۔

شہاب الدین

حافظ شہاب الدین المعروف بہ شیخ سوندھن۔ ابن مخدوم نظام الدین قاری۔ ابن قاری امیر سیف الدین رحہ۔ آپ بہت بڑے فاضل متقی متشرع ذی شخصیت و لیاقت فضل وکمال مین ممتاز تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور جد امجد سے پائی۔ آپکے جد نے آپ کو حضرت حافظ سید ابراہیم صاحب بغدادی کی پیشوائی کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ وقت حاضری سید صاحب بغدادی نے آپ کا حال دریافت کرکے فرمایا کہ یہ بہت ذہین ہے۔ اور دعا دی تھی کہ اللہ تعالےٰ اسکو مثل اسلاف کے نعمت باطنی سے بہرہ ور کرے۔ آپ نہایت سعید و صالح تھے جیسا کہ اُن مکاتیب سے جو آپ کے والد ماجد نے ملا عبدالرشید ملتانی و مرزا شمس الدین خان کے نام تحریر فرمائے ہین ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مکاتیب کشف المتواری فی حال نظام الدین القاری مؤلفہ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ مین طبع ہو چکے ہین۔ کتاب زاد الآخرت کی تالیف بھی آپ کی فرمایش سے ہوئی۔ چنانچہ ملا عبدالرشید ملتانی مصنف زاد الآخرت اُسکے دیباچہ مین لکھتے ہین۔

"بوقت رخصت اخیر فقیر سمت ملتان کہ ازان بار باز اتفاق آستان بوسی باین کم نصیب نصیب نگردید صاحبزادۂ عالی ہمت و مرشد زادۂ بلند مرتبت اعنی حافظ شہاب الدین المعروف بہ سوندھی صاحب حاضر محفل شریف بودند۔ چون از حضور حضرت پیر و مرشد دولت رخصت یافتم صاحبزادہ از راہ بندہ نوازی تا در دولتخانہ بنا بر رخصت فقیر سرفرازی بخشیدہ چنان ارشاد نمودند کہ بہ این بار از شما فرمایشے دارم کہ بضوابط طریقہ غوثیہ نسخۂ برنسق قدماے صوفیہ در زبان پارسی مبرا از اغلاق بیان و مصفا از دقت زبان کہ ذہن ہر مبتدی تقاضائے فہم آن نماید وقت فرصت سعی در تحریرش نمودہ آید"۔

آپکی اولاد تمام بنی اعمام سے علم و فضل حسب و نسب مین ممتاز رہی - اور ابتک ہے - آپنے
عین حالت شباب مین انتقال فرمایا - دو صاحبزادے باکمال چھوڑے - ملا عبد الکریم و ملا عبد القادر
تاریخ و سن وفات و ولادت و مدت عمر و دیگر حالات دریافت نہو سکے - مزار شریف کھجوری روضہ
مین اپنے والد کے مزار کے باہر مغرب جانب حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی کے مزار کے
قریب ہے

شہاب الدین مفتی

مولوی مفتی شہاب الدین - ابن حضرت حاجی امین الدین - انکی ولادت ۱۱۹۱ھ مین ہوئی
قطعہ تاریخ ولادت منظومہ قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر حسب ذیل ہے ؎

آن نکو بخت چون بعرش وجود | جلوہ فرما چو شہ بہ تخت آمد
سال میلاد آن بلند اقبال | گفت ہاتف سعید بخت آمد ۱۱۹۱ھ

انھون نے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد - اور چچا قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر سے
پائی - اور اپنے والد کے مجاز بھی ہوئے - عالم اجل و فاضل زبردست - اور بہت بڑے شجاع تھے -
جسمانی قوت خداداد تھی - جس بھاری چیز کو بیس یا پچیس آدمی نہین اُٹھا سکتے تھے - یہ تنہا اُٹھا
لیتے تھے - چنانچہ مشہور ہے کہ ما بین مسجد و حجرۂ حاجی صاحب ایک شہتیر پڑا تھا - جس سے حاجی
صاحب کو مسجد آنے جانے مین شب کے وقت تکلیف ہوتی تھی - لوگ اُسکے ہٹانے کے لئے
جمع کئے گئے - بیس پچیس آدمیون نے کوشش کی - مگر نہ ہٹا سکے - آخر انھون نے تنہا اُسی
شب مین ہٹا دیا - صبحکو لوگ بہت متعجب تھے - حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ شہاب الدین کا کام ہے -
ابتداءً یہ مدرسہ عالیہ کلکتہ مین بعہدۂ پرنسپل مامور ہوئے - اُسوقت ولایت سے جو انگریز آتے
تھے وہ اولاً عربی و فارسی کی تعلیم مدرسہ عالیہ مین پاتے تھے - تب اُسکے بعد کسی عہدہ پر مقرر
کئے جاتے - چنانچہ بہت سے انگریز انکے شاگرد تھے - پھر وہان سے اضلاع ممالک مغربی ہند مین
یہ مفتی و صدر الصدور مقرر ہوئے - دہلی مین کچھ دنون رہے - وہان کے مشاہیر علماء و محدثین سے

بہت اتحاد تھا۔ پھر مظفر نگر گئے۔ اور وہان ایک جامع مسجد نہایت عالیشان بنوائی جواب تک موجود ہے۔ وہان سے پھر سہارنپور تبدیل ہو آئے۔ جہان ایک حویلی اور دیوانخانہ نہایت عمدہ بنوایا۔ بالآخر وہین سہارنپور مین بتاریخ ۴ محرم ۱۲۵۶ھ انتقال کیا۔ اور متصل درگاہ شاہ نور صاحب دفن ہوئے۔

شیخ محمد

شیخ محمد۔ ابن شیخ غلام نبی۔ ابن نواب منتظم الملک خان وترخان شیخ جاراللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیرآباد وغیرہ۔ یہ نہایت قابل لطیفہ گو دخوش تقریر مثل اپنے والد کے تھے۔ جامع۔ صفات حمیدہ و حاوی خصائل پسندیدہ۔ انکے متعلق منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ یعنی چشمۂ فیض مین لکھتے ہین۔

"شیخ محمد سخن موزون گفتن از پدر میراث داشت۔ اگر کسے صد حرف میگفت اول ساکت می بود ہرگاہ او تقریر بآخر میرسانید در جواب بہ یک حرف دلچسپ خاموش میکرد کہ سامعین احسنت میگفتند عجب شخص خلیق و بے نفس بود کہ از بیان بیرون است ہمیشہ در خودداری و پاس و لحاظ می بود وبا پوشاک نفیس شایق و تا جامہ ملازم بر برداشت۔ دستار قدیم عالمگیری و دیگر ملبوس برین نمط می پوشید۔ گاہے حرف زاید چنانچہ عادات ارباب زمانہ است بر زبان نیاوردہ و دہان خود را بدشنام نیالودہ۔ از آغاز تا وفات متنفسے از و در ہیچ باب شاکی و ناراض دیدہ و شنیدہ نمی شد"

یہ بھی روزگار پیشہ تھے۔ عنبر علیخان کے رسالہ مین نواب شجاع الدولہ بہادر کے ملازم تھے۔ ستر برس سے زائد عمر پائی۔ زائد حالات نہین دریافت ہو سکے۔ انکی قبر بھی یہین کاکوری مین تکیہ بنواشاہ مین ہے۔

(ص)

صادق شاہ قلندر

آنکا وطن اصلی نہین معلوم کہان تھا۔ یہ بڑے بزرگ خوش اوقات ذاکر و شاغل صاحب تجرید وتفرید تھے۔ لباس فقر انکو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر نے پہنایا۔ یہ اپنی بسر اوقات بذریعہ گدائی کرتے کبھی دو روٹیون سے زائد کے طالب نہین ہوتے جسوقت دو روٹیون بھر کا آٹا یا غلہ ملجاتا۔ فوراً واپس آتے۔ اور روٹیان پکا کر ایک مین سے نصف کتے کو اور نصف قمری کو کھلادیتے اور دوسری مین سے نصف فقیر کو دیتے۔ اور نصف خود کھا لیتے۔ اور جس روز کہین سے کھانا آجاتا اُس روز پھر گدائی کے لئے نہین جاتے۔ تمام عمر اسی طرح آستانۂ مرشدی پر بسر کی اور پھر وطن نہین گئے۔ یہین وفات پائی۔ زائد حالات نہین دریافت ہو سکے۔ ان کا مزار احاطۂ تکیہ شریفہ مین متصل چاہ بناکردۂ ڈپٹی منصور علی صاحب واقع ہے۔

صبغت اللہ

حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر۔ ابن شاہ اسد اللہ برادرزادہ وجانشین حضرت شاہ شکر اللہ قلندر قدس سرہما۔ یہ ابتدائے طفولیت سے دہلی مین اپنے عم بزرگوار شاہ شکر اللہ قلندر کے ساتھ رہے۔ وہین تعلیم وتربیت پائی۔ بیعت واجازت وخلافت ان کو انھین سے تھی۔ درویش کامل صاحب تصرف وقدرت تھے۔ بعد انتقال اپنے چچا کے دہلی مین اُنکے جانشین ہوئے جس روز رسم جانشینی عمل مین آئی۔ وہان کے اُمرا اور شاہزادگان نے اسقدر نذرین دین کہ انکی کمر تک روپیہ واشرفی کا ڈھیر ہوگیا تھا۔ وہان سے کچھ دنون کے بعد کاکوری چلے آئے اور خانہ نشین ہو گئے۔ ایک عرصہ تک یہی رنگ رہا۔ ایک مرتبہ دہلی سے ایک امیر نے حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کے زمانہ مین کئی ہزار روپیہ خانقاہ بنوانے کے لئے بھیجا تھا۔ جس سے انکے والد

شاہ اسد اللہ صاحب نے خانقاہ و مدرسہ اور متعدد مکانات بنوائے۔ جنکا سنہ تعمیر ۱۱۴۴ھ ہے۔ مگر یہ سب مکانات اسوجہ سے ویران ہوگئے تھے کہ کوئی رہنے والا نہین تھا۔ ۱۱۹۰ھ مین حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نے ان سے یعنی حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر سے بہ اصرار فرمایا کہ آپ خانقاہ مین بیٹھکر لوگون کو فیضیاب کرین۔ یہ اُنکے اصرار سے مجبور ہوئے۔ اور وہین سکونت اختیار کی۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ میر محمد قلندر اور اپنی بی بی صاحبہ کو شاہ صبغت اللہ قلندر کا مُرید کرایا۔ اور اور لوگون کو ترغیب دی۔ اور مہاراجہ ٹکیٹ رائے سے ارشاد فرماکر ماہوار خدمت مقرر کرائی۔ یہ خود اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری مشیخت یہان شاہ محمد کاظم قلندر کی وجہ سے جمی۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کتاب اصول المقصود مین لکھتے ہین:-

"حضرت شاہ محمد کاظم قلندر را با شاہ صبغت اللہ قلندر نہایت موالات بود و بسیار ادب و پاسداری و حفظ مراتب ایشان ملحوظ می داشتند۔ و ہمیشہ از مریدان و فرزندان خود تقید مینمودند کہ گاہے برائے سلام شاہ صاحب رفتہ باشند و خود اکثر می رفتند و اگر کسے قصد مرید شدن حضرت صاحب میکرد اول تعریف شاہ صاحب میکردند کہ ایشان چنین و چنان اند بروید و مرید ایشان شوید و برائے خدمت ظاہری نیز سعیہا میکردند و شاہ صاحب نیز بسیار مداح و شکرگذار و غمخوار ایشان بودند و نہایت عزیز و مکرم می داشتند و توجہات می فرمودند حتے کہ در ایام چلہ کہ در انجا اتفاق می شد خود شاہ صاحب خادمی میکردند و آب از دریا برائے ایشان می آوردند۔ و با یگانہ و بیگانہ اکثر شاہ صاحب میفرمودند کہ مشیخت من شاہ محمد کاظم دا نمودند۔"

غرضکہ یہ نہایت بزرگ کامل وقت تھے۔ ابتدا سے گمنامی مین بسر کی۔ فقر و زہد و توکل و ورع شعار رہا۔ ینتیس سال رشد وارشاد فرمایا۔ جنّات بھی اُنکی خدمت مین حاضر رہتے تھے بہت سے اُن مین کے مُرید بھی تھے۔ جناب مولوی حسن بخش صاحب اپنی کتاب تفریح الاذکیا مین بضمن حال حضرت سلیمان علیہ السلام لکھتے ہین:-

کہ جنات وپری برکت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خواص امت کی خدمت مین حاضر رہتے ۔اور اخص الخواص کی کفش برداری کرتے ہین۔ حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر کی خدمت مین اکثر جنات نے فیض معرفت پایا ہے۔ اور انکی خانقاہ مین اب تک حضرت شاہ کرامت علی مدظلہم العالی کے پاس حاضر رہتے ہین۔

کرامت نامہ مؤلفہ حضرت شاہ کرامت علی صاحب مرید آنحضرت کے مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت شاہ صبغت اللہ صاحب اور اُنکے والد شاہ اسد اللہ صاحب دونون دہلی مین تھے۔ وہین شاہ صبغت اللہ صاحب نے بعمر گیارہ سال اپنے چچا شاہ شکر اللہ قلندر کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت پائی جسکا قصہ یہ ہے کہ ایک روز شاہ شکر اللہ قلندر نے شاہ اسد اللہ صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ مین آج صبغت اللہ کو اپنا مُرید اور جانشین کرونگا۔ پھر شاہ صبغت اللہ قلندر سے پُوچھا کہ کس سلسلہ مین بیعت کروگے۔ انھون نے عرض کیا کہ جس سلسلہ مین آپ مُرید ہین۔ اسکے بعد اُنھون نے پھر ارشاد فرمایا کہ تمھارے باپ سلسلۂ چشتیہ مین مرید ہین۔ اور مین سلسلۂ قلندریہ مین مرید ہون۔ تم بھی کیون نہ سلسلۂ چشتیہ مین مرید ہو۔ انھون نے عرض کیا کہ مجھکو تو آپ سے مطلب ہے۔ یہ سُنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور سلسلہ قلندریہ مین مُرید کرلیا اور خلافت عطا فرمائی۔ اسکے ایکسال کے بعد شاہ شکر اللہ قلندر نے وفات پائی۔ اور یہ جانشین ہوکے دہلی مین کچھ دنون رہ کر وطن آئے۔ اور یہان دو شادیان کین۔ اولاد بھی ہوئی۔ مگر کوئی زندہ نہین رہی۔ پھر یہان سے بغرض تحصیل علم خیرآباد گئے۔ وہان حضرت حاجی صفت اللہ خیرآبادی سے بقیہ کتابین تمام کین۔ پھر ہلسہ ضلع عظیم آباد مین حضرت شاہ عبداللہ قلندر کے پاس گئے۔ وہان ریاضات اور مجاہدات کرکے سلوک تمام کیا۔ وہان سے وطن آکر خانہ نشین ہوئے۔ پھر حسب ارشاد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر ہدایت وارشاد مین مشغول ہوے اور حضرت شاہ میر محمد قلندر کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

منقول ہے کہ شاہزادہ رفیع الدرجات ابن اعظم شاہ۔ ابن اورنگ زیب عالمگیر

شہنشاہ دہلی نے ایک نیمچہ طلائی مرصع کار حضرت شاہ شکراللہ قلندر کے نذر کیا تھا۔ چونکہ وہ بہت معتقد تھا۔ نذر کرتے وقت اُسنے یہ بھی عرض کیا کہ یہ غلام کی نشانی ہے۔ یہ نیمچہ ایک فرنگی نے میرے جد عالمگیر کے نذر کیا تھا۔ اسکو وہ بہت دوست رکھتے تھے۔ اُنھون نے اپنے بیٹے اعظم شاہ کو دیا تھا۔ اُن سے مجھ کو ملا مین آپ کی خدمت مین پیش کرتا ہون۔ شاہ شکراللہ قلندر نے لیکر اپنے چھوٹے بھائی شاہ اسداللہ کو دیا اور فرمایا کہ اسکو رکھو۔ جب برخوردار صبغت اللہ ہوشیار ہون اُنکو دیدینا یہ اُنکی امانت ہے یہ نیمچہ نواب یار جنگ اکرم اللہ خان بہادر کے پاس تھا اُسپر یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

ظفر تکیہ کہ با فر و نہیب است   بدست شاہ دین اورنگ زیب است

اس نیمچہ کو نواب یار جنگ بہادر کے نواسہ مولوی معراج الدین المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر نے سر سالار جنگ وزیر میر عثمان علی خان نظام الملک آصف جاہ دکن کے نذر کر دیا۔

وفات انکی بتاریخ ۱۳ ماہ محرم الحرام ۱۱۲۰ھ ہوئی۔ مادۂ تاریخ مرقومۂ شیخ احمد حسین علوی مرید آنحضرت اولئک[1] مقربون فی جنات النعیم ہے۔ کرامت نامہ مین مرقوم ہے کہ شیخ احمد حسین علوی تاریخ کی فکر مین تھے۔ خواب مین دیکھا کہ کسی نے کاغذ کا پرچہ دیا جسپر یہ آیت لکھی تھی عمر شریف ۸۴ سال کی ہوئی۔ اس حساب سے سنہ ولادت ۱۰۳۶ھ معلوم ہوتا ہے

قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی ؎

عارف بے نفس شاہ صبغت اللہ شیخ عصر   کہ رموز شاہ شکراللہ آگاہ آمدہ
ہم ز خوانش نعمت شاہ محمد ماہ یافت   کہ طفیل شاہ عاشق از مجا شاہ آمدہ
سیزدہ ماہ محرم بود کز دنیا برفت   برلب جن و بشر صد نالہ و آہ آمدہ
قیصری دریا ذات حق چو ذاتش محو شد   پس بذات حق وصالش حسب دلخواہ آمدہ

[1] اولئک مین بجائے الف مقصورہ کے یا کے عدد لئے گئے ہین جس سے ۱۱۲۰ھ ہوتے ہین ۱۲ مولف

مزار شریف شیخ سعدی محلہ مین۔ حضرت شاہ کرامت علی قلندر کی درگاہ کے پورب جانب واقع ہے۔ مزار کے گرد حضرت شاہ کرامت علی قلندر نے ۱۲۱۷ھ مین خطیرہ بنوایا۔ جسکے تعمیر کی تاریخ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ نے یہ نظم فرمائی ؎

مرقد حضرت صبغت اللہ — از کرامت چو در حریم آمد
سال تعمیر آن ز طبع شہید[1] — بدل روضۂ نعیم آمد

۱۲۱۷ھ

صدر الدین خان

مولوی محمد صدر الدین خان۔ ابن مولوی رشید الدین خان۔ ابن مفتی خلیل الدین خان بہادر سفیر شاہ اودھ۔ ۲۰ ماہ رجب ۱۲۶۱ھ مین پیدا ہوئے۔ ممتاز العلما قاضی سعید الدین خان بہادر المتخلص بہ سعید نے قطعۂ تاریخ ولادت لکھا جو درج ذیل ہے ؎

شمس طالع شد بہ ایوان حمید — نجم ثاقب شد بساعات سعید
خانہ خانہ شد بہر شب برات — در خوشی و خرمی ہر روز عید
قایم و دائم بماند در جہان — عمر و اقبالش بود ھل من مزید
بارک اللہ ماہ مولودش رجب — نور معراج نبی گشتہ پدید
میہمان شد خلق بر خوان خلیل — رفت اخبارش بہ نزدیک بعید
در ظہور آمد چو آن نور البصر — فکر تاریخش نمود از دل سعید
ملھمش القا نمود از روے وحی — آمدہ تاریخ او خلف الرشید

۱۲۶۱ھ

---

[1] ابتدا مین شہید تخلص فرماتے تھے پھر تراب تخلص اختیار کیا مخمس کریما مین شہید تخلص مرقوم ہے اسکے بعد کے کلام مین نہین ۱۲ مولف۔

انھون نے اپنے والد بزرگوار وجد عالی مقدار کے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی بچپن ہی سے ان مین خداداد ذہانت تھی۔ ابتدائی تعلیم گھر مین پائی۔ عربی و فارسی تعلیم کیلئے تکیہ شریفہ پر حضرت مقتدائے جہان مولانا شاہ تقی علی قلندر۔ و حضرت اکبر العلما مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہما کے حضور مین پیش کئے گئے۔ کچھ کتابین حضرت مقتدائے جہان سے پڑھین اور بقیہ کی تکمیل حضرت اکبر العلما سے کی۔ اور علم ریاضی و ہیئت کی تحصیل و تکمیل اپنے جد امجد سے کی۔ رسالہ قوشجیہ۔ و فن ہیئت بطلیموس۔ و بست باب اصطراب۔ و مقدمۂ شرح محقق طوسی۔ و مفتاح الافلاک۔ و خلاصۂ مقالۂ اقلیدس موسومہ بہ شمس الہندسہ وغیرہ انھین سے پڑھین۔ اور دساتیر مذہب زردشتی کی مقدس کتاب دری زبان کی منشی عبد الحی متخلص بہ عرشی سے پڑھی۔

حافظہ ایسا قوی تھا کہ فلسفہ کے اہم مسائل اور مشکل مضامین نیز اکثر کتابون کے مباحث حفظ تھے۔ بہت خوش تقریر و خوش بیان تھے۔ آبائی جائداد کی وجہ سے چونکہ معاش کی طرف سے بفکری تھی اسلیئے ہمیشہ خانہ نشین رہے۔ اور بہت زیادہ حصۂ عمر کا کتب بینی و تصنیفات مین صرف کیا۔ ذہانت و طباعی و شیرین بیانی و وضعداری و اتقا و پرہیزگاری مین ضرب المثل تھے۔

بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے تھی۔ اس زمانہ مین انکی ذات منتخبات سے تھی۔ طبیعت کا رجحان معقولات کی طرف زائد تھا۔ ادیب و منشی بے بدل تھے۔ اکثر مضامین علی سرسید احمد خان کے خیالات اور انکی تفسیر کے خلاف انھون نے لکھکر بعض اخبارون مین شائع کرائے۔ جو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

مستقل تصانیف انکے حسب ذیل ہین۔ (۱) قول السیاسۃ فی تدبیر الریاسۃ فارسی (۲) تاریخ خلفائے عباسیہ فارسی (۳) حیاۃ الاسلاف فی ہدایات الاخلاف اردو مطبوع (۴) ترجمہ اردو قسطاس المستقیم (۵) مرقع تصویر پیغمبری اردو مطبوع۔

انھون نے بتاریخ ۶ ماہ رجب روز پنجشنبہ ۱۳۳۲ھ انتقال کیا۔ اور اپنے جد امجد کے
پائین خطیرہ مین دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ انتقال از منشی نور الدین احمد کیفی کاکوروی ؎

متقی عالم مہذب وضعدار — شد ز کاکوری سوے باغ جنان
گفت کیفی سال تاریخ وفات — زیب دوران بود صدرالدین خان

۱۳۳۲ھ

صفدر حسن

منشی صفدر حسن المتخلص بہ تجلی۔ ابن منشی حیدر حسن ابن منشی مقصود علی ابن شیخ طفیل علی علوی
یہ شاعر خوش بیان، صاحب فہم رسا و طبع ذکا تھے۔ فن شاعری مین منشی محمد رضا صبر کے شاگرد
تھے۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کے مخلص مُرید تھے۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر
قدس سرہ سے بہت خلوص و اتحاد رکھتے تھے عملیات کا بھی ذوق تھا۔ حروف تہجی کی زکوٰۃ
اپنی خواہش سے اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کی اجازت سے ادا کی تھی جس سے یہ
کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ کہ جس مریض کو اپنے ہاتھ سے پانی پلا دیتے تھے وہ اچھا ہو جاتا تھا۔
بہت سے لوگ گرویدہ اور معتقد ہو گئے تھے۔ کانپور مین چونکہ انکے جد منشی مقصود علی صاحب نے بہت سی
املاک پیدا کر لی تھی۔ اسلئے زیادہ قیام وہین رہتا تھا۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر
قدس سرہ کی ان پر خاص عنایت تھی۔ اور یہ بھی نہایت مخلص اور معتقد تھے اور فیضیاب بھی۔
انکے شعر و سخن کے قیمتی ذخیرہ کا پتہ نہ چلا۔ معلوم نہین کیا ہوا۔ چند اشعار جو مل سکے
درج ذیل ہے ؎

جو دیکھے اُس چمن حسن کی بہار بہار — نہ مُنھ دکھاے جوانان باغ کو زنہار
کیا ہے خار غم گلرخان نے دل خونگار — برنگ دامن گلچین ہی زخم دامن دار
بنایا بلبل تصویر ناتوانی نے۔ — اٹھی نہ آنکھ مری گو قریب تھا گلزار

ادھر بھی دیکھ کہ تیر نگہ کی خواہش مین — کھُلا ہے ہر دہن زخم صورت سُوفار

سمجھ کے ابروِ خمدار تیرا او قاتل — گلے کو تیغ پہ رکھ رکھ دیا ہی سو سو بار

مثال خار رہے خوار باغ عالم مین — ہمین تو آئی نظر ایک سی خزان و بہار

ہزارون دل سے اُٹھے شعلہ ہای عالم سوز — جب آ لے یاد کسی گل کے آتشین رخسار

جما رہا ہون مین دل مین خیال ساقی کا — بنا رہا ہون مین کعبہ کو خانۂ خمار

ہزار شکر کہ اُسنے جلا کے خاک کیا — نہین تو ڈھونڈتے ہوتے زمین پر اپنے مزار

خدا کی یاد دلائی بتون کی فرقت سنے

کیا وہ کام کہ نکلے بیک کرشمہ دو کار

انھون نے کانپور مین تبارئخ ۱۴ ار محرم روز یکشنبہ ۱۳۲۴ھ انتقال کیا - اور وہین دفن ہوئے -



(ض)

ضیاء الدین

حضرت ملا ضیاء الدین محدث مدنی ۔ اُستاد حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھیکیہ رحمۃ اللہ علیہما ۔ یہ بہت بڑے فاضل رفیع القدر جلیل المنزلت تھے ۔ مدینہ طیبہ کے رہنے والے شریف خاندان سے تھے ۔ ہندوستان مین بغرض سیاحت تشریف لائے ۔ دو سال تک دہلی مین قیام رہا ۔ پھر پورب کے اضلاع مین تشریف لائے ۔ نواح لکھنؤ مین ۵ سال چار ماہ اقامت کی ۔ بہت سے لوگون نے انکی خدمت مین حاضر ہوکر علم حدیث حاصل کیا قاری امیر سیف الدین نے بھی اپنے صاحبزادہ حضرت مخدوم نظام الدین قاری کو انکی خدمت مین پیش کیا ۔ حضرت مخدوم صاحب نے جامع الاصول و صحیح بخاری انھین سے پڑھین ۔ اور باطنی فیوض بھی حاصل کئے ۔ ایک درود شریف انھون نے حضرت مخدوم صاحب کو تعلیم فرمایا تھا ۔ جس سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ۔ اور بہت سے فوائد اور فیوض حاصل ہوئے ۔ اسی قصبہ مین انھون نے وفات پائی ۔ مزار شریف متصل مزار حضرت مخدوم صاحب جانب مغرب حظیرہ مین بیرون جنجری روضہ واقع ہے ۔ سنہ و تاریخ ولادت و وفات و دیگر حالات تلمذ وغیرہ نہ دریافت ہو سکے ۔

ضیاء اللہ

ملا ضیاء اللہ ۔ ابن ملا عبد الکریم ۔ ابن حافظ شہاب الدین ۔ ابن مخدوم قاری نظام الدین یہ درویش کامل ۔ صاحب قدرت و تصرف ۔ عالم و حافظ و گوشہ نشین اور اپنے والد ماجد ملا عبد الکریم صاحب کے طریقہ پر اقامت گزین تھے ۔

منقول ہے کہ ایک روز ایک فقیر صاحب کمال مغلوب الحال شاہ محی نام (جنکا مزار

پرگنہ موہان مین ہے) کاکوری آئے۔ اور مسجد محلہ قصبہ مین آکر ٹھہرے۔ وہ بھنگ پیا کرتے تھے اُس روز اُنھون نے مسجد مین بھنگ پینے کا ارادہ کیا۔ اِنھون نے دیکھکر کہا کہ یہ خدا کا گھر ہے۔ یہان ایسی خلاف شرع بات بہت نازیبا ہے۔ اُنھون نے ناخوش ہوکر کہا۔ کہ "ملے مخی پاڑ" یعنی ایسا تیر مارا کہ کارگر ہوگیا۔ اُنکی یہ عادت تھی کہ جس سے خفا ہوتے یہی کہتے جس کا بہت جلد اثر ظاہر ہوتا۔ انھون نے یعنی ملا صاحب نے جواب مین کہا۔ کہ "مخی ترا خالی کردم"۔ اُس روز سے اُنکے اس مقولہ کا اثر بالکل جاتا رہا۔ ملا صاحب پر تو اثر کیون ہوتا۔ اور کسی پر بھی پھر اثر نہین ہوا۔ باقی اور حال سنہ و تاریخ ولادت و وفات دریافت نہوسکا۔ مزار مبارک پہلوے مزار ملا عبد الکریم صاحب متصل مسجد محلہ قصبہ واقع ہے۔

(ط)

طفیل علی

شیخ طفیل علیخان فوجدار - ابن شیخ محمد - ابن شیخ غلام نبی - ابن نواب منتظم الملک خان وزرخان شیخ جاراللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیرآباد وغیرہ -

یہ نہایت سنجیدہ باوجاہت ولیاقت شخص تھے۔ علوم درسیہ کی تعلیم حضرت مولٰنا حمیدالدین محدث - ونیز دیگر علماسے پائی - حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے خاص مُریدین سے تھے سب سے پہلے یہی مرید ہوئے - انکے زمانہ صغرسنی مین حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نے انکے والد ماجد سے فرمایا تھا - کہ اس لڑکے کو مجھے دیدو - مین اسکی تعلیم وتربیت کرونگا - چنانچہ انھین نے انکی تعلیم اور تربیت کی - اوّلاً تصوف کی ضروری کتابین پڑھائین - پھراذکار واذکار خاندانی بتلائے - اور کوئی دقیقہ دقایق درویشی - اور حقائق ومعارف سے نہین چھوڑا جو نہ بتایا ہو - اور بلحاظ انکی استعداد صحیح ولیاقت صریح کے اپنے سلسلہ کا مجاز بھی فرمادیا -

یہ نہایت باوضع اور وجیہ الصورت - صالح ظریف الطبع وبذلہ سنج وپُرگو - باعقل وفہم وخوشنحو تھے - بصورت باخلق وبمعنی باحق کے مصداق تھے - اگرچہ لباس دُنیادارنہ رکھتے تھے لیکن درحقیقت تارک اور خدا پرست تھے - ایک بار حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر رح الٰہ آبادی کے حضور مین حاضر ہوکر اُن سے بھی فیضیاب ہوئے - انکے حالات دیکھکر ابنا رجنس اور اہل دنیا کو حیرت ہوتی تھی - کہ باوجود تعلقات دنیوی کسی وقت خداپرستی اور بندگی سے غافل نہین رہتے تھے - امور دنیاوی مین نہایت خوش معاملہ تھے کبھی رعایا پر سختی نہین کرتے تھے - جس امر کی طرف متوجہ ہوتے - فوراً وہ بات ہوجاتی - انکی عادت تھی - جسوقت تک کچہری مین بیٹھے کام کی طرف متوجہ رہتے - بعد اُسکے پھر کچھ سروکار نرکھتے - شب بیدار - اور پابند اوقات و وظائف تھے - اور بہت بڑے باخلوص ونیاز -

ابتدا ئ بخشی ابو البرکات خان بہادر کے رسالہ مین۔ نواب شجاع الدولہ بہادر کی ملازمت کی۔ بعد اُسکے راجہ جھاؤ لال اور میان الماس علیخان کے یہان ملازم رہے مفصل حالات انکے اصول المقصود اور نفحات العنبریہ مین بضمن خلفائے حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ مرقوم مین انھون نے بتاریخ ۲۰ ماہ ربیع الاول روز چہار شنبہ ۱۲۲۴ھ بوقت صبح انتقال کیا۔ قطعہ تاریخ انتقال از منشی فیض بخش مغفور کاکوروی سے

چون طفیل ازاین جہان ناگاہ رفت — از میان آشنایان شاہ رفت

وائے واویلا چہ میگویم کہ شاہ — شہ چہ باشد بلکہ شاہنشاہ رفت

ما ہمہ در جنب خوبیہاش شمع — او بہ پیش ما ہمہ چون ماہ رفت

شد تبہ از رفتن او عیش ما — لطف محفلہائے ما واللہ رفت

عیشہا و لطفہائے زندگی — آنچہ مارا بود خاطر خواہ رفت

صد گریبان چاک شد در ماتمش — نالہ و شور و فغان تا ماہ رفت

او بدنیا ہیچو ما غافل نہ بود — از حقیقتہائے کار آگاہ رفت

سال تاریخش خرد از روئے آہ — گفت گل از باغ جار اللہ رفت

۱۲۲۴ھ

ظ

ظہور حسن

منشی ظہور حسن خان متخلص بہ نگہت - ابن منشی تجمل حسن خان - ابن منشی علی حسن خان - ابن منشی معشوق علیخان - ابن شیخ طفیل علیخان فوجدار

یہ بتاریخ ۱۰ - ماہ ربیع الاول ۱۲۷۰ھ بمقام امام باغ (کاکوری) پیدا ہوے - سات سال کی عمر تک کاکوری مین رہے - اور ابتدائی تعلیم حاصل کی - بعدہ لکھنؤ مین قیام کیا - اور تعلیم انگریزی مین مصروف ہوے - لیکن چونکہ پانچ سال کی عمر مین باپ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا لکھنؤ کا قیام ممکن نہوا - اور کاکوری واپس آئے - اور دو سال تک اقارب کالعقارب کی پوشیدہ و علانیہ نیش زنی کی تکلیف برداشت کرتے رہے - بالآخر پریشان ہوکر - اپنے مامون قاضی عبدالعلی صاحب کے یہان قصبہ امیٹھی بندگی میان مین جا رہے

انھون نے علم فارسی منشی امیر حیدر آمیر امیٹھوی میرمنشی دردولت لکھنؤ سے - اور نیز منشی تفضل حسین امیٹھوی میرمنشی رزیڈنسی لکھنؤ سے جو بعد غدر امیٹھی مین خانہ نشین تھے حاصل کیا اور کتب عربیہ مولوی حاجی شیخ یوسف علی گوپامؤی مفتی و صدرالصدور بھوپال سے پڑھین - بعدہ گونڈہ چلے گئے - اور مدۃ العمر ریاست بھنگا کے بعض مواضعات کی مستاجری کے کاروبار مین مشغول رہے

یہ اُردو فارسی نظم و نثر اچھی لکھتے تھے مدتون اودھ پنچ کی نامہ نگاری کرتے رہے - شعر گوئی مین ابتدا ہی سے کافی شہرت حاصل کرلی تھی - نظم فارسی مین مولوی محمد حسن احسن بلگرامی سے - اور نظم اُردو مین منشی امیر احمد آمیر مینائی سے تلمذ تھا نگہت تخلص کرتے تھے - تذکرۂ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن مین ہے -

ہو نگہت - قاضی ظہور الحسن خان - خلف الصدق منشی تجمل حسن خان از مخدوم زادگان د

متوطنان قصبہ کاکوری متعلق شہر لکھنؤ مضافات بصوبۂ اختر نگر اودھ است۔ در ایام صبا صرصر یتیمی بر نونہال وجودش وزید۔ وزمانیکہ بسن تمیز رسید۔ روزگارے با فدا احسن خان عم اعظم خودش بود۔ ہرچند جادۂ اطاعتش بپیمودہ۔ اما عمش بمقتضائے فکم عم یکون الغم منہ مساہمت وے در ترکۂ آبادئی نہ پسندید۔ و بروش باطل کوشی پیش حکام فرنگ اورا محجوب الارث قرار دادہ بمدعائے خود رسید ناچار نکہت دل از وطن آبائی برکندہ بخانہ خال خوش خصال خویش قاضی عبد العلی در امیٹھی اقامت گزید۔ و با دختر نیک اخترش تزوج گردید و از ینجا بقاضی ظہور احسن مشتہر گشت ذہنے مستقیم و فکرے سلیم دارد۔ نامہ نگار قرابت وطنی قدیم و محبت قلبی صمیم دارد و اصلاح سخن از اُستادی مولوی محمد احسن احسن میگیرد۔ در ابتدائے شوق سخن سنجی خود را تخلص فرقت شہرت داد۔ اینک نکہت دل پسندش افتاد۔

انکے فارسی و اردو کلام سے جس کا بیشتر حصہ غیر مطبوعہ ہے۔ چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

اشعار فارسی

مگر باد صبا از کوے آن عیسیٰ رسید اینجا	کہ روح تازہ تر در قالب گلہا دمید اینجا
دل ما کعبۂ و بتخانہ نہ کجا می داند	ما طلبگار بتانیم خدا می داند
ز داغ سینہ بس تنگم کہ این ظالم بسوز خود	زند آتش بجان زار و بیباکانہ میسوزد
دارم ز تیغے زلف او صد زخم خندان در بغل	ہر زخم از مشک ختن صد نافہ پنہان در بغل
جنون دستیکہ در دشتے رسیدن آرزو دارم	بہار سبزۂ نورستہ دیدن آرزو دارم
چہ پروا گر نگوید حال زار من کسے باتو	کہ از حال دل دلدادگان ہر دم خبرداری
کشی بے وجہ صد عاشق بیک تیغ نگہ ظالم	ز قتل بیگناہان کوچۂ خود کربلا داری
بزلفش گردنم بستند طوق از من چہ میخواہد	سراپا داغ داغم مہر فوق از من چہ میخواہد
کشادم چشم بر روے تو در عالم نظر بستم	باین بستن کشادن زنگ الفت خوب تر بستم
الا کے سست گردد عہد من از سختئ ہجران	کہ من پیوند الفت با جفا جو سخت تر بستم

سر باتیر مژگان کسے دارم حذر از من — دل دیوانۂ ہر دم بنوک نیشتر بستم

طبیب مہربان بگذر ز من در فکر مرہم ہم — بہ بین من سودۂ الماس بر داغ جگر بستم

کجا آزادگی نکہت کہ کردم ربط باز لفش — چنون دست مرا بکشا دو من بند دگر بستم

اُردو

زبان بیچتے ہین سنوان بیچتے ہین — دوا در دو دل کی کہان بیچتے ہین

ستم دیکھے جائینگے گلچین کے کسسے — صبا لے تو ہم آشیان بیچتے ہین

پونچھ لو آہ بے اثر سے ذرا — قسمین کھاتی ہے نارسائی کی

کیون بچھاتے ہین جال پھر صیاد — کیا خبر ہے مری رہائی کی

کانٹے انکی گلی مین بچھتے ہین — داد دینگے برہنہ پائی کی

جاتے ہو کہان یہان تو آؤ — بیزار ہو کیون سبب بتاؤ

کس نازسے وصل مین کہا یہ — جلتا ہے۔ چراغ کو بجھاؤ

غش آیا مجھے وہ کہہ کے بھاگے — یان مرنے ہی آئے تھے اٹھاؤ

باسی ہارون سے کیون ہو اُلجھے — دو چار مرے گلے لگاؤ

اس طرح نکالون حسرت دید — آنکھین ہی ذرا سنے مجھے دکھاؤ

انکو ابتداے عمر سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عشق تھا نعتیہ اشعار سنکر ان پر بے خودگی و محویت طاری ہو جاتی تھی سلسلۂ چشتیہ مین انکو حضرت حافظ یار محمد زیدپوری سے بیعت تھی۔ انتقال سے ۳ سال قبل گوشہ نشین ہوکر تمام وقت نماز و عبادت مین مصروف رہتے تھے بالآخر بتاریخ ۲۲ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۱۱ء بحالت نماز سجدہ اول مین راہی ملک بقا ہوے۔ اور وہین املیٹھی مین پیوند خاک ہو گئے۔

انکے بیٹے قاضی خادم حسن وکیل مولف تاریخ قصبہ کاکوری و ریاض عثمانی و صبح بہار وغیرہ بہت لائق و قابل ذہین و طباع شاعر ہین فضلی تخلص کرتے ہین۔ اور نعتیہ اشعار کہتے ہین۔ فی الحال لکھنؤ مین وکالت کرتے ہین۔ ابقاہ اللہ تعالی

(ع)

عابد علیخان

قاضی عابد علیخان متخلص بہ فریاد - ابن قاضی محفوظ علیخان - ابن احتشام الدولہ ممتاز الملک عالیجاہ - قاضی حافظ علیخان بہادر عباسی -

انکو عربی و فارسی مین کامل دستگاہ تھی - فن انشا پردازی مین غالب مرحوم کے شاگرد تھے پنج آہنگ مین رقعہ بھی انکے نام موجود ہے - یہ بہت اچھے شاعر و دقیقہ سنج تھے - فریاد تخلص کرتے تھے - اردو مین نواب سید محمد خان رند کے شاگرد ہوئے - جنھون نے انکو اپنے استاد خواجہ حیدر علی آتش کی خدمت مین پیش کیا - اُنھون نے بھی ذکاوت و طباعی کی بہت تعریف کی - ان کا ایک مکمل دیوان اور چند مختلف نظمین تھین جن مین سے دو نظمین موسومہ بہ نالۂ عاشقانہ و نالۂ عارفانہ طبع ہو چکین - دیوان اور بقیہ حصہ نظم و نثر دستبرد زمانہ سے ضایع ہو گیا - اردو کلام کا بہت مختصر سا حصہ مجھے ملسکا جو نذر ناظرین ہے ؎

مرے یہ مژدۂ گل لیکے ہمصفیر آیا ۔۔۔ مجھے پیام رہائی دم اخیر آیا

ہوس دلاتا ہی ہر دم جنون بیابان کی ۔۔۔ لو اور دیکھو یہ اچھا مرا مشیر آیا

نمود سبزۂ خط سے گیا غبار اُنکا ۔۔۔ پیام صلح کا لیکر نیا سفیر آیا

نگاہ گرم سے دیکھا جو مین نے نالہ کیا ۔۔۔ ادھر سے برچھی چلی اور اُدھر سے تیر آیا

حضور حضرت اُستاد جب گیا فریاد ۔۔۔ یہ غل ہوا کہ شہنشاہ کا وزیر آیا

مُرغان قفس چپ رہو شیون نکرو تم ۔۔۔ اچھا نہین صیاد کو دشمن نکرو تم

دل چاک چاک ہو گیا کچھ غم نہین رہا ۔۔۔ اچھا ہوا جو قابل مرہم نہین رہا

ہو گیا ہے خانۂ تن زعفرانی ان دنون ۔۔۔ رنگ لائی ہے ہماری ناتوانی ان دنون

ماہ رویون نے دیے ہین داغ مجھ کو اسقدر ۔۔۔ بنگیا ہے دامن دل کا مدانی ان دنون

مر گیا زندان مین پابند جنون شاید کوئی، خانۂ زنجیر مین ہے نوحہ خوانی ان دنون

ہئ زلف تری سنبل پیچان تو نہین ہے — یہ خواب مرا خواب پریشان تو نہین ہو

ہر مرتبہ پڑتی ہین جو آنکھین ترے خط پر — یہ سبزہ چراگاہ غزالان تو نہین ہو

روتا ہو اگر ابر تو بیتاب ہے بجلی — تابوت مرا بے سروسامان تو نہین ہو

اے جان بھلا آپکو دکھلاؤن مین کیونکر — یہ کچھ داغ کلیجہ کا نمایان تو نہین ہو

خفا ہو گئے بیوفا کہتے کہتے — مین کہنے لگا کیا سے کیا کہتے کہتے

لب زخم خندان سے پوچھے تو کوئی — کہ کیون چپ ہوئے ماجرا کہتے کہتے

مین کس کس سے کہتا پھرون درد اپنا — کہ آتی ہے مجھکو حیا کہتے کہتے

ستم ہاے گردون گردان نہ پوچھو — کہ سر پھر گیا ماجرا کہتے کہتے

کسی کی نہین میری تقصیر ہے یہ — خفا ہو گئے بے وفا کہتے کہتے

انکی شاعری کا شہرہ جب دربار شاہی لکھنؤ تک پہونچا۔ تو یہ طلب ہوئے۔ انھون نے عرضداشت اور قصیدۂ مدحیہ لکھکر پیش کیا۔ بادشاہ اودھ واجد علی شاہ بہادر بہت خوش ہوے اور حسب دستور قدیم خاندانی انکو بھی سات پارچہ کا خلعت عطا کیا۔ یہ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے مخلص مریدین سے تھے

ان مین انتظامی قابلیت بہت تھی۔ دونون بھائیون مین یعنے ان مین اور قاضی وصی علی خانصاحب مین بہت اتحاد تھا۔ علمی شغلہ کو یہ بہت زیادہ پسند کرتے۔ ایک تاریخ اس قصبۂ کاکوری کی موسومہ بہ صبح وطن لکھنا شروع کی تھی۔ افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی۔ اور وہ تمام نہ ہو پائی۔ اگر تمام ہو جاتی تو بہت اچھی تاریخ ہوتی۔ جتنا حصہ کہ موجود ہے یہ نثاری کا عمدہ نمونہ ہے۔

انھون نے بتاریخ ۲۵ ماہ شوال ۱۲۹۶ھ بعارضۂ تپ ولرزہ انتقال کیا۔ اور محلہ قاضی گڈھی کاکوری مین اپنے خاندانی قبرستان مین دفن ہوے۔

عابد علی عرف ملکھرا شاہ

انکے خاندانی حالات نیز یہ کہ کہان کے باشندے تھے۔ کاکوری مین کیسے آئے۔ اسکا پتہ نہین چلتا۔ یہ زمرۂ مجاذیب اولیاء اللہ سے تھے۔ جذبی حالت بہت غالب تھی۔ بالکل برہنہ رہتے تھے۔ کاکوری کے عمایدین انکے بہت معتقد تھے مفتی خلیل الدین خان بہادر کو بھی ان سے بہت عقیدت تھی۔ فرط شفقت مین اکثر یہ اُنکے مکان پر بھی جایا کرتے تھے۔ جب سن زائد ہوا اور معذوری ہوئی۔ تو چار لڑکون کو اپنی خدمت مین رکھا تھا۔ وہ چار ون انکو مثل مردے کے اُٹھا لیجاتے جو کچھ ملتا وہ سب اُنھین لڑکون کو تقسیم کر دیتے۔ اکثر مفتی صاحب ہوادار بھیجدیا کرتے تھے۔ یہ اُس ہوادار پر سوار ہوکر اُنکے یہان آتے مگر لڑکے ضرور ساتھ ہوتے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے ملازمین کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ کوئی شخص بغیر اطلاع اندر نہ آنے پائے اُسی کے دوسرے روز حسب دستور شاہ صاحب گئے۔ جب اندر جانا چاہا۔ تو ملازمین نے روکا یہ وہین بیٹھ گئے اور بڑ مارنا شروع کی۔ مفتی صاحب کو خبر ہوئی وہ خود آ کر بہت منت و سماجت سے ان کو لے گئے۔ اندر پہونچکر یہ اُنسے کہنے لگے۔ کہ جو کتے تمنے پالے ہین بہت بھوکتے ہین۔ کچھ دنون مین کاٹنے دوڑ ینگے۔ مفتی صاحب نے معذرت کر کے نذر پیش کی۔ انھون نے لیکر لڑکون کو دیدیا۔ شاہ منصب علی خلیفۂ حضرت شاہ کرامت علی رح انسے بھی فیضیاب تھے۔

منقول ہے کہ جب انکا انتقال ہوا تو پیر ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ سیدھے ہی نہین ہوتے تھے۔ شاہ منصب علی نے دیکھکر کہا کہ چچا اب پیر سیدھے کر لیجیے فوراً سیدھے ہو گئے۔ اسی کے ساتھ کروٹ بھی لی۔ پھر شاہ صاحب موصوف نے عرض کیا کہ فقیرون سے ان باتون سے کیا واسطہ۔ فوراً یہ حالت رفع ہو گئی۔ اور مثل مردہ کے ہو گئے۔

انھون نے ۲ ذیقعدہ کو بعمر ۹۰ سال انتقال کیا۔ مزار قبرستان محلہ ولی نگر کاکوری مین ایک نیم کے درخت کے نیچے واقع ہے۔ زائد حال نہ دریافت ہوسکا۔

عاشق اللہ

شاہ عاشق اللہ قلندر۔ انکا اصلی نام منگل خان تھا۔ یہ قوم افاغنہ سے تھے۔ اکبرپور ضلع کانپور کے رہنے والے تھے۔ آباو اجداد انکے صاحب وجاہت واثر جاگیردار ومنصب دار تھے۔

بدوشعور سے انکی طبیعت مین وارستگی اور درویشی کی جانب میلان تھا۔ فقرا کی خدمت مین زیادہ حاضری دیتے۔ اور مرشد کامل کے متجسس رہتے بالآخر بمقتضاے من طلب وجد فوجد۔ جس زمانہ مین شیخ محمد حیات کاکوروی۔ الماس علیخان نواب ناظر کی طرف سے اکبرپور کے عامل تھے وہان میر رحم علی فیض آبادی سے جو حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کے معتقدین خاص اور خود بھی صاحب ذوق وصاحب دل تھے ملاقات ہوئی۔ انھون نے ایک روز حضرت صاحب موصوف کا تذکرہ کیا۔ یہ مشتاق ہوکر حاضر خدمت ہوئے۔ چونکہ طالب صادق تھے بمجرد ملاقات فرط مسرت ومحبت سے رونے لگے۔ حضرت صاحب نے ان کو قیام کا حکم دیا۔ پھر چند مہینون کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ مین مرید کیا۔ اذکار واشغال۔ اوراد واشغال کی تعلیم فرمائی۔ اکثر رسایل تصوف بھی پڑھاے۔ پھر لباس فقر عنایت کیا۔ یہ بوجہ اپنے حسن استعداد کے بہت مقبول تھے۔ سفر وحضر مین ہمیشہ ساتھ رہتے۔ حضرت صاحب جس زمانہ مین اسم یاباسط کی زکوۃ دینے کے لئے حسب طلب اپنے پیرومرشد حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر آستانہ دائرہ شریف ضلع الہ آباد پر حاضر ہوئے۔ تو یہ بھی ساتھ تھے۔ لوح دھونے کی خدمت انھین سے متعلق تھی۔ حضرت شاہ باسط علی قلندر بھی انکے حال پر بہت عنایت فرماتے۔ اور عارف باللہ کا فقیر فرمایا کرتے۔

ابتدا مین ایک روز ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ آنحضرت نے اپنی کلاہ مبارک انکے سر پر رکھ کر **منعم شاہ** نام عطا فرماکر ارشاد کیا کہ مین نے تجھ کو ہلاکت کونین سے نجات دی۔ تمام امور فقر مین انکو حضرت عارف باللہ سے اجازت تھی۔ بقیہ عمر انھین

کی خدمت میں بسر کی۔ بجز دو مرتبہ کے اپنے مکان نہیں گئے۔ ریاضیات و مجاہدات ترک و تجرید میں اپنے اقران و اماثل میں یکتا تھے۔ اور بہت بڑے صاحب حال اور قوی التصرف تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں نے خداے دعا کی تھی کہ مجھ کو مرشد صاحب شرع جامع کمالات شفیق و جوان ملے۔ چنانچہ سب باتیں مراد کے موافق ملیں۔ مگر اسقدر فرق ہوا کہ حضرت پیر و مرشد نے مجھ سے پہلے وصال فرمایا۔

وفات انکی بتاریخ ۴۔ ماہ رمضان المبارک روز یکشنبہ ۱۲۲۱ھ چار ماہ بعد اپنے پیر و مرشد کے ہوئی۔ مزار انکا بیرون دروازہ مسجد خانقاہ شریفہ زیر درخت انبہ اندرون خطیرہ خشتی واقع ہے لوح مزار پر قطعہ تاریخ انتقال مرقومہ مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی کندہ ہے وہو ہذا ؎

از شاہ کاظم یافتہ تاج خلافت عارفے	روح و روان عاشقان شہ عاشق اندام او
چون از ربیع رمضان شد ۴ بعد سحر شہ منتقل	در پردۂ معشوقیت آن عاشق پاکیزہ رو
ناچار دل گفتہ زمن در فکر سال رحلتش	سنہ یکہزار و دو صد و بست و یکم ہجری بگو

اُس سے اشاعت سلسلہ سنی نہیں گئی۔ یعنی انھون نے نہ کسی کو مرید کیا اور نہ خلافت دی۔ رحمۃ اللہ علیہ

عاشق علی خان

نواب امیر عاشق علیخان بہادر سفیر شاہ اودھ۔ ابن شیخ طفیل علیخان فوجدار۔ انکی ولادت ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ بخشی ابو البرکات خان بہادر کاکوری نے قطعہ تاریخ ولادت نظم کیا تھا جو درج ذیل ہے ؎

چون بشکوے طفیل آمد خلف	کو سراپا بخت و اقبال آمدہ
سال تاریخ ولادت را سروش	زد رقم با بخت و اقبال آمدہ۔

۱۱۹۵ھ

یہ بہت بڑے معزز و معتقد و صاحب جاہ و ثروت تھے مفتی خلیل الدین خان بہادر کے بعد یہ

عہدۂ سفارت اودھ پر مامور ہوئے۔ عرصہ تک کلکتہ مین شاہ اودھ کے سفیر رہے۔ ۱۴ رجب روز پنجشنبہ ۱۲۴۳ھ کو علاوہ دو خلعت سابق کے ایک اور خلعت معہ پالکی جھالردار و فیل عطا ہوا۔ جو اُسکے مستیفی ہوگئے۔ جاہ و ثروت بہت پیدا کی۔ علاوہ دُنیوی عزت و حشمت کے۔ درویش صفت بھی تھے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف المتواری مین لکھتے ہین۔

"عاشق علی خان بہادر مرد فہمیدہ و سنجیدہ و نخیر است۔ در عہد دولت و اقتدار خود کسے را رنج دہ نشدہ بلکہ حسب حال با یگانہ و بیگانہ خود خدمت شایستہ کردہ سکندراز بد و عمر نصیبہ ور و سے شراست درین آخر عمر نہایت مزاج مایل بہ تصوف است و قات خوش دارد با وجود فراغت و دولت دار ستہ از بے تعلقی بسر مسکیند۔ مذاق توحید وجودی دارد اکثر وقت کتب تصوف در مطالعہ می باشند بالفعل بود و باش خود در دانا پور اختیار کردہ است۔ مکانے خوب و بستانے مرغوب آنجا آراستہ ہست درصورت اہل دنیا بسیرت درویشان پیراستہ است۔ خدایش عمر دراز دہد و روز بروز توفیق خیر و اعمال نیک وے در ترقی دارد کہ با فقیر خیلے ربط و محبت دینی است"

بیعت ان کو حضرت سیدنا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور تعلیم و تربیت حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے۔ جیسا کہ خود حضرت غوث ملت کے مکتوبات سے جو انکے نام ہین (اور کتاب مطالب رشیدی کے خاتمہ پر درج ہین) معلوم ہوتا ہے۔

انکے مصنفات سے حسب ذیل رسایل ہین (۱) ذخیرۃ العقبےٰ فی فضائل ایتہ الہدےٰ مطبوع (۲) رسالہ کلمۃ الحق غیر مطبوعہ (۳) رسالۂ نقد دل غیر مطبوعہ۔

وفات اُنکی کلکتہ مین بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان المبارک روز شنبہ ۱۲۵۶ھ مطابق ۷ نومبر ۱۸۴۰ء ہوئی اور وہین کلکتہ مین دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی امیر حسن خان بسمل کاکوروی سے

دریغ و صد ہزار افسوس کامروز	دل از مرگ پدر دارم پریشان
فغان کز دور چرخ فتنہ پرداز	نشستم بندہ در خیل یتیمان
خدنگ ماتمم در مغز جان رفت	جگر شد چاک و خون بارید مژگان

قبائے آسمان زنگار گون نیست، مہ نو نیست برگردون نمایان

دریغا دست ما دست دعا بود بسر می افتدم اکنون بہ افغان

اگر پرسند سال انتقالش بہ حسرت گو کجا عاشق علی خان

۱۲۵۶ھ

عالم علی

منشی عالم علی متخلص بہ شوخی۔ ابن منشی کاظم علی۔ ابن منشی یوسف علی۔ ابن منشی شرافت علی ابن منشی غلام مرتضےٰ مصنف جواہر الانشا۔ یہ نہایت قابل اور فارسی کے بہت بڑے ماہر تھے۔ راجہ درگا پرشاد سندیلی بوستان اودھ مین لکھتے ہین:۔

"منشی کاظم علی بروش پدر سخن میگذارد۔ اما پسرش منشی عالم علی طرز خاص اختیار کردہ نظم و نثر ہر دو بنہایت خوب میگوید و سخن بلیغ می سراید ظن غالب آنست کہ در چند روز از نامواران این دیار گردد۔"

بیعت ان کو حضرت شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کے مسترشدین سے تھے نظم و نثر دونون بہت اچھی لکھتے۔ دری زبان خوب جانتے تھے۔ حیدر آباد مین مدت تک رہے۔ وہان ایرانیون سے برابر ملاقات رہی اُن لوگون کی صحبت مین بیٹھنے کا زائد اتفاق ہوا۔ اور یہان کاکوری مین بھی منشی عبدالحی عرشی کی فیض صحبت نے بہت کچھ اثر کیا۔ ایک میلاد شریف بھی لکھا تھا جو حیدر آباد مین چھپ کر شایع ہوا۔ انکا فارسی کلام بہت ہے قصاید بھی ہین غزلین بھی ہین۔ کچھ کلام درج ذیل ہے

"دل دیوانۂ من بردہ بنازے عجبے عشوہ بازے عجبے عربدہ سازے عجبے

شب غم شدہ کوتاہ و بپایان نرسید من و افسانۂ گیسوے درازے عجبے

ہر دو تسلیم غرض شکوہ ز طرفین نماند او بہ نازے عجبے من بہ نیازے عجبے

گوش بگذار دمے تا بہ تو گویم اید وست قصۂ الفت محمود و ایازے عجبے

تف برین طاعت زہاد کہ این اہل ریا می فریبند جہان را بہ نمازے عجبے

وای بر من کہ شب در خلوت تنہا خوشم — با زنیہان دوش راز و نیازے عجبے

ساقی بدہ آن قوت جان کش ذوق زبان پرورد — از رخ ہمانند ارغوان در دل گلستان پرورد

قطرہ از و تابان گہر ذرہ از و رخشان قمر — ساغر از و شام و سحر مہر درخشان پرورد

آید بشیشہ چون پری رخشد چہ ماہ و مشتری — در تن کند جان پروری از خاک انسان پرورد

عشرت دہد اندوہ را علت برد غم خوردہ را — گہ چہرہ اش آزردہ را دل بخشد و جان پرورد

بر رخ فزاید رنگ را از دل زداید زنگ را — صد دانش و فرہنگ را در طبع نادان پرورد

از لالہ سازد ساتگین در گل برآرد انگبین — باد نسیمش مشک چین در مغز امکان پرورد

در غنچہ بکشاید چو لب یاقوت سازد از خزف — از قطرہ در بطن صدف گوہر بعمان پرورد

ہر درد را باشد دوا کم زور را بخشد قوا (بمعنی طاقت) — بیمار را بخشد شفا از درد درمان پرورد

جاہل شود قابل ازو ناقص شود کامل ازو — آسان شود مشکل ازو ہر مشکل آسان پرورد"

عبد الاحد

شیخ عبد الاحد۔ ابن شیخ ہدایت النبی۔ ابن شیخ کرامت اللہ ابن شیخ بدیع الزمان ابن شیخ عنایت اللہ۔ ابن شیخ مینا۔ ابن شیخ محمد مکرم۔ ابن شیخ عبد الواحد۔ ابن مخدوم شیخ قیام الدین صدیقی۔

یہ زیادہ تر کلکتہ میں رہے۔ علوم عربی و فارسی میں بہت قابل تھے۔ جو انگریز کہ ولایت سے آتے تھے انکو تعلیم دیتے۔ چنانچہ کرنل سلی۔ میکناٹن کہ جو بہت بڑے مصنف گذرے ہیں۔ اور شرح محمدی کے متعلق جنھوں نے بہت مبسوط کتابیں لکھیں انھیں کے شاگرد تھے۔ کلکتہ میں یہ بہت ذی عزت سمجھے جاتے تھے۔ اور بہت ہی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے آخر میں غدر سے قبل وطن آئے یہاں سے پھر آگرہ گئے۔ اور وہاں عدالت صدر دیوانی میں منشی ہوگئے۔ وطن آئے تھے کہ پیام اجل آ پہونچا۔ یہیں انتقال کیا۔ اور متصل اپنے مکان کے اہلی کے

درخت کے نیچے اپنے چچا شیخ کلیم اللہ شہید کی قبر کے برابر جانب مغرب دفن ہوے ۔

عبدالباسط

مولوی عبدالباسط ابن شاہ رحیم باسط انھون نے کتب درسیہ مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی سے پڑھین ۔ بہت ہی لائق و قابل شخص تھے حضرت غوث ملّت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے بیعت تھی ۔ اپنے پیر و مرشد کے بڑے عاشق و جان نثار و سچّے فدائی تھے ۔ رات دن خدمت مین حاضر رہتے ۔ اور فوائد و برکات حاصل کرتے ۔ حضرت غوث ملّت کے دیوان کی کتابت بھی انھین سے متعلق تھی ۔ جسکے بارہ مین منقول ہے کہ حضرت غوث ملت نے کبھی تکیہ شریفہ پر شعر نہین کہا ۔ بلکہ بستی کی آمد و رفت مین دو غزلین کہڈالتے تھے ۔ اور واپسی پر ان سے فرماتے کہ عبدالباسط لکھو یہ لکھکر شام کو سناتے تب اُسپر اصلاح دیجاتی ۔

انکی محبت و خلوص کے متعلق یہ واقعہ حوض الکوثر مین مرقوم ہے ۔ کہ حضرت غوث ملّت کے وصال کے دوسرے روز اُنکا مزار شریف گر گیا تھا ۔ یہ مزار شریف صاف کرنے کے لئے قبر مین اُترے ۔ جب مٹی صاف کر چکے ۔ تو خیال پیدا ہوا کہ ایک مرتبہ اور حضرت پیر و مرشد کی زیارت کر لینا چاہیئے ۔ کفن جب کھولا تو دیکھا کہ چہرۂ مبارک نہایت فرحان و شادان اور منور ہے ۔ اور مونچھین چڑھی ہوئی ہین ۔ اور شجرہ جو دفن کے وقت سرہانے طاق مین رکھا گیا تھا ۔ وہ سینۂ مبارک پر کھلا ہوا رکھا ہے ۔ اور انگشت شہادت حضرت قطب الاقطاب شاہ مسعود علی قلندر قدس سرہ یعنے اپنے پیر و مرشد کے نام نامی پر رکھی ہوئی ہے ۔ یہ دیکھکر انھون نے اور حاضرین آستانہ کو بھی بُلا کر زیارت کرائی ۔

انکا معمول تھا کہ روزانہ مزار شریف پر جھاڑو دیتے ۔ جو کچھ خاک ہوتی اُسکو گھر لیجا کر جمع کرتے ۔ اور یہ وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد یہ سب خاک میری قبر مین ڈالدیجائے چنانچہ دو مین مٹکے خاک نکلی تھی ۔ جو حسب وصیت قبر مین بچھا دیگئی ۔ اپنے پیر و مرشد کے عرس

کے قائم کرنے مین بھی یہ بہت ساعی تھے۔ اُنکی وفات کے بعد یہ بہت مغموم رہتے تھے۔ اسی غم مین پورے دو سال کے بعد بعارضۂ تپ غرمن انتقال کیا۔ انتقال سے چند روز قبل اعزہ مین سے کسی نے خواب مین دیکھا تھا۔ کہ حضرت غوث ملّت انکے یہان تشریف لئے جا رہے۔ لوگون نے پُوچھا فرمایا کہ "عبدالباسط کا لے جات ہون"۔

انھون نے بتاریخ ۲۵ر ماہ جمادی الاولے روز یکشنبہ ۱۲۷۷ھ انتقال کیا۔ اور خاندانی قبرستان واقع تکیہ شریفہ مین اپنے پیر و مرشد کی درگاہ شریفہ کے قریب دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی محمد رضا صبر کاکوروی سے

آہ کامشب ز جور لشکر غم	کشور صبر و تاب غارت شد
آن سرائے کہ عیش سامان داشت	منزل صد ہزار آفت شد
آن مکانے کہ بود صحن چمن	خارزار و مقام وحشت شد
چون ننالم کہ تاب ضبط نماند	چون نگریم کہ سلب طاقت شد
عبد باسط ز دل عزیزم بود	زینجہان شب بسوئے جنت شد
از غم فرقتش دلم خون گشت	بحر خون چشم تر ز رقّت شد
حیف آن زہد و آن عبادت او	اُن بہ عمرش کہ صرف طاعت شد
آہ صد آہ بر صلاح شباب	کہ باین سن بزرگ سیرت شد
بود زا ول فدائے شاہ تراب	خاتمہ خوش بخیر نیت شد
اتفاق جہانیانست برین	کہ کسے کم باین عقیدت شد
چون ز دل او غلام مرشد بود	دفن پیش مزار حضرت شد
چون بہ تحریر سال تاریخش	صبر غمدیدہ را مصیبت شد
گفت پیر فلک بصد اندوہ	نوجوان مرد بس قیامت شد

۱۲۷۷ھ

عبد الباقی

مولوی عبد الباقی خان صوبہ دار گلبرگہ (دکن) ابن حافظ عبد الصمد شہید متخلص بہ یوسفی ابن منشی رسول بخش شہید۔ ابن منشی فیض بخش ملکزادہ کاکوروی۔

انھون نے تعلیم و تربیت حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر و حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے پائی۔ اور فارغ التحصیل ہوئے۔ نہایت قابل و لائق تھے۔ حُسن قابلیت و استعداد سے انکے جملہ اساتذہ اور خصوصاً حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر ان پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ ریاست حیدرآباد دکن مین ابتدا بعہدہ مددگاری مال مقرر ہوئے۔ پھر ترقی کرتے کرتے صوبہ داری تک پہونچے۔

بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے تھی۔ فارسی کی تعلیم انھون نے اپنے چچا منشی عبد الحی متخلص بہ عرشی سے پائی۔ بہت سخی مہمان نواز کریم النفس شخص گذرے ہین ۱۵ صفر ۱۳۱۱ھ مین انتقال کر گئے۔ اور بمقام گلبرگہ حریم روضہ حضرت گیسو دراز مین دفن ہوئے انھون نے دو بیٹے یادگار چھوڑے۔

بڑے بیٹے منشی تقی حسن۔ جو بعد تعلیم مختصرات حیدرآباد بھی گئے۔ اور وہان سوم تعلقداری پر مامور ہوئے۔ فی الحال بعہدہ نظامت عطیات مامور ہین۔ اور بخطاب نواب تقی یار جنگ ممتاز ہین شعر و شاعری سے بھی ذوق ہے احسان شاہجہانپوری سے تلمذ رکھتے ہین۔

چھوٹے بیٹے منشی نقی حیدر یہ بھی ریاست حیدرآباد مین ملازم ہین۔ اور شعر و سخن سے کافی ذوق رکھتے ہین۔ انوری تخلص ہے۔ ان دونون بھائیون کو حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے بیعت ہے۔ ابقاہما اللہ۔

عبد الحفیظ علوی

مولوی حافظ عبد الحفیظ۔ ابن شیخ اکبر علی۔ ابن حافظ غلام مرتضے۔ ابن حافظ عزیز اللہ۔

ابن حافظ حفیظ اللہ۔ ابن شیخ امین الرحمن۔ ابن ملا عصمت اللہ۔ ابن ملا عزیز اللہ۔ ابن حضرت ملا عبد الکریم۔

ان کو علوم درسیہ مین پوری دستگاہ تھی۔ مختلف علما کے حلقہ درس مین شریک ہوئے۔ نہایت قابل اور صوفی منش متشخص تھے صغر سنی مین کلام اللہ نہین یاد کر سکے تھے۔ اسکو بزمانہ شباب بحالت ملازمت پورا کیا۔ ملازمت مین عہدہ تحصیلداری تک ترقی پائی۔ پھر پنشن یاب ہوکر خانہ نشین ہوگئے۔ بہت منکسر نیک مزاج متشرع و متورع و متدین تہجد گذار باوضع و باشفقت بزرگ تھے۔ اوراد و وظائف و نوافل کے بہت پابند تھے۔ بیشتر وقت تصنیف و تالیف مین صرف ہوتا۔

بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے تھی۔ اور باطنی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے۔ انکی خدمت مین برابر آیا کرتے۔ اور علمی مذاکرات مین وقت صرف کرتے۔ اشعار عربی و فارسی و اردو تینون زبانون مین کہتے۔ کتابین بھی اچھی جمع کی تھین۔

انھون نے حسب ذیل تصنیفات چھوڑے (۱) فضائل احمدی مطبوع (۲) شہادت نامہ منظوم (۳) رسالہ قرأت (۴) رسالہ در حال حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ (۵) رسالہ در بیان خلق (۶) رسالہ در بیان سخاوت وغیرہ (۷) شرح اردو مثنوی مولانا روم یہ بسیط شرح لکھنا شروع کی تھی۔ دو جلدین لکھ پائے تھے کہ یکایک حج کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اور بیت اللہ شریف چلے گئے۔ اور وہین قیام اختیار کیا۔ اور مکہ معظمہ مین بعارضہ اسہال کبدی ماہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ مین انتقال کرگئے اور وہین دفن ہوئے۔ انکے انتقال کے بعد انکے خویش مولوی محمد نسیم الدین صاحب جو بہت قابل ولائق صوفی منش و صاحب نسبت شخص ہین اُس شرح کی تکمیل کر رہے ہین اللہ تعالے اتمام کو پہنچائے۔

عبد الحفیظ

مولوی حکیم عبد الحفیظ۔ ابن مولوی باسط علی۔ ابن شیخ ناصر علی۔ ابن شیخ فضل اللہ۔ ابن

شیخ محمد قایم۔ ابن شیخ دانیال۔ ابن شیخ محمد طاہر۔ ابن شیخ برخوردار۔ ابن شیخ محمد۔ ابن شیخ طہ۔ ابن شیخ کبیر۔ ابن شیخ قاسم۔ ابن مخدوم شیخ امین الدین۔ ابن شیخ الاسلام۔ شیخ سعد اللہ۔ کندوری فراز۔ ابن قاضی سماءالدین ابن مخدوم قاضی فخرالدین بجنوری۔ ابن رکن الدین۔ ابن فخرالدین۔ ابن عثمان۔ ابن ابی بکر۔ ابن علی۔ ابن موسے۔ ابن حسین۔ ابن عبدالرحمن۔ ابن قاسم۔ ابن محمد۔ ابن حضرت امیرالمومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حکیم صاحب کی ولادت بتاریخ ۳ ماہ ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۲۶۳ھ بہ مقام قصبہ کاکوری ہوئی۔

انکے والد شیخ باسط علی نے کاکوری مین مستقل سکونت اختیار کی تھی۔ انھون نے ابتداءً کچھ درسی کتابین ایک مولوی صاحب سے جو شیخ سعیدالدین صاحب کے یہان ملازم تھے پڑھین اُسکے بعد عرصہ تک یہان تکیہ شریفیہ پر حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر و حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پڑھتے رہے۔ پھر اپنے ماموں سید حامد حسین مرحوم کے ساتھ بھوپال چلے گئے۔ وہان عرصہ تک قیام کرکے نواب مولوی سید صدیق حسن خان بہادر و دیگر اساتذہ سے پڑھا اور پڑھکر فارغ التحصیل ہوئے۔ خود کہا کرتے کہ مین نے بائیس اُستادون سے کتب درسیہ پڑھین۔ پھر ریاست جھالرا پاٹن چلے گئے۔ وہین علم طب کی تکمیل کی۔ کچھ دنون عربی کے مدرس اسکول مین ہو گئے تھے۔ پھر داروغہ جیل ہوئے۔ اور تینتیس سال ملازمت کی ۱۹۱۰ء مین پنشن لیکر کاکوری آگئے۔ اور خانہ نشین ہو گئے۔

بیعت و اجازت و خلافت انکو مرزا صدیق بیگ بدایونی سے تھی۔ سلسلہ سہروردیہ مین مرید تھے۔ اور مرید بھی کرتے تھے۔ اکثر مریدین اب بھی لکھنؤ مین و ریاست جھالرا پاٹن مین جو دہین یہ بہت ہی قابل منکسر النفس خلیق اور ستودہ صفات شخص تھے۔ عربی و فارسی نظم و نثر بہت اعلےٰ درجہ کی لکھتے۔ شاعر بھی تھے۔ حفیظ اور نیاز تخلص تھا۔ ساتھ ہی اسکے بہت اچھے خوشنویس اور صناع بھی تھے۔ عربی خوب بولتے۔ بہت خوش اوقات تہجد گذار تھے۔ کتبخانہ اچھا جمع کیا تھا۔ درر الفرائد ترجمہ اُردو مأۃ الفوائد غیر مطبوع ان کی مصنفہ بہترین

یادگار موجود ہے۔

پنشن کے بعد انھون نے کچھ دنون لکھنؤ مین مطب کیا تھا۔ پھر ناکوری چلے آئے اور یہین مطب شروع کیا۔ لوگ انکے اخلاق سے بہت گرویدہ تھے۔ اور انکا اعلے طبیب ہونے کے قایل۔

انکے چند عربی نعتیہ اشعار مجھے بہت تلاش سے ملسکے جو نذر ناظرین ہین ؎

نبیؐ نور عین الانبیاء ۔ نبیؐ مونس للاتقیاء
نبیؐ کفہ بحر السخاء ۔ نبیؐ بابہ دار الشفاء
نبیؐ شافع للمذنبین ۔ نبیؐ راحة للاصفیاء
نبیؐ حاز فضلا من الہ ۔ فتوجہ بتاج الاصطفاء
واعطاہ الالہ کل مجد ۔ فرقاہ علے درج الصفاء
نبی الله لہ ما کان ظل ۔ اظل الشمس من غیر الضیاء
ھو المختار للرتب العوالی ۔ نبیؐ فاق کل الانبیاء
ھو المخصوص بالخلق العظیم ۔ ھو المرفوع ذکرًا فی السماء
ھو السباح فی بحر المعانی ۔ ھو الانسان فی عین الرضاء
ھو الکرار فی یوم القتال ۔ ھو الطعان فی یوم العزاء
ھو الرامی کفًا من تراب ۔ بحسب الامر من رب السماء
نبیؐ سار للمعراج لیلًا ۔ تفرد فی کمال الارتقاء
کما کان یری قدامِ عین ۔ نبیؐ الله ینظر من قفاء
ترحم یا رسول الله للّٰہ ۔ علے المحبوس فی حب الشفاء
رسول الله نورُ عین قلبی ۔ فارجوا منک تکشیف الغطاء
رسول الله قناع الوجہ اکشف ۔ فروحی مستعد للفداء

له الاخیار من صحب وال	هم الشفعاء فی یوم القضاء
صلوٰۃ اللہ افضلہا علیہم	عدادالرمل فی کل المساء
رسول اللہ قد جاء الحفیظ	ببابک راجیاً کشف الغطاء
الذی خافنی من کل شجو	بجاہ المصطفیٰ ماحی الخطاء

انھوں نے بتاریخ ۳ ماہ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۵ء بعارضہ طاعون بعمر ۵۲ سال انتقال کیا۔ اور تکیہ شریف کے متصل قبرستان میں دفن ہوئے۔

عبدالحکیم

مولوی عبدالحکیم۔ ابن مولوی عبدالعظیم ابن مولوی عبدالوہاب۔ ابن مولوی عبدالفتاح۔ ابن ملا عبدالصمد۔ ابن ملا شیخ احمد (عرف ملا جیون امیٹھوی مصنف تفسیر احمدی و نورالانوار) ابن مولوی ابوسعید۔ ابن مولوی عبیداللہ۔ ابن حضرت شیخ عبدالرزاق۔ ابن حضرت مخدوم بہارالحق خاصہ خدا۔ ابن خضر۔ ابن کرن۔ ابن خیرالدین۔ ابن کرم۔ ابن عبیداللہ۔ ابن عارف ابن عبدالحفیظ۔ ابن نصیر۔ ابن معروف۔ ابن غلام اللہ۔ ابن ابوتراب۔ ابن عالم۔ ابن عبدالکریم۔ ابن منصور۔ ابن معین الدین۔ ابن عبدالستار۔ ابن عبدالعزیز۔ ابن ابوالمکرم۔ ابن ابوالیسیر۔ ابن شیخ عبدالعزیز علمبردار معروف بہ عبداللہ مکی صحابی منسوب بحضرت صالح پیغمبر علیہ السلام۔

یہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے نواسہ تھے۔ انکے دادا مولوی عبدالوہاب صاحب مفتی رقصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رؤسا سے تھے۔ اس قصبہ میں انھوں نے بوجہ اپنی ہمشیرہ یعنی اہلیہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے سکونت اختیار کی۔

یہ بہت قابل اور لائق اور اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ انکے کتبہ لکھے ہوئے موجود ہیں۔ مولوی مہدی علی علوی کاکوروی فن خوشنویسی میں انھیں کے شاگرد تھے۔ جنکے کلام مجید اور دلائل الخیرات و حصن حصین وغیرہ لکھی ہوئی بہت موجود ہیں۔ انکے علاوہ اور لوگ بھی شاگرد تھے

ابتدا مین یہ کانپور مین پریٹ کے سررشتہ دار رہے عرصہ تک اس عہدہ پر رہے ظاہری ثروت بہت حاصل کی۔ دو ایک گانون بھی خریدے۔ بہت بڑے فیاض سخی سیرچشم مہمان نواز تھے انھین دیہات مین سے ایک گانون چاندپور قنوج کے قریب ہے۔ وہین بیشتر قیام رہتا وہان ایک عالیشان مسجد اور ایک مکان بنوایا۔ جو ابتک موجود ہے اور ورثا کے قبضہ مین ہے وہان کے لوگ انکے مداح اور معترف ہین۔ انھون نے وہین چاندپور مین انتقال کیا۔ اور وہین دفن ہوئے۔ سنہ و تاریخ وفات و دیگر حالات نہ معلوم ہو سکے۔

عبدالحی

منشی عبدالحی متخلص بہ عرشی۔ ابن منشی رسول بخش شہید۔ ابن منشی فیض بخش مورخ ملکزادہ انھون نے تعلیم و تربیت اپنے برادر بزرگ حافظ عبدالصمد یوسفی سے پائی۔ ابتدا سے یہ پڑھنے لکھنے کی طرف متوجہ نہین تھے۔ حافظ عبدالصمد صاحب اس امر پر ان سے بہت خفا رہتے تھے۔ تائید الٰہی جب شامل حال ہوئی۔ تو کتب بینی سے ایسی لیاقت بڑھائی کہ نظم و نثر مین اپنے زمانہ مین بے مثیل و یکتا ہوئے۔ فارسی مین عرشی۔ اور اردو مین قلیس تخلص کرتے۔

کلام منظوم بہت تھا۔ افسوس کہ ضایع ہوگیا۔ چند قصاید کتاب مستطاب روض الازہر تکملہ مین طبع ہو چکے۔ اور ایک نظم مطالب رشیدی مین بھی طبع ہو چکی ہے۔ جسقدر کلام اردو و فارسی مجھے ملسکا درج ذیل ہے۔ کلام فارسی ؎

بناوک خورد گانش کاردانم | کہ رمز کاوش سوفار دانم
شبانگہ گر در مسجد فراز است | رہ و رسم در خمار دانم
ز نقد دین و ایمانم چہ خیزد | بہاے جنس آن بازار دانم
گہے نالد گہے نالند این عشق | نواہاے نے و منقار دانم
دماغ گرد راہش بس بلند است | نصیب آن سر و دستار دانم

بهار گلستان گو دلستان باش | فضای آن سر دیوار دانم

ز رویت نو بهار آن آفریدند | ز لعلت شیرهٔ جان آفریدند
نگه ناکرده در کار دل و دین | دو گیسوی پریشان آفریدند
تغافلهای پیدا خود چه کم بود | که پرسشهای پنهان آفریدند
فغان از چون منی کان روی نیکو | بلای جان صنعان آفریدند
گل رویت نو آئین بلبلی خواست | که عرشی را غزلخوان آفریدند

شاه من ای من گدای کوی تو | جلوهٔ روی تجلی روی تو
چون نماز بی وضو مقبول نیست | سجدهٔ جز در خم ابروی تو
من بدام من اسیرم وای من | هر دو عالم زد بهم جادوی تو
تا بکی هر سو پریشان بنگرم | ای نقاب روی تو گیسوی تو
حسرت دل از نگاه من عیانست | سوی من بنگر چون بینم سوی تو
گرچه دورم دم ز نزدیکان زنم | شش جهت را می شمارم کوی تو
بوی یوسف چشم سر بینا کند | چشم دل بینا نما بر بوی تو
آنچه از احمد نصیحت صرف تست | آنچه از او زد مشیت خوی تو
سوز خسرو عرشیت را آرزوست | ای جهان سوز آفتاب روی تو

منم آنکه جان نذر جانان فرستم | نم قطرهٔ سوی عمان فرستم
ز ناخن بسینه سپر نو دمانم | ز دیدهٔ بدامان گلستان فرستم
دریغا چه گویم که عرشیستم | سراپا منم لیک من نیستم

ایکه از رنگ رخ آتش بگلستان زدهٔ | دوستگانی بسرا پردهٔ اعیان زدهٔ
مل از آن لعل روان بخش بگل ریختهٔ | گل خود از عارض گلگون بگریبان زدهٔ
از نگه تیغ بر آهوی حرم آختهٔ | وز مژه تیر بدلهای غریبان زدهٔ

سرو بسرو بانگیز قد انداخته — شهره در حشر از آن سرو خرامان شده
مهر وش خرقه ازین لق فلک دوخته — در مصلا ز مین تخت سلیمان شده
دست به فرق گدایان ز کرم داشته — پشت پای بسر افسر شاهان شده
رطب از لعل شکر باد بمریم بمیری — طعنه کم حوصلگی بر بن عمران شده
بر فلک صد شفق از عکس رخ آمیخته — خرد یک دو سه از نرگس فتان شده

اشعار اُردو

صبح کایان گذر کہان جا د تو بے ستمگری — داغ جگر کو سے تجھے ہو شعلۂ شمع خاوری
مجھے یاد آ گئی صبح شب وصل — بہت کچھ دھوم تھی روز جزا کی
تبسم سے تمھارے بلبلون مین — ہنسی ہونے لگی آخر چمن کی

یہ اولاً مرشد آباد مین اپنے بہنوئی منشی عظیم الدین کے بعد کچھ دنون نائب رہے۔ پھر کلکتہ مین آئے۔ اور نواب علی نقی خان کے یہان کچھ ایسا رسوخ بڑھا کہ وہ بجاے اپنے لڑکے کے سمجھنے لگے۔ جائداد منقولہ مین برابر کا حصہ دار ٹھہرایا۔ جب نواب صاحب کی جاگیر ضبط ہوئی تو اُنھون نے ان کو اپنا مختار کر کے لکھنؤ بھیجا۔ کرنل برڈ صاحب کا زمانہ تھا۔ انھون نے لوگونکو ہموار کیا۔ اور دعوے دایر کر کے سب جائداد چھڑائی۔ اور کل روپیہ حاصل کیا۔ پھر نواب گوہر آرا بیگم زوجۂ نواب علی نقی خان نے دوبارہ انکو کلکتہ مین بعد انتقال نواب صاحب بلایا۔ یہ گئے اور وہان جاکر دس حصون پر ترکہ تقسیم کیا جسمین مین سے ایک حصہ انکو بھی ملا۔ انھون نے اپنا حصہ نواب صاحب کے بیٹون کو دیدیا۔ صرف ایک ٹیکا۔ اور ایک چیکن بطور یادگار ساتھ لائے تھے۔ لکھنؤ پہونچکر چیکن انھون نے راجہ امیر حسن خان کو اور ٹیکا راجہ تجمل حسین خان کو دیدیا۔ یہ کلکتہ مین دربار رس بھی تھے۔ واجد علی شاہ بادشاہ بہت خیال کرتے اور عنایت فرماتے۔ اُس زمانہ مین انھون نے جن جن کی سفارش کی۔ اُنکو معقول ملازمتین ملین۔ لکھنؤ مین نواب محسن الدولہ بہادر نے انکو اپنا مدار المہام مقرر کیا۔ اُسی زمانہ مین وقف

حسین آباد کا مقدمہ چلا۔ اور وہ انکی سعی و پیروی سے کامیاب ہوا۔ جس سے شاہزادگان اور نوابزادگان مین یہ بہت معظم و موقر سمجھے جانے لگے۔ یہ نہایت ہی متین اور باوضع متواضع وعالی ہمت و مہمان نواز شخص تھے۔ اودھ کے کل تعلقدار انھین کے مہمان ہوتے۔ محلہ تحسین گنج لکھنؤ مین انکا قیام رہتا۔

کرنل بیرو صاحب انکے بہت مداح تھے۔ انکی قابلیت ولیاقت دیکھکر انھون نے چند گاؤن انکو دینا چاہے۔ انھون نے انکار کیا۔ مجبوراً انھون نے انکی ذہانت اور طباعی دیکھکر بلاامتحان سند وکالت دیدی۔ اور اپنے لڑکے کی تعلیم کے لئے کہا۔ انھون نے اسکی تعلیم اپنے بھتیجے مولوی عبدالباقی صاحب کے متعلق کردی۔

اُسی زمانہ مین نواب مختار الملک سرسالار جنگ بہادر مدار المہام حیدرآباد دکن لکھنؤ آئے تھے۔ موتی محل مین راجہ امیر حسن خان کے مہمان ہوے۔ راجہ صاحب سے فرمایش کی کہ مجھے انتظامات کیلئے چند قابل لوگ درکار ہین۔ راجہ صاحب نے ان سے کہا۔ انھون نے خود جانے سے انکار کردیا لیکن بھائی اور لڑکون کی بابتہ اقرار کیا۔ چنانچہ مولوی عبدالباقی صاحب و مولوی ذکی الدین خان۔ و مولوی اکرام الدین خان۔ و شیخ مہدی حسن تعلقدار بینیتی پور کو ساتھ کردیا۔ اور نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی۔ اور نواب اکرام اللہ خان کو بوجہ حسن قابلیت وعالی دماغی پیش کرایا۔ ان سبھون نے وہان جاکر جو جو کارنمایان کئے وہ محتاج بیان نہین۔

بیعت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر سے تھی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ یہان تک کہ کوئی کام بغیر اُنکے استمزاج کے نہین شروع کرتے تھے۔ آخر عمر مین خانہ نشین ہوگئے۔ بتاریخ ۲۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۰۰ھ انتقال کیا اور مسجد کوٹھی تلہ مین اپنے بڑے بھائی کے پاس دفن ہوئے۔ قطعۂ تاریخ انتقال از نواب افضل حسن خان شیدا کاکوروی سے

تاریخ بست و ہشتم رمضان بوقت مغرب یکبارگی پہونچی لے یار رخت ہستی

چون ساختی تخلص خود را مدام عرشی — شیدا تلاش کرده بالائے عرش رفتی

انکے ایک بیٹے منشی عبدالقیوم تھے۔ جو فارسی مین بہت قابل اور ذہین تھے۔ اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کے ارشد تلامذہ مین سے تھے۔ آخر عمر مین حیدرآباد مین تحصیلدار ہوگئے تھے۔ وہین چار ماہ بعارضہ فالج علیل رہکر بتاریخ ۶ ماہ شعبان المعظم روز شنبہ ۱۳۳۳ھ انتقال کر گئے اور وہین دفن ہوے۔

عبدالرحمن

شیخ عبدالرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد ابن شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیاء اللہ ابن ملا عبدالکریم یہ نہایت بزرگ باوجاہت صاحب علم وصلاح وتقوے تھے۔ اور ایسے خوش نصیب کہ وہ فخر اسلاف اولاد چھوڑی۔ جنکے حالات حیطۂ تحریر سے باہر ہین۔ انکو بوجہ قرابت خویشی ملا عظمت اللہ دنیاوی ثروت وفراغت بھی بہت حاصل ہوئی شہنشاہ عالمگیر کے دربار سے منصب اور جاگیر بھی ملا۔ چنانچہ باغات وغیرہ اب تک موجود ہین۔ ایک باغ موسومہ بہ کلوا باغ ہے کہ جسمین تکیہ شریفیہ کاظمیہ واقع ہے۔ بااین ہمہ یہ نہایت فقیر دل تھے۔ قصبہ دیوہ کی جائداد جو انکی نانہالی تھی۔ وہ انھون نے اپنے بھانجے شیخ غلام احمد کو ہبہ کردی تھی انکی وفات ۲۹۔ ماہ ذیقعدہ کو ہوئی۔ باقی حالات دریافت نہ ہوسکے۔

عبدالرقیب

ملا عبدالرقیب۔ ابن ملک عبدالرؤف۔ ابن ملک عبدالصمد۔ ابن ملک مٹھی۔ ابن حافظ چاند۔ ابن ملک حسام الدین۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہاء الدین کیقباد۔ ابن ملا ابوبکر جامی۔

یہ فاضل جید۔ مدرس درویش صاحب نسبت وامیر کبیر تھے۔ باوجود امارت وثروت

اشغال واذکار و اوراد وغیرہ کے بڑے پابند تھے۔ بیشتر اوقات ریاضت سے معمور اور دل انوار معرفت سے مسرور رہتا تھا۔ حلیۂ زہد وتقوے سے آراستہ اور کسوت تدین وصلاح پیراستہ تھے۔ ابتدائے شعور سے فہم وفراست وخوش لہجگی وطلاقت لسانی وخوش بیانی مین ممتاز اور درستی عزم وفراخی حوصلہ ومتانت فکر ووجاہت صورت ومحاسن اخلاق وبذل احسان مین معروف ومشہور تھے۔

کتب درسیہ کی تعلیم ملا سعید فرنگی محلی سے اور احادیث کی سند ملا غلام نقشبند لکھنوی سے حاصل کی۔ اور اپنے شفیق اُستاد کے ہمراہ دہلی چلے گئے۔ وہان سے وظیفہ مقرر ہوگیا۔ یہ وہین رہے۔ وظیفہ کچھ دنون جاری رہکر موقوف ہوگیا۔ اور بجائے نقد کے اراضیات معافی مین ملنے لگین تب انھون نے بھی فرمان اٹھائیس بگیہ زمین کا پرگنہ کاکوری مین موافق ایما اپنے والد کے دربار شہنشاہ عالمگیر سے حاصل کیا۔ اور اُس اراضی کی بابتہ کہ جو موروثی تھی جسپر ملک معروف نے باغ لگایا تھا اور وہ ضبط بھی ہوچکا تھا بہت کوشش کی۔ چنانچہ حسب الحکم شاہ عالمگیر بمہر نواب وزیر الملک اسد خان ونواب عابد خان صدر الصدور جد آصف جاہ نظام الملک فرمان حاصل کیا اور اُسکے محاصل سے بسر کرتے رہے۔ پھر نواب بیت خان کی رفاقت مین رہے۔ نواب کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ تمام کاروبار انھین سے متعلق تھا۔ نواب کے انتقال کے بعد جب خانہ جنگیان شروع ہوئین۔ تو انھون نے اُنکی بیگم کی رفاقت کی۔ اور الجھی ہوئے معاملات کو نہایت خوبی سے سلجھایا۔ مخالفین کی طرف سے جب مقدمہ عدالت شاہی مین پیش ہوا تو انھون نے وہان بہت اچھی پیروی کی۔ چنانچہ اُنکی دیانت وامانت ووفاداری بہت زیادہ مشہور ہوئی۔ بادشاہ تک خبر پہونچی۔ بادشاہ بھی بہت خوش ہوئے۔ تھوڑے دنون تک اُس سرکار مین رہے۔ پھر ملازمت ترک کردی۔ لیکن وہان کے امرا سے برابر میل جول رہا۔ اُس زمانہ مین بادشاہ حسن ابدال کی زیارت کو جو کابل کے قریب ہے گئے تھے لشکر شاہی کے ساتھ یہ بھی تھے۔ راستہ مین ایک جگہ اہل لشکر نے کھانے کے لئے قیام کیا۔ ان

اتفاق سے ایک بزرگ مرزا یار علی بیگ سے (جو وہین مقیم تھے۔ اور جن سے بادشاہ زادے سے بہت مراسم تھے) ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات مین وہ ایسے گرویدہ ہو گئے۔ کہ دوبارہ ملاقات کی آرزو کی۔ دوسری بار دہلی مین ملاقات ہوئی۔

اُس زمانہ مین ہندوستان کے تمام صوبہ جات سے جزیہ کی تحصیل اُنھین سے متعلق تھی۔ جب انھون نے وطن آنے کا ارادہ کیا۔ تو اُنھون نے روانگی کے وقت سند تحصیل جزیۂ صوبہ اودھ انکے نام لکھکر حوالہ کی۔ تھوڑے ہی دنون مین انھون نے حسن کارگذاری سے بہت بڑی مقدار جزیہ کی حاصل کی۔ انکی نیابت مین خیرآباد مین ملک محمد عوض (والد ملا خوب اللہ) اور سندیلہ مین انکے منجھلے بھائی شیخ عبد الحسیب اور لکھنؤ مین چھوٹے بھائی شیخ عبد الحفیظ کام کرتے تھے۔

اُس زمانہ مین یہ روزانہ قرأت حدیث کیلئے ملا غلام نقشبند لکھنوی کے یہان جاتے تھے ایک روز حسب معمول وہین موجود تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تمھارے نام ایک خط مرزا یار علی بیگ کا شاہجہان آباد (دہلی) سے آیا ہوا رکھا ہے۔ اُسکو دیکھو۔ انھون نے جو اُس خط کو کھول کر دیکھا تو اس مین سند سوانح نگاری صوبہ اودھ لکھی تھی۔ انھون نے مولوی صاحب کی خدمت مین وہ خط پیش کیا۔ مولوی صاحب دیکھکر بہت خوش ہوئے۔

اُس روز سے انکا تقرر سوانح نگاری پر ہوا۔ اس کام کو بھی نہایت خوبی سے انجام دیا۔

منقول ہے کہ جب کاغذات شہنشاہ عالمگیر کی خدمت مین پہونچے۔ تو وہ دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ تمام صوبہ جات ہند سے صوبۂ اودھ کے حالات بہت صاف اور مختصر ہوتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ منشی نہایت ہی باسلیقہ ہے۔ انھون نے اپنی نیابت مین ہر ہر ضلع مین ایک ایک متدین شخص مقرر کیا تھا۔ جو روز کا روز بے کم وکاست حال لکھتا رہتا تھا۔ اور یہ اُسے بغور پڑھکر دہلی ارسال کرتے۔ اس صوبہ مین انکی وجہ سے بہت امن رہتا تھا۔ ان کو لوگ اپنا ملجا و ماوا سمجھتے تھے۔ حسن کارگذاری کی وجہ سے یہ صاحب جاگیر

منصب بھی ہوے۔ اجگین (ضلع اُناؤ) وغیرہ انکی جاگیر مین تھا۔ جہان انھون نے سرا اور کنوین بھی بنوائے تھے۔

انکے مزاج مین سخاوت بہت تھی۔ مخفی طور پر خیرات بہت کرتے بیواؤن کی تنخواہین مقرر تھین۔ اور لڑکیون کی خبرگیری کرتے اور بفحواے واما السائل فلاتنھر۔ جو کوئی کچھ مانگتا فورًا دیدیتے۔ اُسی زمانہ کے کسی شاعر کا شعر ہے۔

شیخ عبدالرقیب کز فیضش ہمہ کس رانصیب بنہانی است

بعد ختم کار سرکار علما و فضلا مثل مولوی کرم اللہ ساکن کھیولی۔ و ملا محمد اصغر بانسوی وغیرہ انکے ہم مجلس اور ہم نشین رہتے۔ اور سوائے احادیث اور تفاسیر کے کوئی ذکر ہی نہین ہوتا تھا۔

انکو بیعت اور اجازت و خلافت حضرت شاہ میر لاہوری قادری سے تھی۔ اُنکو حضرت سید میر میران سے۔ اُنکو حضرت بندگی میر سید محمد قادری سے۔ اُنکو بندگی میر سید علی ابی صالح سے اُنکو میر سید محمد قادری سے۔ اُنکو میر سید حسن قادری سے۔ اُنکو بندگی میر سید محی الدین ثانی سے۔ اُنکو میر سید ابو صلح ابی نصر قادری سے۔ اُنکو حضرت سید عبدالرزاق سے۔ اُنکو حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رح سے تھی۔

یہ اپنے پیر و مرشد کیخدمت مین بہت مقبول و عزیز تھے۔ ایک مرتبہ اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت عنایات اور عطیات سے سرفراز کیا۔ بزرگان زمانہ مثل حضرت شاہ مجا قلندر لاہرپوری۔ و حافظ ابوالقاسم عرف حافظ گھاسو۔ و شاہ پیر محمد لکھنوی۔ و شاہ حمید بہلولی۔ و حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسوی۔ و حضرت قاضی مینا قلندر مہونوی۔ و شاہ دوست محمد عرف شاہ دوسی لکھنوی۔ و شاہ عبداللطیف بھٹگانوی۔ رحمۃ اللہ علیہم سے بہت مراسم و اتحاد تھے۔

کتب بینی سے بھی انکو بہت ذوق تھا۔ کتب خانہ بھی بہت اچھا جمع کیا تھا۔ ہمیشہ باوجود کثرت کام مطالعہ کتب کرتے رہتے۔ اور کبھی ریاضات و مجاہدات سے غافل رہتے۔ اپنے

اعمال کے ہمیشہ محاسب رہتے۔ اذکار و افکار و اوراد خصوصاً وظیفۂ دعاے سیفی جو خاندانی معمولات سے تھا فروگذاشت نہ کرتے۔ صایم النہار اور شب بیدار تھے۔ باوجود امارت و فراغت نان جوین پر قناعت کرتے۔ اور کہا کرتے کہ نفس کو قوت نہین دینا چاہیئے کہ وہ باغواے شیطان سرکشی پر آمادہ ہو۔ ایک مرتبہ خلوت مین دعاے سیفی پڑھ رہے تھے۔ وہان قریب ہی چڑیون کا گھونسلا تھا جس سے شور کی آواز برابر آرہی تھی۔ انکو سہو ہوگیا غصہ سے نظر اُٹھائی۔ سب چڑیان مرگئین۔ اُسکے بعد سے پھر سیفی پڑھتے وقت انکے پاس کوئی نہین جاتا تھا۔ حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسوی انکے متعلق فرماتے تھے کہ شیخ عبدالرقیب امانت دار خاندان فقراہین بارك الله فیما اعطیت۔ سرعت فہم اور ذکاوت طبعی کا کیا کہنا ہمیشہ محققانہ بات کہتے۔ اور مغز سخن کو خوب پہونچتے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ علما حافظوا علے الصلوٰة والصلوٰة الوسطے پر بحث کر رہے کر رہے تھے۔ انھون نے کہا کہ حافظوا علے الصلوا ۃ سے اشارہ صلوٰۃ بدنی اور ارکان کی رعایت کی جانب ہے۔ اور صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد صلوٰۃ قلبی بدوام شہود ہے۔ حضار اس ارشاد سے بہت محظوظ ہوئے۔ انکے مسترشد خاص شیخ فصیح اللہ قدوائی بانسوی نے انکے مفصل ملفوظات محافل خمسہ کے نام سے تحریر کیے ہین۔

غرضکہ یہ حق پرستی اور دیانت داری مین فرد تھے۔ مقدمات اور قضایا مین کبھی اپنے و بیگانہ کی رورعایت نہین کرتے تھے۔ مطابق کتاب وسنت و اجماع فتوے دیتے۔ ظلم وتعدی ہرگز روا نہ رکھتے۔ اُسی زمانہ مین قصبہ دیوہ کا ایک مقدمہ پیش ہوا۔ انھون نے حق بات پر فیصلہ کیا۔ مدعی نے ان پر اعزا کی حمایت کا جھوٹا الزام قایم کرکے بادشاہ کے یہان درخواست بھیجدی۔ بادشاہ نے درخواست پڑھکر شاہزادۂ کام بخش کے سپرد کی۔ کہ تحقیق کرکے معزول کردو۔ جب یہ خبر مرزا یار علی بیگ کو ملی۔ اُنھون نے کام چھوڑ دیا۔ اور تین روز تک دربار مین نہین گئے۔ بادشاہ نے جب طلب فرمایا تو جواب مین کہلا بھیجا۔ کہ مین اب ضعیف ہوگیا ہون۔

مجھ سے کام نہوسکیگا - اور مین حرمین شریفین وعتبات عالیات بھی جانا چاہتا ہون - بادشاہ چونکہ قدردان ورفقا پرور تھے باصرار طلب کیا - انھون نے حاضر ہوکر استعفا داخل کرکے عرض کیا کہ جبتک آپ کو مجھ پر اعتبار واعتماد تھا - اُسوقت تک مجھ سے کام بھی سرانجام پاتا تھا - بادشاہ کو انکی یعنے ملا عبدالرقیب کی معزولی کا حکم یاد ہی نہ تھا - استفسار کیا کہ تم کو یہ خیال کیون پیدا ہوا - مرزا یار علی بیگ نے عرض کیا کہ آج تک آپ کو مجھپر اعتماد تھا - اور نہ مجھے ملا عبدالرقیب پر اور یہ شخص ہین کہ جن کی دیانت پر آپنے دوگانہ شکر ادا کیا تھا - اب آپنے مخالفین کے کہنے سے اُسی شخص کی معزولی کا حکم دیا ہے بادشاہ نے یہ سُنکر فوراً اجحال کر دیا - پھر مدۃ العمر ملا صاحب اپنی جگہ پر رہے -

انکی تصنیف سے ایک عربی رسالہ علم تفسیر مین ہے جسمین اُن آیتون کی تفسیر لکھی ہے جنکے معانی کا ورود قلب پر ہوا تھا - یہ رسالہ بھی انکے ملفوظ کتاب محافل خمسہ مین شامل ہے -

کرامات بھی انکے بہت ہین - از انجملہ صاحب محافل خمسہ لکھتے ہین کہ ایک روز مین نے اپنے مکان یعنی بانسہ شریف جانے کا قصد کیا - اجازت کے لئے حاضر ہوا - ارشاد ہوا کہ آج ٹھہر جاؤ پانی برسنے لگے گا بھیگ جاؤگے - مین نے عرض کیا کہ حضور برسات کا موسم نہین ہے اور مجھ کو شدید ضرورت ہے - ارشاد فرمایا اچھا جاؤ مین رخصت ہوکر چلا دو تین میل پہونچا تھا - کہ یکایک بلا وہم وگمان ابر نمودار ہوا اور پانی زور شور سے برسنے لگا - مین اور جو کچھ میرے ساتھ اسباب تھا سب بھیگ گیا - بالآخر مجھ کو وہین ٹھہرنا پڑا دوسرے روز مکان پہونچا -

منقول ہے کہ موضع ارادت نگر مین ایک ہندو رہتا تھا - ایک روز خودبخود اُسکے دل مین انکی زیارت کا شوق پیدا ہوا - چنانچہ وہ اپنے گانون سے چلا اُس زمانہ مین بوجہ سیلاب گومتی زور پر تھی - بلا کشتی عبور دشوار تھا - کشتی مین جیسے سوار ہوا اُسکے ہاتھ مین مالا سے مروارید تھا - اتفاق سے وہ دریا مین گر گیا - وہ بہت پریشان ہوا بوجہ شدت پریشانی ہاتھ پیر پھول گئے - بہت کچھ کوشش کی مگر بوجہ طغیانی شدید مالا نہ ملسکا - جب بالکل مایوس ہوا تو انکی طرف رجوع کی اور عرض کیا کہ ایسی توجہ ہو کہ مالا ملجاے اس کہنے کے ساتھ ہی مالا نکل آیا اور سطح آب پر تیرنے لگا - اُسنے

اُٹھالیا اور حاضر خدمت ہوکر واقعہ بیان کیا انھون نے ہنسکر فرمایا کہ قدرت الٰہی سے بعید نہین وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اسی قسم کے اور بہت سے واقعات ہین۔

یہ باوجود قوت تصرف و کمالات کسی کو مرید نہین کرتے تھے۔ بہت اصرار سے اپنے صاحبزادے شیخ محمد منتجب کو مرید کیا تھا۔ اور اجازت وخلافت بھی عطا کی تھی۔ مسترشدین کی البتہ ایک جماعت تھی جن مین صاحب محافل خمسہ ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ بادشاہ عالمگیر کے انتقال کے دو سال کے بعد انھون نے انتقال کیا۔ بادشاہ کے انتقال کے بعد جیسا کہ قاعدہ ہے رعایا مین انقلابی شورش پیدا ہوئی۔ اودھ مین بھی راجہ ہائے بیسواڑہ نے عَلَم فساد بلند کیا۔ اور تہیہ کر لیا کہ اس قصبہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ انھون نے اپنے صاحبزادے شیخ محمد منتجب کو معہ چند سوار و پیادہ بغرض حراست متعین کر دیا جس سے دخل نہین ہوسکا۔ ہنگامہ فرو ہونے کے بعد جب شاہ عالم تخت پر بیٹھے۔ تو بدستور سابق تمام امرا و عہدہ داران برقرار رہے۔ انکو بھی سند بحالی ملی۔ اُسی زمانہ سے انکو دنیا وی معاملات سے نفرت ہوگئی۔ یاد حق مین رات دن مشغول رہتے۔ دو سال تک تو یہی حال رہا۔ پھر علالت شروع ہوئی اور روز بروز اُس مین زیادتی ہوتی گئی۔ دوا و علاج کے متعلق جب کوئی کہتا تو فرماتے کہ دُنیا مین جسقدر سختی ہوتی ہے آخرت مین اُتنی ہی عیش ہوتی ہے۔ یہ مرض دوا و علاج سے جانیوالا نہین۔ شب وروز یہ ذکر خفی مین مشغول رہتے۔ اسی زمانہ مین حضرت سید عبدالرزاق بانسوی و حضرت قاضی مینا قلندر مھونوی بھی بغرض عیادت تشریف لائے تھے۔

ایک روز انھون نے اپنے صاحبزادے کو بلاکر فرمایا کہ دشمنون کی مخالفت سے پریشان نہونا اگر کوئی تمھارے ساتھ برائی کرے تو تم اسکا بدلا احسان سے کرنا کیونکہ حدیث مین ہے کہ الانسان عبید الاحسان۔

یوم انتقال ذکر اسقدر زور سے جاری ہوگیا تھا کہ باہر تک صاف آواز آتی تھی۔ اُسی روز بتاریخ ۱۸؍ ماہ ذیقعدہ سنہ دوم جلوس شاہ عالم ۱۱۱۹ھ مین قریب دوپہر وفات پائی۔

منشی غلام مرتضےٰ جواہر الانشا مین لکھتے ہین کہ میرے اُستاد ملا محمد یعقوب فرنگی محلی فرماتے تھے

کہ مین نے ملا نظام الدین قریشی سے سنا ہے کہ ایک روز حضرت سید عبدالرزاق بانسوی نے مراقبہ سے سر اٹھاکر فرمایا کہ مین نے ابھی جنت کے باغ شگفتہ سیر کی ایک باغ مین مین نے اورنگ زیب عالمگیر و شیخ عبدالرقیب کو جو میرے دوستون مین تھے۔ بڑی شان و شوکت سے بیٹھے دیکھا۔ اور یکبارگی بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ الحمدللہ مین نے اپنے دوست کو ایسے مرتبہ پر دیکھا۔

انکا مزار انکے باغ مین قریب چودھری تالاب واقع ہے کبھی تو نہایت خوشنما روضہ بنا ہوگا۔ مگر ابتو نہایت خراب حالت مین ہے۔ اس قصبہ مین محلہ جریہ گڈھی انھین کا آباد کیا ہوا ہے۔ جسمین دو حویلیان اور ایک دیوانخانہ و مسجد ہے۔ مسجد کا سنہ تعمیر ۱۱۰۸ھ ہے۔ ابتدا مین حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ اسی مسجد مین چلہ کشی فرمایا کرتے تھے اور اور بزرگان دین بھی رہے ہین۔ رحمۃ اللہ علیہ

عبدالسلام

حضرت ملا سید عبدالسلام اصولی دیوی۔ یہ اعلم علماے عصر و فخر کملاے دہر اُستاد اساتذۂ زمان قدوۂ فضلائے دوران تھے۔ حضرت ملا عبدالکریم نبیرۂ حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھیکہ کے نواسہ تھے۔ انکا وطن اصلی اگرچہ قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی تھا لیکن تعلیم و تربیت اور نشوونما سب کاکوری مین اپنے نانا کی خدمت مین ہوا۔ اور اُنھین کے ارشد تلامذہ مین سے تھے صحیح النسب سید حضرت مخدوم اعظم ثانی کی اولاد سے تھے۔ سلسلہ نسب انکا یون ہے۔

ملا عبدالسلام۔ ابن مولوی ابوسعید ابن مولوی برخوردار۔ ابن مولوی عبدالرحیم فیاض ابن مولوی احمد فیاض۔ ابن مخدوم اعظم ثانی۔ ابن شاہ ابوالبقا۔ ابن محمد موسی۔ ابن شاہ ضیاءالدین۔ ابن شجاع کرمانی۔ ابن امیر مبارزالدین۔ ابن امیر مظفر ابن خواجہ غیاث الدین۔ ابن امیر محمود ابن امیر علی۔ ابن امیر احمد علی۔ ابن امیر جعفر۔ ابن امیر عبداللہ۔ ابن سید علی اصغر۔ ابن امام محمد تقی۔ ابن امام موسی رضا۔ ابن امام موسی کاظم۔ ابن امام جعفر صادق۔ ابن امام محمد باقر۔ ابن امام زین العابدین

ابن امام حسین ابن امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ

یہ اپنے وقت مین بہت بڑے فاضل و کامل تھے - ملا عبد السلام لاہوری تلمیذ حضرت شاہ فتح اللہ شیرازی مخاطب بہ عضد الملک مدرس مدرسہ لاہور سے بھی تلمذ حاصل تھا - شاہجہان بادشاہ کے عہد مین اُسی مدرسہ مین اپنے اُستاد کی جگہ پر مدرس بھی رہے - اکثر علماء ہندوستان مثل مُلا عبد الحلیم والد ملا قطب الدین شہید سہالوی - و ملا دانیال چوراسی - و ملا عبد القادر فاروقی (جو بہت بڑے عالم اور اُستاد اساتذہ ہند تھے) انکے ارشد تلامذہ مین سے تھے - ہندوستان بھر کا سلسلۂ تلمذ انھین پر منتہی ہوتا ہے - یہ اپنے زمانہ مین فخر علما گذرے ہین -

حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کشف المتواری مین لکھتے ہین :-

"ملا عبد السلام مرحوم کہ شاگرد مخدوم شیخ عبد الکریم و پرورش کردۂ آنحضرت بودند در عہد سلطنت شاہجہان اولاً مدرس مدرسہ لاہور بعدہ مفتی لشکر بادشاہی گشتند از علمائے فحول آن وقت بودند انشراحات معالیہ از تصانیف اوست در قصبہ دیوہ حویلی کہ واقع حاجی محلہ محل سکونت شان بود نیز صبیہ خود را ہبہ کردہ بودند مع قدرے زمین مزروع چک بستہ از موضع ادھیامئودیہ معافی و زمینداری خود - چنانچہ نواسۂ او یعنی شیخ غلام محمد بران قابض اند۔"

شیخ خیر الزمان صدیقی لکھنوی اپنے رسالۂ باغ و بہار مین لکھتے ہین -

"در عہد خویش نظیر نداشت شاہجہان بادشاہ بسبب استادیش و تبحر علوم بسیار اکرام او میکرد و نزد خود می نشاند سند افتاے اردوے معلی بنام ملا بود چنانچہ تا عرصۂ ممتد خدمت مذکور از و تعلق میداشت بحسب اتفاق روزے بادشاہ بنا بر ملاحظۂ قلعۂ شاہجہان آباد در وقت تعمیرش بر فصیل آن بود ملا را حجز حاضر شدن درانجا عذرے مناسب حال نگردید از انجا کہ بر پشتی دیوار ربط نداشت با قیس لغزش میکرد بادشاہ فرمود کہ اے ملا از مرگ اینقدر می ترسی کہ بر دیوار رفتن نمی توانی گفت چہ گونہ نترسم چرا کہ مثل من ہزار سال چرخ اگر چرخ زند گر پیدا نشود و مانند حضرت بادشاہ بسیار ممکن اند بادشاہ را بذلگذشت بلکہ تبسم فرمود - دقتے دارا شکوہ ولی عہد بحضور عرض نمود کہ حضرت ظل اللہ خلیفۂ

رسول اللہ اند بر اقاصی و ادانی لازم است کہ رتبہ بلحاظ داشتہ پایہ خود شناختہ باشند چنانچہ جمیع بندگان حضور اقدس بیرون از آداب نیستند مگر ملا عبد السلام کہ باوجود خبر از نص و حدیث شوکت سلطنت را قوت نمی دہد و معنی اطیعو اللہ الخ را خوب میداند و عمل نمیکند بادشاہ فرمود کہ ہرگاہ ملا در حضور حاضر شود معنی آیہ مذکور از و بپرسید و ملزم کنید دارا شکوہ وقتیکہ ملا حاضر شد معنی آیہ پرسید ملا گفت ظاہر است کہ اطاعت کنید اللہ و رسول او و نائبانش را دارا شکوہ گفت نائب عبارت از کدام شخص است ملا گفت کہ از انند ما نائب رسول اند کہ خلق را برراہ دین می آرند پس بادشاہ را لازم است کہ مطیع من باشند دارا شکوہ خاموش ماند و بادشاہ متبسم گردیدہ فرمود باشنیدی جواب ملا ازین گفتگو خاطر ملا عبد السلام قیاس باید کرد۔"

انکے کئی صاحبزادے تھے۔ اور ہر ایک عالم و فاضل۔ انکی اولاد قصبہ دیوہ مین موجود ہی۔ اور اُن سے اب تک برابر یہان کے مخدوم زادون سے قرابت ہوتی چلی آتی ہے۔ ایسا کہ ایک خاندان انکی اولاد و احفاد کا یہان سکونت پذیر ہوگیا۔ انھون نے اپنے خویش شیخ سیف الدین ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم کیلئے نواب خلیل خان صوبہ دار سے معافی دلواکر حویلی و دیوانخانہ تیار کرایا جو اب تک یہان محلہ مخدوم زادگان مشہور بہ تیجبہ تلہ مین موجود ہے۔

انکی اولاد مین مولانا نور الہدے۔ و ملا نظام الدین احمد۔ و ملا سید عبد الحفیظ۔ و حضرت شاہ ابو المنعم قادری گنج المعرفت صاحب ولایت قصبہ دیوہ۔ و مولانا ذو الفقار علی۔ و مولانا برہان الدین و ملا عبد الباقی شارح مثنوی مولانا روم موسومہ بہ کشف مثنوی معنوی۔ و ملا عبد الصمد مفسر۔ مخصوص طور پر باعث افتخار وطن گذرے۔

ملا صاحب کی تصنیفات مین کتاب الشراحات معالیہ ہی۔ جو اپنے صاحبزادہ شاہ ابو المعالی کیلئے اُنکے درس کے زمانہ مین فن حکمت و منطق مین تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب کتب خانہ تکیہ شریفیہ کاکوری مین موجود ہے غیر مطبوع ہے۔ اسکے علاوہ تہذیب المنطق اور منار الاصول کی شرحین بھی انکے مصنفات سے ہین سخت حسرت ہی کہ ایسے جلیل القدر عظیم المرتبت شخص کے

حالات اسقدر تاریکی مین ہین۔ کہ جس کی انتہا نہین۔ کہین سے حالات کا پتہ ہی نہین چلتا حد ہوگئی کہ سنہ و تاریخ ولادت و وفات تک مذکور نہین۔ مزار شریف قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی مین ہے۔ محرر سطور بھی زیارت مزار شریف سے مشرف ہوا ہے۔ بہت عمدہ و بابرکت مقام ہی۔

عبد الصمد

مولوی حافظ عبد الصمد متخلص بہ یوسفی۔ آبن منشی رسول بخش۔ آبن منشی فیض بخش۔ یہ عالم و فاضل ذہین بجاش و طباع حافظ کلام اللہ خوش گلو خاص عزانا ثر بے ہمتا تھے۔ کتب درسیہ تمام و کمال حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پڑھین اُنکے ارشد تلامذہ مین سے تھے لکھنؤ مین اپنے والد منشی رسول بخش کے ساتھ ملازم تھے اُنھین کے ساتھ انکو بھی بتاریخ ۴ ماہ شوال روز چہار شنبہ وقت صبح سنہ ۱۲۷۳ھ سزاے موت دی گئی۔ زائد حال انکا نہ دریافت ہو سکا۔ انکے چند اشعار جو ملسکے درج ذیل ہین۔ مخمس برغزل قدسی ؎

در دمندان جہان راز تو دارن طلبی ۔۔۔ از تو خواہان شفاعت ہمہ سول چہ نبی

حبذا مرتبت عالی و عالی نسبی ۔۔۔ مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

برزبان رفت ولیکن ہمہ آب است دلم ۔۔۔ تا بجویت نتوانم شدن و یا بگلم

ہے چسان با تو بگویم کہ بہ بخشا خجلم ۔۔۔ نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

اندران جاے کہ نے وہم و نہ ادراک گذشت ۔۔۔ کس نداند کہ چسان لب فرق چالاک گذشت

اے کہ نازید تبو مرکب و بیباک گذشت ۔۔۔ شب معراج عروج تو زافلاک گذشت

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

تا بخاک کف پاے تو سرے دار دسر ۔۔۔ روز گاریست کہ چون سنگ قفا دست بدر

ایکه دستِ من و دامانِ تو روزِ محشر — چشمِ رحمت بکشا سوے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

تشنگانیم و کجا شربت وصلت ہیہات — ہان بیا ہان که نداریم کنون پاے ثبات

بده اے چشمهٔ فیضی که چه نداده است فرات — ما همه تشنه لبانیم و توئی آب حیات

رحم فرما که ز حد میگذرد تشنه لبی

ایکه نام تو برد از دل آدم غم را — از تو امید شفاعت همگی عالم را

مژدهٔ پیروی تو پسرِ مریم را — نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

بهتر از عالم و آدم تو چه عالی نسبی

اے گلستانِ جہان باغ ترا باد سلام — باغبانانِ تمامی ملل و دین بتو رام

اے گلِ تازهٔ و تر تازه بهار اسلام — نخلِ بستانِ مدینه ز تو سرسبز مدام

زان شده شهرهٔ آفاق بشیرین رطبی

اے گدائے سرکویت چه نبی و چه ولی — اے مسیح از تو در انداز عنایت طلبی

اے رسولِ عربی ہاشمی و مطلبی — سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی

آمده پیش تو قدسی پئے درمان طلبی

چه در گوشِ گل گفت باد بہاری — که خندید زیسان به بے اختیاری

نسیمے رسید از سر تار زلفے — که پُر شد دو عالم ز مشک تتاری

مگو حرف تقوے که در مے پرستان — خجل بوده‌ام من به پرهیزگاری

شب آمدی و رفتی لیکن ز بدگمانی — امروز یک جہانے زد حلقه بر در من

بدورِ فلک ہر یکے راست کارے — تو و بزم دشمن من و انتظارے

بدوش صبا میرسد بوے یارے — چه مرکب سبک رو چه نازک سوارے

بُد اندر جہان از مزارم نشانے — پریشان شد آن هم چو مشت غبارے

سرِ زاہد و سجدۂ خاکِ مسجد — من و بادۂ ناب آرے و آرے
مخور اے پسر غم اگر یوسفی مرد — گزو نیست در دہر الا فرارے

مخمس اردو بر شعر آتش ؎

سچ تو یہ ہے کہ اثر عشق کا پانی مین بھی تھا — گر نہین مانتے ہو اس سے بھی مین درگذرا
عشق تھا یا کہ نہ تھا اتنا تو مین نے دیکھا — تم نہا کر جو چلے غم سے سمٹ کر دریا
آگیا دیدۂ گرداب مین آنسو ہوکر

عبدالکریم

حضرت ملا عبدالکریم۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم نظام الدین قاری۔ ابن قاری امیر سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ۔ آپنے تعلیم و تربیت علوم ظاہری و باطنی اپنے جد بزرگوار حضرت مخدوم قاری نظام الدین سے پائی بیعت و اجازت و خلافت بھی انھین سے حاصل کی۔ چونکہ آپ کے والد حضرت حافظ شہاب الدین صاحب کا انتقال حضرت مخدوم صاحب کے سامنے ہو چکا تھا۔ لہذا آپ بچپن سے اپنے جد بزرگوار کے ظل حمایت و تربیت مین رہے حضرت مخدوم صاحب آپ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر مین آپ نے فراغ حاصل کیا علم تجوید موروثی تھا قرارت بھی خوب جانتے تھے۔ اور حُسن صورت و حسن سیرت دونون کے جامع تھے۔ زمانۂ شباب مین آپ دہلی بھی تشریف لے گئے اور وہان کے بزرگون سے بھی ملاقات کی۔ دہلی جانیکی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت مخدوم صاحب کے نام شہنشاہ اکبر نے کچھ زمین معاف کی تھی۔ چنانچہ بعد انتقال شہنشاہ اکبر جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھے۔ تو حکم دیا کہ بغیر ملاحظہ پروانجات کسی معافیدار کو دخل نہ دیا جائے۔ حضرت مخدوم صاحب نے آپ کو اپنی طرف سے تبدیل پروانہ جات کے لئے دہلی بھیجا۔ چنانچہ آپ رخصت ہوکر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دور تک پہونچے تھے کہ حضرت مخدوم صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ فوراً آپ کو طلب کیا اور بات

روز تک خلوت مین بٹھاکر نعمات خاندانی آپ کو عطا کین اور اپنے تمام صاحبزادون سے اظہار کر دیا
پھر فرمایا کہ اب جاؤ اور اگر راستہ مین کچھ معلوم ہو تو پلٹنا نہین۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔
دو تین روز کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے انتقال فرمایا۔ جب آپ دہلی پہونچے تو مرزا غیاث
کے مکان پر اُترے۔ مرزا غیاث نے اپنی دختر نور جہان کا جو اُسوقت تک محل شاہی مین داخل
نہین ہوئی تھین آپ سے نکاح کر دینا چاہا۔ چنانچہ بوساطت حافظ محمد حسن جو شیخ عبدالحق محدث
دہلوی کے عزیز تھے اور آپ کے دوست تھے پیام دیا اور نسب نامہ مانگا۔ اُسی زمانہ مین آپنے
یہ خواب دیکھا کہ ایک بزرگ آئے اور فرمایا کہ جس جگہ تم ٹھہرے ہو۔ یہان عہدہ وزارت آئیگا۔
آپ نے یہ خواب مرزا غیاث سے بیان کیا۔ مرزا غیاث بہت خوش ہوے اور زیادہ خدمت
کرنے لگے۔ مگر چونکہ اُنکے ارادہ سے آپ مطلع ہو چکے تھے۔ لہذا وہان سے اُٹھکر حضرت خواجہ
قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب آکر ٹھہرے شب و روز اکثر ذکر و مراقبہ مین مشغول رہتے
اور کبھی کبھی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے مزار پر بھی حاضر ہوتے رہتے۔

ایک مرتبہ آپ بتوسط حافظ محمد حسن حضرت خواجہ محمد باقی عرف خواجہ باقی باللہ کی خدمت
مین گئے۔ خواجہ صاحب نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ آپ دو روز اُنکے حلقہ مین بیٹھے۔
مگر نسبت قادری مین مشغول رہے۔ ایک روز حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی نے خواجہ صاحب
سے عرض کیا کہ دو روز سے نسبت قادری کا غلبہ معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا
کہ تمھارا ادراک صحیح ہے۔ اس نسبت کا ظہور ان صاحب کی وجہ سے ہے۔ یہ مخدوم نظام الدین
قاری کے پوتے ہین۔ جنکے اکثر محامد و مناقب مین نے اپنے پیر خواجہ امکنکی سے سنے ہین وہ
فرماتے تھے کہ جب قاری محمد شریف مدنی نے پورب کا سفر کیا۔ تو مجھسے وقت ملاقات بیان
کیا۔ کہ اس سفر مین مین نے ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کی جو جامع جمیع صفات مین۔ اگر کسی
کو ادب حضرت جنید۔ و تقوائے امام ابو حنیفہ۔ اور قرارت قرائے سبعہ سننا اور دیکھنا منظور ہو وہ
پورب مین جاکر مولانا نظام الدین کو دیکھے۔ مین دو مہینہ برابر اُنکے ساتھ رہا۔ مگر باوجود اس کے

شان عبودیت کے سوا کوئی اثر انانیت مین نے اُن مین نہین پایا یہ سب اُسی کا اثر ہے۔ حضرت
مجدد صاحب نے یہ سُنکر آپ سے معانقہ کیا اور کہا کہ مجھکو بھی آپ کے خاندان سے تلمذ ہے۔
مین نے تفسیر بیضاوی شریف ملا سید عبد الرشید ملتانی سے جو شاگرد رشید و خلیفۂ کامل حضرت قاری
نظام الدین کے ہین پڑھی ہے۔ بعد ختم جلسہ آپ نے حضرت خواجہ سے رخصت ہونا چاہا۔ مگر اُنھون
نے رخصت نہ کیا۔ اور تین روز آپ کی دعوت کی تیسرے روز وقت رخصت اُنھون نے آپکو
پانچ مصری کے کوزے دئیے۔ آپ وہان سے مرزا غیاث کے یہان آئے۔ اور یہان کچھ دنون
ٹھہر کر آپ نے ایک روز فرمایا کہ مین کلھہ صبحکو چلا جاؤنگا۔ پروانہ جات چھوڑے جاتا ہون جب
تم وزیر ہونا تو لکھوا کر بھجوا دینا۔ مرزا غیاث نے متعجب ہوکر عرض کیا کہ مجھکو منصب وزارت کیونکر
ملیگا۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب مت کرو قدرت الٰہی سے بعید نہین۔ بعد اُسکے آپ دہلی سے
وطن واپس آئے۔ اور یہان درس و تدریس اور ارشاد و تلقین مین مصروف ہوئے۔ چونکہ
بزرگان دین کا ارشاد بے اصل نہین ہوتا۔ اُسکا ظہور یون ہوا۔ کہ مرزا غیاث کے داماد کے
انتقال کے بعد نور جہان سے بادشاہ نے عقد کرنا چاہا۔ اُسنے کہا کہ مین اس شرط پر منظور کرونگی
کہ میرے باپ وزیر کئے جائین۔ اور بھائی کو ہفت ہزاری منصب ملے۔ بادشاہ نے منظور کرکے
نکاح کیا۔ اور اُسے نور جہان بیگم کا خطاب دیا۔ اور اُسکے والد مرزا غیاث کو وزیر کرکے اعتماد الدولہ
کا خطاب دیا۔ اور بھائی یعنے مرزا ابو الحسن کو منصب ہفت ہزاری اور صوبہ داری بنگالہ اور
آصف خان کا خطاب دیا۔

جب آصف خان بنگالہ کی صوبہ داری پر جانے لگے تو اعتماد الدولہ نے اُن سے کہا کہ کاکوری
مین حضرت ملا عبد الکریم کی خدمت مین حاضر ہوکر بصد ادب یہ پروانہ جات قدیم اور پانچہزار بیگہ زمین
معافی کا پروانہ جدید نذر کرنا چنانچہ اُنھون نے آکر نذر کیا۔ آپ نے پروانۂ قدیم لے لیا۔ اور پروانہ
جدید واپس کر کے فرمایا کہ مجھکو یہی کافی ہے۔ وقت رخصت آصف خان نے عرض کیا۔ کہ
کسی صاحبزادے کو برکت اور تقویت کے لئے حضور سے مرحمت ہوں۔ چنانچہ آپ سے

چھوٹے صاحبزادے ملا عزیز اللہ کو موافق اُنکی خواہش کے یہ کہہ کر ہمراہ کر دیا کہ "درین پسر بوے از رغبت دنیا می یابم"۔

غرضکہ ذات والا صفات جامع جمیع کمالات تھی۔ بعد انتقال جد بزرگوار اٹھاون سال مسند ارشاد و تلقین پر بیٹھے۔ اور شہرت عظیم علوم ظاہری و باطنی مین حاصل کی۔ بہت سے عمائد مُرید و معتقد تھے۔ تربیت و تعلیم مین آپ قدم بقدم اپنے جد بزرگوار کے تھے۔ سلسلہ آپ کا قادریہ تھا۔ چنانچہ شجرہ دستخطی آپ کا کشف المتواری مین منقول ہے۔ قطع نظر کمالات معنوی غیرت و حمیت مین بھی یکتا تھے۔ اور حفظ نسب و ناموس مین بے مثل جیسا کہ اوپر کے قصہ سے ظاہر ہے عمر بھی بہت پائی۔ عہد اکبری سے شاہجہان کے زمانہ تک زندہ رہے۔ آپ کے تلامذہ بہت ہوے جن مین آپکے تین صاحبزادے یعنے ملا محمد ماہ۔ ملا ضیاء اللہ۔ ملا عزیز اللہ اور نواسے ملا عبد السلام دیوی شاگرد رشید و تربیت یافتہ خاص تھے۔

وفات آپ کی بتاریخ ۳ ماہ ربیع الاول ۱۰۳۹ھ مین ہوئی۔ مزار مبارک محلہ قصبہ متصل تالاب آپ کی مسجد کے قریب خطیرہ مین ہے۔ تاریخ وفات پر آپ کا قُل بھی ہوتا ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی

حضرت مخدوم ما عبد الکریم ۔۔۔ حبذا نام ہمایون فال او
کز نظام الدین قاری شیخ بھیکھہ ۔۔۔ یافتہ تشریف حال و قال او
جانشین شیخ و لخت دل ۔۔۔ وارث افضال و ہم اجلال او
حیف روز سویم از ماہ نبی ۔۔۔ پیک آمد بہر استقبال او
سوے علیین اعلےٰ بر پرید ۔۔۔ مرغ روح پاک زرین بال او
قیصری نادیدہ روے او بگفت ۔۔۔ آہ شہباز طریقت سال او

۱۰۳۹ھ

عبدالقادر

ملا عبدالقادر دانشمند۔ مدرس۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم قاری نظام الدین ابن قاری امیر سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ نے بھی جملہ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل و تکمیل اپنے جد امجد حضرت مخدوم صاحب سے کی۔ عالم متبحر اور یکتائے عصر ہوے۔ آپ بہت صالح جامع فضائل و کمالات تھے۔ تمام عمر اپنے برادر بزرگ ملا عبدالکریم صاحب کی متابعت مین صرف کی۔ حضرت مخدوم صاحب کی نظر توجہ آپ پر اور آپ کے برادر بزرگ پر بہت تھی۔ ہر دو حضرات کی تعلیم و تربیت خود انھون نے فرمائی مزید حال آپ کا نہ دریافت ہوسکا۔ مزار شریف خطیرہ واقع پیش صحن مکان منشی سلطان حسین مرحوم محلہ تاڑتلہ مین ہے۔

عبداللہ

مولوی حکیم عبداللہ۔ ابن شیخ محمد ولی نقشبندی۔ ابن شیخ زین العابدین۔ ابن بندگی شیخ احمد۔ ابن حضرت مخدوم شیخ محمود۔ ابن حضرت مخدوم بندگی منّ اللہ چشتی صدیقی۔

یہ فنون اور کمالات مین یگانۂ روزگار نہایت متدین و متقی تھے۔ ابتدا سے اپنے والد کے زیر تربیت رہے۔ اُسی زمانہ مین خوشنویسی کی مشق کی۔ اور استادان وقت کفایت رقم و جواہر رقم کی سرمشق بہم پہونچا کر ایسی محنت کی۔ کہ تھوڑے عرصہ مین مثل اُستادون کے خط ہوگیا۔

اسی طرح فارسی پڑھکر نثر نویسی و شعر گوئی مین بہت کافی مہارت پیدا کی۔ اور ایسا کمال حاصل کیا کہ معاصرین شاگردی کا دم بھرتے تھے۔ فن صنعت و حرفت کی جانب جب طبیعت مائل ہوئی تو اُسکو اس درجہ پر پہونچایا کہ دستکاری مین بڑے بڑے کاریگر انکو اُستاد مانتے تھے۔

پھر حسب ارشاد اپنے والد ماجد یہ سب ترک کرکے تحصیل علم عربی کی طرف متوجہ ہوئے۔

متوسطات تک پڑھ چکے تھے۔ کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ مجبوراً سلسلۂ تعلیم موقوف کرکے تلاش روزگار پر آمادہ ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کی فکر و کوشش کے بعد راجہ صاحب دہاموبی کے یہان کہ جو ریاست اُجین کے مضافات مین ہے پہونچے۔ اور بارہ برس تک اُنکی مصاحبت مین نہایت عزت و حرمت سے بسر کی۔ چونکہ راجہ صاحب کو علم موسیقی سے بہت ذوق تھا۔ انھون نے بھی اسی طرف توجہ کی۔ اور مہارت کلی پیدا کی۔ اور علم موسیقی کا سرمایہ چودہ سو روپیہ خرچ کرکے جمع کیا۔ اور اُستادان باکمال سے راگ مالہ باتصویر بنوا کر تیار کرایا۔ خود بھی نہایت خوش گلو و خوش آواز و خوش لحن تھے۔ پھر وہان سے وطن آئے۔

یہان سے شیخ ثناء اللہ لکھنوی کے ساتھ دہلی گئے۔ شیخ صاحب کا رسوخ دربار شاہی مین بہت تھا۔ وہان پہونچتے ہی سلطان فرخ سیر کے عہد مین منصبدار شاہی ہو گئے۔

زمانۂ ملازمت مین خواب دیکھا کہ حضرت امام علی موسی رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ اور دونون بازو مضبوط پکڑ کر آسمان تک اُٹھالے گئے۔ اور پھر وہان سے واپس لاکر اُسی کرسی پر جسپر خود رونق افروز تھے بٹھلا دیا۔ اور دست نوازش پشت پر پھیرا۔ یہ بعد بیداری دیر تک اسکی تعبیر مین سرگردان رہے۔ جب تعبیر سمجھ مین نہ آئی۔ تو ایک مشہور معبر سے خواب بیان کیا۔ اُس نے تعبیر دی کہ اس عمر مین کہ جو پینتالیس سال سے زائد ہے۔ تم کو ایک ایسا علم حاصل ہوگا۔ جس سے تم کو اقران اور معاصرین اپنا مفتخر سمجھین گے۔ اور وطن مین ناموری حاصل ہوگی۔

تھوڑے عرصہ کے بعد اسکا یون ظہور ہوا کہ ملازمت سے برخاستہ خاطر ہوکر استعفا دیدیا۔ اور کل سامان اور گھوڑا فروخت کرکے بازار سے فن طب کی کتابین خریدین۔ اور وہان کے حکمائے نامدار سے درس لینا شروع کیا۔ تھوڑے دنون تک متفرق طور پر پڑھتے رہے۔ اور عطارون کے یہان دواشناسی کرتے رہے۔ پھر شیخ صبغت اللہ لکھنوی کی وساطت سے معتمد الملک حکیم علوی خان سے ملاقات کی۔ اور اُن سے اس فن کو بدرجۂ کمال حاصل کرکے سرآمد اطبائے روزگار ہوئے۔ علم طب شروع کرتے وقت انھون نے خداوند تعالے سے عہد کیا تھا

کہ اگر اس علم مین مجھے استعداد کامل ہو گی تو للہ دوا کرونگا اور خلق اللہ کی خدمت کرونگا۔ حکیم علوی خان بھی ان پر بہت شفقت کرتے تھے۔ علاوہ فن طب کے اور علوم بھی تعلیم کرتے اور نسخے لکھواتے اور مجربات بتاتے۔

بعد حصول فن طب وطن آئے۔ اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ یاد الٰہی مین مصروف رہتے اور کتب حکمت دیکھا کرتے تھے۔ یہان کے لوگ یونانی علاج سے ناواقف تھے۔ بیدون یعنے اطبائے اہل ہنود کا علاج کرتے تھے۔ اسلئے ابتدا مین مرجعیت کم ہوئی۔ جب امراض مہلکہ مثلاً تپ دق۔ ذات الجنب۔ برسام۔ اسہال کبدی۔ قولنج وغیرہ کے مریض جو قریب الموت تھے انکے علاج سے اچھے ہونے لگے اور علاج تیر بہدف ثابت ہوا۔ تو بہت مشہور ہوئے۔ اور کثرت سے لوگ آنے لگے۔ ایساکہ بڑے بڑے امرا اور رؤسا لکھنؤ معتقد ہوئے۔ نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ بہادر۔ وکلب علیخان لکھنوی ومصطفوی خان وشاہ حسین خان اور بہت سے عمائد شہر معتقد تھے انکی خدمت مین بغرض علاج حاضر ہوتے۔ یہ اُنکے مکانون پر کبھی نہ جاتے اور نہ تحفہ تحائف قبول کرتے۔ اگر کوئی زائد اصرار کرتا کہدیتے کہ مین نے خدا سے عہد کیا ہے نقض عہد نہ کرونگا۔ اگرچہ خود بہت قلیل المعاش تھے۔ چھ سات بیگہ زمین آبائی تھی اُسی کے محاصل پر قناعت کرتے تھے۔ اور نہایت عسرت سے بسر کرتے تھے۔

ایک مرتبہ غلام محی الدین خان راجہ کٹوارہ (ضلع کھیری) نے کہ جو مبتلائے فالج تھے۔ شیخ محمد مکارم ملیح آبادی کو انکے پاس بھیجا کہ چند روز کے لئے تشریف لے آئین پانسو روپیہ زادراہ اور ایک پروانہ گانون کی معافی کا بھی بھیجا۔ انھون نے نہایت بے پروائی و استغنا سے جواب دیا کہ مین خاک نشین نان جوین پر قانع ہون۔ نقد اور موضع سے کچھ مطلب نہین اگر وہ خود یہان آئین تو للہ علاج کردونگا۔

انکے حذاقت کے بعض واقعات ایسے ہین جو کشف کے درجہ کے معلوم ہوتے ہین۔ تشخیص مرض مین نبض وقارورہ دیکھنے کی انکو حاجت نہ تھی۔ صرف صورت دیکھ کر حال معلوم

کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک شخص صحیح المزاج کہ بظاہر کسی قسم کی بیماری اُسکو نہین معلوم ہوتی تھی سامنے سے گذرا۔ دیکھ کر کہنے لگے کہ اس متحرک مردے کو دیکھو۔ حاضرین سب بہت متعجب ہوئے اور حال دریافت کیا کہنے لگے کہ اس مین قوت بالکل نہین باقی ہے۔ عنقریب مرجائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک ہفتہ کے اندر وہ شخص مرگیا۔

منشی فیض بخش کاکوروی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ یعنی حکیم عبد اللہ بعد تحصیل علم طب وغیرہ اکتیس سال کے بعد سفر سے وطن واپس آئے۔ شروع مین کسی شخص نے اعزا مین سے انکو نہین پہچانا اتنا ان مین تغیر ہوگیا تھا۔ بعد کو جب معلوم ہوا تب جوق جوق لوگ آنے لگے۔

فن طب مین یہ بہت مشہور ہوئے۔ بہت عقلمند اور جہاندیدہ اور تجربہ کار تھے۔ مختار الدولہ کو خلل دماغ کا عارضہ تھا۔ اُنکے چچا مصطفوی خان بغرض علاج اُنکو یہان لائے۔ انھون نے ایسا عمدہ علاج کیا کہ وہ اچھے ہوگئے۔ شیخ محمد صالح نبیرۂ شیخ عبد الرقیب نے اُن لوگون کی بہت خاطر مدارات کی تھی۔ جب مختار الدولہ نائب ہوئے۔ تو اُنھون نے شیخ محمد صالح کو اراضی گولہ ہارہ وغیرہ معاف کردی۔

انھون نے متوکلانہ عمر بسر کی۔ روزانہ اہل قصبہ انکی خدمت مین حاضر ہوتے اور باتین سنتے اور اُس سے فوائد حاصل کرتے۔ منشی غلام مرتضیٰ مصنف جواہر الانشاء انکے ارشد تلامذہ مین سے تھے۔

انکو آخر عمر مین بعمر ۹۳ سال ایک عظیم صدمہ پہونچا کہ انکے اکلوتے بیٹے حکیم محمد روشن جنگ ملہریٹو ضلع گورکھپور مین شہید ہوگئے اس صدمہ سے دل ٹوٹ گیا۔ بتاریخ ۹ ماہ رمضان المبارک ۱۱۷۰ھ وفات پائی۔ عمر سو برس سے زائد ہوئی۔ عالمگیر کے زمانہ سے شاہ عالم کے عہد تک زندہ رہے اور اسی عہد مین انتقال کیا۔

انکے صفات حمیدہ و حسن نیت و خلوص خدمت خلق اللہ کے برکات مین سے ایک امر خاص یہ ہے کہ زمانۂ قحط سالی و امساک باران مین انکے مزار پر پانی چھڑک کر دعا مانگی جاتی ہے

اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے جلد باران رحمت نازل فرماتا ہے۔ مزار انکا محلہ ولی نگر مین متصل کوٹھی نواب اکرام اللہ خان مغفور قبرستان مین واقع ہے۔

عبد المجید

منشی عبد المجید متخلص بہ سحرؔ ابن منشی غلام مینا ساحر ابن شیخ فضل امام ابن شیخ محمد عوض ابن مولوی محب الرحمن ابن شیخ عبد الرحمن علوی مخدوم زادہ۔ انکی ابتدائی تعلیم خاندان ہی مین ہوئی۔ مشق سخن کی ابتدا مولوی ہادی علی اشک لکھنوی سے کی لیکن درحقیقت مولوی محمد محسن کاکوروی کے فیض اصلاح اور سعی بلیغ سے انکی شاعری نے عروج پایا ایسا کہ اُنکے ممتاز شاگردون مین شمار کیے جانے لگے۔ قبل غدر مدت تک آگرہ مین اُنکے ساتھ رہے۔ اور جو فن شاعری کو مولوی ہادی علی اشک نے شروع کرایا تھا اُسے انجام کو پہونچایا۔ نثر فارسی نہایت پاکیزہ لکھتے تھے۔ اُردو و فارسی دونون زبانون مین شعر کہتے تھے۔ اور داد سخن جوہر شناسون سے پاتے۔ طرز بیان کی دلفریبی۔ بندش کی صفائی۔ پُر شوکت الفاظ اور روزمرہ محاورات کا استعمال انکا خاص حصّہ تھا۔

نواب علی حسن خان سلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین:۔

"شیخ عبد المجید خلف غلام مینا ساحر کاکوروی است۔ در نظم و نثر شاگرد مولوی ہادی علی اشک لکھنوی طبعش با جودت آشنا و سحر حلالش ساحر دلہا"

ایک بار لکھنؤ مین بہت بڑا مشاعرہ ہوا۔ جسمین مظفر الملک اسیر مرحوم بھی رونق افزاے بزم سخن تھے۔ جسوقت انھون نے یہ رباعی پڑھی ؎

"کٹ جائیگی عمر ہاتھ ملتے ملتے | لیجا ئینگے داغ دل یہ چلتے چلتے
اس ہجر کی شب مین کیا بھروسا اپنا | بجھ جا ئینگے مثل شمع جلتے جلتے"

مرحوم اسیر نے بیتاب ہوکر باواز بلند داد دی۔ اور انکو بلاکر نام و وطن وغیرہ دریافت کیا

جب معلوم ہوا۔ کہ جناب ساحر کے خلف الرشید ہین تو اٹھ کر بغلگیر ہوئے۔ اور کہا کہ "تمھارے والد اور ہم ایک ہی اُستاد کے شاگرد ہین۔ مصحفی مرحوم کو تمھاری والد کی شاگردی پر فخر تھا" اکثر فرماتے تھے کہ "ساحر نے صرف اس خیال سے مجھ سے تلمذ اختیار کیا ہے کہ لوگ بے پڑھ کہین گے یہ سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ ساحر کے کلام فارسی سے مجھے کیا نسبت ہے"۔ اس مشاعرے کے بعد اسیر مرحوم انکو اکثر یاد فرماتے۔ اور بکمال شفقت بزرگانہ سے شاد فرماتے۔

یہ ابتدائً عہدۂ نظارت پر فائز ہوئے۔ پھر ضلع اناؤ مین ایک علاقہ کے منیجر مقرر ہوئے جب لکھنؤ مین تبدیلی ہوئی تو ۱۸۸۲ء مین نواب فدا حسن خان کاکوروی نے بعہد سر سالار جنگ بہادر ریاست حیدرآباد دکن مین بمشاہرۂ ۱۵۰ طلب کر کے اپنا سکرٹری مقرر کیا۔ نواب فدا حسن خان قوانین حیدرآباد کی تدوین اُردو مین کرتے۔ اور یہ اُسکو روزمرّہ فارسی عبارت مین (کہ اسوقت دفاتر حیدرآباد مین وہی مستعمل تھی) تحریر کرتے۔ جب حیدرآباد کی آب و ہوا ناموافق ہوئی تو ایک سال کے بعد واپس آکر پھر لکھنؤ مین سررشتہ داری پر مامور ہوئے۔ اسی عہدہ سے پنشن لیکر خانہ نشین ہو گئے۔

انکا ایک اُردو دیوان مکمل تھا۔ جو لکھنؤ مین ضایع ہو گیا تھا۔ دوسرا ناتمام دیوان موجود ہے۔ فارسی غزلین اور نثرین ایک بیاض مین درج تھین وہ بھی ضایع ہو گئین۔ ایک فارسی غزل اور چند اردو اشعار جو مل سکے درج ذیل ہین۔

آخر عمر مین نعت گوئی کا ذوق پیدا ہوا تھا۔ مولوی محمد محسن صاحب مغفور کے قصیدہ مدیح خیر المرسلین کی تخمیس کی تھی۔ جو مدیح ہفت گانہ کے نام سے کلیات نعت مولوی محمد محسن مین طبع ہو چکی۔ اسکے علاوہ ایک مثنوی ذکر ولادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین بطرز مثنوی صبح تجلی لکھی تھی۔

کلام فارسی

سزد مردانہ سطے کردن طریق عشق کامل را ۔ برنگ سُبحہ باید ہر قدم انداختن دل را

چہ شوخیہاے گستاخی است یارب خون بسمل را ۔ کہ بیباکانہ رنگین میکند دامان قاتل را

بصد حسرت کجا در خاطر او در و توان بردن | ہجوم کاروان من نشان گم کرد منزل را
ز عصیان منفعل گشتم جمالش جلوہ فرما شد | سواد معصیتها طوطیا شد دیدۂ دل را
بسودای محبت یک جہان بیخویشتن گشتم | مرشک آسائی دانم کجا انداختم دل را
برون بی پردہ شد راز محبت از دل مجنون | طلسم عشق تا برگرد لیلیٰ بست محمل را
بیا ای تیر برق افگن بقربان کمان تو | خدنگ جان نوازت داد تسکینی دگر دل را
کشیدن بار منت ہم در آزادی نمی آید | کہ بوئ غنچہ بر دوش عزیزان بست محمل را
چو نخل شمع از سر سبزی خود سوختن دارم | بہ کشت خویشتن حاصل شمردم برق حاصل را
منم از سرفروشانی کہ در بزم وفاداری | برنگ شمع گل در دامن لغزند قاتل را
تماشا گاہ بیتابی حریف بزم عشرت شد | برای رقص بیتابی رہا کردند بسمل را
من آن شمعم کہ چون پروانہ دلہا سوختم رفتم | بہر بزمی کہ روشن ساختم کیفیت دل را
صبا بر عارضش برہم زدی زلف پریشان را | مگر بر دوش گل انداختی دام عنادل را
بود ای سحر بے اندیشہ در سیر چمن نرگس | ز نیرنگ فلک عبرت نباشد چشم غافل را

کلام اردو

لے زبان شکوۂ بیداد نہ آنے پائے | دل جو آیا ہے تو فریاد نہ آنے پائے
نزع کر جائیگی پھر حسرت دیدار مین خلل | مرتے دم وہ ستم ایجاد نہ آنے پائے
کیا رقیبون نے ہمین خواب فراموش کیا | تمکو بھولے سے بھی ہم یاد نہ آنے پائے
آشیان بلبل زارم کہ بگلشن ز قفس | مین تو کیا ہون مری فریاد نہ آنے پائے
کیون بلاتے ہو وہی مین ہون کہ جسکی نسبت | یاد ہے مجھ کو یہ ارشاد "نہ آنے پائے"
لاکھ معلوم تھے افسون محبت ای سحر | درد فرقت مین کوئی یاد نہ آنے پائے

سرشک چشم ہون ہر جوش دل سے ولولہ مجھ کو | جنون پھر لے کے بل کوچہ مین تیرے لیچلا مجھ کو
غضب ہے ملکے مہندی مجھ سے ٹھنڈی گرمیان کرنا | کسی دن پھونک دیگی آتش رنگ حنا مجھ کو

ہو آب انفعال ستم روے یار پر | پانی برس گیا مرے دل کے غبار پر
مین بھی جوان ہون پیر مغان نے غضب کیا | چھوڑا ہے دخت رز کو مرے اعتبار پر
پیر یکدم زعشق زند بس غنیمت است | ہنستے ہین جام پیر مغان کے سنگار پر

نام کو مجھ سے نہ الفت نہ ملاقات رہے | دن کو بھی آپ وہین رہیے جہان رات رہے
شب وصل مین گردون کی عداوت دیکھو | صبح ہوتی ہے مرے گھر مین پہر رات رہے

شریک بزم حسرت ہون مگر خاطر مکدر ہے | دہان زخم ہون ہنسنا مرا رونے سے بہتر ہے
جلائین انکی ٹھنڈی گرمیان اس خرمن دلکو | کسی کے کان کی بجلی گرے مجھپر تو بہتر ہے

گو ضعف سے ہوش مین کبھی آیا نہ گیا | پر راہ طلب کا مرے سودا نہ گیا

مجھ سے فقط نہین وہ بت بیوفا جدا | ہر آشنا ہے صورت نا آشنا جدا
فطرت مین آدمی کے ازل سے نفاق ہے | آدم مین تین حرف ہین تینون جدا جدا

کیون دل کو ہو یاس مغفرت سے | کیا دامن مصطفے نہین ہے
گھبراؤ نہ بیکسی مین اے سحر | کیون ڈرتے ہو کیا خدا نہین ہے
کیا مثل حباب سر اٹھائین | دم بھر کا بھی آسرا نہین ہے

انھون نے بتاریخ ۱۲ محرم روز سہ شنبہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۸۹۹ء انتقال کیا۔ اور خاندانی قبرستان متصل تکیہ شریفہ کاظمیہ مین دفن ہوے۔

عبدالواحد

شیخ عبدالواحد ابن شیخ عبدالاحد ابن شیخ ہدایت نبی ابن شیخ کرامت اللہ ابن شیخ بدیع الزمان ابن شیخ عنایت اللہ ابن شیخ مینا ابن شیخ مکرم ابن شیخ عبدالواحد ابن مخدوم شیخ قیام الدین رح۔

ولادت انکی ۲۷ فروری ۱۸۴۳ء کو ہوئی اُسوقت کہ جب انکی والدہ ساٹھہ سال کی عمر کو پہنچ چکی تھین کتب درسیہ انھون نے اپنے والد سے پڑھین۔ زمانۂ غدر مین کانپور مین نائب ناظر عدالت کلکٹری تھے۔ بعد ختم ہنگامۂ غدر اولًا عدالت صدر دیوانی آگرہ مین منشی ہوئے۔ پھر ہائیکورٹ الہ آباد مین منصرم اپیل رہے۔ اُسی زمانہ مین چونکہ لفٹننٹ گورنر سر ولیم میور بہادر کو زبانِ اُردو سے خاص دلچسپی تھی۔ ارباب قلم انعامات سے مسرور ہوتے۔ انھون نے بھی اُس جنگ نامہ کا جو مشتمل بر محاربات اولاد اورنگ زیب عالمگیر ہے۔ فارسی زبان سے اُردو مین نہایت مقفےٰ ترجمہ کر کے میور صاحب کی خدمت مین پیش کیا ایک سو روپیہ انعام عطا ہوا۔ مدارس مین تعلیم دینے کے لائق نہ تھا اسلئے طبع نہین ہوا۔ پنشن لیکر وطن مین رہے۔ اور عبادت معبود حقیقی مین مشغول رہے۔ اپنے جد یعنی مخدوم شیخ قیام الدین کی مسجد منہدمہ کو از سر نو بنوایا جس کی تاریخ یہ ہے ؎

حامی دین شیخ عبدالواحد از فضل اللہ — مسجد عالی بنا کرد از برائے عابدین

بانیش را در حق تعمیر یا رب این دعا — آید از فردوس طبتم فادخلوھا خالدین

گو ہر سالش بہ الماس دعا عاشق بسفت — یا رب این مسجد منور باد از انوار دین ۱۲۸۴

انھون نے آخر عمر مین بمرض فالج مبتلا ہوکر ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء مطابق ۱۳۲۲ھ کو انتقال کیا اور صحن مسجد مین متصل مزار مخدوم شیخ قیام الدین دفن ہوئے۔ عبارت مندرجۂ ذیل اپنے لوح مزار کے لئے خود تصنیف کر کے چھوڑی۔ جو وفات کے بعد انکے بڑے بیٹے شیخ حامد حسن منصف نے حسب وصیت پتھر پر کندہ کرا کے نصب کی۔ وھوھذا۔

السلام علیکم اندرین عبرتگاہ بیندیش دہ بین اے برادر ؎

ہم اندر زمینم ہم اندر کفن — بہ منت گذارم ہمین یک سخن

کہ چون بگذری بر مزارم دمے — ز قرآن ببخشی ثوابے بمن

دست بستہ ملتمسہ عبدالواحد مرحوم و مغفور امیددار فاتحۂ خیر

عبدالوحید

منشی عبدالوحید متخلص بہ نیرنگ - ابن منشی عبدالمجید سحر - ابن منشی غلام مینا ساحر علوی مخدوم زادہ - یہ تباریخ ۲۰ ماہ صفر ۱۲۷۲ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۸۵۵ء روز یکشنبہ کو پیدا ہوئے - عربی و فارسی کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پائی - اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کے مرید ہوے شعر و سخن کی طرف فطری میلان ہے - تلمیذ مولوی محمد محسن کاکوروی سے ہے - بہت ذہین و قابل و طباع ہین - فی الحال ریاست جھالراپاٹن مین ملازم ہین - اُس اطراف مین انکے تلامذہ کی کثیر تعداد موجود ہے - انکے چند اشعار بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہین :-

مری جانبازیون کو کچھ مرا قاتل نہین سمجھا
کلیجے کو کلیجہ دلکو ہمنے دل نہین سمجھا

اگر کسی شب کو وہ مہرو مرے گھر ہوتا ہے
شام سے نالۂ مرغان سحر ہوتا ہے

محبت ہے وہ دشمن دوست بنکر دل مین رہتی ہے
لگاتی ہے اُسی مین آگ جس منزل مین رہتی ہے

فلک تو دور ہے اس ضعف دل نے مار لیا
مجھی پہ ٹوٹ پڑی آہ نارسا میری

کیون نہ ہو کوے حسینان مین ٹھکانا دل کا
وقت ہے جوش جوانی کا زمانا دل کا

دل نہوگا تو مصیبت نہ محبت ہوگی
آپ لیجائیے جھگڑے سے فراغت ہوگی

پوچھتے کیا ہو کہ روتا ہے تری قبر پہ کون
اور غمخوار مرا کون ہے حسرت ہوگی

ہو چکا حکم یہ قسام ازل کا نیرنگ
جُرم کی تجھ کو مجھے عفو کی عادت ہوگی

ترک الفت بھی کرے دل تو نتیجا کیا ہے
آج قابو مین ہوا کل کا بھروسا کیا ہے

حق تو یہ ہے کہ یہی جلوہ گہ یار ہین سب
دیر کیا چیز - حرم کیا ہے کلیسا کیا ہے

بنی حسب تک رہی قسمت کو سمجھے اسم فرضی ہے
اگر بگڑی تو یہ سے کھیل ہین سارے مقدر کے

ہم ایسے حرمان نصیب یارب کہ سوز فرقت سے جل رہے ہین -
چراغ روشن مراد حاصل کسی کے ارمان نکل رہے ہین

عزیز الرحمن

شیخ عزیز الرحمن عرف شیخ ولی محمد۔ ابن شیخ عبدالرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین علوی مخدوم زادہ۔ انکو علم نجوم اور حساب وغیرہ مین بہت مہارت تھی۔ ساتھ ہی اسکے بڑے پہلوان اور شجاع تھے۔ انکے زمانہ مین کوئی انکا مثل نہ تھا۔ نواب بقاء اللہ خان کی طرف سے پرگنہ چائل (ضلع الہ آباد) کے فوجدار تھے۔ قوت خداداد کی یہ کیفیت تھی کہ وہین ایک قلعہ کا دروازہ سنگین جس مین فیل معہ عماری جاسکتا تھا۔ اور جو اپنی جگہ سے ایک بالشت ہٹ گیا تھا کوئی شخص اُسے درست نہین کرسکتا تھا۔ انھون نے تن تنہا زور کرکے درست کردیا۔ اور اپنے علوی ہونیکا پورا پورا ثبوت دے دیا۔

اسی طرح سے لکھنؤ مین ایک بہت بھاری توپ تھی۔ جو دو بیلون سے کھینچی جاتی تھی۔ ایک مدت سے وہ زمین مین دھنس گئی تھی۔ کسی طرح نہین نکلتی تھی۔ اُنھون نے اُسکو نکال لا اور اُٹھا کر پلٹ دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ دہلی مین محمد شاہ کے عہد مین نوروز کے دن حکم عام ہوا کہ جو شخص چاہے۔ دیوان عام مین آکر جلسہ دیکھے۔ اُس روز کے مجمع کا کیا پوچھنا اندر جانا دشوار تھا۔ انھون نے اُس روز بہت قوت صرف کی۔ اور مع اپنے احباب خاص شیخ محمد صالح ولد شیخ محمد منتجب۔ و شیخ کرم اللہ ابن شیخ جار اللہ۔ و شیخ فضل اللہ۔ و شیخ محمد وجیہ کے وہان گئے اور اسطرح سے کہ دو آدمیون کو کندھون پر بٹھایا۔ اور دو کو بغل مین دبایا اور سب کو لیگئے مگر باوجود اس قدر قوت کے کبھی اپنی قوت پر غرور نہین کیا۔ اور نہ حرف نخوت زبان پر لائے زائد حالات انکے نہ دریافت ہوسکے۔

عزیز اللہ

ملا عزیز اللہ ابن حضرت ملا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ۔ تعلیم اور تربیت انھون نے اپنے والد ماجد

سے پائی۔ حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھیکہ کی اولاد مین فراغت ظاہری کی ابتدا انھین کی ذات سے ہوئی۔ عنفوان شباب مین بسبب طلب نواب آصف خان ہفت ہزاری صوبۂ بنگالہ کے ہمراہ بنگالہ گئے۔ اور دولت اور ثروت بہت حاصل کی۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اصول المقصود مین لکھتے ہین کہ

"وقت رخصت آصف خان عرض کرد کہ کدام صاحبزادہ را ہمراہ من فرمائید تا موجب برکت وتقویت من باشد۔ آن وقت حضرت ملا عبد الکریم رخ بطرف ملا عزیز اللہ پسر خود کردہ فرمودند کہ درین طفل رغبت دنیا می بینم این را ہمراہ خود ببر۔ آصف خان سعادت خود دانستہ ہمراہ خود گرفت وآنچہ با او شان وفرزندان او شان کرد مشہور است"

منشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین۔

"ابتدا نشوونمائے اولاد شیخ بھیکہ از ایشان بودہ۔ ہمراہ برادر نورجہان بیگم بہ بنگالہ رفتہ ودرانجا حشمت وشوکت ظاہر بہم رسانیدند۔ رفتہ رفتہ در سرکار سلاطین ہند رسائی پیدا کردند۔ وکارہائے عمدہ سرانجام میدادند کہ سبب نام آوری میشد"۔

انکی اولاد مین علم کے ساتھ ثروت اور امارت بہت رہی۔ انکے دو صاحبزادے ہوے۔ مُلا عظمت اللہ۔ ملا عصمت اللہ

عزیز اللہ شاہ

حافظ شاہ عزیز اللہ۔ ابن حافظ حفیظ اللہ۔ ابن شیخ امین الرحمن۔ ابن ملا عصمت اللہ ابن ملا عزیز اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم۔ یہ حافظ قرآن عالم جیّد اور مدرس فاضل تھے۔ کلام اللہ خوب پڑھتے تھے۔ سات آٹھ سال تک شاہ شرف الدین عرف شاہ مدن کے رفیق رہے۔ پھر خانہ نشین ہوکر حضرت شاہ محمد عاقل سبز پوش چشتی کے مُرید وخلیفہ ہوے۔ اور بقیہ عمر گوشہ نشین رہکر یاد حق مین گذاری۔ دن کا بیشتر وقت اپنے جد حضرت مخدوم صاحب کے مزار پر صرف کرتے۔ نماز جمعہ

حضرت ملا عبدالکریم کی مسجد مین پڑھتے۔

یہ بہت بزرگ اور صاحب صلاح و تقوےٰ تھے۔ حضرت ملا حمید الدین کاکوروی سے عہد کیا تھا۔ کہ اپنی اولاد کو کلام اللہ حفظ کراؤن گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور بعنایت ایزدی شرف حفظ کلام مجید ان کی نسل مین برابر جاری رہا۔

عظمت اللہ

ملا عظمت اللہ۔ ابن ملا عزیز اللہ۔ ابن ملا عبدالکریم۔ یہ بہت بڑے عالم۔ زبردست فاضل یکتائے روزگار صاحب تحقیق و تدقیق تھے۔ اپنی خداداد قابلیت سے اپنے زمانہ مین ممتاز رہے۔ اپنے والد کے بعد انکے قایم مقام ہوئے۔ اور بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ دربار شاہی مین اس قدر جاہ و تقرب حاصل کیا۔ کہ اتنا اس جوار کے کسی شخص کو نصیب نہوا تھا۔ زیب النسا بیگم بنت عالمگیر بادشاہ کو انھین نے علم فقہ کی تعلیم دی۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین:۔

"ملا عظمت اللہ کہ فضیلت برجستہ میداشت۔ نواب زیب النسا بیگم بنت عالمگیر بادشاہ را مسائل فقہی تعلیم میفرمود۔ واین حویلی کہنہ (موسومہ بہ پرانی حویلی) کہ سابق از خشت پختہ بود جانی خان درعہد آصف الدولہ خشت ہائے آنرا بردہ بعد ازان شیخ طفیل علی آنرا انجام درست کردند۔ وبا شرکت در تصرف فرزندان شیخ غلام نبی مرحوم است احداث کردۂ ملا عظمت اللہ بود۔"

منشی غلام مرتضےٰ جواہر الانشاء مین انکی نسبت یہ تحریر کرتے ہین:۔

"ملا عظمت اللہ توسل از سرکار زیب النساء بیگم صبیۂ عالمگیر بادشاہ گرفتہ بود۔ نواب محمد یار خان پسر بہمن یار کہ از عظمائے دربار شاہی بود۔ بس شفقتہا و عطوفت بملا مرحوم میکرد۔ چنانچہ خدمت فوجداری و امانت سرکار خیرآباد و محالات دیگر بتوجہاتش بنام پسرشان شیخ جار اللہ مقرر و مفوض گشت"

مزید حالات انکے باوجود سعی و کوشش نہ دریافت ہوسکے۔

عظمت علی

مولوی عظمت علی۔ ابن مولوی منصب علی۔ ابن شاہ نظام علی۔ ابن شاہ بہرام علی قلندر علوی

یہ بہت نیک اور متین عالم باعمل صوفی منش تھے تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت اپنے جد امجد سے تھی۔ بہت ذاکر شاغل شخص تھے۔ انھون نے بتاریخ ۱۶ ماہ ذیحجہ روز دوشنبہ ۱۲۹۶ھ مطابق یکم دسمبر ۱۸۷۹ء بمقام مین پوری انتقال کیا۔ اور وہین دفن ہوئے۔ مولوی حسن بخش صاحب مغفور مصنف تفریح الاذکیا اپنے روزنامچہ مین لکھتے ہین۔ کہ بوقت انتقال انکا چہرہ ایسا نورانی ہوگیا تھا کہ لوگون نے دیکھکر درود پڑھنا شروع کیا" نسخہ عطای انش و حواشی تنقیح العبادہ انکے تالیفات سے ہین۔

عظمت علی نامی

شیخ عظمت علی متخلص نامی۔ ابن شیخ سلامت علی۔ ابن شیخ محمد غنی۔ ابن شیخ غلام حسن۔ ابن شیخ محمد مسیح۔ ابن ملا بدیع الزمان۔ ابن ملا محمد رضا۔ ابن ملا محمد اشرف۔ ابن ملا عبدالقادر نبیرۂ مخدوم شیخ بھیکہ رہ۔

ولادت انکی بتاریخ ۲۲ ماہ جمادی الآخر ۱۲۲۶ھ ہوئی سخت باور باد۔ مادۂ تاریخ ولادت ہے۔ یہ نہایت قابل و لائق۔ رنگین مزاج وضعدار شخص تھے۔ شعر خوب کہتے۔ نامی تخلص تھا۔ اور زمرۂ شعرا مین بھی نامی گرامی تھے۔

خود اپنا حال اپنی کتاب تاریخ اودھ موسومہ بہ مرقع خسروی مین لکھتے ہین۔

"ابتدا سے سن طفولیت سے کنار شفقت والدین مین بناز و نعمت پرورش پائی۔ اور بہ کمال تنعم جناب عم اکرم قبلۂ معظم جواد الدولہ مظفر الملک مفتی محمد مہدی علیخان بہادر منصور جنگ تا حد بلوغ بڑی چین اٹھائی۔ اور پھر آخر عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ مین بصرف مکرمت نواب روشن الدولہ بہادر وزیر اعظم اور توجہ خاص راجہ لعل جی صاحب بخشی مکرم سے جو جناب جواد الدولہ کے دوست تھے

پندرہ سولہ برس کے سن مین بڑے نام آٹھ پچاس روپیہ ماہواری کا بجرگہ اتیا زبان مقرر ہوا۔ زرتنخواہ خادم تا مدت رہا۔ بعدہ ۱۲۴۸ھ مین جب عم اکرم حشمت معظم الیہ کو چکلہ داری سندیلہ کی ہوئی۔ تب خوب حکومت کی۔ پھر ۱۲۵۳ھ ابتداے جلوس حضرت محمد علی شاہ مین تنقد نواب منتظم الدولہ بہادر وزیر اعظم سے گوشہ گیر مسند وزارت ہوکر از نوشکن دربا عظمت بار ہوا۔ اور بعد چندے تحصیلداری پرگنہ جات ملاپور و تمباری سے سرفراز کیا گیا تب سے تا آخر ۱۲۶۳ھ بیس برس برابر تقریب وزارت ہر عہد مین تحصیلداری پرگنات عمدہ ہر نظامت اور عہدہ نامیہ امانت در انصرمی محالات مونہ دموہن گنج و تمروتہ وغیرہ مین کارپرداز رہا پھر جب عملداری سرکار انگریز بہادر کی ملک اودھ مین ہوئی تب باوصف حضوری حکام عالی مقام علے التخصیص توجہ مسٹر سمن صاحب ڈپٹی کمشنر لکھنؤ سے فارغ البالی رہی نوکری قبول نہین کی۔ پھر ایام غدر مین خانہ نشین رہا اور بہ تحفظ آبرو گوشہ گیر تھا۔ بعدہ جب دوبارہ عملداری سرکار کی ہوئی۔ تو بہ مختاری وکارکنی سرکار مرزا رفیع الشان بہادر شاہزادہ خلف محمد علی شاہ کے واسطے حضوری حکام اور پیروی مقدمات اجرائے تنخواہ کی تجویز تمام رہا۔ اب چند روز سے بیکاری ہے۔ اور فیض رحمت جنابہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ سے امیدواری ہے۔

انکے تصانیف سے ایک مکمل دیوان اردو کا موجود تھا جس مین علاوہ غزلون کے قصائد وقطعات و تاریخ و رباعیان وغیرہ بھی تھین۔ تغزل مین ایک خاص رنگ تھا اور اکثر مضامین نئی بندش اور ترکیب سے نظم کئے گئے تھے۔ انکے چند اشعار تذکرۂ گلدستۂ سخن سے نقل کرکے درج ذیل ہین ؎

جابجا بکھرے نہین چاند سے رخ پر گیسو ورق مصحف ناطق کے ہین مسطر گیسو
تیغ مین اُنکے حسینان جہان پھنستے ہین اپنا اقبال مین رکھتے نہین ہمسر گیسو
لوگ گھبراکے ابھی چاندگہن سمجھین گے دیکھو آنے نہ دو عارض کے برابر گیسو
بستر خواب پہ بوباس سے اپنے ہر شب نکہت گل کی بچھا دیتے ہین چادر گیسو

رات ہو جائے گی دن کی خط ہے رفاہی　　بڑھتے بڑھتے نہ چھپا لین رخ انور گیسو

دوسری کتاب تاریخ تھی سلطنت اودھ کی نہایت مفصل جو اپنی ذاتی تحقیق سے مسجع و مقفےٰ رنگین عبارت اُردو مین لکھی تھی جسکا نام مرقع خسروی ہے۔

یہ فطرتاً نہایت شگفتہ مزاج یار باش تھے لطف صحبت پر جان دیتے تھے۔ شاعری کے شوق نے ایک طرح کی مزاج مین وارستگی اور غنا پیدا کر دی تھی۔ جس سے ہمیشہ مرنج و مرنجان رہے۔

انھون نے بتاریخ ۷ ماہ ربیع الآخر روز چہارشنبہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۳ء بعمر ۵۰ سال بمقام مفتی گنج لکھنؤ انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے۔

علی اکبر

حضرت اکبر العلماء مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ خلف و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر ابن حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما

ولادت آپ کی بتاریخ ۱۱ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۴۹ھ ہوئی۔ بدو شعور سے متصف با خلاق حمیدہ و خصائل پسندیدہ تھے کتب درسیہ کی تعلیم اپنے عم اکرم حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔ اور تعلیم باطن اُن سے اور اپنے والد ماجد دونون سے حاصل کی۔ اذکار قلندریہ آپ خوب جانتے تھے۔

بیعت آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ مسعودیہ مین حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور اجازت و خلافت اپنے والد ماجد اور عم اکرم سے۔ اور علاوہ اُنکے حضرت شاہ علی اکبر قلندر باسطی الہ آبادی سے بھی تھی۔ علم حدیث و اوراد کی تحریری اجازت حضرت مولانا آل احمد ابن محمد امام ابن مولانا نعمت اللہ قلندر پھلواری سے بھی حاصل تھی۔ آپ بالکلیہ مصداق اس قول کے تھے کہ "صوفی آن بود کہ نبود"۔

نہایت درجہ منکسر النفس و متحمل المزاج متبع شریعت تھے۔ اخلاق اسقدر وسیع تھا کہ ہر شخص

بجاے خود گمان کرتا کہ مجھسے زائد کوئی شخص مقبول نہین تمام عمر اخفا وکتمان مین گذاری - اور
الشہرۃ آفۃ والخمول راحۃ کے پابند رہے

ابتداءً آپ درس بھی دیتے تھے۔ قصبہ اور قرب وجوار کے بہت سے لوگ آپ کے شاگرد
تھے - چند نام اُنکے معلوم ہوسکے جو درج ذیل ہین (۱) حضرت ابی شیخی مولانا حافظ شاہ علی انور
قلندر قدس سرہ خلف وخلیفہ آنحضرت (۲) مولانا فریدالدین خان محدث کاکوروی (۳) مولوی
صدرالدین خان کاکوروی (۴) منشی نذیرحسن متخلص بلوج کاکوروی (۵) مولوی حکیم عبدالحفیظ
متخلص بنیّر کاکوروی (۶) مولوی شاہ سکندر علی خان اصل خالصپوری نزیل مبنبی (۷) حکیم
عبداللہ خان خالصپوری (۸) مولوی عظیم الدین یوسف ساکن دیوہ نزیل کاکوری (۹) مولوی حکیم
علی حیدر خان خالصپوری وغیرہم -

اتباع اوضاع خاندانی وحُسن استعداد واطاعت نیز ذاتی خوبیون سے آپ اپنے عم اکرم
حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کی خدمت مین بہت مقبول اور مورد عنایت ہوے - حضرت
مولانا شاہ حیدر علی قلندر کے سویم کے روز حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے حسب ارشاد شاہ حیدر علی
قلندر آپ کو لباس پہنایا۔ اور اپنی طرف سے بھی اجازت وخلافت عطا کی۔ اور سجادۂ کاظمیہ پر بٹھا کر
خود بنفس نفیس نذر گذرانی - تمام عمر ظاہراً و باطناً آپ نے اُنکی متابعت مین گذاری - کوئی بات
اُنکے خلاف مرضی نہین کی - ادب کا یہ حال تھا کہ تاحیات حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس
سرہ - بوجہ ادب سجادہ پر نہین بیٹھے -

آپ علوم متعارفہ مین ایک بحر ناپیدا کنار - اور فقر درویشی مین سرگروہ عرفا اعصار تھے - لومۃ
لائم یعنی کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پروا نہین کرتے تھے - جو مقام قلندری پر فائز
ہونے کی اعلےٰ دلیل ہے - ایک سال قبل وصال اپنے بعض مخصوص مریدین سے اپنے وصال
کی خبر دیدی تھی - چنانچہ بعد ایک سال کے شب گیارہ ماہ رجب کو مادۂ فالج بائین جانب گرا - چند
ارشادات اور وصایاے ضروری کے بعد سکوت اختیار فرمایا - وصال سے دو روز قبل آپ کی صورت

بالکل حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کی صورت کی ایسی ہوگئی تھی جس سے آپ کی وہ جمی نسبت جو آپکو
اُنکے ساتھ تھی ظاہر ہوتی تھی۔ بالآخر اُسی مرض میں پاس انفاس کرتے بتاریخ ۷؍ ماہ رجب المرجب
روز چہارشنبہ ۱۲۹۰ھ وقت شب ۹ بجے رحلت فرمائی۔ دوسرے روز بعد نماز ظہر حریم درگاہ حضرت
شاہ تراب علی قلندر میں جانب مغرب اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ وفات کے بعد شیخ
سعیدالدین کاکوروی نے آپ کا خوش نما روضہ بنوایا جو نظر افروز ناظرین ہے۔ تاریخ وفات پر کیا
اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کا ایک ساتھ فاتحہ ہوتا ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از
مولوی حکیم عبدالحفیظ نیّر کاکوروی سے

علی اکبر قتیل اللہ حبًّا | سعی مارا حمن دارا متحان
فقال النیّر عام الوصال | ان۔ اوصلہ الی روض الجنان

آپ کے مصنفات میں سے ایک رسالہ اصل الاصول فی بیان السلوک والوصول
اور دوسرا ھدیۃ المتکلمین ہے۔ دونوں متعدد بار چھپ کر شایع ہو چکے ہیں۔

خلفا آپ کے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت ابی و شیخی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر خلف
و خلیفہ جانشین آنحضرت (۲) حضرت اخی و شیخی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ نبیرۂ آنحضرت۔
(۳) مولوی حکیم حبیب علی کاکوروی (۴) مولوی شاہ افضل علی کاکوروی (۵) میر شاہ سید حسین دہلوی
(۶) سید شاہ فرزند حسین مودودی لکھنوی (۷) مولوی شاہ سکندر علی خان اصل خالص پوری (۸)
مولوی شاہ سلیم الدین کاکوروی (۹) مولوی شاہ عصیم الدین کاکوری (۱۰) شاہ ارادت اللہ ساکن محمدی
ضلع کھیری (۱۱) شاہ برکت اللہ ابن شاہ ارادت اللہ مذکور (۱۲) مولوی شاہ عبدالحق ساکن تلہر ضلع
شاہجہانپور۔ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کے مفصل حالات نفحات العنبریہ میں موجود ہیں۔

علی انور

حضرت قطب الاقطاب وصی حیدر الصفدر ابی و شیخی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر عطر اللہ

مضجعہ الاطہر، خلف و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ۔

ولادت شریف ۱۱ ماہ ربیع الآخر ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی ذات مجمع کمالات و منبع فیوض و برکات تھی۔ اور اپنی آپ ہی نظیر۔ علم و فضل و فقر و درویشی و وجاہت ظاہری و باطنی و اتباع شریعت۔ ورع و تقوے و ریاضت۔ سخاوت و لطافت و علو ہمت بلکہ جملہ اوصاف حسنہ میں اپنا ہمسر نہین رکھتی تھی۔

منقول ہے کہ جب حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی خدمت میں حاضرین نے آپ کی ولادت کی مبارکباد عرض کی تھی تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا تھا کہ "الحمد للہ آج میرے گھر آفتاب آیا"۔ ساتوین روز آپ کا اسم گرامی "علی انور" رکھا گیا۔ سجع آپ کا یہ تھا۔

ز نور محمد علی انور است

بچپن ہی سے آثار ولایت و کرامت۔ و انوار رشد و ہدایت جبین نور آگین سے ظاہر تھے۔ چوتھے برس حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر نے تسمیہ خوانی کرائی۔ اور بغرض حفظ کلام مجید اُستاد الحفاظ حافظ محمد علی ساکن بڑاگاون کے سپرد کیا۔ ساتھ ہی کتب فارسی کی بھی تعلیم شروع ہوئی۔ مولوی شرف الدین سندیلی نزیل کاکوری سے ابتدائی کتابین پڑھین۔ سات سال کی عمر مین ۲۹ ماہ رمضان المبارک یوم جمعۃ الوداع ۱۲۷۶ھ مین حضرت غوث ملت کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ مین بیعت کی۔ بعد بیعت اُنھون نے اپنی ٹوپی آپ کے سر رکھ کر اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اور حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے فرمایا کہ انکے ختم قرآن کے بعد میرا خرقۂ آزادی معہ تاج جعفری انکو پہنا دینا۔ چنانچہ وہ خرقہ حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ نے حسب ارشاد آپ کو پہنایا۔

پھر علوم عربیہ کی تحصیل شروع کی۔ ابتدائی کتابین مصباح تک اپنے والد ماجد قدس سرہ سے پڑھین۔ اور شرح جامی سے لیکر ہدایہ تک جملہ علوم حضرت شاہ تقی علی قلندر کی خدمت مین حاصل کئے۔ متوسطات کے درس کے زمانہ ہی سے پڑھانا شروع کر دیا۔ جس کا سلسلہ

یوم عروض مرض تک رہا۔ تلامذہ آپ کے بہت ہوے۔ اذکار و اشغال خاندانی کی تعلیم حضرت شیخ اکبر مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔

ذہانت و فطانت۔ فہم و فراست۔ طلاقت لسانی و ذکاوت میں اپنے معاصرین سے فائق تھے۔ قدرت نے ایسا ذہن سلیم اور طبع مستقیم عطا فرمایا کہ بڑے بڑے علمار زمانہ متحیر رہجاتے تھے۔ رضا و تسلیم و حمیت دین و امداد مسلمین حُب للہ۔ و بغض فی اللہ۔ و کسر نفسی ایسی تھی۔ کہ کمتر لوگون مین پائی گئی۔ بعد فراغت درس و تدریس تصنیف و تالیف و کتب بینی کا مشغلہ رہتا تھا بیشتر تاریخی کتابین ملاحظہ فرماتے۔ اُردو دیوانون مین غالب و مومن کا کلام بہت پسند کرتے تھے۔ بعد نماز ظہر تصوف کا درس دیتے۔ بعد درس حاضرین سے بات چیت کرتے بعد مغرب طالبین کو ذکر و شغل تلقین فرماتے۔ اور اُنکے شکوک اور سوالات متعلقہ بہ سلوک کے جوابات شافی ارشاد کرتے۔

مدۃ العمر روزانہ دو پارہ کلام اللہ کی تلاوت علاوہ اوراد و وظائف معمولۂ خاندانی کے فرماتے رہتے۔ مراتب قرب و ولایت و مقامات و عرفان و کرامت کی کیا کیفیت بیان کی جائے فرماتے تھے کہ مجھے نہین یاد ہے۔ کہ کسی چیز کی خواہش مجھے ہوئی ہو۔ اور وہ خدا نے اس افراط اور افزائش کے ساتھ نہ دی ہو کہ مین اُس سے گھبرا نہ گیا ہون۔ بشارات و واقعات کشف و کرامات اس قدر ہین کہ اگر لکھے جائین تو دفتر ہو جائے۔ باینہمہ ان اُمور کی آپ چندان قدر و منزلت نہین کرتے تھے۔ اور اظہار بھی بہت کم فرماتے۔ اگر کبھی تذکرہ آجاتا تو فرما دیتے۔ اور جو کوئی اس قسم کے حالات پوچھتا تو اکثر یہ شعر پڑھ دیا کرتے ؎

پوشیدہ بھلا ہے خون عاشق   جانے دو بس اسپہ خاک ڈالو

ارواح طیبۂ حضرات مرشدین کی خاص توجہ آپ پر مبذول رہتی۔ جسکے بیشتر واقعات مواہب القلندر مقدمۂ روض الازہر مین موجود ہین۔

فرماتے تھے کہ ایک بار مین نے خواب دیکھا کہ ایک باغ بکلوا باغ کا ایسا ہے۔ جس مین

ایک خیمہ نصب ہے۔ اُس کے باہر لوگ مجتمع ہین۔ جب مین وہان پہونچا۔ معلوم ہوا کہ اس خیمہ مین حضرت مولای کائنات جناب امیر کرم اللہ وجہہ تشریف فرما ہین۔ مین حاضر ہوا وہان آپ کے علاوہ ایک بی بی کو دیکھا جو بہت حسینہ وجمیلہ تھین۔ مین اولاً حضرت سے قدمبوس ہوا۔ آپ نے نہایت شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ تم علوی ہو اور میری اولاد ہو۔ مین آپ کے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ تو آپ کے انگوٹھے کا ناخن بڑا معلوم ہوا۔ ارشاد ہوا کہ کیا دیکھتے ہو تمھارے انگوٹھے کا ناخن بھی بڑا ہوگا۔ اسی اثناء مین کسی نے اُن بی بی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا ہین۔ چنانچہ اُن سے قدمبوس ہوا۔ اُنھون نے بھی بہت شفقت فرمائی۔ اسکے بعد آنکھ کھل گئی۔

اجازت وخلافت آپ کو ان حضرات سے تھی (۱) حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ (۲) حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ (۳) حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ (۴) حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ (۵) حضرت سید شاہ علی اکبر قلندر باسنی الہ آبادی۔ اور اویسی فیض حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی دہلوی۔ و حضرت مفتی الٰہی بخش کاندہلوی سے تھا۔

ابتداءً نثر نویسی کا ذوق تھا۔ جسکو آپنے منشی احمد حسین دیوی سے حاصل کیا۔ کچھ دنون شاعری کی طرف میلان خاطر رہا۔ کچھ اشعار بھی موزون فرمائے تھے۔ مگر جب حضرت شاہ تقی علی قلندر نے ناپسندیگی کا اظہار کیا تو ترک فرمادیا چند اشعار جو سننے مین آئے درج ذیل ہین ؎

ساقی ہین وہ دیکھیو تو تل شراب کی ۔۔۔ پیتے ہی بھولو نا عذاب ثواب کی
ہون سرنگون نہ کیسے یہان شاہ اور گدا ۔۔۔ اکسیر خاک ہے درِ شاہ تراب کی

کہین کہنے کو سب اُدھر دیکھ لیتے ۔۔۔ جو ہوتا وہ جن و بشر دیکھ لیتے
نہ پھر مین جو ترچھی نگاہین تو زاہد ۔۔۔ خدائی کے زیر و زبر دیکھ لیتے
کنوین جھانکتے پھرتے میری طرح سے ۔۔۔ وہ اپنی جو نیچی نظر دیکھ لیتے
نہین آئے وہ تو قیامت ہی آئی ۔۔۔ شب ہجر کی ہم سحر دیکھ لیتے

فارسی اور اردو دونوں زبانوں کی شاعری میں آپ کو مہارت تامہ تھی۔ جس کے شاہد عادل تصانیف اور مکاتیب ہیں۔ انکے علاوہ ایک رسالہ گلدستۂ شیرین موسومہ بہ ارمغان بھی موجود ہے اور چھپ گیا ہے۔

اس خاندان میں تصنیفات وتالیفات جس قدر آپ نے کئے کسی نے نہیں کئے باستثناء دو تین کے سب طبع ہو گئے اور مقبول ہوئے وہ حسب ذیل ہیں (۱) حواشی بر میر زاہد ملا جلال عربی غیر مطبوع (۲) تحریر الانور فی تفسیر القلندر مطبوع (۳) الفیض النقی فی حل مشکلات ابن العربی مطبوع (۴) الحوض الکوثر فی تکملۃ روض الازھر مطبوع (۵) انتصاح عن ذکر اھل الصلاح مطبوع (۶) القول الموجہ فی تحقیق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ مطبوع (۷) قول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار مطبوع (۸) احسن الافادات لارباب الارادات (اردو) مطبوع (۹) نخبۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف مطبوع (۱۰) تصفیہ فی شرح التسویہ مطبوع (۱۱) فاتح الابصار مطبوع (۱۲) کشف الدقائق عن رموز الحقائق مطبوع (۱۳) تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق مطبوع (۱۴) زواھر الافکار شرح جواھر الاسرار مطبوع (۱۵) الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ مطبوع (۱۶) الدر الیتیم فی ایمان اباء نبی الکریم عربی مطبوع (۱۷) نفح الطیب فی ذکر مولد الحبیب (اردو) مطبوع (۱۸) تسلیۃ الفواد عن ذکر خیر العباد (اردو) مطبوع (۱۹) شمامۃ العنبر فی ذکر میلاد خیر البشر (اردو) مطبوع (۲۰) زاد الغریب فی منزل الحبیب (اردو) مطبوع (۲۱) تفسیر سورۂ یوسف (ناتمام غیر مطبوع) (۲۲) رشحات انوری حواشی شرح لمعات عراقی (غیر مطبوع) (۲۳) شہادت الکونین فی شہادت الحسنین (مشہور بہ شہادت نامۂ کلاں اردو) مطبوع (۲۴) الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم (دو جلد اردو) مطبوع (۲۵) الدرۃ البیضاء فی تحقیق صداق فاطمۃ الزھراء (اردو) مطبوع۔

آپ نے چونتیس سال ارشاد وہدایت کی۔ جس میں سے دس سال بعد انتقال اپنے حضرت والد ماجد مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ کاظمیہ رہے۔ مریدین بھی بہت ہوئے اکثر مریدین فیض صحبت م

عنایت سے درویشی سے گذرے۔ خلفا و مجاز آپ نے بہت کم فرمائے۔ مگر جو لوگ ہوئے اُنکے نام حسب ذیل ہیں (۱) حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر خلف اکبر و خلیفۂ جانشین آنحضرت (۲) مولوی شاہ تقی حیدر خلف اوسط آنحضرت (۳) محرر سطور احقر علی حیدر (۴) منشی محمد تاج الدین مغفور (۵) شاہ ولایت احمد لاہرپوری (۶) حکیم شاہ محمد رضا عرف مسافر شاہ ساکن اٹاوہ نزیل حیدرآباد۔ (۷) شاہ فضل علی سرگروہ آزادان۔

آپ بتاریخ ۲۰ ماہ محرم الحرام روز جمعہ ۱۳۲۴ھ بوقت عصر بعمر ۸۴ سال بعارضہ تپ و ورم جگر زینت افزائے خلد بریں ہوئے۔ اور دوسرے دن ۲۱ محرم کو بعد نماز ظہر دفن ہوئے۔ مزار اقدس پر آپ کے مرید مخلص نواب عبد الکریم خان صاحب تعلقدار شاہ آباد ضلع ہردوئی نے عالیشان روضہ بصرف زر کثیر بنوایا جو زیارت گاہ خلائق ہے قطعہ تاریخ وفات از مولوی حکیم عبد الحفیظ نیر کاکوری سے

بصدر رجیب بقلب سلیم	مشٰی عاجلاً نحو باب الکریم
فنادی لک کل اجر عظیم	اذا جاء انور بدار النعیم

۱۳۲۴

مفصل حالات آپ کے معہ ارشادات و واقعات و کرامات وغیرہ مواہب القلندر و نفحات العنبریہ و گلشن کرامت میں موجود ہیں۔

علی حسن خان

منشی علی حسن خان ابن منشی معشوق علی خان ابن شیخ طفیل علیخان فوجدار۔ یہ بمقام کانپور پیدا ہوئے۔ اور ابتدائی زمانہ وہیں بسر کیا۔ اپنے والد منشی معشوق علی خان کی رحلت کے بعد اپنے چچا امیر عاشق علی خان بہادر کی خدمت میں رہے اور وہیں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی۔ جوان شجاع و شہ زور و خوش رو تھے۔ چنانچہ شیخ نظام علی علوی ساکن بلیم پور (یکے از ابنائے شیخ کرم اللہ ابن شیخ جار اللہ) نے جنھوں نے اُنکے زمانۂ قیام میں کانپور کی سیر کی تھی۔ اور چند یوم اپنے بنی اعمام کے پاس قیام بھی کیا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں اُنکی (یعنی علی حسن خان کی) حسن ادب

عملیت۔ خلق۔ شہ زوری وغیرہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ بھی انکی نسبت تحریر فرماتے ہین کہ "علی حسن جوان نیک بخت رنجیدہ است"۔

انھون نے تعلیم سے فراغت کے بعد انگریزی ملازمت اختیار کی۔ اور اولاً سررشتہ دار کلکٹر کانپور ہوئے۔ مگر بعد چندے ملازمت ترک کردی۔ اور لکھنؤ چلے آگے۔ اور یہان امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بربنار خدمات اب وجداراضیات امام باغ بطور معافی ملے۔ چنانچہ انھون نے کاکوری مین قیام کرکے امام باغ کے مکان کی تعمیر شروع کی۔

اُسی اثنا مین انکے والد کے انگریز دوستون نے انھین بجبروکد کانپور بلایا۔ اور عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری عطا کیا۔ ایک مدّت تک کانپور مین رہے۔ پھر کالپی بھیجے گئے۔ کالپی مین چند سال رہنے کے بعد یکایک بعارضۂ درد صدر بتاریخ ۱۴ ماہ شعبان ۱۲۸۵ھ رحلت کی۔ اور کانپور مین اپنے والد معشوق علی خان کی قبر کے پاس دفن ہوے۔ قطعۂ تاریخ وفات از منشی امیر حسن خان نسبحل کاکوروی سے

وریغا اے برادر زین خراب آباد آب و گل
نمودی جلوۂ ہمچون شرار و ناگہان رفتی

چو ناگہ از جہان رفتی بتاریخت جزاین یکحرف
کہ گویم۔ آہ ناگہ اے برادر از جہان رفتی

انکی یادگار سے صرف چند کاغذات باقی ہین۔ جن مین ایک روزنامچہ بھی ہے جو اُنکے نواسہ حاجی اعجاز علی کے پاس ہے، جس سے بہت اہم گذشتہ واقعات کا انکشاف ہوتا ہے ان واقعات مین ایک یہ ہے۔ کہ مدت درازسے اہل قصبہ کا خیال تھا۔ کہ منشی مقصود علی خان خلف شیخ طفیل علی کی مسجد جو بازار کٹرۂ شیخ جاراللہ کے سرکہ پر واقع ہے۔ اس کا حصہ ایک ایسی زمین پر تعمیر ہے۔ جو منشی صاحب نے زبردستی حاصل کی تھی۔ اسوجہ سے اس مین نماز درست نہین ہے لیکن منشی علی حسن خان کے روزنامچہ نے واقعات کے چہرہ سے نقاب اُٹھادی اور یہ پتہ چلا کہ وہ اراضی خرید کی گئی تھی۔ یہ مسجد نہایت عمدہ اور عالیشان نئی مسجد کے نام سے مشہور ہے اور اب مسجد جامع کہی جانے لگی ہے۔ اس مسجد پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

الله اکبر

چون بنا کرد مسجد عالی ... آنکہ اسم شریف او مقصود
بطفیل علیست واضح نام ... باشد او را مبارک و مسعود
محتشم گفت سال تعمیرش ... قبلۂ خیر کعبۂ مقصود
۱۲۸۴ھ

علی حسین

منشی علی حسین صدر الصدور ابن حافظ غلام مجتبیٰ ابن حافظ شاہ عزیز اللہ علوی مخدوم زادہ۔ علوم عربیہ کی تعلیم مولوی محمد مستعان کاکوروی سے پائی۔ بیعت انکو حضرت شاہ سلطان بخش فرخ آبادی سے تھی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے حسن عقیدت کے ساتھ اتحاد و مراسم دوستانہ رکھتے تھے۔ مدت تک معزز عہدون پر ملازم سرکار رہے۔ آخر مین صدر الصدور ہو گئے۔ بعارضہ فالج بتاریخ ۲۶ ماہ صفر ۱۳۰۱ھ بعمر ۸۰ سال انتقال کیا۔ اور اپنے آبائی قبرستان متصل رسولی باغ مین دفن ہوئے۔

علی عسکری

حافظ علی عسکری خان متخلص بہ بیدل۔ ابن منشی تقی علی خان۔ ابن منشی مومن علی خان مفتون ابن قاضی ذوالفقار علی خان۔ ابن قاضی امداد علی خان۔ ابن رضا علی خان علوی مخدوم زادہ۔ انکی ولادت ۱۲۶۲ھ مین ہوئی۔ مولوی امجد علی علوی تبلیغ نے انکے ولادت کی تاریخ لکھی جو درج ذیل ہے ؎

صباحے چو صبح چمن دلکشا ... عجب انشراحے بدل دست داد
نقی یعنی سر چشمۂ مہر را ... پسر دادہ یزدان ملایک نژاد
چہ پورے جوانمرد اقبالمند ... کہ مثلش در آغوش مادر نزاد

گلستان زر ویش یکبت خار خار | زگیسوے او سنبلستان بباد
چہ گویم کہ این مژدۂ جانفزا | چہا عقدۂ غم ز خاطر کشاد
خدایا چنین طفل اقبالمند | ز چشم بد اندیش محفوظ باد
پے سال میلاد آن نونہال | طریقے بایمن تو دست داد
مسرت بہ بالید۔ بر خویشتن | ملال و قلق رنج از پا فتاد

۱۴۰۰ — ۱۲۶۷ھ — ۱۳۳

یہ صاحب طبع نقاد و ذہن رسا تھے۔ اشعار فارسی و اردو دونون زبانون مین کہتے تھے شعر و سخن مین تلمذ منشی محمد رضا صبر کاکوروی سے تھا۔ یہ سخن فہمی اور بذلہ سنجی مین طاق اور یگانۂ آفاق تھے علاوہ اسکے طبیعت مین انتظامی قابلیت اور خوش سلیقگی۔ اور سلامت روی فطری تھی۔ شعر و سخن کا انکی ذات سے بہت چرچا رہتا۔ مدتون تک ماہانہ بزم مشاعرہ بہت اہتمام اور تکلف کیساتھ منعقد کرتے رہے۔ اس زمانہ مین منشی محمد رضا صبر و مولوی محی الدین خان ذوق مقابل کے اُستاد مانے جاتے تھے۔ دونون کے تلامذہ مشاعرہ مین یکسان داد سخن پاتے۔
انکا کلام بھی بہت تھا۔ لیکن زمانہ کے دست برد سے مفقود ہوگیا۔ چند اشعار ملسکے جو درج ذیل ہین

سینۂ عاشق مژگان جو کیا چاک اُسنے | دل جہان پر تھا وہان پر نظر آکے کئی خار
کب مرے نالون سے ہنگامۂ محشر نہ ہوا | تم نے دیکھا نہ کبھی آنکھ اُٹھاکر اکبار
اُسی انداز سے پھر اک نگہ شرم آلود | پھر اُسی طرح مرا خانۂ دل ہو مسمار
ساقیا اب نہ رہا جائیگا بے دور شراب | جھومتی آتی ہے متوالون کے مانند بہار
سر مین وہ دُھن کہ بس اب دشت نوردی کیجئے | ضعف اس قہر کا طاری کہ ہے جنبش دشوار
آپ لینے کو اسے شوق سے لیجائین مگر | وہم کچھ اور نہ کیجئے گا کہ دل ہے بیمار

لہ اعداد مسرت مکرر کرنے سے ۱۴۰۰ ہوتے ہین اور اُس مین سے ۱۳۳ نکالڈالنے سے ۱۲۶۷ھ جو مطلوب ہین باقی رہتے ہین ۱۲ منہ

ہم ہین اور ہجر کی شب اور بلا دن کا نزول | غم ہو اور بزم طرب اور ہجوم اغیار
ہم بھی دیکھ آئے ستمگر ترے بیمار کو آج | نفس چند کا مہمان تھا دم کا تھا شمار
کون پرسان ہے بجز حسرت و اندوہ فراق | کون مونس ہے بجز شکوۂ بے مہری یار
نبضین ساقط تھین مگر آنکھون مین کچھ کچھ دم تھا | پچھلے وقت آئی نظر آپ کی چشم بیمار

بیعت انکو حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی نور قدس سرہ کے خاص احباب مین تھے۔ اور اُن سے نہایت خلوص و عقیدت رکھتے۔ اور اپنا مرجع و ماوا سمجھتے۔ کلام مجید انھون نے اور اُنھون نے ایک ساتھ حافظ محمد علی نابینا سے حفظ کیا تھا۔ اپنے ننہال سے یہ بہت امیر کبیر تھے۔ جس کے متعلق قصص اب بھی زبان زد خاص و عام ہین۔ انکی تقریب عقد نکاح اس قدر دھوم سے کی گئی تھی۔ جس کی نظیر کاکوری مین مشکل سے ملیگی۔ مفصل حالات و کیفیات اُسکے لالہ بھگونت رائے متخلص بہ راحت کاکوروی نے اپنی مثنوی گلستان راحت مین نہایت خوبی سے نظم کئے ہین یہ مثنوی طبع بھی ہوچکی ہے۔

انھون نے عنفوان شباب مین بتاریخ ۱۲ ماہ ذیحجہ ۱۲۹۶ھ مطابق یکم دسمبر ۱۸۷۹ء بمقام کاکوری انتقال کیا اور اپنے خاندانی قبرستان متصل رسولی باغ مین دفن ہوئے۔

علیم الدین خان

مولوی قاضی علیم الدین خان۔ ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر ثاقب۔ ابن حضرت ملا حمید الدین محدث رح۔ یہ عالم جید اور فاضل زبردست تھے۔ کتب درسیہ اپنے والد ماجد اور ملا عماد الدین لبکنی۔ و مولوی فضل اللہ نیوتنوی۔ و مولوی عبدالواجد خیرآبادی سے تمام کین۔ کچھ دنون مفتی عدالت رہے۔ پھر قاضی دائر سائر ہوگئے۔ جسوقت محکمہ قضا تخفیف مین آیا تو بصلۂ حسن کارگذاری صدر الصدور مقرر ہوگئے۔ علم بہت حاضر تھا۔ مطالعۂ کتب مین وقت زائد صرف ہوتا۔ بہت ہی خوش بیان اور قوی الحافظہ تھے۔

بیعت انکو حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ سے تھی ۔ مولوی مسیح الدین خان بہادر میر منشی گورنر جنرل و سفیر شاہ اودھ اپنی کتاب سفرنامہ انگلستان کے خاتمہ مین انکے حال مین سے لکھتے ہین کہ :-

"ذہانت اور ذکاوت اور قوت استعداد کامل اور سرعت انتقال ذہن اور خوش بیانی آپ کے اوپر ختم تھی کتب معقولات اور جو کتب کہ درس مین نہین ہین اُنکے مضامین دقیقہ پر مطالعہ کے وقت ایسا عبور ہوتا تھا کہ جیسے کوئی اُردو پڑھ لے ۔ راقم نے ابتدا مین کچھ کتابین آپ سے پڑھین ۔ اور آخر مین شرح چغمینی فن ہیئت مین بھی آپ سے پڑھی ۔ اُسوقت آپ ارشاد فرماتے تھے کہ چالیس برس کے بعد مین یہ کتاب دیکھ رہا ہون ۔ ایک روز کا قصہ ہے کہ کتاب مین ایک مسئلہ مشکل مذکور تھا وہ یہ کہ ۶۶ کے عرض البلد مین طلوع غروب بروج کا معکوس ہوتا ہے یعنی پہلے جوزا طلوع کرتا ہے پھر حمل چونکہ میرا ذہن مین تصور گردش افلاک مین مناسب نہ تھا صرف آپ کی تقریر سے تصویر ذہن مین نہ آئی ۔ اتفاقاً اُسی وقت جناب چھوٹے چچا مولوی خلیل الدین بہادر بھی تشریف لائے ۔ جناب ممدوح کو فن ہیئت مین بڑی مداخلت تھی ۔ اُنکی تقریر سے بھی تصور اُسکی ذہن مین نہ چڑھی تب کرہ سماوی جو جناب ممدوح کے یہان تھا اُنھون نے جاکر بھیجدیا ۔ سارے مصطلحات اور علامات اُس مین انگریزی لکھے ہوئے تھے ۔ جناب والد ماجد اگرچہ انگریزی بالکل نہین جانتے تھے ۔ صرف ہندسہ پہچانتے تھے بعض قرینہ سے اُسکو ۶۶ کے عرض البلد پر قائم کیا اور اُسکو گردش دی تو اُلٹا طلوع وغروب نظر آگیا ۔ اُسوقت جو دلائل آپنے اس دعوے پر فرمائے تھے فوراً سمجھ مین آگئے ۔ ایک نیا امر آپ مین یہ تھا جو کمتر علما مین دیکھا گیا وہ یہ کہ ارباب علم جو حکیمانہ طبیعت کے ہوتے ہین تقوے سے بالکل عاری ہوتے ہین ۔ آپ باوجود حکیمانہ طبیعت کے تقوے مین بھی کامل تھے ۔ اور اکثر علما کو بسبب عدم توجہ امور دنیا فہم معاملات مین جیسا چاہیے ذہن رسائی نہین کرتا آپ ہر قسم کے معاملات مین ایسے دقائق امور کو پہونچتے کہ کمتر کوئی پہونچتا اور جمیع امور مین عقل رسا رکھتے ۔ جس عرصہ مین آپ قاضی دائرہ سائر تھے ۔ بریلی کے

اطراف مین ایک عورت پر انتساب قتل عمد کا ایک مقدمہ دائر ہوا جس مین سرکار مدعی تھی کہ عورت کے زنا سے لڑکا پیدا ہوا جسکو اُس نے کنوین مین ڈالدیا۔ جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو آپنے فتوے دیا کہ قتل عمد سخت جرم ہے اور وہ اس عورت پر ثابت نہین ہوا ہمارے راے مین اسکا عزم لڑکے کو مقام محفوظ پر پٹھلا دینا ہو سکتا ہے اور گمان یہ ہوتا ہے کہ اُسنے لڑکے کو کسی طرح سے اُس مقام پر آتار دیا ہے دو قرینہ سے ایک یہ کہ ایک دن کا لڑکا اتنی دُور سے پھینکا جائے اور زندہ رہے بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شفقت مادری بھی مقتضی نہین معلوم ہوتی کہ اُسکو اتنی دُور پھینکدے۔ حاکم عدالت نے جب اسکا تجسس کیا تو معلوم ہوا ہوا کہ اُسنے لڑکے کو ٹوکرے مین رکھکر اُتار دیا تھا لہذا وہ جرم جاتا رہا۔

وفات انکی بتاریخ ۱۰ ماہ ذیحجہ ۱۲۸۵ھ ہوئی اور حظیرہ متصل چاندمحل کاکوری مین دفن ہوے۔

عنایت احمد

خان بہادر مولوی مفتی عنایت احمد ابن منشی محمد بخش۔ ابن منشی غلام محمد ابن منشی لطف اللہ دیوی الاصل قریشی النسل نزیل کاکوری۔ ولادت بمقام دیوہ بتاریخ ۹ ماہ شوال ۱۲۲۸ھ ہوئی۔

مفتی صاحب بعمر ۱۳ سال بغرض تحصیل علم اوّلا رامپور گئے۔ جہان مولوی سید محمد رامپوری و مولوی حیدر علی ٹونکی۔ و مولوی نور الاسلام سے کتب درسیہ پڑھین۔ پھر دہلی گئے۔ وہان مولانا محمد اسحاق محدث و مہاجر مدنی سے کتب حدیث سبقا سبقا پڑھ کے سند حاصل کی۔ وہان سے قصبہ کول ضلع علیگڈھ آئے اور قلعہ کی جامع مسجد کے مدرسہ مین مولانا بزرگ علی سے تمام معقول اور منقول کتب مین پڑھکر فارغ التحصیل ہوے۔ پھر بوجہ اپنی ذاتی قابلیت اُسی مدرسہ کے مدرس بھی اپنے اُستاد کے بعد ہو گئے۔ ایک سال تک وہان مدرس رہے۔ پھر منصف اور مفتی مقرر ہوے وہان سے بریلی کا تبادلہ ہوا یہان صدر امین مقرر ہوے۔ پھر شہر آگرہ کے عہدہ صدر اعلی پر ترقی کے تقرر کا حکم آیا اُسی اثنا مین غدر ہو گیا آگرہ نہ جاسکے۔ بریلی و رامپور مین قیام رہا۔ بعد غدر دو

سال تک کانپور مین رہے مدرسۂ فیض عام جاری کیا۔ غدر کے زمانہ مین بغاوت کا الزام بھی قایم ہوا جس سے حبس بہ عبور دریاے شور کی سزا دیگئی اور جزیرۂ انڈمان بھیجے گئے۔ وہان ان کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب سوجود نہ تھی محض اپنے قوت حافظہ پر مختلف فنون مین رسائل تصنیف کرڈلے۔ اور وطن واپس آکر ماخذات سے ملایا تو حرف بحرف صحیح نکلے۔ اکثر کتابون مین مثل علم الصیغہ و تواریخ حبیب الہ وغیرہ کے دیباچون مین اس واقعہ کو بھی لکھدیا یہ نہایت ہی متقی و متورع و متبحر فاضل تھے۔ علماء ربانیین مین شمار کیے جاتے تھے۔

تصانیف انھون نے بہت کیے ایک خاص بات انکے تصانیف مین یہ ہے کہ کسی نے آج تک اُن پر اعتراضی حیثیت سے قلم نہین اُٹھایا سب کے نام تاریخی ہین جو حسب ذیل ہین

(۱) علم الفرائض مطبوع (۲) ملخصات الحساب مطبوع (۳) تصدیق المسیح ردع کلام القبیح (۴) الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین (در معجزات) مطبوع (۵) ضمان الفردوس مطبوع (۶) فضائل علم و علماء دین (۷) فضائل درود و سلام مطبوع (۸) محاسن العمل الافضل معہ التتمات مطبوع (دربیان نماز) (۹) ہدایات الاضاحی مطبوع (۱۰) الدرالفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید مطبوع (۱۱) وظیفۂ کریمہ مطبوع (۱۲) علم الصیغہ مطبوع (۱۳) خجستہ بہار بطرز گلستان (۱۴) ترجمۂ تقویم البلدان (۱۵) نقشۂ مواقع النجوم (۱۶) بیان قدر شب برات مطبوع (۱۷) رسالہ در مذمت میلہ ہا (۱۸) احادیث الحبیب المتبرکہ یعنے چہل حدیث مطبوع (۱۹) تواریخ حبیب الہ مطبوع

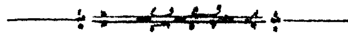
نقشہ مواقع النجوم وہ نقشہ ہے جسکو مسٹر ماسن لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے (جو خود علم ہیئت کے عالم تھے) بہت پسند کر کے خان بہادر کا خطاب بھی فرط مسرت مین عطا کیا تھا۔

تلامذہ انکے بہت ہوے جن سے بہت فیض جاری ہوا۔ اور سب بہت بڑے مدرس اور مصنف ہوے جتنے نام معلوم ہو سکے درج ذیل ہین۔

(۱) مولوی سید حسین شاہ بخاری (۲) مولوی سید امیر الدین احمد بخاری (۳) مولوی مفتی لطف اللہ علیگڈھی (۴) مولوی حکیم حافظ عزیز الدین عباسی (۵) مولوی حافظ نواب عبد العزیز خان (۶) منشی

مقصود احمد نطق برادرزادہ (۷) مولوی حکیم حبیب علی کاکوروی وغیرہ وغیرہ۔

انپر حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کی بہت عنایت تھی اور یہ بھی بہت معتقد تھے اپنی تمام اولاد کو اُنکا مُرید کرایا۔ کہا کرتے تھے کہ ایسا فاضل و کامل شخص مین نے نہین دیکھا۔ انشاءاللہ تعالےٰ حج سے واپس ہوکر مین بھی بیعت کرونگا۔ حضرت نے اُسیوقت اپنے کشف صحیح سے فرمایا کہ واپسی تو ہوچکی۔ اُسی کے بعد یہ کانپور سے ممبئی بغرض ارادہ ادائے حج گئے جہاز پر سوار ہوے۔ جب جدہ کے قریب پہونچے تو جہاز پہاڑ سے ٹکراکر پاش پاش ہوکے غرق ہوگیا۔ انھون نے بھی اُسی کے ساتھ بتاریخ ۱۷ ماہ شوال ۱۲۷۹ھ غرق ہوکر درجۂ شہادت پایا۔



(غ)

غازی الدین

ملا غازی الدین شہید۔ ابن ملا محمد غوث ۔ ابن ملک ابو الخیر ملک زادہ ۔ ولادت انکی ۱۹ ماہ رجب ۱۱۱۱ھ مین ہوئی ۔ یہ بہت بڑے عالم متبحر گذرے ہین ۔ جسوقت انکے والد ملا غوث کا انتقال ہوا اُس وقت انکی عمر سات سال کی تھی۔ اس کمسنی کی حالت مین انھون نے مختلف علماء کاکوری سے تکمیل علوم کی۔ بعد فراغت حصول منصب پدری کے لیے دہلی گئے وہان کچھ دنون قیام کیا۔ ایک روز بغرض سیر وتفریح معہ چند احباب ایک باغ مین گئے ہمراہیون اور شہر کار بلغ سے جھگڑا ہوگیا ۔ کل ہمراہی بھاگ گئے ۔ انھون نے تن تنہا اُن سے مقابلہ کیا اور داد شجاعت دی۔ بالآخر اُن لوگون کے ہاتھ سے بعمر ۲۷ سال بتاریخ ۱۸ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۸ھ شہید ہوے اور وہین دہلی مین دفن ہوئے۔ تاریخ وفات از قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر ثاقب کاکوروی سے

از سروش افتاد ثاقب را بسمع ۔ سال فوتش ماتم دلریش جمع

۱۱۳۸ھ

غلام احمد

شیخ غلام احمد۔ ابن شیخ ہیبت اللہ۔ ابن شیخ عبد الرقیب ۔ ابن شیخ عبد اللہ ۔ ابن حضرت مخدوم شیخ نظام الدین بھیکہ رحمۃ اللہ علیہ ۔ یہ نہایت شجاع اور زورآور شخص تھے ۔

منقول ہے کہ حضرت شاہ بھیکھا پہلوان (جنکا حال بحر زخار مین بھی موجود ہے) مجذوب درویش تھے۔ بتیا ندی کے کنارہ پر جو بیرون آبادی کاکوری واقع ہے۔ اُنھون نے قیام اختیار کیا تھا۔ یہ (یعنی شیخ غلام احمد) روزانہ شام کو کاکوری سے کھانا انکے واسطے ندی پر لیجایا کرتے تھے ۔ شاہ صاحب نے انکو ایسی دعا دی کہ انکے قلب مین خاص طور پر شجاعت

پیدا ہوگئی - اور قوت جسمانی مین بھی بہت ترقی ہوگئی - اکثر باتین مافوق العادت ظاہر ہونے لگین مثلاً کسی چیز کا زہر اثر نہ کرتا نہ کسی جانور سے ڈرتے تیز رفتار گھوڑے سے زائد تیز دوڑتے - پانچ چھ سو آدمیون کا مقابلہ تنہا کرتے باین ہمہ معمولی جسم کے آدمی تھے بیس پچیس گز بے تکلف جست کر جاتے - انکے شجاعت کے حکایات بہت منقول ہین - جو حد تواتر تک پہونچگئے ہین - عین شباب مین بسبب نفاق برادران حالت خواب مین تیس چالیس آدمیون نے ملکر ان کو قتل کر ڈالا -

منقول ہے کہ شیخ نجات اللہ کے جنھون نے انکے پیر مین تلوار ماری تھی - اسی حالت مین انھون نے لبیک کرایا گھونسہ مار کر چھ مہینہ تک بیمار رہے - اور کوزہ پشت ہوگئے - اور مدۃ العمر کوزہ پشت ہی رہے - باقی حالات سنہ و تاریخ وفات وغیرہ نہ معلوم ہو سکا -

غلام اولیا

شیخ غلام اولیا - ابن شیخ محمد فاخر ابن شیخ عبد الحبیب ابن ملک عبد الروف ابن ملک عبد الصمد ابن ملک مٹھی ابن حافظ چاند ابن ملک حسام الدین ابن ملک نظام الدین - ابن بہاء الدین کیقباد - ابن ملا ابو بکر جامی -

شیخ عبد الحبیب برادر حقیقی ملا عبد الرقیب نے تعلیم و تربیت اپنے بڑے بھائی ملا عبد الرقیب سے پائی - یہ سندیلہ مین بادشاہ کی طرف سے جزیہ وصول کرتے تھے -

یہ یعنی شیخ غلام اولیا فاضل ذی استعداد تھے - فارسی بہت اچھی جانتے - اور فقرا کی صحبت مین زائد رہتے اذکار و اشغال سے بھی واقف تھے - اور اُسکے عامل بھی تھے - تصوف کا بھی کافی مذاق رکھتے - ان سے اور ملا قاضی خوب اللہ سے بہت دوستی تھی - اجمیر شریف مین انکا زاید قیام رہا - وہان بہت نام آور اور مشہور ہوے - اور وہین بحالت شباب انتقال کیا اور وہین دفن ہوے -

غلام حسن

شیخ غلام حسن - ابن حکیم محمد روشن شہید - ابن حکیم عبداللہ - ابن شیخ محمد ولی - ولادت انکی ۱۱۶۵ھ مین ہوئی - مولانا حمید الدین محدث کاکوروی نے قطعہ تاریخ ولادت نظم فرمایا جو درج ذیل ہے

اے آنکہ نام پاکت چون آفتاب روشن | از مژدہ شگفتن نو گل ترا بہ گلشن
در دل سرور بیحد در دیدہ نور افزود | پیر خرد بگفتا - نور دو چشم روشن ۲۵

انھون نے فارسی کی تعلیم منشی غلام سرور ملکزادہ سے پائی - اور علوم عربیہ حضرت ملا حمید الدین محدث سے پڑھے - نہایت ہی خوش نصیب عالی ہمت مجسم تہور و شجاعت لائق و خوش تقریر تھے - نظم و نثر خوب لکھتے منشی فیض بخش کاکوروی لکھتے ہین کہ مجھ سے اور ان سے خط و کتابت برابر نظم مین ہوتی تھی - مین مثنوی مین خط لکھتا اور وہ قصیدہ مین جواب دیتے - نثر کے خطوط بھی بہت اچھے ہوتے - دو ایک خط منشی فیض بخش مرحوم نے اپنی بیاض مین بھی لکھے ہین -

ابتداءً یہ برہان علی خان کی رفاقت مین رہے - بعد اُنکے عظیم الدین خان کے ساتھ رہے پھر ایک مدت تک الماس علی خان کے عہد مین نائب فوجدار رہے - اور وہان بہت عیش و عشرت سے بسر کی - فرزندان مخدوم شیخ محمود مین انکا ایسا با اقبال اور عالی ہمت کوئی نہین ہوا - نواب سعادت علی خان نے انکو انوپ شہر مین نائب کیا تھا کمپنی کی طرف سے انھون نے وہان ایک لڑائی مین بہت کار نمایان کئے - حکومت انگریزی کی طرف سے خورجہ کے قلعدار اور اسکے اطراف کے فوجدار مقرر ہوئے - فیاض و کنبہ پرور بھی بہت تھے - بہت دولت اور ثروت پیدا کی - اور اعزا اور غیر اعزا پر ایثار کر دی - آمدنی مین کبھی ایک حبہ بچانے کے عادی نہ تھے - قریب انتقال کاکوری آئے - اور حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر یہان سب سے رخصت ہوکر خورجہ واپس گئے - وہان پہونچکر تپ صفراوی مین بعمرہ سالہ

۱۲۲۲ھ مین انتقال کیا - لاش یہان کاکوری لاکر متصل مزار حکیم عبداللہ صدیقی دفن کی گئی -

قطعہ تاریخ انتقال از مولوی نجم الدین سندیلی ؎

بحر جود و کرم غلام حسن | چشم ہر یک ز رحلتش تر شد
بہر سال وفات آن خوشتر | عشرت و عیش وزیب بے سر شد

۱۲۲۲ھ

غلام حیدر خان

اعتماد الدولہ غلام حیدر خان - ابن رفعت الدولہ بخشی رفعت اللہ خان بہادر نصرت جنگ عباسی - ان کی ولادت ۱۲۱۵ھ مین ہوئی - مادۂ تاریخ کسی شاعر نے کہا تھا -

مصرع - از رہ مسرت گفت با بخت سعید آمد ۱۲۱۵

یہ حضرت شاہ فتح قلندر قدس سرہ کے ارشاد سے پیدا ہوے تھے - اس واقعہ کو خود بخشی رفعت اللہ خان یون بیان کرتے تھے کہ ایک روز مین نے حضرت شاہ فتح قلندر کو خواب مین دیکھا - اُنھون نے ارشاد فرمایا کہ مین تم کو ایک لڑکا دیتا ہون - چند روز کے بعد حرم سے ایک لڑکا پیدا ہوا - مین سمجھا کہ یہ وہی لڑکا ہے - تھوڑے دنون کے بعد وہ مرگیا مجھے تعجب سا ہوا اس لحاظ سے کہ حضرت قلندر صاحب کا عطیہ تھا - اُسی زمانہ مین مین حضرت پیر و مرشد مولانا سید شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کے حضور مین حاضر ہوا - بعد استفسار ارشاد فرمایا کہ بابا رفعت اللہ یہ لڑکا بخشیدۂ حضرت شاہ فتح قلندر نہ تھا - وہ اور ہوگا - چنانچہ اُسکے بعد پھر یہ پیدا ہوے - یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بخشی رفعت اللہ خان کا تقرر بریلی مین منجانب نواب آصف الدولہ بہادر ہوچکا تھا - اُسی زمانہ مین ظہور اللہ خان المتخلص بہ نوا نے قصیدۂ تہنیت لکھکر انکے والد کے خدمت مین پیش کیا تھا - جسکے چند اشعار یہ ہین ؎

ہے تو آباد کے جہان باشد | جسم قایم طفیل جان باشد
جرعہ نوشان بزم عیش ترا | خُم زمین جام آسمان باشد

گر سخن صرف مدحت نه شود — خلقت نطق رایگان باشد
بعد صد قرن بر سپہر کبود — نجم ثاقب نمط عیان باشد

انھون نے کتب درسیہ مولوی محمد فاخر الہ آبادی اور اپنے خاندانی علما سے پڑھین۔ انکی ذات ستودہ صفات مغتنمات زمانہ سے تھی۔ باوجود اسباب امارت درویشانہ طرز رکھتے۔ تکلفات سے محترز رہتے اور کبھی دنیاوی امور کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ بلکہ اکثر کہتے کہ یہ نمود بے بود فانی محض ہے۔ تلاوت کلام اللہ و تہجد و چاشت و اشراق و دیگر نوافل کے بہت پابند تھے۔ مثنوی شریف کا مطالعہ زاید کرتے۔

قاضی وصی علی خان انکے متعلق اپنے روزنامچہ مین لکھتے ہین کہ۔

"ایشان ملک بودند کہ بلباس بشری در آمدہ بودند کسے ندانست کہ از اولیا اند یا ابدال یا اوتاد خرق عادات و ظہور کرامات قبل اعلان خبر وفات خود بتقید روز جمعہ و دیگر سوانح مشہور خاص عام محتاج بیان نیست۔ قطع نظر عبادت و ریاضت و شب بیداری ادلے صفتے از صفات جناب ممدوح این است کہ گاہے پشت بہ سمت قبلہ نہ کردند و در شب و روز زائد از یک پاس خواب نکردہ باقی ہمہ اوقات بعبادت و طاعت بسر میفرمودند"

سرکار اودھ سے دو رسالہ ایک انکے لیے اور ایک انکے بھائی غلام صفدر خان کیلئے بطور شان امارت معہ دو زنجیر فیل و سواران و شتر سواران متعین رہے۔ بحیثیت منصب ظاہری انکی شان و شوکت بہت زائد تھی اور بہت ہی بااثر تھے۔

منقول ہے کہ جب آغا میر کا لکھنؤ سے اخراج ہوا۔ تو یہ دونون بھائی انکو کانپور تک حفاظت تمام پہونچانے گئے۔ بروقت واپسی بصلۂ خوشنودی انھون نے دونون بھائیون کو دس دس ہزار روپیہ دیا۔ اور اظہار احسان مندی اور شکر گذاری بھی کیا۔ یہ ہمیشہ ارباب برادری و خصوصاً اعزاے غریب کی پرورش کرتے رہے۔ دسترخوان ہمیشہ وسیع رہا۔ تقریبات مین بہت عالی حوصلگی اور سخاوت سے کام لیا۔ دونون بھائیون مین اسقدر اتحاد تھا کہ گویا ایک جان دو قالب تھے

اکثر بادشاہ اور وزرا دربار کے ہمرکاب رہتے۔ اُس حالت مین بھی اگر نماز کا وقت آجاتا فوراً ساتھ
چھوڑ دیتے۔ اور نماز ادا اور دعا مین مشغول ہو جاتے۔ بادشاہ کے یہان سے دو سو کا مستقل ماہوار
منصب تھا۔ وہ تا بقاء سلطنت لکھنؤ ملتا رہا۔ ایک مکان بھی وہان پر عطا ہوا تھا۔ جہان اب قیصر باغ
بنا ہے۔ واجد علی شاہ کے زمانہ مین قیصر باغ کے حدود مین آگیا۔ انکی بنائی ہوئی مسجد جو مکان
کے اندر تھی اب بھی شرقی عمارت قیصر باغ احاطہ مہاراجہ بلرام پور مین موجود ہے۔ دربار مین انسے
اور اہل تشیع سے بہت مباحثہ رہتا۔ یہی ہمیشہ غالب رہتے۔

ایک روز ایک ایرانی بسفارش مجتہد العصر لکھنؤ بحیلہ چند تبرکات نصیر الدین حیدر بادشاہ کے
دربار مین آیا۔ اہل دربار اور بادشاہ سب نے تعظیم کی۔ اُس نے ایک مکلف پاپوش حضرت امام حسین
علیہ السلام کی نکالکر بادشاہ کے حضور مین پیش کی انھون نے اُسکو سر پر رکھا۔ اور آنکھون سے لگایا
اور بوسہ دیا۔ تمام اہل دربار نے اسی طرح کیا۔ جب انکے سامنے پیش ہوئی تو انھون نے کہا
لیجاؤ اور ذرا بھی تعظیم نہین کی۔ بعدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خون آلودہ لباس پیش ہوا۔ سب نے
تعظیم تکریم کی۔ انھون نے پھر انکار کیا۔ تیسری مرتبہ خاک خون آلودہ کربلائے معلی پیش ہوئی
جسکو بادشاہ اور دربار کے لوگون نے چکھا۔ اور حسب دستور تعظیم و تکریم ہوئی۔ جب انکے سامنے
پیش ہوئی۔ انھون نے انکار کیا۔ جب ایرانی دربار سے واپس ہوا۔ تب مجتہد العصر نے انسے
کہا کہ آپنے ان تبرکات کی تعظیم کیون نہین کی۔ انھون نے کہا کہ اول تو اس واقعہ کو ایک زمانہ
گذر چکا ہے۔ خون کے رنگ چرم کی حالت پارچہ کی کیفیت مین تغیر ہونا لازمی ہے جو نظر نہین
آتا۔ دوسرے اس شخص نے ان تبرکات کے حاصل کرنے کی کوئی معقول وجہ ظاہر نہین کی ایسی
صورت مین شرعاً پرستش ناجائز ہے۔ اور نہ مین حضرت امام حسین السلام کے خون کا پیاسا ہون
کہ انکی خون آلودہ خاک منھ مین ڈالون۔ اس جواب سے بادشاہ و اراکین دربار بہت متاثر ہوئے
یہ معمولاً نوروز مین حاضر دربار ہوکر نذر پیش کیا کرتے۔ ایک مرتبہ بعد قبولیت نذر مجتہد العصر نے
بادشاہ کے سامنے ان سے پوچھا کہ آج کا دن آپ کی خوشی کا نہین آپ نے کیون شرکت کی

کیون نذر پیش کی۔ انھون نے فوراً ہی جواب دیا کہ شرکت اور نذر نواب سعادت خان برہان الملک کے زمانہ سے جاری ہے۔ دوسرے خلیفۂ چہارم کی تخت نشینی کا بھی دن ہے۔ اسوجہ سے بھی ضروری ہے۔ حاضرین دربار و مجتہد بہت شرمندہ ہوے۔

بادشاہ نے بارہا ان کو ملکی خدمات چکلہ داری و نظامت وغیرہ پر بھیجنا چاہا۔ مگر یہ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ اور عرض کرتے رہے کہ ہم نمک خواران قدیم کو حکومت ملکی کی قابلیت نہین۔ بادشاہ نے جب انکو اعتماد الدولہ اور انکے بھائی غلام صفدر خان کو اقتدار الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ جب بھی انھون نے عرض کیا کہ ہم غلام حیدر و صفدر ہین اس سے بڑھکر اور ہمارے لئے کیا ہو سکتا ہے۔

ان کو بیعت بطریق اویسی یعنی خواب مین حضرت شاہ محمد معصوم کاکوروی سے تھی۔ یہ اُنکے بہت معتقد تھے۔ شاہ صاحب کے ملفوظ لکھے جانیکے باعث بھی یہی ہوے۔

انکو شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔ فارسی شعر بھی خوب لکھتے تھے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس سے تلمذ تھا اور کیا تخلص تھا۔ ایک رباعی دستیاب ہو سکی جو نذر ناظرین ہے۔

رباعی

اے شاہ جہان رافع ظلم و بیداد | این سالگرہ بر تو مبارک تر باد
افزون شود عمر ز عقد ہر سال | چون صفر کہ افزود بسلک اعداد

انھون نے بتاریخ ۲ ماہ صفر روز جمعہ ۱۲۵۲ھ بمقام کاکوری انتقال کیا اور خاندانی قبرستان محلہ قاضی گڈھی مین دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ انتقال از منشی امیر حسن خان بسمل کاکوروی ہے۔

داد دریغا از جفاے چرخ این عالم گذشت | آنکہ نقد نکتہ ہا را سینہ اش گنجینہ بود
خان والا شان غلام حیدر روشن کلام | کز نکات روشنش کان جواہر سینہ بود
بسکہ رنگ طبع صافش را مصفا ریختند | حرف او آئینہ دار جوہر آئینہ بود

حبذا تحریر سنگینش کہ ہنگام رقم | گوئیا اوج بلاغت را سطور آئینہ بود
جان شیرین را چرا از قالبش بیگانہ کرد | چرخ را شاید ز بسمل کینۂ دیرینہ بود
معنوی و صوری آمد سال تاریخ وفات | دوئم شہر صفر بود و روز آدینہ بود
۱۲۵۲ھ

غلام زین العابدین

شیخ غلام زین العابدین۔ ابن شیخ محمد صالح۔ ابن شیخ محمد منتجب۔ ابن ملا شیخ عبدالرقیب رح یہ ابتدائے طفولیت سے ہمت بلند اور فقر کی جانب میلان رکھتے تھے۔ اور لہویات اطفال سے کنارہ کش رہتے بیشتر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کی صحبت مین بیٹھتے اور فوائد کثیرہ حاصل کرتے۔ اُسی زمانہ مین حضرت شاہ کوئین آدم پوری خلیفہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہ کاکوری مین تشریف لائے اور مسجد ملا عبدالرقیب واقعہ محلہ جزیرہ گڈھی مین فروکش ہوئے تھے۔ انھون نے انھین سے بیعت کی اور اذکار اور افکار وغیرہ کی تعلیم بھی پائی۔ حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثانی نبیرۂ حضرت شاہ مجا قلندر لاہر پوری کے ہمراہ یہ الہ آباد مین حضرت سید شاہ باسط علی قلندر کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اُن سے فیضیاب بھی ہوئے۔ حضرت نے انکے لئے خواص دعا سیفی بصورت کتاب تحریر فرمائے جیسا کہ اُسی کی خطبہ سے ظاہر ہے دعا سیفی پڑھنے کی اجازت بھی انکو دی۔ چونکہ اُس زمانہ مین ضبطی معاش کا حکم نافذ ہو چکا تھا اور انکی آبائی جائداد جو ان کو ترکہ مین ملی تھی وہ بھی ضبط ہو گئی تھی۔ لہذا حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر نے شجاع الدولہ سے کہکر تنخواہ مقرر کرا دی۔ اور مختار الدولہ نے بھی اراضی گولہا معاف کی تاریخ وسنہ ولادت و وفات دریافت نہ ہو سکا۔

غلام سرور

شیخ غلام سرور۔ ابن ملک محمد کبیر۔ ابن ملک محمد عیوض۔ ابن ملک محمد حنیف۔ ابن ملک

محمد صفی - ابن ملک عبدالصمد - ابن ملک مٹھی - ابن حافظ چاند - ابن ملک حسام الدین - ابن ملک
نظام الدین - ابن ملک بہاء الدین کیقباد -

انکی ولادت بتاریخ ۱۰ ماہ شعبان المعظم ۱۱۴۲ھ ہوئی - بدو شعور سے بصفات حمیدہ
موصوف اور تقوے اور پرہیزگاری مین معروف تھے - تعلیم و تربیت اپنے چچا قاضی خوب اللہ
سے پائی - بہت لائق و قابل تھے - فارسی مین ید طولے حاصل تھا - اور لغات فارسی پر بھی بہت
عبور تھا - کتب تواریخ بہت مطالعہ مین رکھتے - اس قصبہ کے بہت سے ہندو اور
مسلمان انکے شاگرد تھے - یہ بہت نیک تھے کہ کبھی غصہ مین بھولکر کسی کو سخت بات نہین
کہی - طبیعت بہت صفائی پسند تھی نوافل کثرت سے پڑھتے تھے وفات انکی ۱۲۱۴ھ مین
ہوئی - انکے بیٹے منشی فیض بخش مورخ کاکوری تھے -

غلام صفدر خان

اقتدار الدولہ غلام صفدر خان متخلص بہ تسلیم - ابن رفعت الدولہ بخشی رفعت اللہ خان بہادر
نصرت جنگ عباسی - یہ اپنے بڑے بھائی اعتماد الدولہ غلام حیدر خان کے قدم بقدم تھے
دو سو روپیہ کے شاہی منصبدار صاحب دولت و ثروت و جاہ و مرتبت عابد و زاہد تہجد گذار
قابل و لائق تھے -

تعلیم و تربیت مولوی محمد فاخر الہ آبادی - اور خاندان کے لوگون سے پائی - حضرت سید
شاہ علی مظہر قلندر نبیرہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کے مرید ہوے -

یہ فارسی کے زبردست شاعر تھے - مکمل دیوان ضخیم موجود تھا - جو زمانہ کی دست برد سے
تلف ہو گیا - اہل زبان کی طرح کلام دقیق ہوتا تھا - تسلیم تخلص کرتے - یہ نہ معلوم
ہو سکا کہ فن شاعری مین انکو کس سے تلمذ تھا - چند اشعار انکے کشکول سے لیکر درج
ذیل کیے جاتے ہین -

روز اول چون عناصر را بهم آمیختند با غم و درد و الم را در دل من ریختند
نامهٔ اعمال ما هر گاه باطل اوفتاد بهر آمرزش ز رحمت حیله‌ها انگیختند

چو تیر ناز ترا خون ناب مرغوب است دلم بگیر که بهر نشانه‌ات خوب است
بهجر یوسف مصری چرا بصبر نه ساخت مرا کلام بدین گریه‌های یعقوب است
برو بقسمت خود شاد باش شکوه مکن که بیش و کم نه بود رزق از آنکه مکتوب است
بسیر وادی تسکین چرا روم تسلیم بهر کجا نگرم جلوه‌های مرغوب است

کس نیست که آشفتهٔ آن زلف دوتا نیست در هیچ رهی نیست که دامی ز بلا نیست
از تیر نگاهش همه عالم شده مجروح با این همه کس نیست که دستی بدعا نیست
هیچ است همه در نظر اهل بصیرت الله است که در ذات خودش هیچ فنا نیست
در عالم امکان همه مرض دوائیست عشق است که جز دیدن معشوق دوا نیست
آنکس که نه سوزد به غم او تن خود را بر تربت او فاتحه در عشق روا نیست
عاشق چه کند دعوی خود پیش که معشوق بی جرم اگر قتل کند هیچ جفا نیست
تسلیم مکن ناله و فریاد ز محبوب دل باخته را چاره بجز صبر و رضا نیست

گر جان برود در غم عشق تو عجب نیست کاین آتش سوزنده کم از گرمی تب نیست
چون جمله جهان فانی و مانند سراب است گر تخت نصیب تو شود جای طرب نیست
نومید مباشید ز کم مایگی خویش کالطاف خداوند تو موقوف ادب نیست
گر نور و ضیا خواهی و در عالم دل رو کانجا همه روز است غم ظلمت شب نیست
چون روزی هر یک همه از عالم غیب است خاموش نشین لب مکشا جای طلب نیست
گر بر سر دردی تو رسد از ره تقدیر تسلیم مشو رنجه که این شان ادب نیست

در سینهٔ خود شعلهٔ جانکاه نگهدار ترسم که نه سوزد دو جهان آه نگهدار
بیرون و درون تو همراه اوست هر دم در آمد و رفت نفس الله نگهدار

امروز کہ بر روئے زمین فتنہ و شر است — یا رب تو ازین آفت ناگاہ نگہدار

در منزل جانان اگرت بار ندادند — تسلیم مشو رنجہ سر راہ نگہدار

* * *

دیدہ گر بینا بود رلئے با و محجوب نیست — ہیچ جائے نیست کانجا جلوۂ محبوب نیست

در محبت باش صادق گر وصالے بایدت — دیدن یوسف بغیر از جذبۂ یعقوب نیست

من ترا خواہم ترا خواہم ترا خواہم ترا — ہیچ چیزے جز وصال تو مرا مطلوب نیست

اشک خونی گر ز چشمم میرود عیبم مکن — دیدۂ ما را بغیر از خون دل مرغوب نیست

روز و شب در یاد او ذکر و عبادت میکنی — ہیچ در ہیچ است نفس تو اگر مغلوب نیست

ہر کرا شد عشق کامل دلبر او پیش اوست — قیس را ہنگام فرصت طاقت مکتوب نیست

ہر زمان تسلیم ذکر و فکر عصیان میکنی — جز معاصی از نصیب تو مگر مکتوب نیست

* * *

در سر کوئے نظر چون جانب بسمل زدیم — آفرین صد آفرین بر بازوے قاتل زدیم

این خراب آباد دنیا لائق نظارہ نیست — چشم بر بستیم و منزل در جہان دل زدیم

روز طوفان چونکہ عالم جملہ شد در آب غرق — کشتی خود را بزور عشق بر ساحل زدیم

بود در روز ازل تسلیم جنت جائے من — وائے از اعمال خود در این جہان منزل زدیم

* * *

مرا ہر دم غم عشقت فزون است — ہمانا آخر کارم جنون است

چہ می پرسی ز حال دل کہ چون است — نمی بینی کہ اشکم جملہ خون است

ز مرگ خود مرا اندیشۂ نیست — کہ در عشق تو جان دادن سکون است

براے رہنمائی نیست حاجت — مرا خضر دل من رہنمون است

بمرگ ہیچ کس ماتم نہ شاید — کہ در واقع سکون دم سکون است

ہمہ عالم ظہور اوست لیکن — وجودش از ہمہ عالم برون است

* * *

ہر چند کہ ہر دم ہدف تیر جفائیم — المنۃ للہ کہ راضی برضائیم

چون وعدۂ عشقت ز من بیہودہ سرزد — واللہ بہر گونہ جفائے تو سزائیم

ترسم که شود فاش غم عشق وگرنه — از سینه بر آورده دل خود بنمائیم

از ناوک تو گرچه رسد تیر پے تیر — از لذت نظاره نظر سوے تو قائیم

از رشک نخواهم که بعشاق نشینی — هرچند که دورم ز محبان شمائیم

تسلیم مکن شکوهٔ آن یار ز اغیار — چون قول تو دانیم که راضی برضائیم

ما ساغر وحدت حق نوش کرده ایم — تا جمله کائنات فراموش کرده ایم

چون دولت وصال تو حاصل نشد مرا — در عالم خیال به آغوش کرده ایم

بسکه در عالم ظهور فعل بد اعمال ماست — هرچه پیش آید بما از شامت اعمال ماست

آنچه در عالم نمودار است در ذات من است — این تفصل در حقیقت معنی اجمال ماست

پیش ارباب بصیرت جمله عالم عین اوست — کثرت افراد وهم و باعث اضلال ماست

گر مراد تو نشد تسلیم جاے شکوه نیست — آنچه او بار است پیش خلق این اقبال ماست

چشم آن دارم به تکفیر مکشی ،، — کاین صفا در خنجر جلاد نیست

هر آنچه می نگری بر وجود اوست گواه — ظهور ارض و سما هم یکے ز آیات است

بجلوه هاے شب و روز رخ مکن تسلیم — که چشم تا بکشائی نمود ظلمات است

دوش دستے بسر زلف گره گیر زدیم — پاے خود را ز جنون باز به زنجیر زدیم

از تماشاے جهان هیچ معما نه کشود — حیف صد حیف که من بیهوده تقریر زدیم

یارب بچه کار آفریدی ما را — در نوع نفر چرا کشیدی ما را

کالاے برضاے تو نکردم مبهات — والله بسے بدیم دیدی ما را

اے ذات و صفات تو نمود عالم — از عکس وجود تست بود عالم

در باطن و در ظهور جز تو کس نیست — والله همه توئی وجود عالم

هرچند که فعل زشت دارم — از کردهٔ خویش شرمسارم

لطفے فرما بجانب ما — کز رحمت تو امیدوارم

انھون نے کتب خانہ بھی بہت اچھا جمع کیا تھا۔ جو انکی وفات کے بعد تلف ہوگیا۔
انھون نے بتاریخ ۲۳ ماہ رجب المرجب روز چہارشنبہ ۱۲۵۲ھ انتقال کیا۔
اور قاضی گڈھی مین خاندانی قبرستان مین دفن ہوئے۔

غلام عزیز

شیخ غلام عزیز۔ ابن شیخ محمد منیر۔ ابن شیخ محمد۔ ابن شیخ بولا ابن شیخ جعفر ابن شیخ حیات اللہ ابن شیخ عالم۔ ابن حضرت مخدوم امیر نظام الدین بھیکہ رحمۃ اللہ۔

یہ جوان صاحب غیرت و حیا تھے۔ خدا داد جسمانی قوت بہت تھی۔ تیس سال تک مرشد آباد مین نواب قاسم علی خان ناظم کی رفاقت مین رہے۔ شب بیدار تھے۔ بیشتر وقت اور اد و وظائف مین صرف کرتے تھے۔ انکی قوت جسمانی کے متعلق ایک واقعہ ہے کہ یہ ایک روز بعد وظائف سونے کے واسطے لیٹے۔ شب ماہ تھی دیکھا کہ سفید رنگ کی ایک بلی مرغی کو پنجہ مین دبائے لئے جاتی ہے۔ یہ دیکھتے ہی متعجب ہوئے۔ چونکہ خود دروازہ بند کرکے لیٹے تھے۔ دروازہ جاکر دیکھا کھلا پایا۔ اور زائد متعجب ہوے۔ دریافت حال کیلئے تعاقب کیا۔ ملا عظمت اللہ کی حویلی کی قریب جو پرانی حویلی کے نام سے مشہور ہے۔ انھون نے اُس بلی کو دیوار پر چڑھتے دیکھا۔ دوڑکر اسکا پیر پکڑلیا باوجود پیرانہ سالی اسقدر خداداد قوت تھی۔ کہ ادھر یہ زور کرتے اور اُدھر بلی۔ بالآخر یہ ہی غالب آئے۔ بلی کا پیر اُکھڑ گیا۔ اُسی صورت سے وہ مرغی کو دبائے ہوئے بھاگی۔ دُور چلکر سامنے وہ بصورت آدمی نمودار ہوئی۔ پھر انسے مقابلہ ہونے لگا رات بھر مقابلہ رہا۔ صبح ہوتے وہ بلی غائب ہوگئی۔ مگر اس واقعہ سے تین دن کے بعد انکا انتقال ہوگیا۔

غلام محمد

حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن حضرت ملا عبدالکریم قدس سرہ

یہ نہایت بزرگ اور صاحب کمال تھے ۔ بعد وفات اپنے والد کے بیشتر حصہ عمر یاد حق مین بسر کیا۔
نقل ہے کہ ایک مرتبہ انکے گھر مین چور آیا اندھا ہوگیا ۔ چوری کرنے کی جرأت نہین ہوئی بالآخر شرمندہ ہوکر ہاتھ پانون پٹخنے لگا ۔ یہ اسکا ہاتھ پکڑ کر گھر کے باہر کر آئے ۔ اور اس سے کہا کہ چلا جا ۔ اسی وقت اسکی بینائی عود کر آئی اور وہ چلا گیا ۔
نقل ہے کہ انکا جب سن ضعیفی آ گیا اسوقت تک کوئی اولاد نہین ہوئی ۔ ایک روز اسی خیال مین مغموم بیٹھے تھے ۔ کہ ایک شاہ صاحب اسطرف سے گذرے ۔ اور پوچھا کہ کیون متفکر بیٹھے ہو ۔ انھون نے وجہ بیان کی ۔ انھون نے کہا کیون گھبراتے ہو ۔ تمھارے اولاد ہوگی ۔ جس سے نسل بہت چلیگی ۔ مین نے مکاشفہ مین اس گھر کو آباد دیکھا ہے ۔ چنانچہ پھر انکے دو صاحبزادے ہوے ۔ ایک صاحبزادے جوان ناکتخدا انتقال کر گئے ۔ دوسرے صاحبزادے شیخ عبدالرحمن ہوے جن سے نسل اب تک چل رہی ہے ۔ وفات انکی ۲۵ ماہ ذیحجہ کو ہوئی ۔ اور زائد حالات نہ دریافت ہو سکے ۔

غلام مرتضےٰ

منشی غلام مرتضےٰ ۔ ابن ملک کبیر ۔ ابن ملک محمد عوض ۔ ابن ملک محمد حنیف ۔ ابن ملک محمد صفی ۔ ابن ملک عبدالصمد ۔ ابن ملک میٹھی ۔ ابن حافظ چاند ۔ ابن ملک حسام الدین ۔ ابن ملک نظام الدین ابن ملک بہارالدین کیقباد ۔ ابن ملا ابوبکر جامی ۔
ولادت انکی ۱۱۴۵ھ مین ہوئی ۔ کتب درسیہ ملا کمال الدین فتحپوری ۔ و ملا محمد یعقوب لکھنوی فرنگی محلی ۔ و مولوی غلام یحیےٰ بہاری سے پڑھین ۔ نہایت ہی قابل و خوش تقریر تھے ۔ جودت طبع اور ذہانت خداداد رکھتے ۔ بحث و مباحثہ مین ہمیشہ غالب رہتے ۔ اسی زمانہ مین خوشنویسی کی بھی مشق کی اس مین بھی یکتائے روزگار ہوئے ۔ نثر نویسی مین اپنے ہمعصرون سے فائق تھے حافظہ ایسا قوی تھا کہ دس ہزار مصطلحات اور محاورات اہل ایران معہ اشعار سند زبانی یاد تھے ۔

سراج الدین علی خان آرزو کی سراج اللغت ۔ اور مصطلحات وارستہ کو بیک نظر اجمالی دیکھ کر یاد کر لیا تھا
کتابت مین اسقدر تیز دست تھے کہ ایک مرتبہ خان آرزو شاہجہان آباد سے عظیم آباد جاتے
ہوے لکھنؤ مین بھی ٹھہرے ۔ سراج اللغت اسی زمانہ مین اُنھون نے لکھی تھی ۔ جو تقریباً بیس
جزو کی تھی ۔ یہ اُن سے دیکھنے کیلئے لائے اور رات بھر مین نقل کر لی ۔

ایک روز ایک برہمن اودھ پوربی جسکو علم نجوم مین بہت مہارت تھی ۔ اور کبت اور
دوھرے بہت سے یاد تھے ۔ اور اپنے حافظہ پر اُسکو بہت ناز تھا ۔ کاکوری آیا ۔ ان سے
اور اُس سے ملاقات ہوئی ۔ بعد گفت وشنید اُس نے کبت اور دوھرے پڑھنا شروع کئے
انھون نے بھی اُسی مضمون کے اشعار سنانا شروع کئے ۔ آخر وہ ساکت ہوگیا ۔ قصبہ کے بہت سے
ہندو اور مسلمان انکے شاگرد تھے ۔ کتب بینی سے بہت شوق تھا ۔ بہت بڑے وسیع النظر تھے اکثر
علماء زمانہ سے مباحثہ بھی ہوتا تھا ۔ اُس مین بھی یہ ہی غالب رہتے ۔

ابتداً یہ معزالدین خان ناظم الملک کی رفاقت مین رہے ۔ پھر شاہ شرف الدین عرف
شاہ مدن صاحب پیرزادہ کے یہان (جو شاہجہان پور کے باشندے تھے اور باکمال بزرگ اور
معافی دار اودھ تھے) بعہدۂ منشی گری مقرر ہوگئے تھے ۔ چنانچہ عرصہ تک اُنکے یہان بمقام
خالصپور رہے ۔ پھر اُنھین کی سفارش سے راجہ بینی پرشاد کے یہان معقول تنخواہ پر تقرر ہوگیا ۔
انکے مصنفات مین سے ایک کتاب جواہر الانشاء ہے ۔ جو بزرگان سلف کاکوری کے
حالات پر مشتمل ہے ۔ آخر مین چند رقعات ہین جو اپنے اعزا و احباب کو تحریر کئے تھے ۔ یہ کتاب
بحیثیت انشاء فارسی و حالات بہت عمدہ اور نفیس ہے ۔ اسکا سنہ تالیف ۱۱۸۰ھ ہے ۔ دوسری
کتاب بطور فتاوے ہے جسمین مسایل عبادات و معاملات مفتی بہ جمع کئے ہین ۔ یہ دونون کتابین
غیر مطبوعہ ہین ۔ دوسری کتاب یعنے فتاوے اب بالکل مفقود ہے ۔
غرضکہ یہ اپنے زمانہ مین مغتنمات سے شمار کئے جاتے تھے ۔ اکتالیس سال کی عمر پاکر بتاریخ
۵ ماہ شعبان المعظم ۱۱۸۳ھ انتقال کیا ۔ انکے انتقال کا بھی عجیب غریب واقعہ ہے ۔ ایک روز شب

مین یہ رات رہی سے جاگ پڑے اور پوچھنا شروع کیا کہ کتنی رات باقی ہے۔ پھر اپنے بھتیجے منشی فیض بخش صاحب سے کہا کہ آج یوم انتقال ہے۔ کتابین احتیاط سے رکھو۔ ورنہ ضایع ہو جائینگی۔ اور میرے لڑکے جاہل نہ رہنے پائین اسکا خیال رکھنا۔ شیخ محمد تقی ان کے ماموں زاد بھائی بھی اُسوقت بیٹھے تھے۔ اُنھون نے کہا کہ آپ خدانخواستہ کسی طرح کے بیمار بھی نہین ہین۔ کیا بات ہے آپ ایسا کیون فرماتے ہین۔ انھون نے کہا کہ معلوم ہو جائےگا اُسی روز دوپہر کو انتقال ہوگیا اور اپنے والد کے پاس باغ ملکن ہار کا کوری مین دفن ہوئے۔

غلام مصطفےٰ

قاضی غلام مصطفےٰ خان شہید۔ ابن قاضی عبدالاحد۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔ یہ ۱۱۳۳ھ مین پیدا ہوئے۔ نہایت صالح و مرتاض تھے۔ دس سال کی عمر سے احکام شرعیہ کے پابند تھے۔ تلاوت کلام مجید و ظائف مین زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ منہیات و منکرات ملاہی و ملاعب کی طرف کبھی متوجہ نہین ہوئے۔ تعلیم و تربیت اپنے اعمام اور جد امجد سے پائی۔ نہایت موزون قامت۔ وجیہ و خوبصورت۔ شجاع اور سخی تھے۔ جس شخص سے ملاقات کرتے وہ انکے حسن و جمال و اخلاق کا شیفتہ ہو جاتا۔

ابتدا مین کچھ دنون اپنے عم بزرگوار شیخ محمد اکابر کے ساتھ راجہ نول رائے کے یہان ملازم رہے۔ وہان ایک روز حریف پر لشکرکشی کی۔ اور منزل سے بہت دور نکل گئے۔ دانہ و گھاس گھوڑون کو مل نہ سکا۔ سپاہیون نے اپنے اپنے جانورون کو کھیتون مین چھوڑ دیا۔ جسوقت وہ جانور سیر ہو گئے۔ اُن لوگون نے ان سے بھی کہا۔ انھون نے جواب دیا کہ میرا گھوڑا ملک غیر پر کبھی منہ نہ ڈالے گا۔ لوگون نے نہ مانا۔ گھوڑے کو لے گئے۔ باوجود سرسبزی و شادابی گھوڑے نے منہ نہ ڈالا۔ وہ لوگ بہت متعجب ہوئے۔

ایک روز راجہ نے مرہٹون پر فوجکشی کا حکم دیا اور خود راستہ مین کھڑے ہوکر فوج کا

جائزہ لینا شروع کیا - فوج نکلگئی - یہ بعد کو پہونچے - راجہ نے پوچھا کہ کہان رہ گئے تھے انھون
نے کہا کہ نماز ظہر پڑھنے لگا تھا وقت بالکل آخر ہوتا تھا - راجہ نے کہا کہ نوکری کرو یا نماز پڑھو
انھون نے کہا کہ نوکری بھی کوئی چیز ہے - اور فوراً استعفا دیدیا - راجہ نے پھر ہر چند کہا کہ مین نے
مزاحاً کہا تھا - مگر انھون نے منظور نہین کیا - اور وطن چلے آئے - بعد اسکے پھر شیخ محمد اکابر
انکو اپنے ساتھ سکندرہ متصل اٹاوہ سلے آئے - وہان سے انھون نے انکو معہ سامان وطن روانہ کیا
راستہ مین ڈاکوون کے ہاتھ سے ۱۱۶۲ھ مین بعمر ۲۸ سال شہید ہوے -

غلام مینا

شیخ غلام مینا - ابن شیخ محمد منتجب - ابن حضرت ملا عبدالرقیب رحمۃ اللہ علیہ - انھون نے
تعلیم و تربیت مولوی رحمت اللہ - اور اپنے والد اور دیگر علما سے پائی - شان و شوکت ان مین
بہت تھی - نہایت ہی خوش پوشاک تھے -

منشی غلام مرتضےٰ ملکزادہ جواہر الانشا، مین لکھتے ہین کہ:-

"شیخ غلام مینا پسر کوچک آن مرحوم (شیخ محمد منتجب) از جوانان شایستہ و مہذب طبع شگفتہ
داشتہ و در علو شان و بلند حوصلگی و والا منشی و تمکین و وقار نمونۂ پدر بزرگوار بودہ - و در سنجیدہ
اطواری و خوش خلقی یگانہ و در متانت گوئی و خوش وضعی فسانہ و در جود و سخا عیارش بمحک
امتحان و اعتبار رسیدہ بود - حافظ قرآن و شیرین بیان نیکو صحبت و پاکیزہ روزگار بود"

ان سے اور نواب شیر جنگ برادر زادۂ نواب سعادت خان برہان الملک صوبہ دار اودھ
سے بہت دوستی تھی - انھون نے عین شباب مین بروز عید الفطر انتقال کیا - اور آبائی قبرستان
مین دفن ہوے -

غلام مینا ساحر

شیخ فضل حق عرف غلام مینا تخلص بہ ساحر - ابن شیخ مفضل امام - ابن شیخ محمد عیوض ابن

مولوی محب الرحمن - ابن شیخ عبدالرحمن - ابن حافظ غلام محمد علوی مخدوم زادہ -

یہ ابتدائً تحصیل علم سے قطعاً متنفر تھے - انکے والد شیخ فضل امام مرحوم کا قیام دہلی مین رہتا تھا - یہ بھی وہین انکے ساتھ تھے - والد کے خوف سے باول ناخواستہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمت مین حاضر ہوتے اور تھوڑی دیر تک کتاب سامنے رکھکر واپس آتے -

ایک روز انکے والد نے اپنے حضرت پیرومرشد شاہ غلام علی دہلوی خلیفۂ حضرت میرزا مظہر جانجانان دہلوی سے انکی بدشوقی کا حال بیان کرکے خاص دعا اور توجہ چاہی - انکے پیرومرشد نے پانی آبخورے مین منگا کر کچھ پڑھکر دم کیا اور انکو پلا دیا - اُس تاریخ سے طبیعت تحصیل علم کیطرف متوجہ ہو گئی - روز بروز علمی مذاق بڑھتا گیا - اور چند ہی روز کے بعد آسمان ہندوستان مین آفتاب ہوکر چمکے - حضرت شاہ غلام علی صاحب نے غلام مینا نام اور ساحر تخلص انکو عطا کیا -

یہ چند سال اپنے والد کے ساتھ دہلی مین رہے - اور حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ غلام علی کی فیض صحبت سے مستفید ہوتے رہے - وہان سے پھر وطن ککاکوری آئے یہان شاعری کیطرف توجہ کی اور کلام مصحفی کو دکھایا شعر گوئی اور نثاری مین یکتاے روزگار ہوے - انکے کلام مین سب سے بڑی یہ خصوصیت ہے کہ الفاظ ثقیل کی بندش نہین - اور فارسی محاورات کیساتھ ایسی مضمون آفرینی کرتے ہین کہ سننے اور دیکھنے والے کے مُنہ سے بے اختیار داد نکلجاتی ہے - ان سے اور قاضی محمد صادق خان اختر سے بہت دوستی تھی -

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف التواری مین لکھتے ہین :-

" نہایت قابل و نثار شاعر بود در علم فارسی در ینجا کسے بمقابلۂ او نبود اگر حالش نویسم طول شود کہ در قابلیت و جولانی طبع و غربت و سعادت مندی ہمسر خود نداشت "

مولانا حسین بخش شہید - ابن حضرت شاہ پیر محمد قلندر کاکوروی اپنی بیاض مین لکھتے ہین کہ

" سخن سنج بے نظیر نکتہ راے دلپذیر صاحب سحر حلال شاعر شیرین مقال در ہر فن ماہر غلام مینا ساحر نسب پدری او بہ محمد حنفیہ بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ می پیوندد - در ابتداے درس

زبان فارسی مولف کشکول و آن سخن سنج در یک کتب باہم درس سبق میگرفتیم بعد چندے کہ فلک متفرق الاحباب آنجناب را بہ بلدۂ شاہجہان آباد (دہلی) فرستاد و دوستان ہم صحبت را بآلام فراق و ہجر مبتلا گردانیدہ در آنجا بفیض حضرت غلام علی شاہ نقشبندی سلمہ و برکت مولانا عبدالعزیز سلمہ در کمال علمی و تہذیب اخلاق ملائے سدرۃ المنتہی رسیدہ بعد معاودت ازان دیار فن شاعری را رونق بخشید و مشق سخن از میان مصحفی سلمہ نمودہ باعلے مراتب استادی رسیدہ انواع نظم و نثر را فی البدیہہ مالک است۔ مرزا قتیل بارہا میگفت کہ ساحر استاد مصحفی است۔ و مصحفی از تفاخر و مباہات علے رؤس الاشہاد مدح و ثنائے او بیان میکند و بارہا دیگر تلامذہ خود ارشاد نمودہ کہ محاورات فرس از ساحر باید آموخت۔

نواب نور الحسن خان تذکرۂ نگارستان سخن میں لکھتے ہیں کہ :۔

"ساحر۔ مجسم جودت و ذکا منشی غلام مینا از عشیرۂ مخدوم زادگان کاکوری نواح شہر لکھنؤ بودہ و در جدت طبیعت و رسائی فکر از اقران گوے سبقت ربودہ تلمذش مصحفی را سرمایۂ افتخار و شاگردیش قتیل را راس المال عز و اعتبار طبعے معنی آفرین ذہنے دقت گزین داشت شاعر تیں مسلم الثبوت ارباب کمال است و کمال موزونیش ہمہ سحر حلال"۔

تذکرۂ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن میں ہے کہ :۔

"ساحر۔ شیخ فضل حق عرف غلام مینا۔ ابن شیخ فضل امام متوطن قصبۂ کاکوری از اولاد محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ بود کسب علوم ظاہری و باطنی در خدمت جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی و شاہ غلام علی نقشبندی در دہلی نمود و مشق سخن از شیخ غلام ہمدانی مصحفی کردہ میرزا قتیل میگفت کہ ساحر شاگرد مصحفی نیست بل استاد است۔ الحق در نظم و نثر نظیر خود نداشت و در سنہ خمسین و مأتین و الف مینائے جسم را از صہبائے جان خالی داشت"۔

منشی احمد حسین سحر تذکرۂ طور معنی میں لکھتے ہیں کہ :۔

"ساحر تخلص استادی غلام مینا۔ ابر نیسان گہر ریزی معانی آبدار۔ محیط اعظم سخن آفرینی لطافت

درکنار گل شاداب بہارستان سخن ۔شمع انجمن افروز معانی روشن ہنگامہ گرم کن معانی نقاد جواہر نکتہ دانی بودہ ۔کلامش نمکین شور قیامت بدلہا انداختہ وسخن آفرینش تصور جادوے سلری از خاطرہا برداشتہ ۔طرز کلام نظم دلکش او بوضع گفتگوے شیخ علی حزین است ۔فلک ناتوان سفلہ پرور با وصف شہرت کمالات آن خجستہ صفات در مکروہات دنیاوی مبتلا داشتہ صورت اقتدار جادہ گرنہ ساخت درسنہ یک ہزار و دوصد و پنجاہ ہجری داعی اجل را لبیک گفتہ و عالمی را بماتم عظیم گذاشت ۔حجلہ نشین جنی پردہ بر رخ کشیدہ بماتم نشست وشمع روشن بزم سخن خاموش گشت در نثر ظہوری وقت خویش بود فقیر ازین عنایت وتلمذ او حرف آشنا گردید سر افتخار از نسبت شاگردی او بفلک میفرساید"۔

ساحر نے حسب ذیل تصانیف چھوڑے ۔(۱) نثر ساحر۔ اس میں رقعات اور نثریں ہیں غیر مطبوع ہے (۲) دیوان ساحر۔ فارسی کا مکمل غیر مطبوع دیوان ہے (۳) مثنوی ساحر۔ یہ مثنوی رسالۂ ادیب اردو جلد ۱ نمبر ۲ ماہ جولائی ۱۹۲۱ء میں طبع ہو چکی ہے ۔مثنوی بہت عمدہ ہے۔

ساحر کے تلامذہ بھی بہت قابل و مشہور ہوے ۔جتنوں کے نام معلوم ہو سکے درج ذیل ہیں (۱) نواب امیر حسن خان متخلص بہ بسمل کاکوروی (۲) منشی مومن علی خان مفتون کاکوروی (۳) مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی (۴) مرزا حیدر بیگ کاکوروی (۵) مولوی غلام امام شہید امیٹھوی (۶) منشی احمد حسین سحر۔

نمونۂ کلام غلام مینا ساحر بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے ؎

امید بوے تو از نوبہار بود مرا | وگرنہ باگل وگلشن چہ کار بود مرا
سحر کہ گلبدنے بود زیب آغوشم | گل مراد ز عیب کنار بود مرا
ازین سبب دل بیمار می شمرد نفس | کہ روز ہجر تو روز شمار بود مرا
ہمیشہ دیدۂ تر خون دل تلف میکرد | بلائے جان ثمرۂ اشکبار بود مرا
دم نظارۂ حسنش چنان ز خود رفتم | کہ روز وصل شب انتظار بود مرا

بگلشن از نهال سبز تو یاد میکرد | بدیده سبزهٔ نو رسته خار بود مرا
شبی که زلف و رخت را بخواب میدیدم | خیال گردش لیل و نهار بود مرا
نوازشی عجبی داشت بر من بیمار | اجل بشام غمت غمگسار بود مرا
بزیر خاک چو پروانه رقص میکردم | شبی که روی تو شمع مزار بود مرا
جز آنکه حسرت و غم بردم از جهان ساحر | باین دیار ندانم چه کار بود مرا

لخت دل بر یکدگر در دیدهٔ تر یافتم | من درین دریای خون کبریت احمر یافتم
بر سر افشاندم غبار دشت و افسر یافتم | من ز اقبال جنون تاج سکندر یافتم
تیغ بر فرقم زدی خنجر شکستی در جگر | راحت دل کام جان آسایش سر یافتم
ماجرای آتش هجر تو میکردم رقم | کاغذ مکتوب را بال سمندر یافتم
می خلد هردم خیال نوک مژگانت بدل | من برات زندگی بر نوک خنجر یافتم
از نگاه میگسارت بادهٔ گلگون زدم | گردش چشم تو دیدم دور ساغر یافتم
بادهٔ گلرنگ چشم خون مژگان جوش زد | آرزوی جام کردم دیدهٔ تر یافتم
از لب و رخسار و زلف عنبر افشان کسی | آب دیگر رنگ دیگر بوی دیگر یافتم
چند پرسی ماجرای ساحر بیمار دل | ناتوانی را و بال روی بستر یافتم

ز باغ رفتی و افسرده شد چمن بی تو | قبای گل شده بر دوش گل کفن بی تو
مراست کنج قفس خوشتر از چمن بی تو | چراغ گور به از شمع انجمن بی تو
بجستجوی نشان تو گم شدم از خویش | بیا ببین که گذشتم ز خویشتن بی تو
شب رقیب سحر شد ز آفتاب رخت | بشام تیره بدل شد صباح من بی تو
بدشت و بادیه مجنون به بیستون فرهاد | بخاک و خون نتپید آنقدر که من بی تو
گلی که از چمن دل گرفتگان خیزد | بخنده وا نکند غنچه سان دهن بی تو
ز بزمگاه سخن رفته‌ٔ کجا ساحر | نماند گرمی هنگامهٔ سخن بی تو

به تیغ اداے تو سری فروشم | به نوک سنانت جگری فروشم
ثمر دار نخلم درین باغ لیکن | بسنگ فلاخن ثمری فروشم
اسیری ز پرواز گلزار بهتر | بکنج قفس بال و پری فروشم
چنانم خریدار سوز محبت | که خرمن به مشت شرری فروشم
من از گل فروشان بازار عشقم | گل تر ز لخت جگر می فروشم
بدل منجلد نوک مژگان شوخت | رگ جان برابر نشتری فروشم
ندارد سخن روز بازار ساحر | بیک جو متاع هنری فروشم

چشم شوخ که بما داشت نگاهے گاهے | آن هم از بیم رقیبان سرراهے گاهے
درد هجران نگذارد که نشینم خاموش | ضعف قوت ندهد رخصت آهے گاهے
بچه تقریب شبے بزم بساط افروزم | منکه در خواب ندیدم رخ ماهے گاهے
بچه تقصیر زما راست نمی گردد چرخ | کج نه کردیم درین عرصه کلاهے گاهے
دردیا رکه ضعیفان محبت باشند | کهرباے نربایدپر کاهے گاهے
بسکه افسرده دل از دهر گذشتی ساحر | بر مزار تو نه شد سبز گیاهے گاهے

گل مزار مرا هر کسے که بو می کرد | زبس فسرده دلی مردن آرزو می کرد
بسعی قبله کویت دمیکه رو می کرد | به آب دیدهٔ تر مردمک وضو می کرد
زبیم دشنهٔ تیز تو کلک صورت گر | شبیه را دم تصویر بے گلو می کرد
زخوش گوارئی آبے که خنجرت میداشت | به یک دو گر لب هر زخم گفتگو می کرد

زبوستان گل تر چیدو آشیانم سوخت | یکے ز سنگدلی هاے باغبان نیست

جدا از کویت بخاک هر جا فلک سپارد من حزین را | ز اشک آه شرار افشان در آب آتش کشم زمین را
نوشته کلک قضا بنامم برات سوز و گداز عشقت | چگونه اکنون توان ستردن بسعی کز کلک خط جبین را

اینست در ایام اسیری هوس ما | صیاد و گذارد بگلستان قفس ما

بہر زمین کہ مزار غنودہ بختان بود
ہمیشہ سبزۂ خوابیدہ از زمین خجلست

نشست باز دم نزع بر سر بالین
قیامتے عجبے سوز واپسین خجلست

مگر شکستہ پری یاد آشیان میکرد
سحر ز کنج قفس نالۂ حزین خجلست

نشان تیر تو باشم اگر کمان اینست
جگر بزخم فروشم اگر سنان اینست

کار ادب رسید بجائے کہ روز وصل
اشکے کہ بود بر مژہ غلطیدنی نبود

تا صبح دل خون شدہ در سینہ طپان بود
اے مرغ شب آہنگ نوائے تو سنان بود

جگر خون کند نالۂ عندلیبے
کہ فصل گل آشیانے ندارد

ہر رگ ابر ز مژگان ترم ساختہ اند
برق رخشندہ ز آہ جگرم ساختہ اند

بنوک ہر مژہ صد پارۂ جگر دارم
نہال گلشن عشقم ہمین ثمر دارم

گوہر بہ پیش آن دُر دندان بہ نیم جو
یاقوت سرخ با لب خندان بہ نیم جو

باآنکہ صد خدنگ تو در پہلویم شکست
دارم بدل ہنوز مقام سنان تہی

دل تا جگر پراست ز داغ جفائے تو
دارم ز داستان شکایت زبان تہی

دی شب سرم ز بالش آرام دور بود
اے خواب مرگ چارہ دردم ضرور بود

درین بہار کہ ہر گل بلائے جان منست
نثار برق بلا خار آستان من است

بے حجابانہ بروئے تو نگاہے میکرد
میتوان گفت کہ آئینہ گناہے میکرد

انھون نے بتاریخ ۲۳ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۰ھ وفات پائی ۔ اور خاندانی قبرستان واقع تکیہ شریفہ کاظمیہ مین دفن ہوئے ۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی مومن علی خان مفتون کاکوروی

فریاد کہ از تفرقہ پردازی گردون
امروز جوان عمر جہانے زجہان رفت

زین ماتم جانکاہ کہ بر جان زدہ ناخن
آرام ز دل ہوش ز سر صبر ز جان رفت

بنگالہ بلب از تب غم شمع نمط زد
حرفیکہ ازین قصہ مرا تا بزبان رفت

زد برق بلائے بہ سیہ خانۂ گردون
ہر نالہ کہ در ماتمش از نوک زبان رفت

زین درد جہان خون دل از دیدہ بجوشید ۔۔۔ ناوک بجگر آمد و در سینہ نہان رفت

این واقعہ صعب زدہ بر دل مشتاق ۔۔۔ آن ظلم کہ بر فصل بہاری ز خزان رفت

نیرنگ جہان رنگ ثباتے نہ پذیرد ۔۔۔ خوش رفت ہر آنکو ز جہان گذران رفت

آمد بزبان مصرعِ تاریخ وفاتش ۔۔۔ دامان ز جہان چیدہ سوے دار جنان رفت

سنہ ۱۲۵۰ھ

غلام نبی

شیخ غلام نبی ۔ ابن نواب منتظم الملک خان ور خان شیخ جار اللہ علوی ہفت ہزاری صوبدار خیرآباد ۔ یہ صورتاً نہایت وجیہ و ملیح و سیرتاً بہت قابل اور باذاق تھے ۔ انکے متعلق حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف المتواری مین لکھتے ہین کہ "شیخ غلام نبی بسیار قابل و پرگوات" ملا عبدالغفور اشرفی بھاگلپوری جن سے انکی تعلیم و تربیت متعلق تھی ۔ ایک قصیدہ مین ان کے متعلق لکھتے ہین ؎

اشرفی چندین بہ کاکوری نمی ماندم اسیر ۔۔۔ گر نبودے حسن اخلاق نبی زنجیر پا

انکی بذلہ گوئی اور لطیفہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ اکثر ذی علم حضرات انکے پاس محض باتین سننے کے لیے جاتے اور نہایت خوش اور محظوظ واپس آتے ۔ انکے متعلق منشی غلام مرتضیٰ جواہر الانشا مین لکھتے ہین کہ :۔

"شیخ غلام نبی جوان قابل شگفتہ طبع گفتگوے مربوط داشتہ ۔ شیخ عبدالغفور مشہور باشرفی بھاگلپوری رامیل خاطر بہ شیخ غلام نبی بود"

منشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین کہ :۔

"شیخ در بذلہ گوئی یگانہ عہد خود بود اکثر سخن حریفانہ و ظریفانہ میفرمود کہ سامعین را حظے و سرورے بہم میرسید"

باقی حالات سنہ ولادت و وفات وغیرہ دریافت نہ ہوسکے ۔ انکی قبر بے نوا شاہ کے

کے تکیہ (متصل اسپتال کاکوری) مین اپنے والد شیخ جار اللہ کے حظیرہ مین کہ مین کی قبر سے متصل ہے۔

غوث علی

قاضی حافظ غوث علی۔ ابن حافظ معز اللہ۔ ابن حافظ شاہ عزیز اللہ علوی مخدوم زادہ۔ یہ عالم باعمل دیانت وتقوے مین بے نظیر وبیمثل تھے بیعت انکو حضرت سیدنا شاہ محمد کاظم قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ بوجہ اپنے علم وفضل کے فرخ آباد مین عہدہ قضا پر مامور ہوے۔ مدۃ العمر نہایت نیکنامی کے ساتھ رہے۔ بالآخر وہین بتاریخ ۲۳ ماہ جمادی الآخر روز جمعہ ۱۲۵۴ھ وفات پائی۔ اور فرخ آباد مین دفن ہوئے۔

انکے ایک بیٹے حافظ اولاد علی ہوے یہ بھی مثل اپنے والد کے بہت قابل ولائق اور قاضی فرخ آباد تھے۔



(ف)

فدا حسن خان

منشی مرتضےٰ حسن المعروف بہ مسٹر جسٹس نواب فدا حسن خان وکیل عدالت العالیہ ہائیکورٹ کلکتہ و چیف جسٹس ہائیکورٹ سرکار نظام حیدرآباد دکن۔ ابن منشی علی حسن خان۔ ابن منشی معشوق علی خان۔ ابن شیخ طفیل علی خان فوجدار۔

یہ بتاریخ ۱۰ ماہ ذیقعدہ ۱۲۴۷ھ پیدا ہوے۔ ابتداے عمر مین اپنے والد کے پاس رہے۔ اور تحصیل علوم سے فراغت کی ۱۲۶۳ھ مین ہمراہی اپنے بھائی نواب امیر رضا حسن خان کلکتہ گئے۔ اور وہان علم انگریزی و سند وکالت ہائیکورٹ کلکتہ حاصل کی۔ امیر رضا حسن خان کی رحلت پر کانپور واپس آئے۔ اور پھر لکھنؤ آکر عدالت العالیہ جوڈیشلی مین وکالت کی۔ اور اسقدر فروغ حاصل کیا۔ کہ آمدنی کا اوسط ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ تک پہونچگیا۔

یہ نہایت لائق و فایق و ذہین صاحب طبع رسا معاملہ فہم و خوش خلق تھے اپنے زمانہ مین اپنا مثل نہین رکھتے تھے ذہانت کا یہ عالم تھا کہ مقدمات مین کبھی مثل نہین دیکھتے اور نہ سنتے عدالت مین جاکر جو کچھ سُنتے وہ سُنتے۔ اور ایسی عمدہ بحث کرتے کہ مقدمہ اپنے خلاف نہونے دیتے۔ لکھنؤ محلہ گولہ گنج مین متعدد عظیم الشان کوٹھیان تعمیر کین۔ اور انکی اولوالعزمی کے اخراجات و داد و دہش بڑے بڑے روساے شہر کی زرپاشی سے چشمک زنی کرتے تھے۔

ثروت اور امارت کی کیفیت تھی۔ کہ سالانہ محفل میلاد شریف مین تیس پینتیس ہزار نفوس سے کم کا مجمع نہوتا تھا اور محفل کی جگہ زمین پر کیوڑہ و گلاب بجاے پانی کے چھڑکا جاتا تھا جسکے بعد فرش بچھایا جاتا۔ اور شامیانون اور در و دیوار پر سواے پھولون کی چادرون اور شیشہ آلات کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دولت دنیاوی کے ساتھ خدا نے انکو حُسن صورت بھی ایسا عنایت کیا تھا کہ باید و شاید انکے زمانہ مین ارباب کاکوری مین سے کوئی انکا ایسا صاحب جاہ و حشم نہ تھا۔ ساتھ ہی ساتھ

انکا ذوق علمی اسقدر تھا کہ انکے کتبخانہ مین ہر علم و فن کی نادر قلمی و مطبوعہ کتابین موجود تھین جنکی تعداد سات ہزار تک پہونچ چکی تھی۔

انکی تصنیف سے حسب ذیل کتابین یادگار ہین (۱) کتاب وراثت ادیان اربعہ (۲) کتاب لمعان البرق۔ جو علم برق و مقناطیس کے متعلق ہے (۳) کتاب شعاع مہر۔ یہ علم تصاویر عکسی مین اردو مین سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور حسب فرمائش میجر جنرل لائیڈ جو انکے خاص دوست تھے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے سرورق پر انکی تصویر جو خود انکی کھینچی ہوئی ہے لگی ہوئی ہے۔

بیعت ان کو حضرت شاہ فخر عالم چشتی۔ خلیفہ حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی سے تھی۔

پھر لکھنؤ سے حسب طلب نواب سر سالار جنگ بہادر حیدر آباد گئے۔ اور ہائیکورٹ نظام کے چیف جسٹس ہوئے اور آٹھ سال تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائض رہ کر تاریخ ۱۹ ماہ صفر ۱۲۹۰ھ حیدر آباد مین رحلت کی اور وہین دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ انتقال از منشی کاظم حسین متخلص بہ غنی کاکوروی ؎

چون آن خال والا فدائے حسن	ز بحر فنا شد سوے سلسبیل
غنی بستم دیدہ ماتم نشین	غم جان ربا گفت سال رحیل،

۱۲۹۰ھ

فریدالدین خان

مولانا حاجی فریدالدین خان محدث۔ ابن مولوی مسیح الدین خان بہادر میر منشی گورنر جنرل و سفیر شاہ اودھ بمقام لندن بہ غرہ ماہ ربیع الاول روز دو شنبہ ۱۲۵۹ھ مین پیدا ہوئے۔ منشی امیر حسن خان بسمل نے تاریخ ولادت لکھی جو درج ذیل ہے ؎

چو آمد جوان طالعے در وجود	کہ تا حشر بادا گرہ سال او
ز دل خواستم سال میلاد گفت	جوان آمدہ بخت و اقبال او

۱۲۵۹ھ

یہ بدو شعور سے بہت صالح شایستہ منکسر المزاج درویش منش قناعت پسند تھے امجد علی شاہ

بادشاہ اودھ کے یہان سے انکو خانی کا خطاب اور سات سو روپیہ ماہوار کا فرمان عنایت ہو

تھا۔ چنانچہ واجد علی شاہ کے عہد سلطنت تک ماہوار مذکور برابر ملتا رہا۔ پانچ مواضعات ضلع

کسمورہ۔ سکرا۔ شاہ پور وغیرہ انکی جاگیر و قبضہ مین رہے۔ اور خود سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ

اودھ نے اپنے ہاتھ سے ملبوس خاص یعنے خلعت ہفت پارچہ مرحمت فرمایا تھا۔ اور قیصر باغ مین

نھر پر مخاطبت اور ہمکلامی سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ بادشاہی حکم سے یہان قصبہ کاکوری مین بانا

قلعہ نہایت عمدہ محلسرا انکے لئے بنائی گئی۔ جو اب تک موجود ہے۔ اور بحیثیت نفاست و خوبی

اس قصبہ مین بے مثل ہے۔

انھون نے کتب درسیہ متوسطات تک مولوی حافظ محمد حسین ساکن بڑا گانون ضلع بارہ بنکی

تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر۔ اور اپنے والد ماجد۔ اور دونون چچا مفتی ریاض الدین

و مولوی حافظ وجیہ الدین۔ اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر۔ و مولوی شاہ واجد علی قلندر۔ و مولانا

حامد علی مغفور سے پڑھین۔ اور کچھ تبرکاً حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے بھی پڑھا۔ پھر مفتی رافع الدین

مغفور کے ساتھ رامپور جاکر مولوی سعد اللہ مراد آبادی اور مولوی حسن شاہ محدث رامپوری سے تحصیل

تمام کی۔ اور احادیث کی سند بھی حاصل کی وہان نواب کلب علیخان کے دربار مین رسوخ پیدا کیا تھا۔

اُنھین کے ساتھ مترجمی کے عہدہ پر مامور ہو کر حرمین شریفین گئے وہان کے شیوخ سے اجازت

حاصل کی۔ بڑے عالم و عامل بالحدیث تھے بجز درس و کتب بینی و مطالعہ کتب حدیث اور

کوئی شغل نہین رکھتے تھے۔

انکو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مبشرہ مین اپنا خادم بھی فرمایا تھا۔ چنانچہ

یہ خود فرماتے تھے کہ مین نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا۔ اور آپ کے

ساتھ حضرت انس ابن مالک کو۔ آنحضرت نے اُن سے فرمایا کہ یہ بھی میرا خادم ہے۔

انکے تصانیف سے اربعین امام نووی کی بسیط شرح اردو موسومہ بہ الفلاح المبین دو

جلدون مین موجود ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی چند رسایل مختلف مباحث پر ناتمام ہین۔

علم حدیث ودیگر علوم کی اجازت انکو علاوہ مولوی سعد اللہ و مولوی حسن شاہ محدث کے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نیز اپنے والد ماجد۔ و مولوی مفتی ریاض الدین۔ و مولوی حافظ وجیہ الدین۔ و مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی۔ و مولانا آل احمد ابن مولانا محمد امام ابن مولانا نعمت اللہ محدث پھلواروی سے بھی تھی۔ چنانچہ سب طرق کی تحریری اجازت انھون نے حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ کو عطا فرمائی۔ اور ایک بیاض ثبت (نوشتہ) بھی دیا جس مین اسناد تحریر کیئے ہین اور نظم الدرر فی مسانید الفرید الاحقر اسکا نام ہے (محرر سطور پر بھی بہت شفقت فرماتے۔ کتاب حصن حصین پڑھا کر مجھے اجازت دی۔ بخاری شریف قریب قریب انکو حفظ تھی۔ اُسکا ختم برابر پڑھا کرتے۔ اسی طرح دلائل الخیرات اور حصن حصین بھی۔ حافظہ بہت قوی تھا تصنیف وتالیف مین مثل اپنے والد ماجد کے مسودہ ومبیضہ نہین کرتے تھے۔

بیعت انکو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی ثروت ظاہری کا یہ حال تھا کہ ننہال و ددھیال مین سب لوگ امیر کبیر تھے مگر یہ اپنے علمی مشغلہ مین مصروف رہے۔

وفات انکی بتاریخ ۱۱ ماہ محرم الحرام روز چہار شنبہ ۱۳۳۵ھ ہوئی۔ اور پیش صحن مسجد بالائے قلعہ کاکوری مین متصل اپنے محلسرا کے دفن ہوئے۔

فرید علی فلک

مولوی شیخ فرید علی متخلص بہ فلک کاکوروی۔ یہ فارسی نظم ونثر مین اچھے قابل اور عربی سے ناآشنا تھے۔ فارسی کی تعلیم انھون نے میرے والد ماجد حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے حاصل کی۔ اگرچہ عمر مین بہت بڑے تھے۔ شاعری مین ابتدا ممتاز العلما قاضی محمد سعید الدین خان بہادر کے شاگرد ہوئے۔ پھر انھین کے ارشاد سے مولوی محی الدین خان فوق کو اپنا کلام دکھانے لگے۔ کلام اردو وفارسی دونون زبانون مین اچھا ہوتا تھا تاریخ گوئی بھی خوب کرتے تھے۔

نواب علی حسن خان سلیم صبح گلشن مین لکھتے ہین کہ :۔

فلک ۔ نامش شیخ فرید علی از مردم قصبہ مردم خیز کاکوری من اعمال شہر لکھنؤ است ۔ دل و دماغش فلک ثوابت وسیار نظم فارسی و اردو ۔ در ابتدا مشق سخن از ممتاز العلما مولوی سید امین خان سعیدی نمود آخر الامر با شارۂ استاد از تلمذ مولوی محی الدین خان ذوق فیضہا بود ۔

بیعت ان کو حضرت شاہ کرامت علی قلندر سے تھی ۔ یہ مدۃ العمر معلم گری کرتے رہے طرز تعلیم بہت خوب تھا اکثر لوگ انکے شاگردون مین اب بھی موجود ہین مرثیہ خوانی بھی کرتے تھے تحت اللفظ اور سوز پڑھتے ۔ تقریبا ۱۳۱۵ھ مین انتقال کر گئے ۔ اور اپنے مکان واقعہ محلہ ہودہ تالاب (کاکوری) لب سڑک دفن ہوئے ۔

انکا اردو و فارسی کلام بہت کوشش سے ملگیا جو درج ذیل ہے ۔ کلام فارسی سے

جلوۂ معشوق آنے دیگر است ۔ شوکت خوبان بہ شانے دیگر است
کے جبین سایم بدرہاے بتان ۔ قبلۂ من آستانے دیگر است
دل بدین دنیاے فانی چون نہم ۔ سیرگاہ من جہانے دیگر است
بر سر خاکی کہ نقش پائے تست ۔ آن زمین را آسمانے دیگر است
اے فلک در خانۂ دل جان نواز ۔ میہمانم مہربانے دیگر است

قیامت قامت موزون بر آمد ۔ دو بالا حسن روز افزون بر آمد
بہار قدرت آمد سبزۂ خط ۔ کہ گرد عارض گلگون بر آمد
صنوبر منفعل از پا در افتاد ۔ سہی سرو م بگلشن چون بر آمد
بہ برگ یاسمن افتادہ شبنم ۔ عرق یا از رخ گلگون بر آمد
قتیل خنجر ناز و ادا را ۔ فلک چون لالہ دل پر خون بر آمد

سنگے کہ شرف یافت بہ نقش قدم پاک ۔ گبرم چو نہ آن نقش کف پائے تو بوسم
در خانۂ چشمم چو شبے جلوہ گر آئی ۔ گہ گرد سر گردم و گہ پائے تو بوسم

کلام اُردو

ذوق ابرو تجھے دم بھر جو نہین جاتا ہو — کیا دل خستہ تری موت ہے شمشیر کے ہاتھ

پاؤن ہم چھو نہین سکتے ہین خدا کی قدرت — برہمن دیکھتے ہین اُس بت بے پیر کے ہاتھ

محو ہون صانع قدرت کی قلمکاری پر — چوم لیتے ہین مصور ترے تصویر کے ہاتھ

زخمی ہون تیغ کا نہ تیر کا — چتون کی ایک چوٹ ہے دل پر لگی ہوئی

محو جمال ہون مجھے چھیڑو نہ ہمدمو — رہنے دو آنکھ یار سے دم بھر لگی ہوئی

سرگوشیان ہین کیا یہ جو دن رات کرتی ہے — کانون سے اُنکے زلف معنبر لگی ہوئی

نوک مژہ چبھی ہے رگ جان مین آن کر — کیونکر لہو نہ دے کہ ہے دلبر لگی ہوئی

لو جسکی ہے ازل سے برابر لگی ہوئی — بجھتی ہے دیکھین آگ وہ کیونکر لگی ہوئی

دیکھتے ہی نہین بیمار محبت کی طرف — تم یہ اچھا نہین کرتے ہو مسیحا ہوکر

تو جو گلگشت کو جائیگا مرے بعد اے گل — روح پہونچیگی مری بلبل شیدا ہوکر

ایک وار اور لگا بہر خدا او قاتل — چین پاوے دل بسمل کہین ٹھنڈا ہوکر

دیکھ کر مجھکو وہ کہتے ہین کہ تم کون ہو جی — کیسے بنجاتے ہین انجان اشنا سا ہوکر

دیکھئے خون ہو کس کس کا خدا خیر کرے — اُڑ چلا رنگ حنا لال بھبھوکا ہوکر

نہوئی بعد فنا بھی مری مٹی برباد — بک گیا ہاتھ حسینون کے کھلونا ہوکر

فضل امام

شیخ فضل امام ابن شیخ محمد عوض ابن مولوی محب الرحمن - ابن شیخ عبدالرحمن - ابن حافظ غلام محمد علوی مخدوم زادہ - انکے والد شیخ محمد عوض مرحوم بڑے صاحب دولت اور روزگار پیشہ تھے مختلف مقامات پر ملازمت کی اپنے ہمعصرون مین نہایت ممتاز اور باوجاہت شخص تھے - جن کی تاریخ وفات ۱۱ ماہ ذی الحجہ ہے -

یہ یعنی شیخ فضل امام بھی بدو شعور سے موصوف بصفات حمیدہ تھے۔ اولاً میر نقی علی خان ابن میر زین العابدین خان چکلہ دار کی رفاقت مین رہے۔ اور وہان نہایت اچھی طرح سے بسر کی پھر انھین کے ساتھ شاہجہان آباد (دہلی) گئے وہان کئی سال رہنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت شاہ غلام علی جانشین حضرت میرزا مظہر جانجانان رحمۃ اللہ کی صحبت میسر ہوئی۔ ایک مدت تک اُنکے حلقہ مین بیٹھے۔ اور طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا۔ بعد ختم سلوک لطایف ستہ مجاز و مخلع بخرقۂ خلافت ہوے اُسی وقت سے ملازمت اور امرا کی صحبت ترک کر دی۔ اور اپنے پیر بیعت شاہ صمد عالم عرف کلو میان مخاطب بہ علم الھدے سے سلسلۂ چشتیہ کی اجازت معہ خرقہ خلافت حاصل کی۔ جبتک شاہجہان آباد (دہلی) مین رہے۔ وہان کے اور بزرگان موجودین مثل حضرت شاہ عبد العزیز محدث و شاہ صابر بخش۔ و میر فتح علی رحمۃ اللہ علیہم کی خدمت مین حاضر ہوتے رہے۔ اور بزرگان دہلی کے مزارات کی زیارتین کرتے رہے۔ بعد اُسکے وطن آکر نہایت وارستگی و بے تعلقی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اور سواذکر و شغل کے کسی چیز سے سروکار نرکھا۔

ان کو حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھیکہ کے حال کی بہت جستجو تھی۔ ایک روز شدید بیماری کی حالت مین حضرت مخدوم نظام الدین قاری کو خواب مین دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ مین علوی ہون یا نہین۔ اُنھون نے فرمایا کہ مین علوی ہون اور تم بھی ہو۔ اگر تمکو میرے حالات کی تلاش ہے۔ تو مرزا شمس الدین خان کوکا کے مکاتیب دیکھو معلوم ہو جائیگا۔ اُس روز سے اور زائد تلاش پیدا ہوئی۔ انکے زمانۂ قیام دہلی مین شاہ ولی اللہ ایک بزرگ تھے۔ وہ ان سے کہا کرتے تھے کہ تمھارے بزرگون کا حال میرے یہان بیاض مین لکھا ہے۔ جب انکو یاد آیا تو فوراً اُنکے مکان پر گئے۔ اور کتابین دیکھنا شروع کین۔ شاہ ولی اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ کتابین کچھ تلف ہو گئی تھین۔ ایک کتاب مین چند مکاتیب اور حالات ملے اور مقدمہ کتاب زاد الآخرۃ بھی۔ انھون نے وہ سب یہان حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی خدمت مین بھیجدیے۔ جسکی مدد سے کتاب کشف المتواری تالیف ہوئی۔

انکے نانا حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر قدس سرہ جو اپنے زمانہ کے مشائخ عظام سے تھے اُنھون نے بھی اپنا سلسلہ دیکر انکو دیا۔ جس پر اب تک انکی اولاد قابض و متصرف ہے۔ انکی قبر خاندانی قبرستان واقع تکیہ شریفیہ کاظمیہ مین ہے۔ زائد حالات نیز سنہ ولادت و وفات نہ دریافت ہو سکے

فقیہہ الدین

مولوی حکیم حافظ فقیہہ الدین خان۔ ابن مفتی ریاض الدین۔ ابن مفتی علیم الدین خان۔ انھون نے تعلیم و تربیت اپنے خاندانی علما سے پائی۔ فارغ التحصیل اور قابل تھے۔ فن طب مین اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ علم طب مین رسالہ چشمہ حیات یادگار ہے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے انکو بیعت تھی ریاست بھوپال مین بعہدۂ صدر الصدور مقرر تھے۔ وہان بہت نیکنام اور ہردلعزیز تھے۔ وہین۔ ماہ جمادی الآخر ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۹ء مین انتقال کر گئے اور وہین دفن ہوئے

فیض اللہ

حضرت میر شاہ فیض اللہ قادری چشتی کاکوروی معروف بہ میران شاہ فیض اللہ۔ ابن میر شاہ اسد اللہ۔ انکے والد یعنے میر شاہ اسد اللہ شیخ علیلے (ابن شیخ غلام محی الدین۔ ابن شیخ عبدالکریم۔ ابن ٹاچندن) کے ہمراہ کاکوری آئے اور محلہ ولی نگر مین سکونت پذیر ہوئے۔ انکے اجداد اصلی باشندے بغداد شریف کے تھے جہان سے بعہد جہانگیر بادشاہ ہندوستان مین آئے تھے۔

میر شاہ فیض اللہ نہایت صاحب کمال بزرگ تھے۔ ان سے سلسلۂ قادریہ کی اشاعت بھی ہوئی۔ اور اب بھی رُدولی شریف یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طور سے کہ انکے خلیفہ حضرت پیر سا دن ردولوی ہوئے۔ اُنکے خلیفہ حضرت شاہ احمد زمان ردولوی ہوئے۔ اُنکے خلیفہ حضرت شاہ فقیر احمد ردولوی ہوئے انکے خلیفہ حضرت شاہ علی احمد ہوئے۔ اُنکے خلیفہ حضرت شاہ

درویش احمد ہوے۔ اُنکے خلیفہ حضرت شاہ التفات احمد ہوئے۔ جن کے جانشین وخلیفہ شاہ حیات احمد موجود ہین۔

ملا وجیہ الدین اشرف کتاب بحر زخار مین انکے متعلق لکھتے ہین کہ۔

"آن صاحب کمالات معنوی حضرت شیخ فیض اللہ کاکوروی مُرید شیخ محمد شریف ناولی وے مرید شاہ ابراہیم رامپوری وے مرید شیخ ابوسعید گنگوہی بود تا آخر سلسلہ میر سید الدین فرزند او گوید کہ از نژاد غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ خرقہ دست بدست از آبائے خود یافتہ فاما سیر وسلوک از بزرگان چشتیہ صابریہ کہ بالا گذشتند باتمام رسانید۔ از کثرت علوم مرجع فقرا وطلبا بود و قبولیت تبۂ رفیع داشت۔ جدش غوث الاعظم در بغداد بفرزند سجادہ نشین خود فرمودہ برائے فیض اللہ شال خلافت فرستیم چون شال بدو رسید مجلس فقرا آراستہ ہنگامۂ ساز وسرود برپا کردہ وقتے در قصبۂ جلال آباد رفت و بمسجد اقامت کرد۔ دو افغان از رئیسان آنجا مست بہ نشۂ شراب بخدمتش آمدند توجہے نمود کہ ہمان وقت آنہا توبہ نمودہ بقیۂ عمر مرتکب آن امر شنیع نشدند۔"

وفات انکی ۱۱۶۳ھ مین ہوئی۔ مزار محلہ ولی نگر پیش صحن دروازۂ احاطۂ باغ نواب اکرام اللہ خان مغفور مین واقع ہے۔ مزار کے سرہانے ایک بہت بڑا نیم کا درخت ہے۔

انکی اولاد محلہ سیدواڑہ متصل ولی نگر۔ اور محلہ شاہی گڈھی مین آباد ہے۔ میر طالب الحق وحکیم ناظم علی انکی اولاد واحفاد سے ہین۔ اور زائد حالات مع سنہ ولادت وغیرہ نہ دریافت ہو سکے۔

فیض بخش

منشی فیض بخش متخلص۔ ابن منشی غلام سرور۔ ابن ملک محمد کبیر ملک زادہ۔ ولادت انکی ۱۱۶۴ھ مین ہوئی۔ کتب درسیہ عربی وفارسی اپنے چچا شیخ غلام مرتضےٰ۔ ومنشی لچھمی نرائن۔ وملا حمید الدین۔ وقاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر۔ ومولوی محمد واجد خیرآبادی۔ ومولوی محمد قایم الہ آبادی

(مولوی محمد اسلم پنجابی سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوے۔ بہت ہی قابل اور ذہین اور اعلی درجہ کے شاعر و نثار تھے۔ شیخ غلام مرتضے کے فیض صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا۔ اور انھیں کے ساتھ زائد رہے۔ خط بھی نہایت پاکیزہ تھا۔ اپنے ہمسنون مین خوش نویسی مین ممتاز تھے۔ سیکڑون کتابین نقل کر ڈالین۔ شعر و سخن کا ذوق اُسوقت سے ہوا کہ جب ملا حمید الدین مغفور سے مثنوی غنیمت پڑھنا شروع کی۔

ان سے اور شیخ غلام حسن صدیقی سے باہم مشاعرہ ہوتے تھے۔ چنانچہ خود لکھتے ہین کہ ایک روز شیخ غلام حسن نے نعت مین شعر کہا ؎

زگفتِ نعتِ او گشتہ زبانم ۔ چو موجِ آبِ کوثر در دہانم

انھون نے اُسکے جواب مین لکھا ؎

چو وصفِ او نیامد از زبانم ۔ ازین خجلت نہان شد در دہانم

یہ اُس زمانہ مین نظم مین برابر خط و کتابت کرتے تھے۔ بخشی ابو البرکات خان بہادر کو انھون نے ایک خط لکھا تھا جو درج ذیل ہے ؎

زہے ذات نواب والا جناب ۔ کہ اوج سخا را بود آفتاب

نوالش برا حوال ہر خاص و عام ۔ چو در بحر و بر راست رشحِ غمام

بود دست جودش چو ابر بہار ۔ کہ فیضش رسد بر گل و ہم بہ خار

درین عصر ز آتش ستون سخا است ۔ بہ افتادگان وقت عسرت عصا است

چو آئینہ دارد کشادہ جبین ۔ پُر از سیم چون کہکشان آستین

فرو ماندگان را بود دستگیر ۔ از و بہرہ میداشت برنا و پیر

کفش ہمچو بحر و اصابع چو نہر ۔ از و گشتہ سرسبز بسیار شہر

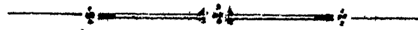
ز جودش سحاب است اندر خروش ۔ گدا یست در حضرتش خرقہ پوش

ز جودش بوقت تلاطم طپان ۔ گہرہا بہ دریا جواہر بہ کان

ببخشد همه چیز در سے زمن | که تفسیر آیات جود است این
کرم گشته ممنون دستش بر بزم | ظفر گشته مرهون تیغش به رزم
چه شد نیتش با عیبی استوار | دهد تیغ او یاد از ذوالفقار
اگر گشته اسفندیار رش دوچار | تنش را دو کرده و پس زان دوچار
اگر بودے رستم لبان حباب | ز هیبت سپر میفگندے بر آب
گر آید بمیدان به پیشش عدو | ز آنجا رود خایف و زرد رو
شود در تن دشمن از بیم جان | ز رعبش چو شمع آب هر استخوان
چو آید به میدان گه کارزار | شود دشمن از هیبتش بیقرار
برآید اگر تیغ او از غلاف | ز بیمش گریزد عدو تا بقاف
چه پاکیزه عیش و چه خوش زندگی است | که روز و شبش صرف در بندگی است
کند استخاره ز پروردگار | که خوانده است ما خاب من استخار
بر این دستگاهے که دادش خدا | ندارد نظر جز سوے پشت پا
برون ست مدحش ز حد رقم | فلا نکتب وصفه بالقلم
الٰهی بآن خان عالی جناب | که ذاتش بود مرجع شیخ و شاب
بده عمر و دولت فزون از حساب | که دمبدم شود تا ابد کامیاب
رجا دارم از رحمت کردگار | که او را همیشه بود بخت یار
ازین هم فراوان شود حشم و جاه | علی کل شیئ قدیر الٰه
ز وقتیکه این راسخ و مستمند | شنیده است آوازه بر بلند
که دستور اعظم به فضل و کرم | به آن صاحب سیف و صاحب قلم
اجازت باجماع اهل جوار | بفرمود و هم کرد مختار کار
ببالید از بسکه بر خویشتن | ز شادی نگنجید در پیرهن

چو باز آمدہ آب رفتہ بجو | چنانست اندر دلم آرزو
کہ از گوشۂ خاطر فیض بار | فرامش نباشند خویش و تبار
الٰہی ترا جاہ افزون شود | دعایم باقبال مقرون شود

یہ فیض آباد مین بہو بیگم یعنے والدۂ نواب آصف الدولہ بہادر کی سرکار مین بعہدۂ میرمنشی ملازم رہے۔ انکے تصانیف سے (۱) مثنوی باغ و بہار ہے۔ جو حضرت مولانا شاہ محمد کاظم قلندر کے حال مین لکھی۔ اور اُسکا اکثر حصہ اصول المقصود مین چھپ چکا پورا نسخہ بھی موجود ہے حضرت صاحب موصوف سے ان سے بہت اتحاد تھا جو ناظرین اصول المقصود مفاوضات پر مخفی نہین (۲) نسب نامہ کاکوری موسومہ بہ چشمۂ فیض (۳) تاریخ فرح بخش (۴) رقعات منشی کچھمی نراین بیش بہا یادگار ہین۔ یہ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ کتاب چشمۂ فیض مین خود لکھتے ہین۔ کہ مین نے پچپاس سال کی عمر تک ایک سو کتاب تصنیف کی۔ افسوس کہ اور سب تصانیف دست برد زمانہ سے تلف ہوگئین۔ تاریخ فرح بخش ایک مبسوط تاریخ متضمن حالات سلاطین دہلی و نوابان اودہ باقی ہے۔ جسکا ترجمہ انگریزی مین مسٹر ولیم ہوئی صاحب سی۔ ایس نے کرانیکلس آف دہلی اینڈ فیض آباد کے نام سے شایع کیا ہے۔ مزید حالات سنہ و تاریخ وفات باوجود سعی و کوشش نہ دریافت ہوسکے۔ قبر انکی فیض آباد مین ہے۔



(ق)

قادر بخش

مولوی قادر بخش ابن حضرت شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ ولادت انکی ۱۲۰۸ھ مین ہوئی۔ انھون نے کتب درسیہ حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے پڑھین۔ بڑے عالم و فاضل ذی استعداد تھے۔ مدۃ العمر اٹاوہ و مین پوری مین بسلسلۂ ملازمت رہے۔ اور عہدۂ منصفی تک ترقی کی۔ اپنے فرائض کی انجام دہی مین بہت سرگرم رہتے۔ اٹاوہ مین رہنے کا زائد اتفاق ہوا۔

منقول ہے کہ اٹاوہ مین شاہ محمد لیسین نامی ایک بزرگ تھے۔ جنکے پاس موی شریف حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور وہ اُسکو بہت ادب اور احتیاط کے ساتھ رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کو حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کی خدمت مین بہت خلوص اور اعتقاد تھا اور فیضیاب بھی تھے۔ وقت وفات انھون نے یہ وصیت کی کہ یہ موے شریف میرے بعد کاکوری مین حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے یہان بھیجدیا جائے۔ چنانچہ اُنکی وفات کے بعد یہ بیش بہا تبرک انھین کے ذریعہ سے یہان پہونچا جو موجود ہے۔ ہر سال ۱۲ ماہ ربیع الاول کو مسجد تکیہ شریفہ مین اسکی زیارت ہوتی ہے۔

علاوہ اسکے دہین اٹاوہ یا مین پوری مین ایک اور موے شریف انکو بذات خاص بھی حاصل ہوا تھا۔ جسکو انھون نے اپنے مکان مسکونہ مین رکھا۔ اور وہ انکی وفات کے بعد انکے نواسون مولوی عظمت علی و مولوی حشمت علی و مفتی اکرام اللہ کو ملا۔ جسکی زیارت ہر سال ۱۱ ماہ ربیع الاول انکے مکان واقع محلہ تیجیاتلہ (کاکوری) مین زنانخانہ مین ہوتی ہے۔ انھون نے بمقام مین پوری بتاریخ ۲۰ ماہ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ بعمر ۶۰ سال انتقال کیا۔ اور وہین دفن ہوئے۔

قیام الدین

حضرت مخدوم شیخ قیام الدین ۔ آپ حضرت مخدوم قاضی بندگی محمد منّ اللہ چشتی صدیقی ۔ یہ جب پیدا ہوئے تو انکے سر مین بالکل بال نہ تھے ۔ اسی سبب سے عوام انکو منڈیہ کہتے تھے ۔ رفتہ رفتہ انکی اولاد بھی اسی نام سے مشہور ہوئی ۔ اور اہل برادری اسی طرح کہنے لگے ۔ شیخ کرامت اللہ (کہ جو انکی اولاد مین تھے) کے زمانہ تک یہی لقب جاری رہا ۔ محلہ بھی محلہ منڈیہ کے نام سے مشہور تھا ۔ اُسکے بعد سے متروک ہوگیا ۔ اب یہ محلہ مخدوم شیخ قیام الدین کے نام سے مشہور ہے ۔

مخدوم صاحب بزرگان عہد اکبری مین تھے اور صاحب ورع وتقوے وصلاح وعرفان تھے مکان مسکونہ کے متصل اپنی خانقاہ مین ہمیشہ عبادت معبود حقیقی مین مشغول رہتے اور اپنی بنائی ہوئی مسجد مین جو ساگر تالاب کے کنارہ ہے اعتکاف کرتے ۔ انکے منجھلے بھائی مخدوم شیخ محمود بھی اسی محلہ مین رہتے ۔ اور اسی خانقاہ اور مسجد مین عبادات مین مشغول رہتے ۔ انکے بڑے بھائی مخدوم شیخ سعدی (جنکا حال لکھا جاچکا) دوسرے محلہ مین رہتے ۔ جہان اُنکی درگاہ ہے ۔ وہ محلہ شیخ سعدی محلہ کے نام سے مشہور ہے ۔

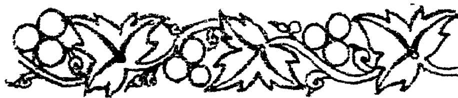
منقول ہے کہ شہنشاہ اکبر ان حضرت کی زیارت کیلئے کاکوری آئے ۔ قصبہ کے اطراف کے باغات مین اُنکا لشکر ٹھہرا تھا ۔ سوار گھوڑون کو پانی پلانے ساگر تالاب مین لیگئے ۔ تالاب کا پانی بہت کھاری تھا ۔ اُن لوگون نے بادشاہ سے فریاد کی ۔ وہان سے حکم ہوا کہ شکر کے بورے تالاب مین چھوڑ دیئے جائین تاکہ پانی میٹھا ہوجائے ۔ تعمیل حکم کی گئی پانی میٹھا ہوگیا ۔ چنانچہ ایک گڈھا جو مسجد کے ٹیلہ کے نیچے ہے شکر تالی کے نام سے مشہور ہے ۔ شہنشاہ اکبر کا ایک خط بھی مخدوم صاحب کے نام کا ملگیا جو درج ذیل ہے ۔ اس خط سے صرف اشتیاق ملاقات ظاہر ہوتا ہے ۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم صاحب بوجہ معذوری بادشاہ تک نہ پہونچ سکے ۔ اسلئے بادشاہ نے خود تکلیف سفر کاکوری اُٹھائی ۔ اور زیارت ان حضرت کی کی ۔

نقل خط شہنشاہ اکبر بنام مخدوم شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ

اللہ اکبر

"مشیخت مآبی۔ تقوے و ورع ایابی۔ نتیجۃ الاکابر والاعالی میان شیخ قیام الدین ابعد تبلیغ سلام خیر انجام آنکہ عمدۃ الخواص اسماعیل کہ درین ایام بطلب ایں سرکار لکھنو رفتہ بود بملازمت شریف رسیدہ شمۂ از نیکوی ہاے ذات و روش و سلوک ایشان را اظہار نمودہ بنا بر آن اشتیاق صحبت شریف بسیار است طریقہ و داد آنست کہ اگر در آمدن تشویش نکشند ایں آن محال را ہمراہ گرفتہ تشریف آورند و اگر بجہت ضعف آمدن ایشان باعث محنت باشد یکے از برادران قرار دہند کہ متولیان و ایلداران پرگنہ را ہمراہ گرفتہ بیایند والباقی عند التلاقی"۔

انکا خرقہ و کلاہ اب تک انکی اولاد مین ڈپٹی امیر حسن صاحب کے پاس موجود ہے اجازت و خلافت و تعلیم و تربیت انکو غالبًا اپنے والد ماجد سے ہوگی۔ ۲۹ محرم کو انکا فاتحہ ہوتا ہے۔ مزار شریف احاطۂ مسجد کے اندر واقع ہے۔ اور زائد حالات نہین معلوم ہوسکے۔



(ک)

کاظم علی

منشی کاظم علی ۔ ابن منشی یوسف علی ۔ ابن شیخ شرافت علی ۔ ابن منشی غلام مرتضےٰ ۔ مصنف جواہر الانشا ۔ ولادت انکی ۱۲۴۴؁ھ مین ہوئی ۔ انھون نے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد ۔ و مولوی تراب علی لکھنوی ۔ و مولوی فقیہہ اللہ سندیلوی ۔ و مولوی سید ولی اللہ سندیلوی ۔ و مفتی محمد ولی اسلام آبادی سے پائی ۔ بہت قابل اور انشا پرداز تھے ۔ انکے مصنفات سے ایک میلاد شریف معروف بہ میلاد سرور انبیا اور ایک منظوم ساقی نامہ ہے ۔ جو چھپکر شایع ہو چکا ہے ۔

مولوی حافظ شوکت علی سندیلی رسالۂ ثمرات الانظار فیما مضےٰ من الآثار مین لکھتے ہین کہ ۔

"مجھسے اور منشی کاظم علی سے ۱۲۶۹؁ھ سے ۱۳۰۵؁ھ تک مسلسل یکجائی رہی ۔ میرے یہان نوکر بھی رہے بہت وارستہ مزاج اور لاابالی تھے ۔ مگر شعر و سخن و نثاری مین ممتاز سمجھے جاتے تھے ۔ اگر کوئی شخص انھین مجبور کرتا تو فوراً لکھدیتے ۔ اور لکھکر اُسی کو دیدیتے"

انکے شاگرد بھی بہت سے لوگ تھے چند کے نام درج کئے جاتے ہین (۱) چودھری عظمت علی (۲) منشی منصب علی متخلص بہ بھنور (۳) منشی نیاز حسن (۴) منشی عالم علی شوخی (۵) راجہ درگا پرشاد متخلص بہ مہر مصنف بوستان اودھ وغیرہم ۔

بیعت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی ۔ انھون نے ماہ ربیع الاول ۱۳۰۵؁ھ مین انتقال کیا ۔ اور سندیلہ کے باغ مقابر مین دفن ہوے ۔ قطعہ تاریخ انتقال از نواب تفضل حسن خان شیدا کاکوروی ؎

رفت لذ سطح زمین آن شیخ تا دور فلک ۔۔۔ صاحب علم و حیا و بود مرد متقی

جست شیدا سال فوتش چون زدے آہ آہ ۔۔۔ گفت ہاتف واد جان کاظم علی سندیلوی

۱۳۰۵؁ھ

کرامت اللہ خان

قاضی کرامت اللہ خان عباسی چکلہ دار کاسگنج - ابن شیخ محمد امین - ابن شیخ عبد الغنی - ابن قاضی غلام محمد - ابن قاضی مسعود - ابن قاضی حسین - ابن قاضی عبد الغفور - ابن قاضی بایزید - ابن قاضی شیخ کوچک - ابن قاضی بہاری عباسی -

یہ نہایت وجیہ فیاض صاحب جود و سخا تھے - ابتدا مین کتب متداولہ عربیہ پڑھکر فارغ التحصیل ہوے - بہت صاحب نصیب اور اقبال مند شخص تھے -

یہ اولاً معز الدین خان کے ساتھ گورکھپور مین رہے - اور وہین فوجدار بھی ہو گئے - بعدہ کچھ دنون گسائین ہمت بہادر کے ہمراہ رہے - پھر اخوند احمد علی کسمندوی کے نائب ہوئے کچھ دنون وہان رہکر وطن آئے - یہان سے پھر عظیم الدین خان کے ہمراہ حکیم زین العابدین خان کے یہان گئے وہان سے پھر الماس علی خان کے یہان آئے - اور کوڑیا کاسگنج (ضلع ایٹہ) کے چکلہ دار ہوئے ایٹہ و مارہرہ وغیرہ مین پوری بھی انھین کی چکلہ داری تھی - اٹھارہ سال وہین رہے - اور بہت صاحب ثروت و جاہ و حشمت ہوئے - بیواؤن مساکین اور یتیمون کو تنخواہین دیتے اور بہت خبر گیری رکھتے تھے - بڑے نامی گرامی چکلہ دار ہوئے - ارباب وطن و جوار سے بہت سلوک ہوتے - نہایت شجاع عالی حوصلہ صاحب ہمت تھے -

بیعت انکو حضرت شاہ شاکر اللہ سندیلوی سے تھی - عوام انکو بہت بزرگ سمجھتے تھے - کوڑیا کاسگنج ہی مین بحالت ثروت و اقتدار پچاس سال کی عمر مین بعارضہ درد شکم انتقال کیا - اولاً نعش وہین سپرد زمین ہوئی - چنانچہ قبر اب تک ہے - لوگ منت مانتے اور چڑھاوا چڑھاتے ہین - عرس بھی وہان ہوتا تھا - پھر نعش کاکوری آئی - اور یہین بیرون آبادی جانب شمال اراضی بڑے باغ مین دفن کیگئی - مقبرہ بنا ہوا ہے - قبر سنگی ہے - مسہری سنگی خوشنما اسپر نصب ہے اور اسپر آیۃ الکرسی عمدہ خط مین کندہ ہے یہان بھی پہلے عرس ہوتا تھا اب صرف فاتحہ ہو جاتا ہے -

انھون نے یہان ایک بڑا احاطہ آباد کیا تھا - جو اب بھی انکے نام سے مشہور ہے - اس احاطہ مین مسجد بھی انھین کی بنوائی ہوئی موجود ہے - علاوہ اسکے تمام قصبہ مین چار بہت بڑے کنوین بغرض رفاہ عام انھین کے بنوائے ہوے ابتک یادگار ہین -

کرامت علی

حضرت شاہ کرامت علی قلندر - ابن شیخ محمد غنی - ابن شیخ غلام حسن - ابن شیخ محمد مسیح ابن ملا بدیع الزمان - ابن ملا محمد رضا - ابن ملا محمد اشرف - ابن ملا عبد القادر - ابن حافظ شہاب الدین ابن حضرت مخدوم نظام الدین بھیکہ رح -

انھون نے علوم متعارفہ حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے پڑھے - بچپن سے طبیعت فقر و درویشی کی جانب مائل تھی - انکے والد ماجد اکثر انکی نسبت کہا کرتے کہ یہ لڑکا فقیر ہوگا - اسی وجہ سے انسے تلاش معاش کی نسبت کبھی کچھ نہین کہا - اتفاق سے بیوی بھی بہت مستغنی المزاج ملین - حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نے انکو پانچ اولادون کی بشارت دی تھی - چنانچہ پانچ اولادون کے بعد جب چھٹی ولادت ہونیکو تھی اُنکا انتقال ہوگیا - اسوقت سے شاہ صاحب نے بحالت تجرید یاد حق و صحبت احباب و نفع رسانی خلق مین گذاری - اپنے والد کی جگہ پر انکا تقرر ہوگیا تھا - جب نواب سعادت علی خان تخت حکومت پر بیٹھے - تب یہ موقوف ہوگئی - پھر غازیپور زمانیہ مین چھ مہینہ تحصیلدار رہے لیکن گردش ایام نے چین نہ لینے دیا - جن لوگون کی وجہ سے تقرر ہوا تھا - جب وہ لوگ علیحدہ ہوے تو یہ بھی اُسی لپیٹ مین موقوف ہوگئے - پھر اُسوقت سے خانہ نشین ہوگئے -

بیعت انکو حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر کاکوروی سے تھی - اور تعلیم و تربیت و اجازت خلافت حضرت شاہ میر محمد قلندر برادر خورد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر و خلیفہ حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر سے تھی ابتدا ہی سے دل مین عشق الٰہی کا دریا موج زن تھا - مکروہات نظر مین ہیچ معلوم ہوے - قطع علائق کرکے گوشۂ قناعت اختیار کیا - پیرو مرشد کا وصال ہوچکا تھا - اُنکے مزار مبارک پر جاروب کشی شروع

کی۔ اور حضرت شاہ میر محمد قلندر کے حضور میں حاضر ہوتے رہے۔ انھوں نے لباس فقر عطا فرمایا جب انھوں نے پیرو مرشد کے آستانہ پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شب و روز دروازہ بند کر کے یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ مجاہدہ نفس میں یکتا تھے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ جمعہ کے روز البتہ بہ پاس وضع اعزہ کے یہاں جاتے۔ یا کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کرتے۔ ہر عزیز و بیگانہ سے بہ شفقت پیش آتے۔ سیری و گرسنگی تکلیف و راحت سب میں ایک حال پر رہتے۔ مسکنت اور غربت اور خاکساری مزاج میں بہت تھی۔ بچون سے بچون کی ایسی باتین کرتے۔ افہام و تفہیم نہایت شفقت اور ملایمت سے کرتے۔ انکے کرامات بھی بہت مشہور ہیں۔ آخر عمر میں حالت جذب مین ترقی ہو گئی تھی۔ ان اوقات مین جو بات زبان سے نکلتی وہ ضرور پوری ہوتی۔

منقول ہے کہ ایک روز بحالت جذب کہنے لگے۔ کہ میرے جنازہ کے ساتھ باجہ ضرور بجے اور جنازہ کی نماز مولوی حیدر علیصاحب پڑھاوین۔ چنانچہ جب انکی وفات ہوئی تو یہ واقعہ پیش آیا کہ اسی روز اتفاق سے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کو تپ لرزہ شدت سے آگیا۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر بھی بقید حیات تھے۔ سو وہ بھی کسی وجہ سے تشریف نہ لیجا سکے۔ بالآخر حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر تشریف لیگئے۔ اور نماز جنازہ پڑھائی۔ اور باجہ کا قصہ اسطرح ہوا کہ مریدین و معتقدین راسخ الاعتقاد نے اسکو وصیت سمجھ کر تعمیل کرنا چاہی علما نے روکا۔ آخر یہ صلاح ٹھہری کہ اسکو ملتوی رکھنا چاہیے جب جنازہ لیکر گھر سے نکلے۔ تھوڑے فاصلہ کے بعد ایک بارات معہ باجہ وغیرہ کے نکلی جو ملیح آباد کی طرف جا رہی تھی۔ باراتیون نے باجہ بند کرنا چاہا۔ مگر مریدین نے کہا کہ کوئی حرج نہین اسیطرح بجاتے چلے چلو۔ چنانچہ آگے آگے بارات اور پیچھے پیچھے نعش لے چلے۔ اسکا ساتھ قبرستان تک رہا۔ یہان کے عمایدین اور اطراف کے اکثر لوگ انکے مرید تھے۔

وفات انکی بتاریخ ۴ ماہ جمادی الآخر ۱۲۶۲ھ ہوئی۔ وفات کے بعد شاہ منصب علیصاحب انکے مرید و خلیفہ انکے جانشین ہوئے۔ جنکے خلیفہ شاہ نظام الدین عرف نجھے شاہ کاکوروی ثم الکھنوی تھے۔ مولوی محمد محسن مغفور کاکوروی جو انکے مخلص مرید تھے انھون نے انکا روضہ بنوایا۔

ایک زمانہ تک عرس بھی نہایت دھوم دھام سے تین دن کا ہوتا رہا۔ روضہ انکا شیخ سعدی محلہ مین درگاہ شاہ کرامت علیصاحب کے نام سے مشہور ہی قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد محسن محسن کاکوروی سے

آن کرامت علی شہ عرفان — رخت ہستی کشید زین منزل
قدسیان از فلک ندا دادند — جان تجلی گشت مرشد کامل
۱۲۶۴ھ

کرم اللہ

شیخ کرم اللہ حسان ابن نواب منتظم الملک خان وترخان شیخ جاراللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیرآباد وغیرہ یہ بڑے عالی ہمت نیک نیت فیاض طبیعت تھے۔ متانت اور لیاقت و دیگر اخلاق کریمہ سے اعلیٰ درجہ پر موصوف تھے۔ بہت دنون تک دہلی مین فکر معاش مین کوشش کرتے رہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین خواجہ خدمتگار خان خواجہ سرائے شاہی و ناظر سرکار کے یہان سے میرٹھ و ریواڑی محالات صرف خاص کے فوجدار ہوگئے۔ وہان بہت سے کارنمایان کئے۔ علی الخصوص رفاہ و فلاح رعایا و برایا کیجانب خاص توجہ کی۔ اعزا و اقربا کے ساتھ بھی بہت سلوک کرتے تھے۔ جو شخص جسوقت جو کچھ مانگتا فوراً دیدیتے۔

منقول ہے کہ شیخ محمد فصیح نے جو انکے اعزہ مین سے تھے۔ ایک مرتبہ بسبیل تذکرہ کہا کہ مین نے ہزار روپیہ نقد یکجا نہین دیکھے۔ انھون نے منگا کر انکو دئے کہ لو اور گنو پھر گننے کے بعد وہ سب انکو دیدئیے۔

انھون نے عین شباب مین بمقام میرٹھ انتقال کیا۔ رفقا وغیرہ نے نعش کاکوری بھیجی اور یہین بے نوا شاہ کے تکیہ مین اپنے والد شیخ جاراللہ کے پہلو مین دفن ہوئے۔ سنہ و تاریخ انتقال دریافت نہین ہوسکا۔

(ل)

لطافت علی

شیخ لطافت علی۔ ابن حضرت شاہ کرامت علی قلندر قدس سرہ۔ یہ نہایت قابل خوشرو و خوش خلق
زیبا شمائل نیک خصائل تھے نثر مین منشی بے بدل نظم مین شاعر بے مثل تھے۔ کلام بہت عمدہ ہوتا تھا
سی کے ساتھ خوش گلو بھی تھے۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے معاصر اور اُنکے ہم صحبت
بھی تھے۔ مدت تک اپنے چچا شیخ شہامت علیصاحب کیساتھ سہارنپور مین رہے۔ وہین تحصیلدار
ہو گئے تھے۔ بعد اُسکے کچھ دنون پانی پت اور دہلی کے اطراف مین رہے۔ اور بہت ہی نیکنام و نجات
رہے۔ بالآخر بمقام دہلی بماہ ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ انتقال کیا۔ مادۂ تاریخ ادخل الجنۃ بلا حساب ہے۔
ایسے ہونہار اور لائق اولاد کی خبر انتقال سنکر اُنکے والد نے اسقدر صبر و ضبط سے کام لیا کہ نہ کوئی آنسو
آنکھ سے گرا اور نہ آہ منہ سے نکلی۔ لوگون نے اصرار کیا کہ آپ تشریف لیجا کر بہو کی دلجوئی فرمائین جواب
دیا کہ سمجھانا کیا ہے جسکی امانت تھی اُسنے لیلی۔ بہت عرض معروض پر اندر تشریف لیگئے۔ بہو سے
یہی فرمایا کہ خدا تجھکو کبھی حاجتمند اور پریشان نہ رکھیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(م)

مجید الدین خان

مولوی مجید الدین خان بہادر۔ ابن مولوی حفیظ الدین خان۔ ابن مولوی قاضی امام الدین خان ابن ملا حمید الدین محدث۔ یہ فارغ التحصیل ذی علم صاحب استعداد تھے۔ آخری کتابین مولوی سید احمد علی کابلی سے ختم کی تھین۔ حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث سے بیعت تھی۔ تقدس اور تقوے اور علمی قابلیت کی وجہ سے یہ اجمیر شریف مین صدر اعلی یعنے سول جج مقرر ہوے۔ وقف درگاہ شریف کا انتظام انھین سے متعلق تھا۔ وہین بتاریخ ۲۷ ماہ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ انتقال کیا۔ اور احاطۂ درگاہ مین بمقام بارہ کھمبہ دفن ہوئے۔ تاریخ وفات یہ ہے ؎

شورد زاہل عزا چنان برخاست کہ کجا شد جناب صدر امین

ہاتف غیب گفت تاریخش دخل الجنۃ مجید الدین

۱۲۷۰ھ

محب الرحمن

مولوی محب الرحمن۔ ابن شیخ عبد الرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن حضرت ملا عبد الکریم قدس سرہ۔ یہ کتب درسیہ ملا محمد زمان کاکوروی سے پڑھکر یکتائے روزگار ہوے۔ عالم جید و فاضل متبحر و مدرس تھے۔ حافظ عبد العزیز کاکوروی۔ و ملا حمید الدین کاکوروی اساتذۂ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ بھی ان سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ ان دونون حضرات سے مروی ہے کہ ایکبار یہ معہ اپنے بڑے بھائی حافظ خلیل الرحمن صاحب شاہجہانپور مین مقیم تھے اسی زمانہ مین ایک بزرگ سید عبد اللہ بغدادی (جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے) وہان وارد ہوئے۔ اور ان دونون صاحبون سے ملاقات کی اور وضع و قطع دیکھکے بہت مسرور ہوئے۔ اور بہت دعائین دین۔ اور فرمایا کہ جب مین ہندوستان پہونچا۔ تو اکثر لوگون کی زبانی

سُننے مین آیا کہ قاری نظام الدین علیہ الرحمۃ کے خاندان سے سلسلہ درس و تدریس و حفظ کلام اللہ وارشاد باطن یک قلم موقوف ہوگیا۔ اسکے سننے سے مجھے بہت رنج ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ اب اُس سے زائد محظوظ و مسرور ہوا۔ اللہ تعالے اس خاندان کو قیامت تک نور باطن سے منور رکھے۔

منقول ہے کہ محمد خان نبیرہ نواب فیض اللہ خان شاہجہانپوری کہتے تھے کہ میرے جد نواب فیض اللہ خان مولوی صاحب موصوف کے شاگرد رشید تھے۔ اسی سبب وہ اکثر شاہجہانپور حسب خواہش اُنکے تشریف لیجاتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ نواب صاحب کے زائد اصرار و التجائے انھین کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ وہان محمد شاہ بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ اُسی زمانہ مین بادشاہ کے چھوٹے بھائی اچھے صاحب رفض کیجانب مایل ہوگئے تھے۔ اور روز بروز اسمین غلو بڑھتا جاتا تھا جسکی وجہ بادشاہ نہایت متفکر و مغموم رہتے۔ مولوی صاحب اُنکی تعلیم کے لیے تجویز ہوے۔ چند روز انھون نے تعلیم دی تھی۔ کہ اُسکی برکت سے شاہزادہ کی اصلاح ہوگئی۔ اور عقیدہ نہایت درست و راسخ ہوگیا۔ بوے رفض بھی باقی نہین رہی۔ پابند جمعہ و جماعت ہوگئے۔ بادشاہ بہت خوش ہوے۔ اور اُنکی معقول خدمت کی۔ پھر یہ شاہجہانپور واپس آئے اور وہان سے وطن آکر مستقل سلسلہ درس و تدریس شروع کردیا۔ بہت سے لوگ انکے شاگرد ہوے اور بہت ہی قابل ہوئے۔ ان سے اور ملا خوب اللہ کاکوروی سے بہت اتحاد و مراسم تھے۔ جیسا کہ اُنکے مکاتیب سے ظاہر ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ ابتدا مین ایک جن آدمی کی شکل مین آکر ان سے پڑھتا تھا۔ جب اُسکا حال کھلا تو انھون نے اُسکے پڑھانے سے انکار کردیا۔ اُس وقت سے وہ مخالف ہوگیا۔ اور برابر ایذا پہونچایا کرتا۔ بچپن سے انکو بواسیر کا عارضہ تھا۔ اکثر اس مین مبتلا رہتے دورہ اُسکے سخت ہوتے تھے چنانچہ اسی عارضہ مین انکا انتقال ہوا۔ مزید حالات دریافت نہین ہوسکے۔

محمد احسن

مولوی محمد احسن متخلص بہ حسن۔ ابن مولوی حسن بخش۔ ابن مولوی حسین بخش۔ ابن حضرت شاہ

میر محمد قلندر عرف میرن میان - ولادت انکی ۱۲۴۹ھ مین ہوئی منظور احمد تاریخی نام تھا - تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور جد امجد سے پائی - حضرت شاہ کرامت علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے -

شاعری کی طرف فطری میلان تھا - احسن تخلص کرتے تھے - کلام نظم اپنے بڑے بھائی مولوی محمد محسن مغفور کو دکھاتے - اور انھین سے اصلاح لیتے - متعدد غزلین اور خمسے موجود ہین زبان شستہ اور پاکیزہ تھی - چند اشعار بطور نمونہ بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہین ؎

دل مایل فغان نہوا تھا سو ہو گیا | مین عاشق بتان نہوا تھا سو ہو گیا
کیا کہئے آج خود بخود آنسو نکل پڑے | راز نہان عیان نہوا تھا سو ہو گیا
کیا جانئے رقیبون نے کیا کیا پڑھا دیا | وہ شوخ بدگمان نہوا تھا سو ہو گیا
احسن بلائے جان ہوا قاتل کا انتظار | رونا مجھے گران نہوا تھا سو ہو گیا

جاتی رہی رسم دل لگی کی | روئے وہ جو بات کی ہنسی کی
کیا آپ جفائین کر رہے ہین | کیا جرم کیا جو عاشقی کی

رنج و غم درد و الم جور و جفا ظلم و ستم | دل لگانے کا مزا ہم نے اٹھایا کیا کیا
یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ نہین خط لکھتے | نہین معلوم رقیبون نے پڑھایا کیا کیا

خال ابرو نے مار ڈالا | کعبہ والون نے رہزنی کی
رونے پر آ گئے ہنستے تھے ہم | اب روتے ہین بات ہنسی کی

ابتداءً یہ مختلف عہدون پر گورنمنٹ انگریزی کے ملازم رہے - عہدۂ صدر الصدوری تک پہونچے - بڑی دیانت اور امانت سے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیکر نہایت ہر دلعزیز قابل و لائق و خلیق رہے - پنشن کے بعد نائب وزیر دیوانی ریاست بھوپال ہو گئے - وہان بھی بہت لیاقت اور خوش اسلوبی سے کام کیا مگر افسوس عمر نے وفا نہ کی وہین بیمار ہوئے - اور اسی حالت مین وطن چلے آئے اور یہان پہونچکر بتاریخ ۵ ماہ ربیع الآخر ۱۳۰۹ھ انتقال کیا اور قبرستان خاندانی واقعہ تکیہ شریفہ مین دفن ہوئے -

قطعہ تاریخ انتقال از نواب تفضل حسن خان شیدا کاکوروی سے

روز دوشنبہ و پنجم ہے ربیع الآخر | دار فانی کو چلے چھوڑ محمد احسن
صدمہ و رنج و تعب وہ دل شیدا کو ہوا | دل من داند و من دانم و داند دل من
دی صدا غیب سے ہاتف نے زروئے بخشش | روح جنت کو روانہ ہے بطرز احسن
۱۲۹۰ھ

محمد اشرف

ملا محمد اشرف۔ ابن ملا عبد القادر۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن حضرت مخدوم نظام الدین بھیکہ
آپ کی ذات والا صفات علوم عقلی و نقلی سے آراستہ و کمالات صوری و معنوی سے پیراستہ۔
ملجا و ماوائے خاص و عام و مرجع کافہ انام تھی۔ مزار آپ کا رسولی بلغ مین ایک چہار دیوی کے
اندر واقع ہے۔ اور پیر اشرف بابا کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگون نے جوش عقیدت سے
ایک سالانہ میلہ بھی قایم کیا شب چراغان کرکے فاتحہ کرتے ہین۔ مزید حالات معہ سنہ
ولادت و وفات وغیرہ نہ دریافت ہو سکے۔

محمد اکابر

حافظ شیخ محمد اکابر۔ ابن قاضی محمد حافظ۔ ابن قاضی عبد الحلیم۔ ابن قاضی مسعود۔ ابن قاضی
حسین عباسی یہ ۱۱۰۰ھ مین پیدا ہوئے۔ تاریخی نام شیخ مقیم تھا کتب درسیہ مین فارغ تھا شرح وقایہ
و منار اور منطق کی کتابین زبانی یاد تھین حافظ قرآن بھی تھے

بعد تحصیل علم ملازمت کا شوق پیدا ہوا۔ رائے دیا بہادر صوبہ دار ڈھکے یہان ملازمت کی۔ بعد
معزولی رائے صاحب نواب سعادت خان برہان الملک کے یہان میر رستم علی الہ آبادی کے ہمراہ نوکر
ہوئے۔ بنارس مستقر قرار پایا۔ ابتدا مین نواب برہان الملک کی رفاقت مین رہے۔ پھر حسب الحکم نواب
صفدر جنگ بغرض تیاری لباس بیگمات بنارس بھیجے گئے۔ بعد ختم کام جب واپس ہوئے تو۔ ملکہ

زمانیہ کے یہان سے خلعت اور سند فوجداری غازی پور زمانیہ عطا ہوئی۔ جہان ایک مدت تک فوجدار رہے۔ بنارس اور غازی پور مین بہت جائداد پیدا کی۔ بنارس مین زائد قیام رہتا۔ بہت سے مکانات بھی وہین بنوائے۔ اعزائے قریب و بعید سب کو ہمراہ لیگئے۔ نہایت عیش و عشرت سے عمر بسر کی۔ اور اعزا اور احباب اور اہل وطن سے برابر مسلوک ہوتے رہے۔ چونکہ میر رستم علی کے ساتھی تھے۔ جب وہ قید ہوے تو یہ بھی موقوف کردئے گئے۔ پھر راجہ نول رائے کی ملازمت کی۔ وہان بھی بہت شان و شوکت سے رہے۔ راجہ نول رائے کے قتل کے بعد معزالدین خان کی رفاقت مین گورکھپور مین رہے۔ پھر ملازمت ترک کی اور وطن آئے یہان سے پھر بنارس مین راجہ بلونت سنگھ کے یہان گئے وہ بہت خاطر سے پیش آیا۔ وہان کچھ دنون رہکر وطن واپس ہوے۔ اور کاکوری مین بتاریخ ۱۹ ماہ صفر ۱۱۸۴ھ بعمر ۷۹ سال بعارضہ استسقا انتقال کیا۔ مادہ سال انتقال شیخ ہمہ کابر ہے۔ قبر محلہ قاضی گڈھی مین انکے مکان کے سامنے کھیت مین رہے۔ ۱۱۸۴ھ

محمد بخش

منشی محمد بخش۔ ابن منشی فیض بخش مورخ۔ یہ نہایت ذہین قابل و لائق تھے۔ عربی مین متوسطات تک کتابین پڑھی تھین۔ علم طب بھی حاصل کیا تھا۔ اردو فارسی مین اشعار بہت خوب لکھتے۔ کثرت مشق سے عجیب کیفیت ہوگئی تھی۔ کہ دنیا و ما فیہا کی خبر ہی نہین رہی تھی۔ مرشدآباد مین جاکر نہایت عمدہ قصیدہ کہکر پیش کیا تھا۔ اسکی صلہ مین انکو وہان نوکری بھی ملی تھی اور انعامات بھی۔ وہان نواب جعفر علیخان کے رفقا مین ہوگئے تھے۔ وہین انتقال کیا۔

محمد حافظ

قاضی محمد حافظ۔ ابن قاضی عبدالحلیم۔ ابن قاضی مسعود۔ ابن قاضی حسین۔ ابن قاضی بایزید ابن قاضی فسیح کوچک۔ ابن قاضی بہاری عباسی۔

ولادت انکی سنہ [illegible]ھ مین ہوئی۔ بہت ذہین اور خوش تقریر فاضل زبردست اور مدرس اور بر نہایت وجیہہ تھے۔ صورتاً عالمگیر خلد مکان سے ایسے مشابہ تھے۔ کہ اگر بجاے انکے تخت شاہی پر بٹھا دئیے جاتے تو کسی کو تمیز نہوتی۔ بعد فراغ تحصیل علم مسند عالی عہدۂ قضا پر متمکن ہوے احکام شرعیہ کے اجرا مین بہت مستقل تھے۔ اور نہایت محتاط قضایا بموجب فتاوے ائمۂ دین و روایات مجتہدین فیصل کرتے۔ اعزا و اغیار سے رعایت و مراعات بہت کرتے تھے۔ دیانت و تقوے اور امور خیر مین معروف و مشہور تھے۔

عہد فرخ سیر مین نصف پرگنہ کاکوری نعیم اللہ خان خلف منعم خان راجگیری استاد بادشاہ کی جاگیر مین تھا۔ حاکم پرگنہ نے ازراہ بغض و عناد بعض امور کی شکایت منعم خان سے کی منعم خان کو بھی انسے حسد تھا بغیر دریافت حالات انکو عہدۂ قضا سے معزول کر دیا۔ یہ اس خبر کے سنتے ہی فوراً دہلی گئے۔ اور منعم خان سے ملاقات کی چونکہ صورتاً وجیہہ و مرتاض اور صاحب فضیلت اور قابلیت معلوم ہوتے تھے منعم خان انکو دیکھتے ہی تعظیم کیلئے اٹھ کھڑے ہوے۔ اور اپنی مسند کے برابر بٹھایا اتفاقاً اُنکے ہاتھ مین ایک کتاب مصنفۂ جار اللہ زمخشری تھی۔ امتحاناً اسکا ایک مشکل مسئلہ ان سے پوچھا انھون نے نہایت مختصر الفاظ مین مطلب سمجھا دیا۔ وہ حیران اور ششدر رہ گئے۔ اور اُسکے صلہ مین سند جدید بحالی عہدۂ قضا دی۔ اور نہایت اعزاز سے وطن رخصت کر دیا۔

بیعت ان کو حضرت شاہ اشرف ساکن قصبۂ سلون سے تھی۔ یہ اُنکے خاص مریدین مین تھے۔ سنی حنفی المذہب سالم العقیدہ اور مذہب حقہ مین ثابت قدم تھے۔ چنانچہ ان سے اور قوام الدین خان شیعی سے جو مناظرہ ہوا وہ اس امر پر دال ہے۔

منقول ہے کہ قوام الدین خان جو مذہب اثنا عشریہ کے معتقد اور بہت بڑے عالم و قابل تھے نواب مرتضیٰ خان سے جو نواب برہان الملک کے مصاحبین مین تھے۔ انکے کمالات علم و فضل اور تقوے اور دیانت سُنکر مشتاق ملاقات ہوے۔ اتفاق سے ایک روز ملاقات ہوگئی۔ دیر تک احادیث و اصول مذہب و تحقیق و تدقیق حقیقت مذاہب پر مناظرہ رہا۔ آخر مین قوام الدین خان کو

انھون نے بالکل ساکت کردیا۔ اُنھون نے بھی انکے تبحر کو تسلیم کیا۔ جیسپر دربار مین بھی صد آئے آفرین و مرحبا بلند ہوئی۔

یہ بہت فیاض سیر چشم سخی اور مہمان نواز تھے۔ مُسافرین کے ساتھ بہت سلوک کرتے۔ لطافت مزاج مین بہت تھی۔ موزون قامت خندہ رو شگفتہ جبین شخص تھے۔ خدانے ہر طرح سے اقبال مند کیا تھا تمام عمر فراغت سے بسر کی۔ کل اولاد بھی بہت قابل اور دولت مند ہوئی ۱۱۶۴ھ مین بعمر ۸۴ سال انتقال کیا۔ تاریخ وفات یہ ہے مصرع

حافظ دین محمد بود اد۔ ۱۱۶۴ھ

انکا مزار قبرستان سالار مسعود واقعہ محلہ قاضی گڈھی کاکوری مین ہے۔

محمد حیات

شیخ محمد حیات ابن شیخ محب الرحمن۔ ابن شیخ عبد الرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین علوی۔ یہ نہایت قابل و لائق خوش نصیب ہوشمند سپاہی منش تھے۔ جس جگہ نوکر ہوئے نہایت عزت کے ساتھ رہے اور بہت نام آور ہوئے۔ اور بہت سے نمایان کام کئے جس سردار کی رفاقت کی اُسکے ساتھ میدان جنگ مین مخالف پر ہمیشہ غالب رہے تیس برس کامل الماس علیخان خواجہ سرا کی رفاقت مین رہے۔

اُسی زمانہ کا قصہ ہے کہ اطراف خیرآباد کا ایک زمیندار الماس علیخان کے یہان ملازمت کرنے کی غرض سے آیا۔ جوان زبردست اور مسلح تھا۔ نذر پیش کرنے کے حیلہ مین اُس نے حربہ کردیا۔ یہ پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انکے ہاتھ مین کٹار تھی شیر کی طرح جست کرکے ایک ہی وار مین اُسے ختم کردیا اور الماس علیخان کی جان بچائی۔

اُسی زمانہ مین ایک راجہ جسکے پاس فوج وغیرہ بہت تھی۔ وہ خراج نہین دیتا تھا۔ اور ہر وقت لڑائی پر آمادہ رہا کرتا تھا۔ ایک روز الماس علیخان نے اپنے جلسہ مین کہا کہ پہلے سپاہی ایسے ہوتے تھے

کرتہا سب کچھ کرتے تھے۔ اس زمانہ مین ویسے سپاہی عنقا ہین۔ حاضرین دربار سنکر چپ ہو رہے
یہ مسلح ہوکر معہ اپنے بھتیجے کے نکل کھڑے ہوئے۔ اتفاق سے اُسی روز وہ راجہ بھی معہ چند رفقا
کے شکار کھیلنے آیا تھا۔ یہ اُسکے شکارگاہ مین گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ راجہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا
ہوا تھا۔ اُسنے سوارون سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ انھون نے اپنا نام بتا کر کہا کہ مین الماس علی
خان کا نوکر ہون۔ تمھارے گرفتار کرنے کے لئے آیا ہون۔ باوجودیکہ یہ صرف دو آدمی تھے۔ اور
اُسکے ساتھ بہت سے سوار تھے۔ اتنا سنتے ہی اُسکے بدن مین رعشہ پڑگیا۔ یہ اُسکو پکڑ لائے۔ اور
لاکر الماس علیخان کو خبر کرائی وہ آئے۔ اور دیکھکر بہت خوش ہوے۔ اور اُس راجہ نے کہا سنا اُسی
روز سے اُسنے خراج دینا شروع کیا۔

غرضکہ انکی شجاعت اور جوانمردی کا پورے طور پر الماس علیخان کے دل پر سکہ بیٹھ گیا تھا۔ وہ
بھی انکو بہت مانتے تھے۔ انھون نے جائداد بھی بہت پیدا کی۔ اب تک انکی محلسرا اور احاطہ وغیرہ
موجود ہے۔ جواب احاطہ شیخ رحیم باسط صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس پر انکی دختری اولاد
قابض و متصرف ہے۔

انھون نے تباریخ ۱۳ ماہ محرم الحرام ۱۲۲۱ھ وفات پائی۔ اور قبرستان تکیہ شریف مین دفن ہوے

محمد رضا صبر

منشی محمد رضا متخلص صبر۔ ابن منشی محمد حسین۔ ابن شیخ عبدالحسیب قریشی حجاجی دیوی الاصل نزیل
کاکوری۔ یہ بہت خوش خلق ملنسار صائب الرائے قابل و لائق شخص تھے۔ حضرت مولانا شاہ
تراب علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔

یہ شاعر بہت اچھے تھے۔ فن شاعری مین شیخ عبدالرؤف شعور لکھنوی رشاگرد شیخ غلام ہمدانی
مصحفی) سے تلمذ تھا۔ یہ اپنے زمانہ مین بہت اچھے شاعر اور اُستاد مانے جاتے تھے۔ اس قصبہ مین
فن شاعری نے انکی وجہ سے بہت رونق پائی۔ اُس زمانہ مین یہ اور مولوی محی الدین خان ذوقی اور

کے اُستاد مانے جاتے تھے۔

انھون نے تین ضخیم دیوان یادگار چھوڑے دو نعتیہ دیوان جس مین سے ایک کا نام گلدستۂ نعت محمد اور دوسرے کا نام رباعیات نعت احمد ہی تیسرا دیوان عاشقانہ غیر مطبوعہ ناتمام موجود ہے۔

تلامذہ اُنکے بہت ہوے سب کے نام نہین معلوم ہو سکے چند نام یہ ہین (۱) منشی مقصود احمد نطق (۲) منشی مقبول احمد محو (۳) منشی ناظم حسین منتظم (۴) منشی کاظم حسین غنی (۵) منشی صفدر حسن بسمل (۶) منشی حافظ علی عسکری بیدل (۷) منشی نور الدین احمد کیفی (۸) خان بہادر منشی تاج الدین جذب (۹) منشی نظیر حسین اوج (۱۰) منشی مقصود حسن ضبط (۱۱) خان بہادر منشی اطہر علی اطہر وغیرہم۔

انکے مطبوعہ دیوان کا انتخاب حضرت نطق نے کیا تھا۔ اور باغ صبر اُسکا تاریخی نام رکھا تھا چند اشعار بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہین ؎

عہد شباب مین یہ تمھارا خرام ناز
ہے موسم بہار مین چلنا نسیم کا

بال کھولے ہوے گلشن مین وہ گلفام آیا
خیر بلبل کی ہو صیاد مع دام آیا

عرا سینہ ہے مسکن حسرت واندوہ و حرمان کا
جسے کہتے ہین شادی نام ہے ناخواندہ مہمان کا

ہمارے بعد شوریدہ سرون مین کون ایسا ہی
دکھائین گی جسے زلفین تمھاری پیچ و خم اپنا

نا دیدہ شیخ جی ہی صرف حور و خلد پہ
معشوق ہم کرینگے تو اپنی پسند کا

لون نام اپنی آہ کا یا اُسکے ناز کا
غماز میرا تھین راز و نیاز کا

جو تیرا تیر کھا کے آئے گا
تجھکو بھی تجھسا کوئی ملجائے گا

غش کھا کے بوستان مین جو مین ناتوان گرا
سمجھا یہ باغبان کوئی برگ خزان گرا

نازک دماغیان وہی دیوانہ پن مین ہین
سر پر پڑا جو سایہ تو سنگ گران گرا

زخمی تیغ جو ہوتا تو صبر جیتا
خنجر ناز کا مارا ہوا کیونکر جیتا

تصویر سادہ چہرہ دکھا کر جو ٹل گیا
آغوش صبر مین دل ناداں مچل گیا

دم میرا گھٹ رہا ہے جو سینہ مین خودبخود
شاید کرا نکا بند قبا کوئی کس گیا

تاجدارون کو گدا کر کے وہ کہتا ہے — یہ جو دم بھرتے تھے بنتے کا تماشا دیکھا

شکستہ خاطری مین آشنائون سے کنارہ ہو — مین وہ کشتی ہون جو ٹوٹی پڑی رہتی ہی ساحل پر

نہ چھوڑی صبر نے نظارہ بازی — ابھی بیٹھے ہوئے تھے رہگذر پر

مین ہوا جب گرم نظارہ تو بولا ہنسکے شوخ — آپ ہی پچھتائینگے رخسار و جبین کو تو دیکھ

انکا ممنون عنایت دل سے ہون — گو اجل کے ساتھ آئے آئے تو

بادہ خواری سے جو برسات مین کی تھی توبہ — بادل اس زور سے گرجا کہ الٰہی توبہ

خم ابرو کو اگر دیکھکے چلاتا ہون — بت یہ کہتے ہین کہ کعبہ مین اذان آتی ہے

نازل بلائین ہونگی دلا ہوشیار ہو — زلفین وہ اب بنائینگے منہ ہاتھ دھو چکے

دن چڑھے تک سونیکی پوچھی جو وجہ — چونک اُٹھے بولے وہ پھر شرما گئے

مین نے گنا تھا ہجر کی شب ٹھیرا اُنھین فلک — تارون سے بیشتر تھے مرے ارمان کم نہین

ہر چند اُنکے لطف و کرم کا حساب کیا — ہر حیثیت سے بیش بھی کچھ جرم کم نہ تھے

کیفیتین ہین پیش نظر انقلاب کی — مسجد بنی ہے ٹوٹ کے بھٹی شراب کی

سانس لینی ہمین مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی — جیسے اب ہے شب غم دل کبھی ایسی تو نہ تھی

کیا غم جو اسقدر ہوئین رسوائیان مجھے — پہچان تو گیا بت نامہربان مجھے

انھون نے بعارضہ ضیق النفس بتاریخ ۹ ماہ شعبان روز دوشنبہ ۱۲۹۰ھ بمقام سیتاپور بے نام ونشان انتقال کیا اور وہین دفن ہوے قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے

بیا در رفتگان تا چند مانند جرس نالی — بہنگام سکون خاموش ہمچو نقش پا بنشین

بجان زار تو رفت آنچہ رفت از فرقت یارت — دلا ایدون سر خود گیر با صبر و رضا بنشین

سنہ ۱۲۹۰ھ

محمد روشن

حکیم محمد روشن شہید ابن حکیم عبداللہ ابن شیخ محمد ولی - یہ نسل اپنے والد حکیم عبداللہ کے بہت لائق پر

صاحب استعداد طبیب تھے۔ ابتداءً اپنے پھوپھا شیخ محمد عوض (جد منشی فیض بخش مورخ کاکوروی) کے پاس رہے۔ اور وہین تعلیم و تربیت بھی حاصل کی۔ انکے والد اُس زمانہ مین باہر تھے۔ جب وہ تشریف لائے تو انکی عمر اس زمانہ مین چونتیس سال کی تھی۔ اُنھون نے انکو طب پڑھانا شروع کی۔ اور اپنا سا قابل بنا دیا۔ علاوہ قابلیت علمی بہت بڑے بہادر اور فنون سپہگری مین یگانۂ روزگار اور شجاع ہوئے۔ ہمیشہ فوج مین ملازمت کرتے۔ اور میدان جنگ مین داد شجاعت پاتے۔ ابتدا مین قطب الدین محمد خان کے ساتھ رہے۔ وہان علی محمد خان روہیلہ کیساتھ جنگ مین داد شجاعت پائی۔

ایک روز کا قصہ ہے کہ انکے مکان پر ڈاکہ پڑا۔ یہ بالاخانہ پر سو رہے تھے۔ دفعتًا شور و غل سے آنکھ کھل گئی۔ نیچے ڈاکوؤن نے مشعلین روشن کی تھین جنکی روشنی اوپر تک پہونچی۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ شاید مکان مین آگ لگ گئی۔ گھڑا پانی کا وہین رکھا تھا وہ لیکر اُترے۔ یہان آکر دیکھا کہ ایک اسباب جمع کر رہا ہے۔ اور باقی لوگ کوٹھری سے لا کر رکھتے جاتے ہین۔ اُنھون نے وہین سے اُس شخص پر جو اسباب جمع کر رہا تھا۔ بھرا ہوا گھڑا پانی کا اس زور سے کھینچکر مارا کہ اُسکا سر پھٹ گیا اور دوسرے کو جو بہت ہی قوی الجثہ تھا اُٹھا کر دے مارا اور کئی آدمیون کو اسی طرح مجروح کیا۔ وہ لوگ تلوارین لیکر انپر لپکے۔ انھون نے وہ فن سپہگری کے جوہر دکھائے کہ باوجود خالی ہاتھ ہونیکے کسی طرح اُنکی چوٹ نہ کھائی بالآخر وہ سب لوگ بھاگ گئے۔

یہ اس دلیری کی وجہ سے ہر امیر کی نظر مین بہت وقیع اور عزیز تھے۔ جنگ پڈرونہ ضلع گورکھپور مین برفاقت شہامت علیخان و معز الدین خان عین دھاوے کی حالت مین شہید ہو کر باپ کو زندہ درگور کر دیا۔ اس جنگ مین انھون نے قبل سوار ہونیکے یہ کہا تھا کہ اگر بیٹا لڑائی مین کام آئے تو باپ پروا نہ کرے اور باپ گرے تو بیٹا متوجہ نہو۔ عین دھاوے کے وقت جو شخص سامنے آتا یہ اُسپر پیش قدمی کرتے۔ یہان تک کہ خود زخمی ہو کر گرے۔ تیغ بھی انھین کے ہاتھ رہی۔ زخمی ہونیکے دو روز بعد تک زندہ رہے بات نہین کر سکتے تھے۔ مگر ہاتھ کا اشارہ عالم بیخبری مین بھی جاری تھا سنہ ۱۱۷۳ھ مین انھون نے انتقال کیا۔ اور شیخ غلام حسن نے اس مصرع مین تاریخ وفات نکالی مصرع

باب جنت نصیب روشن باد
۱۲۷۳ھ

محمد زمان

ملا محمد زمان۔ ابن ملا محمد رضا۔ ابن ملا محمد اشرف۔ ابن ملا عبد القادر۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم نظام الدین بھیکہ۔ انھون نے علوم مروجہ کی تحصیل و تکمیل اپنے والد ملا محمد رضا۔ و ملا عبد القادر فاروقی لکھنوی۔ و ملا لطف اللہ سے کی۔ اور بہت بڑے فاضل اور مدرس ہوے۔

بیعت اور اجازت و خلافت انکو حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی سے تھی۔ یہ اُنکے اجل خلفا مین تھے مدة العمر متوکلانہ بسر کی۔ نہایت مستقل مزاج اور قانع تھے۔

منشی غلام مرتضیٰ کاکوروی کتاب جواہر الانشا مین اُنکے متعلق لکھتے ہین کہ۔

"ملا محمد زمان از علمائے مشاہیر روزگار و سر حلقۂ فضلائے عالی مقدار بود۔ مردم این دیار از خوان فضل و کمالش توشہا بردہ اند و از خرمن فیض آن فخر نیکو خصال خوشہا برچیدہ از بس استقلال مزاج باوصف عدم مایۂ معیشت و عدم مایۃ المعاش پا در دامن قناعت پیچیدہ بمفاد آیۂ کریمہ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الاَرضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُہَا نظر کردہ بترویج معیشت قانع بود و بہ تدریس می پرداخت و اوقات عزیز را جز باشتغال علوم صرف نمی نمود با آنکہ اشتغال را با وصف تاہل و تعلقات دنیاوی کہ عبارت از عیال و اطفال و مہمات عالم صورت باشد ہیچ وقت نظر بر آن نشدہ۔ استغنائے خلقی و غنائے جبلی داشت و از خلائف شاہباز بلند پرواز آسمان طریقت و شہسوار مضمار معرفت گنجینۂ اسرار الٰہی و معدن فیوض نامتناہی حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی اطیب اللہ ثراہ بود۔"

اُنکے فضائل و کمالات اس سے کہین زیادہ ہین جو حیز تحریر مین آسکین۔ اُنکے تقدس اور کمال کی وجہ سے بعد وفات حضرت شاہ پیر محمد قدس سرہ اُنکے دیگر خلفا مثل شاہ محمد آفاق و میر محمد شفیع و شاہ دولت وغیرہم نے ان سے جانشینی کے متعلق بہت اصرار کیا۔ اور سب نے بالاتفاق انھین کو بوجہ علم و فضل و کمال کے اس منصب کے لئے منتخب کیا۔ مگر انھون نے اُسے قبول نہین فرمایا اور جانشینی

کے لئے شاہ محمد آفاق کو منتخب کرکے جانشین کر دیا۔

انکے حلقۂ درس مین مختلف بلاد و امصار کے طلبہ کا مجمع رہتا تھا۔ اکثر طلبا جب فارغ التحصیل ہوکر نکلتے۔ تو اپنے معاصرین مین ممتاز اور یگانۂ روزگار ثابت ہوتے۔ جن تلامذہ کے اسمار گرامی دریافت ہو سکے درج ذیل ہین (۱) حضرت قاضی محمد تقی قلندر مھونوی (۲) مولوی محب الرحمٰن کاکوروی برادر جد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر (۳) استاد حضرت ملا حمید الدین مغفور کاکوروی (ملا محمد غوث کاکوروی استاد شاہ عالمگیر و جد ملا حمید الدین مغفور جنکے متعلق قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر اپنے نسب نامہ مین یون لکھتے ہین کہ:-

"آن والا منزلت یعنے ملا محمد غوث مختصرات کتب بخدمت ملا محمد زمان کاکوروی از فرزندان شیخ بھیکہ و از مریدان شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرھا کہ علامۂ تیز ذکا و صوفی باصفا بود گذرانیدہ"

(۴) ملا علی اصغر قنوجی۔ جنکا حال نواب صدیق حسن مرحوم نے اپنی کتاب ابجد العلوم و دیگر مصنفات مین لکھا ہے۔ (۵) ملا عبد الغفور اشرفی بھاگلپوری۔ جو یکتائے روزگار و اہل کمال طباع و ذہین ذکی و فہیم گذرے ہین۔

انکے مؤلفات سے ایک کشکول تھا جس مین بہت سے فوائد متعلقہ علم فقہ و تصوف و مسائل توحید تحریر فرمائے اور اپنی سیادت کو بدلائل ثابت کیا تھا۔ مگر اب اسکا پتہ نہین تاریخ وفات ۷ ماہ شوال ہے۔ سنہ ولادت و وفات نہ دریافت ہو سکا۔ مزار شریف کا بھی ٹھیک پتہ نہین معلوم کہ رسولی باغ مین ہے۔ یا خطیرہ واقعہ محلہ نارٹلہ مین ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

محمد شافع

شیخ محمد شافع۔ ابن شیخ اوجیالے (جنکی سرا متصل کٹرہ شیخ جار اللہ اوجیالی سرائے کے نام سے مشہور ہے) ابن شیخ علیم اللہ ابن شیخ محمد ابن شیخ ثمن۔ ابن مخدوم قاری نظام الدین بھکاریؒ یہ بعد تعلیم و تربیت دکن چلے گئے تھے۔ وہان بہت صاحب ثروت و با اعتبار صاحب فیل

وبالکی نشین تھے۔ ساتھ ہی اسکے نہایت باہمت صاحب جود وسخا بھی تھے۔ ابناے وطن کیساتھ بہت رعایت ومراعات کرتے تھے۔ جو شخص کاکوری سے جاتا اُس سے نہایت محبت سے پیش آتے دکن جاتے ہی اپنی حسن قابلیت ولیاقت سے نواب محمد علی خان گوپا موی کے نائب ہوگئے تھے پھر زمانہ کی ناموافقت سے نوکری چھوڑکر وطن چلے آئے۔ اور یہین ۱۲۸۱ھ مین انتقال کیا۔ زائد حالات نہ دریافت نہوسکے

محمد شاہ

محمد شاہ قلندر۔ ابن شیخ احمد علی لکھنوی۔ ابتداءً یہ لکھنؤ کے شاہی توپخانہ مین گولہ اندازون مین ملازم رہے۔ بزرگون کی خدمت مین اعتقاد ونیاز نہ تھا۔ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ ایک مجذوب کی خدمت مین بعد ظہور کرامت بیعت کرنے کے لیے گئے۔ اُنھون نے دیکھکر کہا کہ مین اس جھگڑے مین نہین پڑتا تمکو اگر مرید ہونا ہے تو کاکوری مین حضرت شاہ تراب صاحب کے پاس جاؤ وہ بڑے کامل بزرگ ہین اور بہت تعریف کی۔ یہ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے واقف تو تھے مگر معتقد نہ تھے۔ اُنکے کہنے سے حاضری کا ذوق پیدا ہوا۔ اتفاقاً اُسی زمانہ مین حضرت صاحب لکھنؤ مین میان نظامی کے مکان پر تشریف لیگئے تھے۔ یہ سُنکر وہان حاضر ہوے۔ اور باصرار وہین سلسلۂ عالیہ قادریہ مین بتاریخ ۷ ماہ ذیحجہ روز دوشنبہ ۱۲۶۲ھ بیعت کی۔ پھر چند دنون کے بعد ملازمت ترک کرکے آستانہ عالیہ تکیہ شریفیہ پر چلے آئے۔ اور یہین رہے لگے۔ اذکار واشغال کی تعلیم حاصل کی۔ اُسکے بعد لباس فقر عطا ہوا۔

یہ بہت باہمت اور قوی الارادہ شخص تھے۔ منقول ہے کہ یہ اپنے وفات کے وقت اُٹھکر بیٹھ گئے اور جذبی حالت مین روح سے مخاطب ہوکر کہنا شروع کردیا۔ کہ نکل کمبخت میری یکسوئی مین کیون فرق ڈالتی ہے۔ پھر الا اللہ کی ضربین لگاکر مردانہ وار جان دی۔ انکی وفات بعمر زائد از سو سال ۱۲۸۸ھ مین ہوئی۔ مزار انکا قبرستان تکیہ شریفیہ کاظمیہ مین ہے۔

محمد صالح

شیخ محمد صالح - ابن شیخ محمد منتخب - ابن ملا عبدالرقیب - ولادت انکی ۱۱۳۶ھ مین ہوئی فارغ التحصیل تھے - اور نہایت ہی وجیہ لائق خوش تقریر خوش پوشاک خوش خوراک تھے - ابتدائے عہد محمد شاہ پانچ سال دہلی مین رہے - بادشاہ نے انکے لئے صدارت صوبہ جات بہار و بنگالہ و ڈھاکہ واوڑیسہ تجویز کی - مگر انھون نے بوجہ بُعد مسافت قبول نہین کیا - خاندانی عہدہ کی فکر مین گئے تھے - کامیابی نہوئی واپس آئے - اور وطن مین امیرانہ طور پر زندگی بسر کی - کتب بینی سے بہت ذوق تھا علم تاریخ کی کتابین زائد دیکھا کرتے تھے - بالآخر بعمر ۶۳ سال ۱۱۹۹ھ مین انتقال کیا - اور اپنے جد کے باغ مین بیرون روضہ دفن ہوئے

محمد عاقل

حضرت شاہ محمد عاقل سبزپوش چشتی کاکوروی الاصل ولکھنوی المدفن - یہ قادری الطریقت چشتی مشرب تھے - انکو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ ہیبت اللہ جواسی سے تھی - انکو سید غریب اللہ سے - انکو شیخ فتح محمد سے - انکو شیخ نور سبزپوش سے - انکو شاہ عبداللہ میرانجی سے - انکو شیخ ابوالوفا سے - انکو بندگی احمد تاج الدین سے - انکو بندگی شیخ احمد سے - انکو شاہ علاءالدین نوربخش سے - انکو شیخ محمد ثانی سے - انکو شاہ زین الدین سے - انکو شاہ ابوالقاسم سے - انکو شاہ محمد حق نما سے - انکو حضرت حافظ سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بغدادی سے - انکو اپنے والد ماجد حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالے عنہ سے -

یہ حسب الحکم اپنے پیر و مرشد کے سبزپوش رہتے تھے - بعد خلافت اُنھون نے انکو صاحب جلال برقع پوش کا لقب عطا کیا تھا - سبز لباس پہنتے تھے اسی وجہ سے سبزپوش مشہور ہوئے - اصلی وطن کاکوری تھا کسی وجہ سے لکھنؤ مین جاکر قیام اختیار کیا تھا - ملا وجیہہ الدین اشرف کتاب بحر زخار مین

اسکے حال مین لکھتے ہین کہ :-

"آن وقت را کامل شاہ محمد عاقل سبز پوش اصلش از قصبہ کاکوری مردان او بغایت عاقبت محمود، وعافیت معمور داشت تمام عمر با غنیا نہ چسپید مجردانہ ومتوکلانہ گذرانید۔ با وجودیکہ اغنیا درخواست معاش نمودند مقبول نداشت نہایت جوانمرد بود در تکسیر ہم مہارتے داشت بہر بھی تعویذ او تیر بہدف بود۔ بالفعل جانشین او شاہ بدرعلی نہایت مرد با اخلاق ومقبول آفاق است۔ شاہ محمد منیر مرید شاہ عاقل سبز پوش است بغایت مرتاض ومتعبد ومجاہد مدتہا است کہ در ملیح آباد درمیان گزندگان ودیگر وحشیان میگذراند مردم از کمال اعتقاد برائے او در انجا مکانے بنا نمودند او غیر از سایۂ درخت بصوب حجرہ التفات نمیکند۔ الفعل مردم را ار شادمی نماید بسیار مرتاض است۔ شاہ محمد عاقل اگر زندہ می بودے از مریدی او تفاخر می نمودے"

وفات انکی لکھنؤ مین ہوئی۔ اور وہین تکیہ وزیر باغ مین مزار ہے جسکے سرہانے قدم رسول نصب ہے۔ خلفا انکے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت شاہ محمد کاشف علوی کاکوروی (۲) ملا شاہ عزیز اللہ علوی کاکوروی (۳) شاہ بدرعلی خواہرزادہ وسجادہ نشین آنحضرت (۴) حضرت شاہ لال محمد سبز پوش جنکے خلیفہ شاہ عالم علی رضوی ہوئے انکے خلیفہ مہر علی شاہ سبز پوش ہوئے۔ اُنکے خلیفہ حاجی شاہ امام الدین حسین رضوی ہوئے۔ اُنکے خلیفہ سید شاہ ضامن علی گیسو دراز ہوئے۔ جنکے مرید وخلیفہ میان حسین الدین شاہ لکھنوی موجود ہین۔

محمد غنی

شیخ محمد غنی۔ ابن شیخ غلام حسن۔ ابن شیخ محمد مسیح۔ ابن ملا بدیع الزمان۔ ابن ملا محمد رضا۔ ابن ملا محمد اشرف۔ ولادت انکی ۱۱۶۲ھ مین ہوئی محمد غنی تاریخی نام تھا۔ چودہ برس بمقام باہر پور فوجدار رہے۔ نہایت فقیر دل بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ایک برہمن جسکا بدن بگڑگیا تھا۔ بہرائچ مین حضرت سید سالار مسعود غازی کی درگاہ مین حاضر ہوا۔ وہان سے بشارت ہوئی کہ شیخ محمد غنی

فوجدار بابر پور کے پاس جا۔ اور اُنکا پس خوردہ کھا لے شفا ہو جائیگی۔ وہ برہمن انکے پاس آیا۔ انھون نے پہلے بہت عذر و معذرت کی جب وہ بہت مصر ہوا تو ایک بتاسہ لیکر آدھا کھا کر اور بتاسون مین ملا کر دیدیا۔ اور اُس سے کہا کہ یہ سب بتاسہ کھا لے۔ اُسنے کھا لئے خدا نے اُسے شفا بخشی۔ سنہ ۱۱۸۹ھ مین انھون نے باہتمام شیخ محمد روشن ایک بڑی حویلی تعمیر کرائی۔ جو محلہ تاڑ تلہ مین شاہ کرامت علی قلندر کے مکان کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ خیر الزمان لکھنوی اپنی کتاب باغ بہار مین انکے متعلق لکھتے ہین کہ۔

"شیخ محمد غنی در رفاقت الماس علیخان خواجہ سرائے نجم الدولہ برادر سالار جنگ کہ مثل او کسے را رسوخ در مزاج آصف الدولہ بہادر نیست بوسیلۂ نوکری نواب مذکور بخوبی و بفراغت اوقات بسر می برد۔"

انھون نے بعمر ۶۲ سال بتاریخ ۱۳ ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ انتقال کیا۔

محمد غوث

ابو محمد ملا محمد غوث ابن ملک ابو الخیر ملک زادہ کنیت انکی ابو محمد تھی سنہ ۱۰۵۰ھ مین پیدا ہوے یہ بہت بڑے فاضل مستند عالم نامور صاحب درس و تدریس تھے مختصرات و مطولات ملا محمد زمان کاکوروی و ملا ابو الواعظ خیر آبادی سے پڑھے۔ اور بقیہ علوم کی تکمیل ملا قطب الدین شہید سہالوی سے کی۔ پھر احادیث کی سند ملا یعقوب بنبانی سے لاہور مین جا کر حاصل کی جمیع علوم و فنون مین ماہر تھے خصوصاً لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی مین بے مثل و یگانہ آفاق تھے۔

بیعت ان کو حضرت شاہ میر لاہوری سے تھی۔ بعد فراغ تحصیل علوم دہلی گئے۔ اور وہین قیام کر کے سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا تبحر علمی نے شاہ عالمگیر کے دربار تک پہونچایا۔ وہان مجلس جامعین و مؤلفین فتاوئے عالمگیری مین منتخب ہوے۔

قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر اپنی بیاض رشک ریاض مین لکھتے ہین کہ:-

"هرگاه مکاسب علمیه دست داد متوجه ادروے معالی سلطانی گردیده درانداک مدت بتقرب عالمگیر اختصاص یافت چنانچه آن شاه بتشرع سند نمودن کتب حدیث مجدد متعلقین علامهٔ عصر تبوسط نواب عنایت الله خان استدعا فرموده فہرست سلسلهٔ ایشان طلب فرمود و آثار رضاے جد بزرگوار هم درین باب بظهور آمد - اما چون مشار الیه درین مقدمه با نواب موصوف بگفتار رفت فرمود که بعد احابت این تقرب که بالاتر ازین مرتبه نباشد تحصیل رخصت وطن و ملاقات اعزه آنجا به مفت از مملکت دکن که تحصیل خدمات آن صوب مطلوب می باشد از دائره مقدرت بنده خارج خواهد بود قرین صلاح آنکه قبایل ولواحق را طلب فرمایند و معاشرت همدرین ملک بسر برند بنا بر علیه آنجناب از قبول این امر خطیر پہلو تہی کردند"

یہ نہایت ہی صاف باطن وجیہ الصورت وسیع الاخلاق تھے - دربار شاہی مین جب جاتے تو بادشاہ بہت اعزاز واحترام کرتے باوصف مصاحبت شاہی مزاج مین بے پروائی اور استغنا بہت تھی - سفر دکن مین بھی بادشاہ کے ہمراہ بارہ سال تک رہے - کچھ دنون شاہزادہ کام بخش کے یہان میر ساماتی کا کام سرانجام دیا اور بہت معتمد وممتاز رہے - پھر خدمت احتساب صوبہ اکبر آباد متعلق ہوئی - پھر کچھ دنون بہادر شاہ کی رفاقت مین رہے - وہان سے بعہدۂ صدارت الہ آباد ترقی پائی - اُس زمانہ مین خدمت صوبہ داری الہ آباد نواب ابراہیم علی خان ابن علی مردان خان کے متعلق تھی وہ بھی ان پر بہت مہربان تھے - انکی رفاقت کے زمانہ مین وہان کے علما سے بہت مناظرہ ہوئے چونکہ یہ جملہ علوم خصوصًا فقہ وحدیث مین یکتاے زمانہ تھے - اسلئے کوئی پیش نہین پایا تھا - بعد اسکے انکا تقرر تحصیل جزیۂ صوبۂ اودھ کی غرض سے لکھنؤ مین ہوا - درس وتدریس سے چونکہ فطری ذوق تھا - لہذا ہر جگہ اس شغلہ کو جاری رکھا - لکھنؤ مین بھی بہت سے طلبہ ہمراہی مین تھے - بااین ہمہ کہ یہان کام کی بہت کثرت تھی - لیکن مطالعۂ کتب ودرس علوم کبھی ناغہ نہین کیا - شاہ محمد وارث ابن حافظ ابو المعانی وشیخ عبد اللہ ابن شیخ امان اللہ - ومولوی غلام مرتضے مؤلف جواہر الاسرار انکے ارشد تلامذہ مین سے تھے انھون نے کاکوری مین تعمیر مدرسہ کے لئے زمین مانگی تھی - جسکے معافی کا فرمان بھی ہو چکا تھا -

مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور انکی وفات ہوگئی۔ بعد وفات انکے نامور نبیرہ فخر سلف ملا حمید الدین مغفور نے مدرسہ بنوایا۔

انکے تبحر و کمالات علمی و عملی بہت زیادہ تھے ہمیشہ پاکتساب ریاضات و وظائف مقررہ مین بموجب ارشاد اپنے پیر و مرشد مشغول رہتے۔ اور باوجود دنیاوی مصروفیتون کے حق پرستی سے غافل نہین رہتے تھے۔

انھون نے بعمر ۶۲ سال بتاریخ ۲۶ ماہ صفر ۱۱۱۸ھ سال رحلت شاہ عالم گیر بمقام لکھنؤ وفات پائی اور کاکوری مین مولوی محلہ مین اپنے دیوان خانہ کے صحن مین دفن ہوئے۔ مزار شریفہ کے متصل انکے نبیرہ ملا حمید الدین مغفور کا مزار ہے۔ ان مزارات کے گرد حظیرہ خشتی محاط ہے۔ مادہ تاریخ وفات مستخرجہ قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر ادو ح اللہ سرہ المتعال ہے۔

قطعۂ تاریخ انتقال از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی ؎

آمدہ بو محمد غوث بدور علم و فضل — شصت و دو سال در جہان تخم صلاح و خیر کشت
بست و ششم مہ صفر رفت بعالم دگر — سال وصال قیصری گفت کہ رہبر بہشت
۱۱۱۸ھ

محمد قاسم

مولوی محمد قاسم المتخلص بہ قیصر۔ ابن مولوی محمد مہدی المتخلص بہ شیدائی۔ ابن مولوی محمد متقی ابن محمد صالح۔ ابن شیخ محمد وارث۔ ابن شیخ محمد ہاشم۔ ابن شیخ محمد اشرف۔ ابن قاضی محمد رضا۔ ابن قاضی محمد حاتم۔ ابن قاضی شیخ شمس الدین۔ ابن قاضی شیخ خواجہ کبیر۔ ابن قاضی فخر الدین۔ ابن قاضی بدیع الدین ابن قاضی کریم الدین۔ ابن قاضی نصیر الدین۔ ابن مخدوم قاضی کبیر الدین۔ ابن امیر رستم۔ ابن امیر ارسلان۔ ابن امیر علی خالدی خراسانی بالادستی۔

انکے جد مولوی محمد متقی مرحوم نے بوجہ قرابت ابراہیم آباد سے آکر کاکوری مین سکونت اختیار کی اور کاکوروی کہے جانے لگے۔ محلہ دلی نگر مین جنکی بنائی ہوئی عالیشان اور نفیس کوٹھی اب بھی موجود ہے

انکی ولادت بتاریخ ۹ ماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۲۷۶ھ ہوئی۔ یہ نہایت وجیہ الصورت نیک سیرت درویش صفت پابند شریعت وطریقت فائز تحقیقت ومعرفت شخص تھے۔ تربیت اپنے والد کے ظل عاطفت مین پائی۔ ابتدائی کتابین مولوی معظم علی سے پڑھین۔ پھر تعلیم عربی وفارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے حاصل کی۔ عبارت نفیس لکھتے تھے۔ اور خط بھی بہت صاف وپختہ تھا۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر فرمایا کرتے تھے۔ کہ "میری تقریر وہاج الدین اور تحریر محمد قاسم لیگئے"۔ علمی قابلیت اعلے وطبع موزون رکھتے تھے۔ شعر فارسی واردو مین کہتے تھے شاعری مین تلمذ مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے تھا۔ انکا کلام انکے بھتیجے مولوی محمد عاصم قیس نے بصورت دیوان جمع کیا ہے۔ لیکن ابھی تک طبع نہین ہوا۔ چند اشعار فارسی اردو اُن مین سے بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہین۔ انتخاب کلام فارسی ؎

بدہ جام نشاط جاودان دیوانۂ خود را
دمے مخمور چشم خویش کن مستانۂ خود را

خوشا روزے کہ بخت من رساند مردہ وصلش
بہ آغوش تمنا در کشم جانانۂ خود را

کنون صبر دلم شد دستبرد لشکر غمہا
بغتقش دادہ ام تاراج اثاث خانۂ خود را

کشم صد بار غمہایش نہ پیچم سر ز سودایش
براہ شوق نازم ہمت مردانۂ خود را

برنگ قیس قیصر خاک بر سر ہست در غربت
سرت گردم بہ بزم خود طلب دیوانۂ خود را

تا پنجۂ جنون بگریبان رسیدہ است
دل دامن خیال ز ہر سو کشیدہ است

دامن ز نیش و نوش دو عالم کشیدہ است
آنکس کہ چاشنی ز وفایت چشیدہ است

روئے تو خوب لعل لبت خوب چشم خوب
در بارگاہ حسن حقت برگزیدہ است

کو تاب ضبط عشق وکجا فکر ننگ و نام
دیوانہ در غم تو گریبان دریدہ است

خار غمت خلید نخستین بسینہ ام
کے بے خلش کنے گل وصل تو چیدہ است

جوشیدہ خون اشک گرہ بست در دلش
تا نافہ بوئے گیسوئے مشکین شمیدہ است

بربود دل ز سینہ بہ یک نیمہ نگاہ
چون چشم دلربائے تو چشم ندیدہ است

از آہِ خون لبیان دل افسردگان غم　　　باد بہار از سر کوئش وزیدہ است
قیصر بپائے شوق و دید از لحد برون　　　بانگ طلب چو از لب جانان شنیدہ است

دل بر دجفا شعار یارب چہ کنم　　　افتادہ بہ گریہ کار یارب چہ کنم
نے مرگ مرا نہ یار پرسد حالم　　　این جان سقیم وزار یارب چہ کنم

ہر روز فروزم آتشِ شوق بدل　　　ہر شب سوزم برنگ شمع محفل
زاظہار زبان بسوزد از ضبط جگر　　　گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل

مبارکباد مرگ نو شہیدان نگاہش را　　　زجنبشہائے چشم لیکائے قتل عام می آید

مستمند دولتِ کونین را کافی بود　　　درہم داغی ز گنج عشق تو اے شاہ من

رخ او مہر سان ہر روز رخشد　　　خدایا چشم حاسد کور باشد

بسوز عشق قیصر آتشے در زیر پا دارد　　　کہ گرد کوچہ اش ہر وقت بیتابانہ میگردد

در تپ غم شبانہ روز جان نزار ما سوز　　　آتش جلوہ بر فروز اے بت شعلہ خوی من

اشعار اردو

نکہت مشک کی جا گرد الم چھائی ہے　　　خاک کس کشتۂ گیسو کی صبا لائی ہے

صبح دم وہ جو پئے سیر گلستان نکلے　　　نکلی بو غنچہ سے گل جھاڑتے داماں نکلے
یاد گیسو مین عجب کیا کہ مرا دود جگر　　　غشق پیچان کی طرح خاک سے پیچان نکلے
بار سر اس تن لاغر سے اُتارے قاتل　　　ہم سبکدوش ہون اور تیرا بھی ارمان نکلے

جلا ہے آہ سوزان سے ہمارے آسمان کیسا　　　شرر انجم بنے چھایا ہی عالم مین دھوان کیسا

اب ضبط گریہ کرکے جگر کو جلائین گے　　　بادل کی طرح روز و شب آنسو بہا چکے
صد شکر عاشقون مین ہوئے ہم بھی نامور　　　مجنون ہماری قبر پہ چادر چڑھا چکے

آہ کو آہ بے اثر پایا　　　نالۂ دل کو نارسا پایا

میرے قاتل کے دست و بازو کو　　　زخم دینگے دعائین کھل کھل کے

پھٹے کیونکر نہ قیصر جاک داماں | جنوں میں اُٹھ گیا پردہ حیا کا
رنگ شفق سُرخ نمایاں ہے فلک پر | خوں آج بہا ہے یہ مرے زخم جگر کا
آج طغیانی میں آب تیغ خونآشام ہے | اب خدا حافظ ہے جاں کا حکم قتل عام ہے
کاٹ دکھلائیگی کیا تیغ نگہ سفاک کی | دامن شمشیر کم ہے زخم دامن دار سے

ان میں جودت و ذہانت خداداد تھی۔ اپنے والد کی حیات ہی میں تحصیل علوم کرکے قانون یاد کرنا شروع کر دیا تھا۔ انکی وفات کے وقت جبکہ انکا سن اٹھارہ سال کا تھا۔ وکالت کا امتحان دیا لیکن طبیعت چونکہ دنیاوی جھگڑوں سے متنفر واقع ہوئی۔ لہذا سب چھوڑکر گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کے حضور میں طلب باطنی شروع کی۔ مجاہدہ اور ریاضت میں نہایت محنت کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کثرت ذکر سے پھیپھڑوں پر صدمہ ہو گیا تھا۔ اور وہی آخر کار مرض الموت ہوا۔ واللہ اعلم۔ با این ہمہ ریاضت سے باز نہ آتے شب کو ذکر جہر کی آواز دوسرے محلہ تک صاف جاتی تھی۔ اکثر صدور کرامات بھی ہوتا تھا۔

یہ مدۃ العمر مجرد رہے۔ جب اعزّہ نے شادی کے لئے اصرار کیا تو صاف کہدیا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میری عمر بہت کم ہے اور سفر آخرت جلد پیش آئیگا۔ لہذا میں نہ خود جھگڑے میں پڑنا چاہتا ہوں اور نہ دوسرے کی زندگی خراب کرنا۔ اکثر خطوط میں اپنے بھائی مولوی محمد ہاشم مغفور کو لکھا کرتے تھے کہ "ہمہ راہی گذارم و می گذرم"۔

چنانچہ بعمر ۳۰ سال بتاریخ ۱۰ ماہ شوال المکرم ۱۳۰۶ھ وقت عصر وفات پائی۔ اور اُسی شب کو بارہ بجے دفن ہوئے۔ قبر محلہ ولی نگر میں والدین کی قبروں کے درمیان میں ہے۔ اور سرہانے یہ قطعہ تاریخ نصب ہے ؎

قیصر چو بر قلمرو ہستی قلم کشید | محزون زرحلتش دل ہر خاص و عام شد
رضوانش ز خلد از سر الہام بہر سال | آواز داد۔ داخل دار السلام شد

۱۳۰۶ھ

محمد کاشف

حضرت شاہ محمد کاشف چشتی - ابن حافظ خلیل الرحمن شہید - ابن شیخ عبدالرحمن - ابن حافظ غلام محمد علوی مخدوم زادہ - یہ نہایت بزرگ قابل وصالح موصوف بخصائل پسندیدہ ومتصف باوصاف حمیدہ تھے - ایک مدت تک سوارون مین نوکر رہے - نہایت ممتاز اور با وجاہت وشجاعت تھے - پھر نوکری چھوڑ کر عبادت اور یاد حق مین بقیہ عمر بسر کی -

بیعت معہ اجازت وخلافت حضرت شاہ محمد عاقل سبز پوش چشتی سے تھی - عمامہ سبز رنگ کا باندھتے تھے - جو اُس خاندان کا تمغہ تھا - ابتدا ہی سے یہ بہت خوش اوقات اور پابند وظائف و اوراد تھے - اور بہت ہی زبردست عامل تھے -

منقول ہے کہ یہ ایک تعویذ محافظت آلات حرب کے واسطے لکھتے تھے - جو نہایت مجرب ہوتا تھا - حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ فرماتے تھے کہ (۱۱۸۲ھ) مین امرزا باقر اور بخشی ابوالبرکات خان سے (بمقام کاکوری) لڑائی ہوئی تھی - اُسوقت مین سوارون مین نوکر تھا - یہی تعویذ میرے بازو پر بندھا ہوا تھا - کئی وار مجھ پر تفنگ وغیرہ کے ہوے - مگر اُس تعویذ کی برکت سے کسی کا اثر نہین ہوا

منقول ہے کہ ایک بار نواب قاسم علی خان صوبہ دار بنگالہ شیخ فرحت علی خان ساکن گدیہ (ضلع بارہ بنکی) جو انھین کی فوج کے بخشی تھے - ان سے ایسے ناخوش ہوے کہ ہلاکت کے درپے ہوگئے - اُنھون نے حاضر ہوکر ان سے عرض کیا کہ انھون نے ایک تعویذ عنایت فرمایا جسکے اثر سے نواب صاحب پیشتر سے بہت زائد مہربان ہوگئے -

انکے مزاج مین قناعت بہت تھی - جسکے متعلق منقول ہے - کہ ایک روز گشائین کرپا پندہان جو فقیر صاحب تصرف اور کیمیا گر اور انکے بہت مخلص تھے - اُنھون نے ان سے کہا کہ مین آپ کو ایک ایسی چیز کھلاؤن کہ جسکے اثر سے آپ کی خوراک دس سیر کی ہو جاے - آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایسی بھوکھ کی ضرورت نہین - بلکہ ایسی چیز دو کہ جس سے جو کچھ خوراک ہے وہ بھی جاتی رہے - اُسنے

کہا کہ آپ شاید بوجہ بمقدوری پس و پیش کرتے ہین۔ اگر ایسا ہے تو پہلے وہ چیز بتلاؤن جس سے
افلاس بالکل دور ہوجاے یعنی کیمیا۔ انھون نے فرمایا کہ مجھکو ضرورت نہین۔

منقول ہے کہ جب یہ نوکری چھوڑکر الہ آباد آئے۔ اور وہان چند دنون ٹھہرنے کا ارادہ کیا
تو خدمتگار سے کہدیا کہ جو کچھ خرچ تمھارے پاس ہے۔ جب تک وہ رہے تب تک بقال کے
یہان سے جنس لانا۔ پھر قرض ہرگز نہ لانا۔ جب خرچ ختم ہوگیا تو جنس آنا موقوف ہوگئی۔ بقال نے
خدمتگار سے دریافت کیا اُسنے سب کیفیت بیان کردی۔ بقال نے یہ سُنکر بہت منت اور
سماجت سے کہا کہ تم جنس لیجاؤ۔ مین اسکی قیمت کا تقاضا نہین کرونگا۔ یہ کہکر جنس دیدی۔

اُسی زمانہ مین انکے توکل و عزلت کا بہت شہرہ ہوا۔ اصول المقصود مین ہے کہ شاہ
عالم ثانی بادشاہ دہلی اُسی زمانہ مین الہ آباد آئے ہوئے تھے۔ شہرہ سُنکر مشتاق ملاقات ہوئے
اور ان سے ملنے آئے دیر تک دروازہ پر کھڑے رہے۔ خواجہ سرانے اندر جاکر خبر کی۔ انھون نے
فرمایا کہ اُن سے جاکر کہو کہ میری ملاقات کو کیون آئے۔ مین ایک سپاہی آدمی ہون فقیر نہین
ہون۔ اگر تم کو یقین نہو تو دیکھ لو میرے پاس ہتھیار رکھے ہوئے ہین۔ اس بہانہ سے ملاقات
نہین کی اور واپس کردیا۔ وہان سے یہ پھر وطن چلے آئے اور یہین گوشہ نشینی اختیار کی۔

انکے معمولات یہ تھے کہ صبح کو گھر سے نکلکر دیوانخانہ مین آتے (جو اب تک محلہ تجیبہ
تلہ کاکوری مین موجود ہے) اوراد و وظائف مین مشغول رہتے اور کلام اللہ سات روز مین ختم کرتے
بعد فراغت لوگون سے ملاقات کرتے۔ پھر کھانے کے وقت اندر جاتے۔ اور بعد تناول طعام فوراً
واپس آکر تھوڑی دیر استراحت کرکے بعد نماز ظہر وظیفہ پڑھتے۔ پھر نماز عصر سے مغرب تک کسی سے
بات چیت نہین کرتے اور نہ کہین آتے جاتے۔ البتہ جمعہ کو ملا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد واقعہ
محلہ قصبہ مین نماز پڑھتے۔ اور وہین سے حضرت مخدوم قاری نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار
پر فاتحہ پڑھکر اپنے نانہال شیخ جار اللہ مغفور کے یہان جاتے۔ پھر تکیہ شریفہ پر تشریف لیجاکر تھوڑی دیر
ٹھہر کر واپس چلے جاتے۔

منشی فیض بخش مرحوم مثنوی باغ دبہار مین انکے متعلق لکھتے ہین ؎

"بقرب لکہنئو جائیست معمور | سوئے مغرب بکاکوری است مشہور
ز سکانش بزرگے بود کامل | بحق نزدیک دور از امر باطل
خوش آغاز و خوش اوقات و خوش انجام | خوش اعمال و محمد کاشفش نام
بظاہر طلعتش رخشندہ اختر | بباطن ہم ز نور حق منور،
دلش در سینہ اش جویاے اسرار | زبانش با کلام اللہ گفتار۔"

انکو دو تین برس قبل وفات عارضۂ تشنج لاحق ہوگیا تھا۔ جسکی وجہ سے نشست و برخاست مین معذوری ہوگئی تھی۔ معالجہ بھی بہت ہوا مگر کچھ فائدہ نہین ہوا اسی مرض مین بتاریخ ۲ ماہ ذیقعدہ وفات پائی۔ مزار شریف بالین مزار حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ اندرون روضہ واقع ہے۔ سنہ ولادت و وفات و مدت عمر وغیرہ نہین دریافت ہو سکے۔

محمد کاظم

حضرت قطب الارشاد عارف باللہ الملقب بالغیب بصاحب سر نصیر الملۃ والدین مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ ابن حضرت شاہ محمد کاشف چشتی قدس سرہ

آپ بتاریخ ۱۰ ماہ رجب المرجب روز دوشنبہ ۱۱۵۸ھ بزمانۂ سلطنت محمد شاہ ابن جہاندار شاہ بادشاہ دہلی پیدا ہوئے۔ آپ نہایت سلیم الطبع قوی الحافظہ عالی ہمت عقیل و فہیم خوش اخلاق پابند شریعت تھے بچپن سے انوار ولایت و کرامت و آثار رشد و ہدایت جبین سیادت آگین سے تابان و نمایان تھے۔

آپ نے اوائل کتب درسیہ ملا عبد العزیز کاکوروی و ملا حمید الدین کاکوروی سے اور اواسط و اواخر ملا غلام یحیےٰ بہاری و ملا حمد اللہ سندیلی سے پڑھین۔ حقیقتاً تمام علوم آپ کے وہبی تھے۔ زمانۂ طالب علمی سے علم تصوف کی طرف میلان خاطر تھا متقدمین حضرات صوفیہ کی کتابین مثل

تعرف مصنفہ شیخ ابوبکر کلاباذی و قوت القلوب مصنفہ شیخ ابو طالب مکی و رسالہ قشیریہ مصنفہ شیخ ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری۔ و کشف المحجوب مصنفہ شیخ علی غزنوی۔ اور متاخرین میں سے مصنفات حضرت امام غزالی و حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی و حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہم بیشتر ملاحظہ میں رہتی تھین۔ اور طالبین مخلصین کو پڑھائی بھی جاتی تھین۔ معاصرین مین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا طرز تحریر اور تحقیقات متعلقہ بہ سلوک بہت پسند تھا۔

بیعت و اجازت و خلافت کبرےٰ آپ کو حضرت کلید عرفان سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ آپ سلسلۂ علیۂ قلندریہ مین نہایت عظیم المرتبت بزرگ گذرے۔ اور مرتبۂ قطبیت کبرےٰ اور ولایت عظمیٰ کے حامل محمدی المشرب و قطب الارشاد تھے۔

فصول مسعودیہ (مصنفہ حضرت شاہ مسعود علی قلندر خلف و خلیفۂ حضرت شاہ باسط علی قلندر قدس سرہما) مین ہے کہ انھون نے دس سال اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت مین رہ کر مقامات طریقت کی تکمیل کی۔ اوراد و اذکار اور اشغال اور دعوات اسماء وغیرہ حاصل کرکے اجازت و خلافت سلاسل سبعہ سے سرفراز ہوکر ملقب بصاحب سر عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر رہوئے۔ اور وطن مین حسب الحکم اقامت اختیار کرکے ایک عالم کو اپنے انوار طاعات سے منور اور افادۂ علوم دینی و معارف یقینی سے مستفیض فرمایا۔

کمالات آپ کے اظہر من الشمس ہین مفصل حالات آپ کے کتاب مستطاب فصول مسعودیہ و اصول المقصود و مجاہدات الاولیاء و کشف المتواری و روض الازہر و انتصاح و نفحات العنبریہ و مثنوی باغ و بہار و چشمۂ فیض یعنی نسب نامۂ منشی فیض بخش مورخ کاکوری مین موجود ہین۔

آپ کو علاوہ سلاسل سبعہ خاندانی یعنی قادریہ و قلندریہ و چشتیہ و طیفوریہ و سہروردیہ و فردوسیہ و مداریہ کے سلسلۂ نقشبندیہ کی اجازت کئی طرح سے حاصل ہوئی۔ اولاً بطور مبادلہ حضرت مولوی احمدی نقشبندی کرسوی خلیفۂ حضرت سید محمد عدل عرف شاہ لعل بریلوی سے جنھون نے آپ سے سلسلۂ قلندریہ کی اجازت حاصل کی۔ دوسرے حضرت شاہ ابو سعید رائے بریلوی خلیفۂ حضرت شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی سے۔ تیسرے حضرت مولانا حاجی امین الدین کاکوروی خلیفۂ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ سے۔

آپ کے مصنفات مین کتاب **نغمات الاسرار** معروف بہ **سانت رس** ہے۔ جس مین آپ کا ہندی کلام مشتمل بر حقائق و معارف ہے یہ کتاب طبع ہوچکی ہے۔ اور ایک رسالہ متعلق بہ معمور داشتن **اوقات** ہے۔ جو اپنے مریدین و خلفا کے لئے عموماً اور محب علی خان زمیندار گکرہ متعلقہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ کے لئے خصوصاً تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کتاب مطالب رشیدی و اصول المقصود مین درج ہے۔ پھر مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی نے اسکی شرح اردو مین موسومہ بہ **توثیق المقاصد** لکھی۔ یہ بھی طبع ہوچکی ہے۔ علاوہ اسکے مکاتیب بھی ہین۔ جن کو حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ نے مرتب کرکے **مفاوضات** تاریخی نام رکھا۔ یہ بھی طبع ہوگیا ہے۔

خلفا آپ کے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان برادر خورد آنحضرت (۲) حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر خلف اکبر و خلیفہ اعظم و جانشین آنحضرت (۳) حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلف اوسط آنحضرت (۴) حضرت شاہ بہرام علی قلندر خویش آنحضرت (۵) شاہ انشاء اللہ قلندر عباسی کاکوروی (۶) شاہ عاشق اللہ قلندر اکبرپوری (۷) شاہ شیر علی قلندر لکھنوی (۸) شیخ طفیل علی علوی کاکوروی (۹) مولوی شفاعت علی کاکوروی (۱۰) ملا قدرت اللہ بلگرامی۔ (۱۱) شاہ محمد محفوظ نیوتنوی (۱۲) شاہ امید علی جونپوری۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

وفات آپ کی بعارضۂ تپ شب ۱۲ ماہ ربیع الآخر روز چہارشنبہ ۱۲۲۱ھ بعمر ۶۳ سال ہوئی۔ مزار شریف اندرون تکیہ شریفہ پائین مزار والدین واقع ہے۔ بعد وفات کے آپ کے مرید مخلص شیخ لعل محمد نے عالی شان روضہ بنوایا۔ جو فرح بخش ناظرین و زائرین ہے۔ تاریخ وفات پر نہایت وسیع پیمانہ پر بہت مجمع اور رونق کے ساتھ عرس شریف ہوتا ہے۔ مادۂ تاریخ وفات از مولوی نجم الدین علی خان بہادر ثاقب قاضی القضاۃ۔ ہو خالد فی الجنات ۱۲۲۱ھ ہے۔ قطعۂ تاریخ وفات از مولوی حافظ معز اللہ کاکوروی مخلص قدیم آنحضرت سے

شاہ کاظم ازین جہان بربست | رخت ہستی بجانب اعلے
از خرد ازبرا فسر طوبے | سے شکنے یافت جنت الماٰوے
۱۲۲۱ھ

محمد کبیر

ملک محمد کبیر۔ ابن ملک محمد عیوض۔ ابن ملک محمد حنیف۔ ابن ملک محمد صفی۔ ابن ملک عبد الصمد۔ ابن ملک مٹھے۔ ابن حافظ چاند۔ ابن ملک حسام الدین۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہاء الدین کیقباد۔

یہ ۱۱۰۸ھ مین پیدا ہوے۔ حضرت قاضی مینا قلندر رمھونوی کے مرید تھے۔ تعلیم علوم ظاہری و باطنی کی بھی اُنھین سے حاصل کی تھی۔ برابر اُنکے ساتھ خلوت نشینی اوراذکار وغیرہ مین شریک ہوتے اور فیوض حاصل کرتے۔ بڑے باخدا اور مرتاض شخص تھے۔ ذہن رسا اور فکر بلند رکھتے تھے انفصال قضایا مین بہت اچھی قابیت تھی۔ قاضی محمد حافظ و قاضی محمد واعظ سے بہت دوستی تھی۔ چنانچہ وہ اکثر قضایا بغرض انفصال انھین کے پاس بھیجتے۔ یہ ایسا بہتر فیصلہ کرتے تھے۔ جس سے فریقین خوش ہو جاتے۔ سخاوت و ہمت و شجاعت و دانائی و فراست ورثہ موروثی تھا۔ اور چونکہ شیخ محمد منتخب کے داماد تھے اسوجہ سے دولتمند بھی بہت تھے۔ منشی فیض بخش مغفور کے نسب نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو سات ہزار نقد برسم سلامی اور سات ہزار کا زیور انکی اہلیہ کو اور اور سامان جو اس سے بھی زیادہ تھا ملا تھا لیکن انھون نے باوجود امارت درویشانہ طریق پر زندگی بسر کی۔ بالآخر بتاریخ ۱۷ ماہ جمادی الآخر ۱۱۸۶ھ بعمر ۷۸ سال انتقال کیا۔ اور اراضی باغ واقعہ ملکن ہار کاکوری مین دفن ہوے مادہ تاریخ انتقال محمد کبیر رحلت کرد ہے ۱۱۸۶ھ۔ قطعہ تاریخ انتقال از منشی فیض بخش مغفور کاکوروی سے

چون محمد کبیر صاحب جود | کرد رحلت ازین جہان ناگاہ
گفت ہاتف ز سال فوت کہ او | از شیوخ کبیر بودہ آہ
۱۱۸۶ھ

محمد ماہ - علوی

ملا محمد ماہ - ابن حضرت ملا عبد الکریم - ابن حافظ شہاب الدین - ابن مخدوم نظام الدین بھیکھہ - یہ درویش کامل عالم عامل حافظ کلام اللہ تھے - اپنے اسلاف کے طریقہ کے پابند تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد اُنکے جانشین ہوے - جانشینی حضرت ملا عبد الکریم رحمتہ اللہ علیہ انھین سے خاندان مین رہی - حویلی انکی - محلہ قصبہ مین ملا صاحب کے مزار کے قریب تھی - اب بالکل مسمار ہو نام ونشان بھی نہین باقی ہے - سنہ وتاریخ ولادت ووفات ودیگر حالات نہین دریافت ہو سکے -

محمد ماہ نقشبندی

شاہ محمد ماہ نقشبندی کاکوروی - ولادت ووفات واسامی آباو اجداد وشجرۂ نسب اور یہ کہ کس خاندان سے تھے باوجود تلاش معلوم نہ ہوسکا - یہ اپنے زمانہ کے بڑے بزرگون مین تھے حضرت شاہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے احباب خاص مین تھے سلسلہ انکا نقشبندیہ تھا بیعت واجازت وخلافت انکو حاجی غلام محمد اکبر آبادی سے تھی - اُنکو حضرت شاہ سلطان سے - اُنکو حضرت سید آدم بنوری سے - اُنکو حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی سے -

مولوی محمد معروف ملفوظ حضرت شاہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ مین لکھتے ہین "کہ مین نے انکی زیارت کی - حضرت پیرومرشد کے حالات ان سے بہت معلوم ہوے - ایک روز مین نے انکا شجرۂ سلسلہ نقشبندیہ نظم کرکے سنایا تو بہت خوش ہوے - اور باطنی عنایات سے سرفراز کیا - یہ بڑے بزرگ صاحب کشف ویقین وفائز بمراتب تمکین تھے - اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اویسیہ گروہ (منسوب بخواجہ اویس قرنیؓ) کے بدن پر سفید داغ مثل برص کے ہوتے ہین - جیسے کہ حضرت اویس قرنی رح کے بدن پر تھے - مین نے خود ایک بزرگ سید اویس اویسی کو دہلی مین دیکھا تھا - جنکے داغ برص کے داغون کے مشابہ تھے مین نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ اویسیت کا نشان ہے" - یہ حضرت شاہ محمد معصوم رح کے بعد تک زندہ رہے

جیسا کہ قول معروف سے معلوم ہوتا ہے۔ مزید حالات نہ معلوم ہو سکے

محمد محسن

مداح رسول اکرم حسان الوقت مولوی محمد محسن متخلص بہ محسن۔ ابن مولوی شاہ حسن بخش۔ ابن مولوی شاہ حسین بخش شہید۔ ابن حضرت شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان برادر خرد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ۔

ولادت انکی بمقام کاکوری ۱۲۴۲ھ مین ہوئی۔ نظر محمد تاریخی نام تھا۔ تربیت و تعلیم اپنے جد امجد و والد ماجد و مولوی عبد الرحیم سے حاصل کی۔ حضرت شاہ کرامت علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ دس سال تک جد امجد کے سایۂ عاطفت مین رہے۔ اسی زمانہ مین انکو خواب مین شرف بیعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا اور اُسی زمانہ مین خواب مین دیکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک انکے مُنھ مین دیدی۔ جس کے اثر سے نعت گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اور وہ بہت مقبول خاص و عام ہوا۔ اس سے بڑھکر اور مقبولیت کی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایک صاحب نے خواب مین دیکھا کہ دربار رسالت ہے۔ اور دیگر مداح اپنے اپنے قصائد پڑھ رہے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولوی محسن کا سلر پاسنا ؤ وہ اچھا ہے اور ہمارے یہان مقبول ہے۔

ابتدا مین یہ بمقام مین پوری عہدۂ نظارت پر مامور رہے۔ اور وہین سے وکالت ہائیکورٹ کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی۔ اُس زمانہ مین صدر دیوانی عدالت آگرہ مین تھی۔ بعد کامیابی آگرہ مین بود و باش اختیار کی۔ غدر ۱۸۵۷ء تک آگرہ مین رہے۔ اُسکے بعد مین پوری مین مستقل قیام کرکے وکالت کو خوب ترقی دی۔ چند روز مین اُنکی دیانت راستبازی۔ صفائی معاملہ۔ نازک خیالی عالی دماغی کی دُھوم مچگئی۔ حکام خاص عزت اور وقعت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

ہر شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ اور ہر ایک کے دُکھ درد مین شریک ہوتے انکا جوہر طبعی تھا۔ وضعداری و مروت و اخلاق کا بے مثل نمونہ تھے۔ جس شخص سے جو برتاؤ ایک وقت

ہو جاتا۔ اُسکو آخر تک نباہتے۔ جاہ و ثروت بہت حاصل کی۔ جس چیز نے حقیقتاً اُنکی شہرت کو معراج کمال تک پہونچایا وہ اُنکی شاعری و انشاپردازی تھی۔ جس کا شہرہ تمام ہندوستان مین ہر شاعری مین مرزا بیدل کا طرز تھا۔ نظم نعتیہ زیادہ ہے۔ عاشقانہ بھی ہے۔ مگر کم لغز اور معمے اور بدایع وغیرہ بھی ہین۔ فن شاعری مین تلمذ مولوی ہادی علی اشک بجنوری سے تھا۔

انھون نے جب سے قصیدہ مدیح خیر المرسلین لکھا اور عہد کیا کہ ؎

ہے تمنا نہ رہے نعت سے تیری خالی　　نہ مرا شعر نہ قطعہ نہ قصیدہ نہ غزل

اسکے بعد سے سوا نعت کے کل اصناف سخن ترک کر دیئے۔ کلام نعتیہ جیسا کچھ ہے محتاج ثنا و صفت نہین۔ حقیقت یہ ہے کہ جامی و نظامی جو نعت گوئی مین بے مثل گذرے ہین۔ اگر اردو کہتے تو اس سے بہتر نہ کہتے مستقل تالیفات نظم سے سراپائے رسول اکرم۔ مثنوی صبح تجلی۔ مدیح خیر المرسلین۔ چراغ کعبہ۔ مخمس نعتیہ۔ مثنوی شفاعت و نجات ہین۔ اور انکے علاوہ اور قصائد و مثنویان و رباعیات و غزلین و مخمس و لغز و معما و تواریخ ہین۔ ان سب کا مجموعہ موسومہ بہ **کلیات نعت مولوی محمد محسن**۔ انکے بڑے صاحبزادے مولوی نور الحسن نیر نے مطبع نامی کانپور مین طبع کرایا اُسکے بعد یہ مجموعہ ایکبار اور طبع ہوا۔ اس سے قبل مصنف کی حیات مین بھی کلام سنبلستان رحمت کے نام سے طبع ہوا تھا اور لوگون نے نہایت قدر کی اور اب بھی قدر کرتے ہین۔

عام جوہر ان کے کلام کا مضامین کی بلند پردازی۔ الفاظ کا شان و شکوہ۔ بندش کی چستی۔ استعارون کی رنگینی۔ اور قصۂ طلب تلمیحات ہین جس مین اُن کے معاصرین مین کوئی انکا شریک نہین۔ بلکہ اردو شاعری مین اسکا جواب نہین۔ نمونۂ کلام فارسی و اُردو بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے۔

اشعار فارسی

جز احمد بے میم نہ غیبی نہ شہودے　　جز احمد با میم نہ بودے نہ نمودے

از قطرہ چکیدن خوش از دانہ دمیدن　　سر باد بسجودے و دہن باد و درودے

سرسبز کن اے سید ابرار مرا　　دہ رونق نخل گل بہ گلزار مرا

چون دانہ ہزار بار بر روے زمین | گر چرخ بیفگند تو بردار مرا
زان پیش بیا کہ من بخاک آمیزم | جان چون گہر سخن بپایت ریزم
در صفحۂ دیدہ و دلم اے محبوب | بنشین چون نام و چون نگین برخیزم

اشعار اردو

عناصر کی یارب یہ تقدیر ہو | کہ اس چوکٹھے مین یہ تصویر ہو
نازل ہے زمین پہ کبریائی | بندہ کے لباس مین خدائی

مٹا ڈالین بنا کر صورتین آدم سے تا عیسے | تب آیا راست نقشہ کلک قدرت سے ترے قد کا
خدا نے زیب و زینت کی جو بزم آفرینش کی | لگایا اُس مین قد آدم آئینہ ترے قد کا
کھنچی پہلے تری تصویر ازل مین دست قدرت سے | ہوا لفظ خدا سے اشتقاق اول ترے خد کا

باغ تنزیہہ مین سرسبز نہال تشبیہ | انبیا جسکی ہین شاخین عرفا ہین کوپل
گل خوش رنگ رسول مدنی عربی | زیب داماں ابد طرۂ دستار ازل
اوج رفعت کا قمر نخل دو عالم کا ثمر | بحر وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول

مرتے دم تک انتظار دلبر رعنا رہا | دیر تک آنکھون مین وقت نزع دم اٹکا رہا
اے فلک ہم نے تجھے تھا ماستون آہ پر | پر ہمیشہ سے ترا حسن کشی شیوا رہا

انکا کلام خیالات نادرہ و سخن آفرینی و فصاحت و بلاغت کا ایک عالم ہے جسے دیکھ کر انسان حیران ہوجاتا ہی ہر شعر درحقیقت معراج بلاغت ہے اور اپنی نوعیت مین بےمثل ہے۔

انھون نے بتاریخ ۲۸ ماہ صفر روز دوشنبہ ۱۳۲۳ھ بمقام مین پوری بعارضۂ اسہال کبدی انتقال کیا۔ اور وہین متصل عیدگاہ دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ انتقال از مولوی امجد علی بلیغ کاکوروی

چون اخی ہیچو نام خود محسن | صاحب جاہ و عزت و حشمت
کرد رحلت ازین جہان افسوس | بس الم رد نمود و بس حسرت
طبع وقاد ذہن ثاقب داشت | سحر گفتار بود و خوش فکرت

نثر او ہمہ مثال سحر حلال | نظم او نادر و ہمہ حکمت
گفت امجد بہ سال تاریخش | شد معزز بدولت جنّت

۱۳۲۳ھ

محمد مستعان

مولانا محمد مستعان۔ ابن شیخ عبدالسبحان۔ ابن شیخ درویش محمد۔ ابن شیخ عزت اللہ۔ ابن شیخ علیم اللہ۔ ابن شیخ عبدالعزیز۔ ابن شیخ عبدالملک۔ ابن حضرت مخدوم شیخ قیام الدین رح انکا شمار علماے ربانی ومقربین بارگاہ یزدانی سے تھا۔ کتب درسیہ شاہ محمد وارث کاکوروی۔ وملا محمد اعلم سندیلی سے پڑھین۔ ذہانت اور فطانت فطری تھی۔ زمانہ طالب علمی مین جس کسی سے بحث کرتے غالب رہتے۔ بہت بڑے زاہد اور متقی اور متورع تھے۔ بوجہ غایت احتیاط بازاری گوشت نوش نہ فرماتے۔ بلکہ خود ایک بکری کا بچہ خریدتے۔ اور اُسکو اپنی مملوکہ زمین کی گھاس کھلاتے جب فربہ ہوجاتا۔ تب اُسے ذبح کرتے۔ اکثر حصہ اسکا خیرات کرتے۔ اور بقیہ اپنے صرف مین لاتے ہمیشہ یہی معمول رہا۔

امور شرعیہ کے بہت پابند تھے۔ ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک مین شدید تپ آئی۔ مولوی حکیم حسن بخش نامی کاکوروی نے روزہ کے افطار کے لئے اصرار کیا۔ اور اُسکا ضرر بیان کیا۔ جواب مین ارشاد فرمایا کہ مسئلہ شرعی وطبی دونون مجھے معلوم ہین میرے عقیدہ مین یہ ہے کہ روزہ کی برکت سے خود بخود بخار رفع ہوجائیگا۔ اور حُبّ ایمانی اسی کی مقتضی ہے کہ مین اسی حالت مین رہون۔ اور اگر حالت صوم مین مر بھی جاؤن۔ تو اس سے بڑھکر کون سی خوش قسمتی ہوسکتی ہے۔ غرضکہ افطار نہین کیا اور اسی حالت مین انکو صحت ہوئی۔

یہ اپنے زمانہ کے حضرات صوفیہ کے بارہ مین اچھی راے نہ رکھتے تھے۔ اکثر کہتے کہ اس زمانہ مین سواے شاہ محمد کاظم قلندر کے مین کسی کو صوفی نہین سمجھتا۔ اُنکی ذات البتہ الشیخ فی قومہ کالنبیّ فی اُمتہ کے مقولہ کے مصداق ہے۔

علم انساب وتاریخ کے بھی بہت بڑے ماہر تھے۔ بااین ہمہ پیشہ سپاہیانہ وضع مین بسر کی ابتداے عمر مین سوارون مین نوکر رہے۔ بعد اُسکے ملازمت ترک کر دی درس دینا شروع کیا۔ جس کا سلسلہ وفات تک قایم رہا۔

منقول ہے کہ جو طالب علم انکے حلقہ درس مین شریک ہوتا۔ اولاً اُس سے عہد لیتے کہ حتی المقدور سبق ناغہ نہو۔ سواے دو وقتون کے یا تو کوئی طالب علم کے یہان مرجائے یا خود میرے یہان کوئی واقعہ ہو۔ ان دو صورتون مین البتہ سبق ناغہ ہوسکتا ہے۔ اسکے علاوہ اور جس حال مین ہو اپنے کو ضرور پہونچاوے اور سبق پڑھے۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ (کہ جو انکے ارشد تلامذہ سے تھے) اکثر بر سبیل تذکرہ اس قصہ کے بعد فرماتے کہ میرا سبق کبھی ناغہ نہین ہوا مین برابر حاضر رہتا اور پڑھتا بہ نسبت اور شاگردون کے مجھ پہ بہت شفقت فرماتے۔ اور فرط شفقت سے مجھکو بجاے تقی کے تقا کہکے پکارتے۔ مین اور لوگون سے زیادہ آپ کی خدمت مین گستاخ تھا۔

انکو دلائل الخیرات کی اجازت حضرت شیخ محمد۔ ابن شیخ عبد اللہ۔ ابن شیخ ابی الحسن شفاہتے تھی۔ اور اُنکو پانچ واسطون سے حضرت مصنف سے اجازت پہونچی تھی۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر نے وہ اجازت ان سے حاصل کی۔ چنانچہ اس خاندان مین یہی طریقہ زیادہ رائج ہے۔

منقول ہے کہ نواب معتمد الدولہ آغا میر بھی انکے شاگرد تھے۔ اور انکا بہت ادب ولحاظ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آغا میر نے اپنے یہان کے علماسے ایک مسئلہ پوچھا۔ اُنھون نے جواب شافی دیا۔ اُسپر آغا میر نے کہا کہ اگرچہ شرعی حکم ایسا ہے۔ لیکن مجھے مناسب نہین معلوم ہوتا انکو سُنکر بہت سخت غصہ آیا۔ فرمایا کہ تم شرعی حکم مین اپنی راے شامل کرنا چاہتے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو مین خلاف شریعت کچھ سنا نہین چاہتا۔ یہ کہکر اُٹھ آئے۔ غرضکہ جو امور علماے باللہ و راسخین فی العلم مین ہونا چاہیے وہ سب انکی ذات مین موجود تھے۔

منشی فیض بخش مرحوم اپنے نسبنامہ موسومہ بہ چشمہ فیض مین لکھتے ہین کہ:-

"مولوی محمد ستعان فاضل ذہین خوش تقریر است غیرت جبلی داشت در طالب علمی باہر کہ

بحث میکرد غالب می شد تا حیات شاہ شرف الدین عرف شاہ دن رفیق او ماند در خالصپور قیام میداشت۔ نسب مادری بحضرت مخدوم نظام الدین قاری می پیوندد "

انکا سلسلہ نسب حضرت مخدوم قاری نظام الدین تک اسطرح پہونچتا ہے کہ۔ مولوی محمد مستعان نواسئہ شاہ محمد وارث۔ ابن حافظ ابو المعالی۔ ابن شیخ عبد المنعم۔ ابن شیخ فتاح۔ ابن شیخ فتن۔ ابن مخدوم نظام الدین بھیکھہ ہے

وفات انکی یکم ماہ رجب المرجب ۱۲۳۷ھ مین ہوئی۔ مزار اپنے باغ قدیم بیرون محلہ ولی نگر (کاکوری) معروف بہ بیرانہ مولوی محمد مستعان مین واقع ہے۔

انکے ایک بیٹے غلام محی الدین تھے۔ جو نہایت ذہین اور فاضل تھے۔ عبارت فارسی خوب لکھتے۔ ایسی کہ ظہوری و بیدل کا مقابلہ کرتے۔ طب کا بھی شوق تھا۔ بدو شعور سے تحصیل علم مین مشغول رہے۔ علوم فقہ و حکمت و اصول مین سرآمد روزگار ہوئے۔ مدة العمر تجرد اور درویشی مین بسر کی۔ منشی فیض بخش مرحوم کے وسیلہ سے فیض آباد گئے تھے۔ اور وہان اپنا نام مہر علی رکھا تھا عین شباب مین ۱۲۵۱ھ مین بمقام کاکوری انتقال کیا۔ اور اپنے باغ مین دفن ہوئے

محمد مسیح

شیخ محمد مسیح المخاطب بہ مسیح الزمان خان۔ ابن ملا بدیع الزمان۔ ابن ملا محمد رضا۔ ابن ملا محمد اشرف ابن ملا عبد القادر۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن حضرت مخدوم قاری نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

یہ نہایت خوش نصیب و قابل۔ صاحب عزت وجاہ و با اقبال تھے۔ دکن مین جاکر نواب انور علی خان کی سرکار مین معتمد ہوئے اور بہت اعتبار و اقتدار پیدا کیا۔ ایسا کہ مخاطب بخطاب مسیح الزمان خان ہوے۔ بڑے ذی ثروت اور باشجاعت و سخاوت تھے۔ مدة العمر دکن ہی مین رہے اور وہین انتقال کیا۔ مزید حالات نہ دریافت ہو سکے۔

محمد مشرف

شیخ محمد مشرف ابن حافظ خلیل الرحمن شہید - یہ نہایت قابل اور شجاع تھے - خیرآباد ضلع سیتاپور (اودھ) مین زمرۂ سواران ملازم تھے - حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی کے مزار پر اکثر حاضر ہوتے زبان کے لوگون سے کہتے کہ اگر مین یہین مرون تو میری قبر درگاہ مین خرمہ کے درخت کے نیچے بنانا - لوگ سنکر چُپ ہو جاتے - چونکہ یہ امر شدنی تھا - ویسا ہی ہوا - اُسی زمانہ مین ایک روز قریب گاؤن کے ایک زمیندار کے یہان جو اُنکے دوستون مین تھا گئے - جس طرح بے تکلفانہ ملاقات اور گفتگو کیا کرتے تھے کی - اُس زمیندار کے لڑکے نے یہ سمجھ کر کہ یہ ملازم شاہی ہین میرے باپ کو پکڑنے آئے ہین نادانستہ پشت پر سے آکر تلوار ماری اُس سے یہ شہید ہو گئے - انکے بہت سے اعزّہ بھائی بند ہین فوج مین ملازم تھے - اُنھین خبر ہوئی - وہ سب آئے اور اُسی مقام پر جہان کہا کرتے تھے دفن کیا بعد اسکے انکے بھائی شیخ محمد نواز نے قبر پختہ بنوادی جو اب تک موجود ہے - اور قبر شیخ زادہ کاکوری کے نام سے مشہور ہے - درخت خرمہ البتہ باقی نہین رہا - مزید حالات سنہ ولادت و وفات وغیرہ نہ دریافت ہو سکے -

محمد معصوم

حضرت شاہ محمد معصوم اویسی صدیقی - ابن غلام مبارک معروف بہ شاہ مبارک - ابن حافظ خیریت خان - ابن قایم خان - ابن جلال خان - ابن چودہری مبارک خان صدیقی - ابن شیخ محمد ابن شیخ فتح صدیقی -

یہ گروہ چودہریان سے تھے - چودہری محلہ مین انکا مکان تھا - انکے جد شیخ مبارک خان کو شہنشاہ اکبر کے یہان سے ۱۰۰۹ھ مین خطاب خانی معہ فرزندان و عہدۂ چودہرائی قصبہ عطا ہوا تھا - جنکی اولاد مین چودہری محلہ کے لوگ ہین اور اب تک چودہری کہے او رلکھے جاتے ہین -

مولوی محمد معروف۔ ابن مولوی کلیم اللہ ساکن بسوان (ضلع سیتاپور) مرید و مسترشد خاص اپنی کتاب منظور اویسیہ ملقب بہ قول معروف مین (جو در اصل انھین کا ملفوظ ہے۔ اور اسکا سنہ تالیف ۱۱۷۶ھ ہے) لکھتے ہین کہ:۔

"انکا وطن اصلی قصبہ کاکوری تھا۔ جو نہایت بافیض جگہ ہے۔ اور اُسکے متعلق مین نے حضرت پیرو مرشد سے سُناکہ اس قصبہ مین ہمیشہ ایک ولی رہتا ہے۔ جب وہ انتقال کرتا ہے۔ تو دوسرا اُس کا قائم مقام ہوجاتا ہے۔ اگر اس قصبہ کو یمن و قرن کہین تو درست ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے ایسا ولی کامل صاحب ارشاد اس جگہ پیدا کیا جو بے نظیر ہے"۔

انکی والدہ ماجدہ شیخ عبد الستار ساکن موضع امرائی کی بیٹی تھین۔ جب شاہ صاحب اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ مین تھے تو اُنھون نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواب مین دیکھا تھا۔ کہ اُنھون نے یمنی چادر اپنے ہاتھ سے اُنکے اوپر ڈالدی۔ بعد بیداری اُنھون نے یہ واقعہ اپنے والد شیخ عبد الستار سے (جو نہایت صالح و پرہیز گار شخص تھے) بیان کیا۔ وہ سُنکے بہت مسرور ہوے۔ اور کہا کہ ابھی لڑکا ولی کامل صاحب رشد و ہدایت پیدا ہوگا۔ مین نے خود اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب مین کی تھی۔ مجھے بھی ولی کامل کی بشارت ملی تھی۔ مین سمجھا تھا کہ میرے لڑکون مین سے کوئی ولی ہوگا۔ الحمد للہ کہ اس خواب سے مفصل معلوم ہوگیا کہ میرا نواسہ ہوگا۔

جب یہ تین برس کے ہوئے۔ تو آثار صلاحیت و سعادت ظاہر ہونے لگے۔ سات برس کی عمر مین کلام مجید ختم کیا۔ اور طریق خدمت اختیار کیا۔ مسافرین و بیوگان کا کام کرتے۔ ایسا کہ خود اُنکا آٹا پیسدیتے۔ کھانا پکا دیتے۔ پانی بھر دیتے۔ جھاڑو وغیرہ دیدیتے۔ صاحب رشد وارشاد ہونے تک برابر یہی کام کرتے۔ اور اکثر کہا کرتے کہ جس شخص کو مقام معرفت پر پہونچنا منظور ہو۔ وہ فقرا و مساکین و غربا کی خدمت اختیار کرے۔

کتب مختصرات عربی و فارسی مختلف علما سے پڑھین۔ اور در حقیقت تمام علوم اسکے وہبی تھے جب انکی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی۔ تو انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء اربعہ کی زیارت ہوئی۔

اسطور پر کہ سب کو ایک بلند مکان پر دیکھا عرض کیا کہ مین کس طرح وہان حاضر ہون ۔ فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی گھاس نیچے ڈالدی ۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس پر چلے آؤ ۔ چنانچہ یہ گئے ۔ اور وہان اچھی طرح زیارت سے مشرف ہوے ۔ اس واقعہ کے بعد سے ان مین طلب حق پیدا ہو گئی ۔ یہ لکھنؤ تشریف لے گئے ۔ اور حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کے مزار پر چلہ کشی کی ۔ اور اور بھی ریاضات شاقہ کئے ۔ جس سے انکو مرتبہ کشف کونی حاصل ہوا ۔ وہان سے پھر فتحپور بسوان ضلع بارہ بنکی گئے ۔ وہان بقدر قوت لایموت فردوری کر کے بسر اوقات کی ۔ پھر موضع منجھگوان متصل فتحپور بسوان ضلع بارہ بنکی مین حضرت مخدوم شیخ سارنگ پیرو مرشد حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی کے مزار پر چند روز رہکر کاکوری واپس آئے ۔

ملا کمال الدین فتحپوری ۔ وملا احمد عبد الحق فرنگی محلی ۔ وملا احمد حسین فرنگی محلی ۔ وملا محمد حسن شارح سلم فرنگی محلی سے انسے بہت رسم و اتحاد تھا ۔ کاکوری پہونچکر ضیاء الدین نامی از قوم جنات انکا بہت معتقد ہوا ۔ جب تک یہ کاکوری مین رہے ۔ مجاہدہ و ریاضت مین مشغول رہے ۔ تمثل و تعدد امثال کی قدرت پورے طور پر حاصل تھی ۔ اکثر لوگون نے متعدد بار انکو ایک ہی وقت مین عید کے روز مکان مین اور نیز عید گاہ مین دیکھا ۔ جب کہ یہ خلوت نشین تھے اور حجرہ سے باہر نہ نکلے تھے ۔ اکثر بزرگان معاصرین انکو ابدال کہتے تھے ۔

کرامات و خوارق و عادات بھی بہت صادر ہوئے ۔ اسی زمانہ مین دہلی بھی گئے تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ پر ایک سال اقامت کی ۔ وہان بھی بہت سے لوگ ان سے فیضیاب ہوے ۔ پھر کاکوری واپس آئے اور وہین قیام اختیار کیا ۔ نواب سعادت خان برہان الملک صوبہ دار اودھ کو انکی خدمت مین بہت اعتقاد تھا ۔ آخر زمانہ مین جب انکی عمر پچاس سال کی ہوئی تب کاکوری کی سکونت ترک کر کے لکھنؤ مین معالیخان کی سرائے مین قیام اختیار کیا ۔ اور مستقل طور پر وہین سکونت کر لی ۔

بیعت انکو بطریق اویسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی ۔ اور اسی طریقہ پر یہ مرید کرتے اس

امر کا پتہ نہیں چلتا کہ انکو علم ظاہر میں اجازت و خلافت و بیعت کن بزرگ سے تھی۔ انکے ایک مرید میاں سیف علی کا شجرہ انکا دستخطی اور صحیفہ انھیں کے نام کا مل گیا۔ جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

نقل شجرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ
واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و
لہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی دایم لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
اللھم انی استغفرک من کل ذنب اذ نبتہ عمداً او خطاءً سرًا او جہرًا و علانیۃ
واتوب الیہ من الذنب الذی لا اعلم وانت علام الغیوب لا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم۔ و
اتوب الیہ۔ تراب اقدام مساکین غریب معصوم بیعت بلا واسطہ من سراج الاولیاء والانبیاء و
محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم دارد۔ و میاں سیف علی از من معصوم۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من
یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد بعدد من صلی علیہ
اللھم صل علی محمد و علی آل محمد بعدد من لم یصل علیہ اللھم صل علی محمد و علی آل
محمد کما تحب و ترضی ان تصلی علیہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما امرتنا بالصلوۃ
علیہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما ینبغی الصلوۃ علیہ فقط

نقل صحیفہ

"بسم اللہ الرحمن الرحیم حبیب من و حبیب اللہ و رسولہ میاں سیف علی سلمہ اللہ تعالے از جانب غریب معصوم سلام
بصد اشتیاق بآں مقبول حضرت حق برسد او سبحانہ کہ ارحم الراحمین است۔ آں حبیب را از شر جمیع ظالمان
و حاسدان و بدخواہان درظل نظر کرم و رحم خود در آوردہ با جمعیت فیض رسانی و باعزت ابدی دارد۔
حبیب من دریاد حضرت اللہ کریم دایما مشغول باشند و از فضل بخود راہ باز دارند و در خدمت والدین

سعادت شناسا سعیت آن حبیب در جناب ارحم الرحمین قبول و محبوب و فقناد رب کریم رحیم زیادہ سلامت عمر و جمعیت ظاہر و باطن باعزت و فیض رسانی ابداً ابداً روزی کناد فقط

انکے دو واقعہ متعلق بہ تعدد مثال عجیب و غریب ہین۔ اول یہ کہ عید الاضحیٰ کے روز یہان کے متعقدین اس غرض سے انکی خدمت مین حاضر ہوے۔ کہ انکے ساتھ عید گاہ جائین۔ انھون نے صاف کہدیا کہ "تم لوگ جاؤ، بیچارہ معصوم آتا رہیگا" حسب ارشاد کچھ لوگ اُن مین سے عید گاہ چلے گئے اور کچھ بوجہ فرط محبت انتظار مین بیٹھے رہے۔ عید گاہ پہونچکر اُن لوگون نے انکو وہان موجود پایا۔ واپس آکر مکان کے لوگون سے معلوم ہوا کہ یہ آج گھر سے باہر ہی نہین نکلے۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص باشندہ قصبہ سہالی انکی ملاقات کی غرض سے آیا۔ جب ایک کوس مسافت رہگئی۔ تو اُسنے وہین تالاب پر انکو وضو کرتے ہوے دیکھا۔ پہچان کر سلام کیا انھون نے فرمایا کہ حجرہ کے وہان جاؤ۔ جب وہان آیا تو انکو وہان بھی موجود پایا۔ متعجب ہوکر اُس نے خادمون سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ آج یہ حجرہ سے باہر گئے ہی نہین۔

انکا مختصر مفید حال ملا وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے اپنی کتاب بحر زخار مین بھی لکھا ہے۔ جو یہ ہے:-

"آن صحیح الحال فی عشق المحبوب آن صاحب کمال دلیل عالم مرغوب آن در فناے شاہد بے نشان معدوم افضل العصر حضرت شاہ محمد معصوم اصلش از قصبہ کاکوری است۔ او را از روح مطہرہ منورہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تلقین و فیض بود و از بد و فطرت طلب الٰہی پیدا شدہ بود بہ لکھنؤ بہ مزار متبرکہ حضرت شاہ مینا آمدہ خدمت مردم میکرد و وجہ معاش خود از مزدوری می نمود۔ بعد چندے بروضہ حضرت مخدوم شاہ سارنگ رفتہ مشغول ماند۔ بعد چندے از انجا بہ فتحپور آمدہ قیام نمود و از انجا بہ بانسہ رفت و اربعین کشیدہ۔ حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی ازان راہ گذشتہ شنید کہ درویشے درینجا متعکف است سید آواز داد اوے مرد خدا رسے خود دیتما۔ جواب نداد و روباز نکرد سہ و بازگردید و بجاے مقصود خود رفت۔ آخر ش بوطن اصلی خود رجوع نمود از مناقشہ وحسد برادران ودانجا ماندن نتوانست

بقصد اقامت بہ لکھنؤ آمد و در سرائے معالیخان استقامت نمود۔ از ابتدا تا انتہا رخ خود را پوشیدہ
داشت گاہے کسے بشرۂ شریفش را مفصل ندید بالا محمد ابراھیم و عبد اللطیف و عبد الباری پسران او
کہ وقت موتراشی بے حجاب می نشست۔ و این خدمت از دست پسران میگرفت و او درین حال
شانے عظیم است بیکسانہ و غریبانہ می گذرانید۔ بسیار مرد بابرکت و باکمال بود۔
انکی وفات بتاریخ ۲۸ ماہ جمادی الاولےٰ روز پنجشنبہ وقت شب ۱۲۶۱ھ ہوئی۔ ۲۵ ماہ جمادی الاولےٰ
روز دوشنبہ وقت شب انھون نے ایکبارگی کسی طرف اشارہ کیا۔ جسکو حاضرین مین سے کوئی شخص
نہ سمجھا۔ پھر اُسکے بعد فرمایا کہ:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ معصوم بندہ غریب و عاجز ہے اور خدا تمام خلایق
کا معبود اور ہمیشہ قائم و موجود ہے سب فانی ہوجاینگے اور وہ ہمیشہ باقی رہیگا۔

اس ارشاد کے بعد حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات سنی اور ارشاد فرمایا کہ:-
میری چارپائی قبلہ کی جانب کردو میرے لڑکے و مریدین ہمیشہ خدا کے ذکر مین مشغول رہین۔ اور
میرے طریقہ پر عامل رہین۔ اور مجھے دریا کے پانی سے غسل دین۔ اور جب مین مرجاؤن تو
میرے تینون لڑکے اور شاہ امان اللہ میرے پیر مین رسّی باندھ کے شہر کے ہر گلی کوچہ مین
پھرا کے کہین کہ یہ غریب معصوم کی نعش ہے۔ کہ جو فقیر مشہور تھا۔ اور اُسنے کچھ حاصل نہین کیا۔
اسکے بعد انکو خود بخود بہت ضعف ہوگیا۔ اور بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ ۲۸ تاریخ کو انتقال
ہوگیا۔ نماز جنازہ حسب وصیت ملا احمد عبد الحق فرنگی محلی نے پڑھائی۔ مزار شریف لکھنؤ محلہ سرائے معالیخان
مین ہے۔ سابق مین عرس بھی ہوتا تھا۔ قطعہ تاریخ وفات آنحضرت از مولوی محمد معروف صدیقی
جامع ملفوظ ؎

شاہ معصوم قدوۂ اعظم | ہادی و مرشد بنی آدم
رفت ازینجا بسوے دار الخلد | بہر تاریخ در دل پُر غم

گفت ہاتف کہ در شب جمعہ　　　رفتہ معصوم پاک زین عالم
۱۲۲۲ھ

انکے خلفا حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت شاہ محمد ابراہیم خلف اکبر و جانشین ملقب بہ سلطان العرفا والعلما - جنکے بعد جانشین انکے صاحبزادے شاہ نبی بخش ہوے (۲) شاہ عبد اللطیف خلف اوسط آنحضرت (۳) شاہ عبد الباری خلف اصغر ملقب بہ عاشق الٰہی (۴) حضرت شاہ امان اللہ (۵) شاہ وجہ الدین ساکن بانس بریلی - اور عمدہ مسترشدین مین مولوی محمد معروف جامع ملفوظ قول معروف تھے

محمد منتجب

شیخ محمد منتجب ابن ملا عبد الرقیب - انھون نے بدو شعور سے ناز و نعمت کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے سایہ عاطفت مین پرورش پائی - اور تعلیم و تربیت حاصل کی - انھین کی فیض صحبت سے امور فقر مین بھی دستگاہ کامل پیدا کی -

بیعت و اجازت و خلافت ان کو اپنے والد سے تھی - صباحت ظاہر و وجاہت صورت بہت تھی - ابتدا ہی سے علما و فضلا و فقرا و ادبا کی صحبت پسند کرتے - مولوی عبد الغفور اشرفی بھاگلپوری و مولوی فصیح اللہ قدوائی و مولوی زین العابدین سندیلی وغیرہ سے برابر مشاعرے و مناظرے ہوا کرتے تھے - شعر بہت اچھا کہتے تھے - فن موسیقی بھی خوب جانتے تھے - استاد و ماہران فن شریک صحبت ہوتے - اکثر راگ انکے مخترعات سے مشہور و معروف تھے - مدة العمر خوش آواز قوال نوکر رہے - بعد فراغت کاروبار دنیاوی سماع سنتے تھے - لباس نہایت نفیس پہنتے تھے - مہمان نوازی بھی بہت کرتے - دس روپیہ یومیہ کا باورچی نوکر تھا - توشہ خانہ مین ہر وقت تین سو جوڑے تیار موجود رہتے - غرضکہ امارت و لیاقت تعلیم و تربیت و سخاوت وغیرہ مین یہ فرد تھے -

ابتدا مین یہ کئی سال نواب سربلند خان کے یہان عہدہ بخشی گری پر مامور رہے - بعد انکے دہلی گئے - وہان بعد انتقال اپنے والد ماجد کے انکی جگہ پر بسفارش مرزا یار علی بیگ مامور ہوے

بعد انتقال مرزا صاحب نواب لطف اللہ خان صادق مقرر ہوے تو اُنھون نے بھی انکو بحال رکھا۔

اُس زمانہ مین انکا قیام لکھنؤ مین تھا۔ یہان کے امرا و صوبہ داران سے بہت مراسم تھے۔ مساوات کا برتاو تھا۔ نظام الملک آصف جاہ سے اچھے خاصے مراسم تھے۔ وہ انکی لیاقت اور طباعی اور ذکاوت کی وجہ سے بہت عنایت کرتے۔ اور اپنے رفقا مین شمار کرتے۔ خلوت وجلوت مین شعر وسخن کا تذکرہ رہتا۔

دوبارہ عہد فرخ سیر مین پھر دہلی گئے۔ تو نواب آصف جاہ صوبہ داری دکن پر اُسی زمانہ مین مامور ہوے تھے۔ ان سے ملاقات کے وقت کہتے تھے کہ صوبہ اودھ کو چھوڑ کر دکن چلئے۔ وہان اس سے زائد آپ کا عروج ہوگا۔ انھون نے بوجہ بُعد مسافت انکار کیا۔ پھر اُنھون نے کہا کہ اپنے کسی لڑکے کو ساتھ کر دیجیئے۔ تب انھون نے کہا کہ بڑا لڑکا محمد صالح ابھی طالب علمی کرتا ہے لہذا مجبوری ہے۔ بعد شہادت فرخ سیر انھون نے علٰحدہ ہونے کا ارادہ کیا۔ وطن آئے۔ یہان اپنے صاحبزادہ کی شادی نہایت دھوم سے کی۔ بعد اُسکے استعفا دیدیا۔ باوجود امارت دنیاوی شب بیدار، عبادت گذار، اہل دل اپنے والد کے قدم بقدم تھے۔

شیخ فصیح اللہ قدوائی بانسوی محافل خمسہ مین انکے متعلق لکھتے ہین کہ۔

"یہ بادۂ محبت صمدی ونشاط یادسرمدی سے سرشار رہتے۔ اوقات انکے اذکار خالق کن فیکون سے معمور۔ اور دل انکا افکار قادر بیچون سے مسرور رہتا۔"

انکے باورچی خانہ کا خرچ زمانہ خانہ نشینی مین بھی پچاس روپیہ یومیہ کا تھا۔ پچیس خاصہ بردار دس خدمتگار پندرہ کہار اور ایک چوکی قوال نیز تمام پیشہ ور انکے یہان ہمیشہ ملازم رہے۔ سامان سواری وغیرہ بھی بہت تھا۔ علاوہ اسکے ایک حافظ مسمی حافظ سبحانی۔ اور ایک عالم مولوی رحمۃ اللہ نوکر تھے۔ اپنی تین لڑکیون کے نکاح بہت فراخ حوصلگی سے بصرف ڈیڑھ لاکھ روپیہ کئے ایسی تقریبات قصبہ کاکوری مین اس پیمانہ پر کسی نے نہین کین۔ انکے والد نے زر نقد کثیر چھوڑا تھا۔ اور انھون نے بھی بہت پیدا کیا اور خرچ کیا۔

انھون نے بعمر ۵۰ سال ۱۱۳۵ھ مین انتقال کیا۔ قد دخل الفردوس ۱۱۳۵ھ۔ وبجنت
۱۱۳۵ھ۔ مادۂ تاریخ وفات ہے۔ انکا مزار اپنے والد ماجد کے روضہ کے اندر ہے۔

محمد مهدی

مولوی محمد مہدی۔ ابن مولوی محمد متقی۔ ابن شیخ محمد صالح۔ ابن شیخ محمد وارث۔ ابن شیخ محمد ہاشم۔ ابن شیخ محمد اشرف۔ ابن قاضی محمد رضا۔ ابن قاضی محمد حاتم۔ ابن قاضی شیخ شمس الدین۔ خالدی خراسانی بالاداستی۔ ابراہیم آبادی الاصل۔ کاکوری المولد والمدفن۔

یہ نہایت نیک دل منکسر النفس۔ خوش اخلاق۔ وضعدار۔ پابند شریعت۔ حلیم الطبع۔ سلیم العقل۔ پاکباز وغیور شخص تھے۔ تربیت ابتدائی اپنے والد ماجد سے پائی۔ لیکن ۱۲ سال کی عمر مین والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔ اُسوقت سے اپنی خداداد ہوشمندی اور سمجھ سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور اس دنیا کی طوفان خیز رفتار مین عمدہ اصول زندگی انتخاب کر کے اُن پر کاربند ہوئے۔

علوم عربیہ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے عربی و فارسی مین بہت اچھی قابلیت تھی۔ عبادات مین علاوہ فرائض وسنن نوافل و اوراد و وظایف و مشغولی و پاس انفاس کے بھی پابند تھے۔ قلب صاف باخلاص و راسخ العقیدہ رکھتے تھے اور ظاہراً و باطناً نہایت سنجیدہ مزاج و فرشتہ خصلت تھے۔

شاعری سے بھی ذوق تھا۔ طبع موزون رکھتے تھے۔ کلام اُردو و فارسی دونون زبانون مین ہوتا تھا۔ شیدا تخلص کرتے تھے۔ شاعری مین تلمذ مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے تھا۔

نواب علی حسن خان سلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین کہ۔

"شیدا۔ مولوی محمد مہدی۔ ابن مولوی محمد متقی۔ کاکوری موطن است۔ واز تلامذہ مولوی محمد محی الدین خان ذوق۔ در شعر و سخن اکثر قصائد نعتیہ می طرازد۔ و با قسام دیگر تکلم کمتر می پردازد"

چند اشعار فارسی و اُردو بطور نمونہ درج ذیل ہین۔ اشعار فارسی سے

زیب بزم صفحہ شد تا نعت شیا ہنشاہ من | قامت تعظیم آمد بسم اللہ من
آرزو دارم رسد در گوش احمد آہ من | شافعم باشد بروز حشر شاہنشاہ من
گر نویسم نعت شاہ؛ والمنن از صدق دل | پایۂ عالی گزیند ہمت کوتاہ من

اشعار اردو

کسی سے کبھی دل لگایا تو ہوتا | کہ جیسا کیا ویسا پایا تو ہوتا

تجھکو دیکھا تو نہ زاہد نے نباہی توبہ | تو تو وہ توبہ شکن ہے کہ الٰہی توبہ

کیا عزم جبین سائی مگر پتھرا گئین آنکھین | ہوا غائب نظر سے میرے سنگ آستان کیسا

باقی ہے اگر دُرد تو باقی ہی ہوس بھی | ساقی تو ابھی ساغر و مینا کو نہ سرکا

ہر بلا شیفتۂ گیسوے پیچان ہونا | دل سودائی کہین تو نہ پریشان ہونا
زلف جانان کا نہ کیونکر ہمین سودا ہوتا | اپنی تقدیر مین لکھا تھا پریشان ہونا
آبرو پر بھی رہی محفل جانان مین نظر | گہر افشان نہ کہین دیدۂ گریان ہونا
نیا انداز نکالا ہے یہ حیرت افزا | آئینہ دیکھنا اور آپ ہی حیران ہونا
بت پرستی مین بھی اسلام کا دعوےٰ شیدا | آپ کیا کھیل سمجھتے ہین مسلمان ہونا

انھون نے بتاریخ ۲۶ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ تقریبًا بعمر ۳۰ سال وفات پائی۔ قبر محلہ ولی نگر مین لب تالاب ساگر اپنے قبرستان مین ہے۔ بالین قبر قطعہ تاریخ وفات مصنفہ منشی تفضل حسن خان شیدا کا کوروی نصب ہے ؎

مہدی کہ مشرف ز محمد سر اسم است | ذیحجہ شب بست و ششم زیر زمین رفت
فکر سن ترحیل مرا بود چو شیدا | از غیب شنیدم کہ بفردوس برین رفت

۱۲۹۴ھ

محمد تقی

شیخ محمد تقی۔ ابن شیخ غلام مینا۔ ابن شیخ محمد منتجب۔ ابن ملا شیخ عبدالرقیب۔ یہ بہت قابل و

لائق تھے۔ ابتدا مین الہ آباد مین نواب بقاء اللہ خان کے یہان ملازم رہے۔ پھر دکن گئے وہان سے واپسی پر مکان آئے اور خانہ نشین رہے۔

۱۲۵۰ھ مین جب قاضی نجم الدین علی خان کا تقرر بعہدۂ قاضی القضاۃ کلکتہ مین ہوا تو یہ بھی اُنکے ساتھ کلکتہ گئے۔ اُسی طرف کسی قصبہ کے قاضی مقرر ہوگئے تھے۔ وطن آتے ہوئے عظیم آباد کے قریب قصبہ باڑہ مین ملاحون نے دریا مین ڈالدیا۔ اور مال واسباب وغیرہ جو کچھ تھا سب اپنے قبضہ مین کیا۔

انکے ایک بیٹے شیخ ہدایت اللہ عرف ہیدا میان ہوے۔ جنکے متعلق حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر اصول المقصود مین تحریر فرماتے ہین کہ:-

"شیخ ہدایت اللہ۔ ابن شیخ محمد تقی مرحوم کہ از یگانگان جانب مادری آنحضرت (یعنی شاہ محمد کاظم قلندر) اند نیز از مریدان راسخ وبسے نیکبخت وخوش اعتقاد۔ واز صحبت بابرکت بسے فوائد برداشتہ وتربیت پذیر شدہ شغلہا کردہ اند وبا آنحضرت چنان نسبت حبّی ورسوخ اعتقادی دارند کہ دیگرے ندارد۔ درابتدا کہ کم عمر بودند معتقد بزرگے دیگر بودند۔ چونکہ اکثر آنحضرت بخانۂ ایشان تشریف می بردند روزے با والد ایشان گفتند کہ این پسر را بمن بدہند۔ ازان روز یک بیک در دل ایشان محبت واعتقاد آنحضرت پیدا شد پس آمدہ شد بہ تکیہ اختیار کردند۔ آخر داخل مریدی درسلسلۂ قادریہ شدند من بعد آنچہ کہ از فوائد صحبت وتوجہات آنحضرت برداشتند حالاش عجیب نقل میکنند وفقیر نیز خوب مطلع است غرض ایشان قابل ترک وتجرید ودرویشی اند۔"

شیخ محمد تقی برادر خرد شیخ محمد نقی بھی بہت قابل اور سخی اور متقی شخص تھے۔ بعد انتقال اپنے بڑے بھائی کے اُنکی جگہ پر مقرر ہوگئے تھے۔ وہین انتقال کرگئے۔

محمد وارث

شاہ محمد وارث۔ ابن حافظ ابوالمعالی۔ ابن شیخ عبدالمنعم۔ ابن شیخ عبدالفتاح۔ ابن شیخ فتن

ابن مخدوم نظام الدین بھیکھہ - یہ نہایت لائق وقابل شخص تھے۔ کتب درسیہ ملا محمد غوث کاکوروی سے پڑھکر فاضل بے نظیر و مدرس بے عدیل ہوئے - قاموس وصراح نیز اکثر کتابین زبانی یاد تھین درس خوب دیتے تھے - جس کو پڑھادیا - وہ یکتائے روزگار اور زبردست فاضل ہوکر نکلا - بہت سے لوگ انکے شاگرد تھے -

انکے تالیفات سے ایک کتاب علم فقہ مین تھی - جس مین مفتی بہ مسائل منتخب کر کے جمع کیے تھے - نیز اور بھی بہت سے فوائد تھے - اب یہ سب مفقود ہین -

آخر عمر مین ترک لباس کر کے عبادت الٰہی مین مشغول ہوئے - اور ۸۰ سال کی عمر پاکر انتقال کیا - مزید حالات باوجود تلاش نہ دریافت ہو سکے -

محمد وجیہ

شاہ محمد وجیہ - ابن شیخ زین الدین - ابن شیخ بدرالدین - ابن ملا محمد ماہ - ابن حضرت ملا عبدالکریم - یہ اپنے عہد مین ممتاز اقران و اماثل تھے - جانشینی حضرت ملا عبدالکریم کی ان ہی سے متعلق تھی - تمام برادری کے لوگ انکا بہت ادب اور لحاظ کرتے تھے - حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے - اُنکی مُہر مین محمد وجیہ رزاقی کندہ تھا - کاغذات مین دستخط بھی اسی طور سے کرتے - سو برس سے زائد انکی عمر ہوئی - شیخ محمد صالح و شیخ محمد کبیر سے بہت دوستی تھی - انساب مین بھی انکو بہت دخل تھا - نہایت ہی لطیفہ گو و بذلہ سنج تھے - ہر وقت ہشاش وبشاش رہتے - انکی بی بی بھی بہت صالحہ وعارفہ تھین - اور خرقہ پوش بھی تھین - حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز کتاب کشف المتواری مین لکھتے ہین -

"فقیر دیدہ است بحالم بسیار توجہ میکردند - و با والد فقیر خیلے محبت داشتند و یگانہ خود میدانستند خرقۂ حضرت مخدوم شیخ عبدالکریم نزد او شان بود ہر گاہ کہ ایشان بعد ضبطی معاش از کاکوری بسندیلہ رفتند وخانہ اینجا ویران شد آن تبرکات ہمانجا شد - روزے از شاہ وصف اللہ

برادر زادۂ شان گفتہ زیارت آن کردہ بودم قمیصے قادری وکلاہے ودیگر بندے از قسم دوال
چرم بود۔ ظاہرا ابن نبیرۂ شاہ محمد وجیہ بسیار خوبصورت بود کہ برادشان از طفلی جنے عاشق بود کہ
گاہ گاہ گذر میکرد وبا یاران ہمین شان عجیب عجیب گفتگو میکرد وہیچ کسے را ایذا نمی داد"
مزید حالات سنہ ولادت ووفات وغیرہ دریافت نہو سکے۔

محمد واعظ

قاضی محمد واعظ۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔ ولادت انکی ۱۱۷۱ھ مین ہوئی۔ کتب درسیہ
اپنے والد سے پڑھین۔ شرح وقایہ اور ہدایہ کے مسائل پر انکو بہت عبور تھا۔ بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ اسکے
مضامین ازبر تھے۔ بوجہ جرأت اور ہمت فن سپاگری مین بھی کامل مہارت تھی۔ بڑے بڑے معرکون
مین داد شجاعت دیتے تھے۔ دشمنون کے غلبہ وہجوم سے پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ یہان تک کہ ایک
مرتبہ کمر سے لیکر پیرون تک اسّی زخم لگے۔ اور اسی طرح برابر لڑتے رہے۔ منشی فیض بخش مرحوم لکھتے
ہین کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے مدۃ العمر ایک پیر انکا درست نہین ہوا۔ بغیر پیر پھیلائے بیٹھ نہین
سکتے تھے۔

بعد انتقال انکے والد قاضی محمد حافظ کے عہدۂ قضا انھین کے سپرد ہوا۔ ہمیشہ باوضو رہتے
کلام مجید بہت پڑھتے تھے۔ جس وقت مکان سے نکلتے۔ دو تھیلیان ساتھ رکھتے۔ ایک مین لوگون
کی عرضیان اور دوسرے مین روپیہ رہتا۔ جو شخص سوال کرتا۔ اسی وقت جو مٹھی مین آتا دیدیتے۔ اور
بہت آن بان سے رہتے تھے۔ اپنے سب بھائیون مین بہت قابل اور خوش نصیب تھے۔ غربا کی
بہت خبرگیری کرتے تھے۔ اور نہایت ہی صاف باطن اور فیاض تھے۔ اولاد کی طرف سے بھی
بہت خوش نصیب تھے۔ انھون نے بعمر ۷۰ سال ۱۲۴۱ھ مین وفات پائی۔ اور محلہ قاضی گڈھی
کاکوری مین خاندانی قبرستان مین دفن ہوئے۔

محمد ولی

شیخ محمد ولی نقشبندی۔ ابن شیخ زین العابدین۔ ابن شیخ احمد۔ ابن مخدوم شیخ محمود۔ ابن حضرت مخدوم بندگی محمد مِنَّ اللہ چشتی صدیقی کاکوروی۔

یہ بدو فطرت سے دیانت اور تقوے۔ اور حُسن نیت وصفائے طینت مین مشہور ومعروف تھے حضرت شاہ علیم اللہ نقشبندی رائے بریلوی سے بیعت تھی۔ اتباع شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مین بے نظیر عصر گذرے۔ کبھی خلاف شریعت امور کے مرتکب نہین ہوئے۔

ابتدا مین اٹاوہ مین سید مجاہد چکلہ دار ساکن موہان کے یہان ملازمت کی۔ وہین کے ایک سائیس کو نوکر رکھا۔ جب وطن واپس ہوے۔ تو وہ بھی ساتھ آیا۔ یہان آکر اُسکی تنخواہ ادا کی۔ اور واپس کر دیا۔ تھوڑے دنون کے بعد یاد آیا کہ اُسکی تنخواہ مین سے ایک پیسہ باقی رہ گیا ہے۔ اتنا خیال آتے ہی سخت پریشان ہوے۔ اور اُسی وقت اٹاوہ کا سفر کیا۔ وہان پہونچکر کوتوالی سے اُسکے مکان کا پتہ چلایا۔ اور اُسکو بُلا کر بہت معذرت کی۔ اور وہ پیسہ اُسکے حوالہ کیا۔ اُسنے ٹھہرنے کے متعلق بہت اصرار کیا۔ مگر انھون نے قبول نہین کیا۔ اور اُسی روز کاکوری چلے آئے۔

ایک روز یہ لکھنؤ جارہے تھے۔ دیکھا کہ راستہ مین ایک سوار بہت سا اسباب ایک مزدور پر بار کئے ہوے جارہا ہے۔ اسباب بہت وزنی تھا۔ اور مزدور کی طاقت سے باہر تھا۔ وہ بیچارہ خوشامد کر رہا تھا۔ مگر سوار ایک نہین سُنتا تھا مارتا۔ اور لے چلنے پر مجبور کرتا۔ انکو اُس بیچارہ کے حال پر ترس آیا۔ یہ سوار کو فہمایش کرنے لگے۔ کہ اتنی سختی نہ کرو۔ سوار نے ان سے بگڑ کر کہا۔ کہ آپکو بہت قلق ہے آپ ہی میرا سامان پہونچا دیجئے۔ مین اس مزدور کو چھوڑے دیتا ہون انھون نے بے تکلف کل سامان لے کر اپنے سر پر رکھا۔ اور ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگئے۔ معًا سوار پر ایک ہیبت طاری ہوئی۔ اور اُس کو یقین ہوا کہ ضرور یہ کوئی ولی ہین۔ گھوڑے سے اُتر کر قدمون پر گر پڑا۔ اور عفو تقصیر کا خواستگار ہوا۔

ایک روز یہ صبح کی نماز ادا کرنے مسجد جا رہے تھے۔ گیہون کے کھیت مین اتفاق سے پیر پڑ گیا۔
درخت کچل گئے۔ زمین کسی اور شخص کی تھی۔ انھون نے سبزہ کی حالت دیکھی۔ خوف و دہشت الٰہی سے
جسم مین لرزہ پڑ گیا۔ اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اُسی روز سے روزانہ انھون نے بعد نماز اشراق
وظہر اُس سبزہ مین پانی دینا شروع کیا۔ جب تک وہ اپنی حالت پر نہین آ گیا۔ انکو اطمینان نہین ہوا۔
تقوے اور تورع و احتیاط کی یہ کیفیت تھی۔ کہ جس وقت کہین جاتے نگاہ زمین ہی پر رکھتے۔
اس خیال سے کہ کہین کوئی حشرات الارض پیر کے نیچے نہ پڑ جائین۔ اور ہلاک نہو جائین۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنے باغ سے ایک سُرخ آم انکی خدمت مین تحفۃً لایا۔ انھون
نے اُس سے پوچھا کہ تم تنہا ہو۔ یا تمھارے اور کوئی بھائی بھی ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک بھائی اور ہے
انھون نے کہا کہ پھر یہ آم تنہا تمھاری ملک نہین۔ تا وقتیکہ تم اپنے بھائی سے اجازت نہ حاصل کرو۔
مجھے نہین دیسکتے۔ اور نہ مین اسکو لے سکتا ہون۔ یہ کہکر اُسکو واپس کر دیا۔

اس قصبہ کاکوری مین محلہ ولی نگر انھین کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس قصبہ کی آبادی کے کنارہ
شمال جانب یہ محلہ واقع ہے۔ انکا قدیم مکان مخدوم شیخ قیام الدین کے محلہ مین متصل چودھری محلہ تھا
تبدیل سکونت کا یہ سبب ہوا کہ یہ سلسلۂ نقشبندیہ کے صاحب نسبت درویش تھے۔ راگ و نغمہ سے
پرہیز کرتے تھے۔ پڑوس مین ایک روز شادی تھی۔ اور ڈھول بج رہی تھی۔ جس سے انکی مشغولی
مین حرج ہوتا تھا۔ انھون نے منع کیا۔ ہمسایہ نے جواب مین کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھر کے مالک ہین
تم کو تحکم کا کوئی حق نہین ہے۔ انھون نے اُسی وقت سے اُس محلہ کی سکونت ترک کر دی۔ اور
اپنی معافی کی زمین پر آ کر بیٹھ گئے۔ اور جلدی سے مکان بنوانا شروع کر دیا۔ بعد تیاری یہین بود
و باش اختیار کی۔ اور مکان کے گرد رعایا آباد کر لی۔ وہ محلہ ولی نگر کے نام سے مشہور ہو گیا
جو اب تک ہے۔ سنہ و تاریخ ولادت و وفات نہین دریافت ہوا۔ قبر کے متعلق یہ مشہور ہے۔ کہ
انھون نے قبر خام بننے کی وصیت کی تھی۔ ساگر باغ مین ایک چھوٹا سا ڈھیر ہے۔ اسکے متعلق لوگ
کہتے ہین کہ یہ انھین کی قبر ہے۔ واللہ اعلم

محمد ہاشم

مولوی محمد ہاشم ابن مولوی محمد مہدی - ابن مولوی محمد متقی - ابن شیخ محمد صالح ابراہیم آبادی الاصل - کاکوری المولد - انکی ولادت ۳ ماہ شوال المکرم ۱۲ھ شب پنجشنبہ کو ہوئی - بہت عقیل - پختہ مزاج - صابر - غیور - وضعدار - اعتدال پسند - پابند شریعت و طریقت تھے - ابتدائی تعلیم مولوی معظم علی کاکوروی سے پائی - پھر حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے علوم عربی و فارسی حاصل کئے - علمی قابلیت بہت اچھی تھی - اور نکتہ رسی مین خاص ملکہ تھا - خط بہت صاف روشن پاکیزہ تھا یہ سولہ سال کے تھے جب انکے والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا - اُسوقت سے اپنے بھائی مولوی محمد قاسم مرحوم کے ساتھ بکمال اتحاد و محبت رہے - اُنھین کے ساتھ وکالت کا امتحان دیا - کامیابی کے بعد فتح گڑھ ضلع فرخ آباد مین کام شروع کیا - چونکہ طبیعت مین باریک بینی و دور اندیشی بہت تھی - لہذا بہت جلد کام چل نکلا - اُسکے بعد ریاست رامپور مین بتوسل نواب یار جنگ محمد اکرام اللہ خان مرحوم درجۂ اول کی سند حاصل کر کے وہان وکالت کرتے رہے -

بعد انتقال اپنے بھائی کے خانہ نشین ہو گئے - اور ایک اعتدالی روش اور عمدہ منش سے نیک دلی و خودداری کے ساتھ باہمہ و بے ہمہ زندگی بسر کی - درحقیقت اپنی وضعداری اور عاقلانہ اصول سے ایک ایسی آن و شان بلا کسی نمود و نمایش اور بغیر کسی غرور و تمکنت کے پیدا کی تھی - جو عجیب و غریب تھی - تہذیب اخلاق حفظ مراتب - و علم مجلس سے بدرجۂ اتم واقف تھے -

ابتدائی زمانہ مین شاعری کی طرف بھی توجہ کی تھی - اور فارسی اور اردو دونون زبانون مین شعر کہتے تھے - افسر تخلص تھا - مولوی محی الدین خان ذوقی کاکوروی سے تلمذ تھا - چند اشعار اردو و فارسی درج ذیل ہین -

اشعار فارسی

بجانبازی دل بیتاب چون پروانہ میگردد | زسوزش شمع رویان را مگر پروانمی گردد
دلم تنہا نہ اندر عشق او مستانہ میگردد | نظر ہر کس بروئیش می کند دیوانہ می گردد

یگانہ کے شود با خویش آن شوریدہ بیدل | کہ دریا دیدن روئے تو ہمہ بیگانہ می گردد
خدایا آبرویم بخش زیر خنجر قاتل | تبسم چشم و ابروئے صنم ترکانہ می گردد
بہ افسر داد سلطان جنون سالاری وحشت | درین صحرا نوردی ہا چہ خوش صحرائی گردد

اشعار اُردو

آنکھیں کہتی ہیں تری نرگس شہلا کیا ہے | لب جان بخش یہ کہتے ہیں مسیحا کیا ہے
رشک غلمان جنان غیرت حوران بہشت | سر بسر نور ہے یہ خاک کا پتلا کیا ہے
جس نے دل اس میں پھنسایا وہ ہوا سودائی | یہ تو ہے دام جنون زلف چلیپا کیا ہے
پارہ پارہ ہوا دل مہر کتان کی صورت | مہ کامل ہے تمہارا رخ زیبا کیا ہے
کون آتا ہے سر نعش شہیدان افسر | حشر سا آج گلی کوچہ میں برپا کیا ہے

بیعت انکو حضرت شاہ علی اکبر قلندر سے تھی۔ علاوہ فرائض وسنن کے نوافل تلاوت کلام مجید۔ دلائل الخیرات و دیگر اوراد کے بالالتزام پابند تھے۔ اور پاس انفاس و شغولی پر نہایت استقلال سے کاربند رہتے۔ ان سب کے ساتھ اللہ تعالے نے ذوق و شوق کی چاشنی بھی بخشی تھی۔ چنانچہ عین انتقال کے روز زبان پر "العشق ھُوَاللہ ھُوَاللہ" تھا۔ بتاریخ ۲۲ ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ وقت عصر بعمر ۶۲ سال وفات پائی۔ اور بارہ بجے شب کو دفن ہوئے۔ قبر اپنے والد کے قبرستان میں واقع ہے۔ اور بالین قبر قطعہ تاریخ وفات مصنفہ مولوی محمد عالم قیصری نصب ہے۔

روز بست و دوم از شعبان بود | کان زمن روز قیامت نام یافت
والدم در خلق ناکام گذاشت | خود زالعشق ھواللہ کام یافت
قیصری در یوم جمعہ بعد عصر | عمر او در شصت و دو اتمام یافت
از سر جان و ز سر دنیا گذشت | "تا بفردوس برین آرام یافت" ۱۳۲۰ھ

انکے دو بیٹے مولوی محمد عاصم قیس۔ و مولوی محمد عالم قیصری دونوں بہت لایق اور قابل عربی دان انشاپرداز اور بہت اچھے شاعر صاحب دیوان ہیں۔ ابقاھما اللہ تعالی۔

محمد یحییٰ

مولوی مفتی محمد یحییٰ - ابن مفتی شہاب الدین - ابن حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث کاکوری
ولادت انکی ۱۲۱۵ھ میں ہوئی - انکا نام یحییٰ اس وجہ سے رکھا گیا - کہ انکی ولادت کے بعد بغرض تسمیہ
جب کلام مجید میں فال دیکھی گئی - تو یہ آیت نکلی - یا ذکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ - لہذا محمد یحییٰ
نام رکھا گیا - بعض لوگ غلام یحییٰ بھی کہتے تھے -

یہ عالم متبحر - فاضل جید تھے - ابتدائی کتابیں مولوی محمد حسین دہلوی - و مولانا عبدالحی دہلوی سے
اور بقیہ کتابیں مفتی الہی بخش کاندہلوی سے پڑھیں (مفتی صاحب کو انکے والد نے انکی تعلیم کی غرض سے
نوکر رکھا تھا) سولہ سال کی عمر میں انھوں نے کل کتب درسیہ سے فراغت حاصل کی بعد تکمیل عہدہ منصفی
پر مامور ہوئے - پھر صدر امین ہوئے - انکا علم بہت حاضر اور حافظہ بہت قوی تھا - درس بھی دیتے تھے
نواب مہدی علیخان محسن الملک رئیس اٹاوہ انکے شاگرد تھے - پنشن کے بعد بہت دنوں تک اٹاوہ میں
رہے - وہاں سے کانپور میں آکر قیام کیا - وہاں بھی شغلہ علمی کے سوا کوئی اور مشغلہ نہ تھا - کتبخانہ بھی بہت
اچھا جمع کیا تھا - کانپور سے پھر وطن آئے - مدت ملازمت سے زائد عرصہ تک پنشن پاتے رہے -
انھوں نے بتاریخ ۲۸ ماہ شعبان المعظم ۱۳۰۵ھ بعمر ۹۰ سال بعارضہ اسہال کبدی انتقال کیا - اور
موافق اپنی وصیت کے حجرہ حضرت حاجی امین الدین قدس سرہ کے متصل دفن ہوئے -

محفوظ علیخان

وقار الدولہ والا جاہ قاضی محمد محفوظ علی خان بہادر - ابن احتشام الدولہ ممتاز الملک عالی جاہ
قاضی حافظ علی خان بہادر عباسی -

انھوں نے علوم مروجہ وطن ہی میں مولوی عبدالباسط رسول آبادی سے حاصل کئے - اور یہیں
منصب قضا کی قائم مقامی کرتے رہے - پھر دربار لکھنؤ سے طلبی ہوئی - وہاں حاضر ہو کر آئین دربار سے

واقف ہوے۔ اور وقتاً فوقتاً خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوتے رہے۔ پھر بسواڑہ کی چکلہ داری کا حکم ہوا۔ کبھی کبھی بوجہ بدنظمی گونڈہ و بانگرمئو وبہرائچ میں متعین ہوئے۔ اور پھر بکار خاص سفارت ہمراہی نواب گورنر جنرل بہادر تقرر ہوتا رہا۔

قاضی وصی علیخان مغفور اپنے روزنامچہ مین لکھتے ہین کہ۔

"چون جد امجد بسبب علالت طبیعت از خلد مکان یعنی غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ عذر ہمراہی و مہانداری گورنر جنرل بہادر نمودند۔ معتمد الدولہ بہادر می خواستند کہ کسے را بہ تجویز خود مامور سازند۔ بادشاہ قبول نہ کردہ فرمودند۔ اگر ایشان خود عذر بیماری دارند آن خلف خود کہ ہوشیار اند۔ چرا آن را ہمراہ نمی نمایند۔ کہ آخر کے ہوشیار خواہند شد۔ لاجرم جناب جد امجد تا خیر آباد ہمراہ رفتہ با جناب عم اکرم قاضی واعظ علی خان واپس آمدند۔ و جناب والد ماجد را ہمراہ کردند۔ ہرگاہ گورنر جنرل بہادر در شاہجہان آباد (دہلی) رسیدند۔ نواب امیر خان فرمانروائے ٹونک نیز بہر ملاقات آمدند۔ مولوی خلیل الدین بہادر بطور سفیر در جناب والد ماجد را بہ اہتمام سامان ضیافت از طرف خلد مکان دیدہ بہ فکر افتادند کہ ہم کسے را مامور سازم۔ تا حاضر باش کلکتہ بحضور ویسرائے بہادر باشد۔ چنانچہ بکمال خواہش و رغبت این عہدہ را نامزد جناب والد ماجد کردند۔ ایشان بسبب ملازمت سرکار اودھ انکار نمودند۔ عہدۂ سفارت ٹونک بنام عم اکرم قاضی محمد واعظ علی خان فرستادند۔ چنانچہ جناب ممدوح بہ کلکتہ بعد چندے علیل شدہ انتقال نمودند۔"

انھون نے جملہ دیہات پرگنہ کاکوری کی تعلقداری حاصل کی جس کی مالگذاری چوراسی ہزار تھی۔ دربار اودھ سے بعہدۂ سفیر دوم پندرہ سو روپیہ ماہوار پر مقرر ہوے نیز بعہد امجد علی شاہ بادشاہ برسم سفارت بہ پیشگاہ گورنر جنرل الہ آباد گئے۔ اور وہان سے کامیاب واپس آئے۔ جسکا ذکر مصنف قیصر التواریخ نے بھی کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ

"دربار مین ہز ایکسلنسی وجنرل ٹاٹ بہادر رزیڈنٹ اور تمام شاہزادے اور دیوان اعظم اور مولوی خلیل الدین خان اور آپ کرسی نشین ہوتے۔ اور سب عہدہ دار غالب جنگ وغیرہ استادہ رہتے

شاہی دربار مین باریابی کے لیے کسی کو سواری پر جانے کی اجازت نہ تھی۔ خواہ کسی حال مین کیون نہو۔ انکے واسطے بحالت ضعف و علالت تا لب بارگاہ ہوادار پر آنے کی اجازت تھی۔"

بیعت انکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ یہ اوراد و وظائف کے بہت پابند اور شب بیدار تھے۔ بتاریخ ۷ ماہ شوال المکرم ۱۲۶۶ھ انتقال کیا۔ اور قبرستان قدیم قاضی گڈھی کاکوری مین متصل بارہ دری جانب جنوب و شرق دفن ہوئے۔ قبر کے گرد حظیرہ خشتی بنا ہوا ہے

محی الدین خان

مولوی محی الدین متخلص بہ ذوق۔ ابن مفتی حکیم الدین خان۔ ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر۔ انھون نے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد و دیگر علماے حاصل کی۔ فارسی اور اردو کے بہت بڑے ماہر اور مشہور شاعر تھے۔ نظم اور نثر اور دیگر اصناف سخن مین یدطولےٰ رکھتے تھے۔ عربی مین بھی طبع آزمائی کرتے۔ انکے دو مکمل دیوان فارسی و اردو مین موجود ہین۔ جن مین نثر کا مجموعہ اور مختلف نظمین بھی ایک کثیر تعداد مین موجود ہین۔ چند رسالہ مختلف مباحث پر مشتمل۔ توثیق المقاصد۔ اسرار المعرفت۔ حقائق العروض اور اکثر تاریخی نظمین اور تقاریظ وغیرہ طبع بھی ہوچکے ہین۔ نظم کلام کا زائد حصہ غیر مطبوع ہے۔ تاریخ گوئی مین بے نظیر وقت تھے۔ کہتے تھے کہ مجھ مین اب اتنی قدرت پیدا ہوگئی ہے۔ کہ مین چند گھنٹہ مسلسل تاریخ مین گفتگو کر سکتا ہون۔ یعنی جو لفظ یا جملہ زبان سے نکالون اس مین تاریخ ہو۔ کاکوری کے بہت سے لوگ انکے شاگرد تھے۔ جن مین سے اب بھی کچھ لوگ موجود ہین۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مخلص مرید تھے۔ اور منشی غلام مینا ساحر کاکوروی کے شاگرد رشید۔

نواب محمد حسن خان سلیم تذکرہ صبح گلشن مین لکھتے ہین کہ۔

"ذوق۔ مولوی محمد محی الدین خان قرۃ الفواد مولوی محمد حکیم الدین خان بہادر خلف الصدق قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان کاکوروی۔ مولد و مسکن اوست۔ دیوان شعر و سخن بل ایوان ہر علم و فن بذات

متبع صفاتش فرمین ، امروز در قصبہ کاکوری بہ میدان نظم و نثر فارسی کوس لمن الملکی می زند وہر یکے از موزون طبعان آن دیار بہ تلمذش مے تنند ۔ وے مشق نظم فارسی از منشی محمد مہدی جہان آبادی نمودہ ۔ و در اردو از میرزا خان لکھنوی فیضہا بردہ"

اسکے اشعار اردو فارسی بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں ۔

بہر خاکے کہ خون گریم بہارے میشود پیدا
کشایم سینہ ہر جا لالہ زارے میشود پیدا

زبس دو سناک ہر دم حسرت مرغولہ مویان را
بخود پیچید از خاکم غبارے میشود پیدا

بمردم ہم نہ انستیم ہرگز قدر آسایش
کہ آغوش لحد شوق کنارے میشود پیدا

من آن افسردہ ام گر نخل گل روید بخاک من
گل پژمردہ از ہر شاخسارے میشود پیدا

پے نظارہ ات ہر شب سر بام تو گردون را
ز ہر سیارہ چشم انتظارے میشود پیدا

ندانم زود کہ امی شمع رو آتش بجان من
کہ ذوق از ہر بن مویم شرارے میشود پیدا

میکشد دل بسوے یار مرا
جذب او کرد بے قرار مرا

نہ نہم خون خود بہ گردن یار
بان مگر کشت انتظار مرا

چہ کنم خواہش چمن کز داغ
بس بود سینہ لالہ زار مرا

بر لب بام بصد جلوہ مستانہ بیا
خلق را مایل خود کن بت فرزانہ بیا

داری اے دل ہوس عشق چو با شمع رخان
اول این کار بیاموز ز پروانہ بیا

دیدن نور خدا گر تو تمنا داری
زاہدا با من مخمور بہ میخانہ بیا

مارا ہوائے سیر گل و لالہ کے بود
دارد بہار طرفہ دل داغدار ما

گشتم شہید دست حنا بستہ کسے
باید فشاند برگ حنا بر مزار ما

بین بدگمانیش کہ پس از مرگ نیز ذوق
دامن کشان گذشت ز خاک مزار ما

آب تیغت چشیدنم ہوس است
باندر خون طپیدنم ہوس است

اے جنونم دگر مدد فرما
کہ گریبان دریدنم ہوس است

اے صبا صرف ہمتے از تو — بوے زلفش شمیدنم ہوس است

جز درد و غمت بے تو مرا ہم نفسے نیست — در عشق رسیدم بمقامے کہ کسے نیست

تو سینہ کشائی و من از دل کشم آہے — صبح طرب انیست و نسیم چمن انیست

چون برق دلم بے تو شرارے شد و برخاست — دود از جگرم ابر بہارے شد و برخاست

اے شمع چہ پرسی کہ چہ شد ذوق نزیرم — پروانہ صفت بر تو نثارے شد و برخاست

ساقیا مے دہ کہ ایام بہاران جوش زد — باز سوے ہوا مے گساران جوش زد

نالہ من بر فلک پیچید و شور رعد شد — سیل اشک از چشم من بارید و باران جوش زد

آن لطافت کہ بر خسارۂ جانان دیدم — نتوان گفت کہ در ماہ درخشان دیدم

مو بمو حال از ان روز پریشان گردید — کاکلے را چو برخسار پریشان دیدم

چشم بد دور ز چشم تو کہ با شوخی و ناز — چشمہا دیدم و لیکن نہ بدینسان دیدم

انچہ دل میکشد از زلف دل آزار مپرس — اخترم تیرہ بہ بین حال شب تار مپرس

او بجز نالہ و فریاد چہ داند بقفس — داستان چمن از مرغ گرفتار مپرس

قصۂ منتظران دیدۂ اختر داند — حالت چشم من از روزن دیوار مپرس

گل کرد در ایام بہاران ہوس ما — ہم قافلۂ باد صبا شد نفس ما

در شوق چمن بسکہ رگ موج شمیم است — گلدستہ توان بست بتار نفس ما

یا رب کشتم امروز کجا رخت ز گلشن — در دیدۂ صیاد خلد خار و خس ما

خود می خورم امروز غم خویش بعالم — آن کیست غم ما خورد اے ذوق بس ما

مخمس بر غزل سعدی علیہ الرحمۃ

ہنگام سحر بود دلم محو فغانے — رفتم کہ بہ گلگشت کنم شاد زمانے

پس آمدہ ناگاہ مرا آفت جانے — بربود دلم در چمنے سرو روانے

زرین کمرے سیم کلہے موے میانے

آگہ نشدم بود پے دل بکمینے   کافر صنمے فتنہ گرے دشمن دینے

نازک کمرے سرو قدے شوخ حسینے   خورشید وشے ماہ رخے زہرہ جبینے

یاقوت لبے سنگ دلے تنگ دہانے

بستہ پے تاراج دل غمزدہ عہدے   با تلخی دشنام در آمیختہ شہدے

از ناز چو بلقیس بر آراستہ مہدے   عیسیٰ نفسے خضر رہے یوسف عہدے

جم مرتبۂ تاج ورے شاہ نشانے

چشمش ز مئے ناز و حیا بادہ پرستے   از گردش پیمانۂ خود بیخود و مستے

مستانہ ز صہبائے نگہ جام بدستے   جادو نگہے عشوہ گرے فتنہ پرستے

آسیب دلے رنج تنے آفت جانے

صد شعلہ بدلہا زدہ از تندی خوے   چشمے ز رہ ناز نیفگند و بسوے

افروختہ رخ تیغ حمایل بگلوے   بیداد گرے کج کلہے عربدہ جوے

لشکر شکنے تیر قدے سخت کمانے

معشوق ندیدم بچنین حسن و صفاتے   لیلیٰ روشے یوسف شیرین حرکاتے

در رخصت گفتار لبش تنگ نباتے   درچشم ال معجزۂ آب حیاتے

در باب سخن نادرۂ سحر بیانے

تا شد ز بر ذوق جدا آن مہ خوبی   پامال الم گشت نہ تنہا تن خاکی

ہر عنصرش آوارۂ غم گشت چہ پرسی   بے زلف و رخ و لعل لب او شد سعدی

آبے و سر شکے و غبارے و دخانے

ایکہ سر آگندہ سودائے تست   دیدۂ تو قسم ہمہ جویائے تست

دل ہمہ در زلف تو پابند غم   جان ہمہ محو رخ زیبائے تست

کن گذر از عشوہ و با ما نشین   دیدہ و دل منزل و ماوائے تست

اشعار در صنعت منقوطہ

بجنبش ببین زچین زیبے — نقش چین زیب خنز چینی بین
شیخ بنشین شبیے بیش تبے — بنشین فیض شب نشینی بین
بزنی تیغ تیغ زن تینے — تیزی تیغ چین جبینی بین

اشعار اردو

سینہ حاضر ہی عبث ہی پوچھنا ہر بار کا — کہہ وہ آئے شوق سے گھر ہی خدنگ یار کا
جم گیا دل پر ازل سے نقش خط یار کا — چھوٹنا مشکل ہی آئینہ سے اس زنگار کا
کون قایل ہی کرے پورا سوال اک وار کا — دامن امید بھر دے زخم دامندار کا
شوق سی فتوے ہی زندون کا کہ مینا کو توڑ — شرط ہی پر محتسب ٹوٹے نہ دل میخوار کا
سر بسجدہ کرتے ہین کلمہ شہادت کا ادا — ہی ہمین محراب طاعت خم تیرے تلوار کا
ہی حیات جاودان ہر ہاتھ تیرے وار کا — رشتہ جان ہی مگر دوڑا تیری تلوار کا
دیکھ لو اچھا برا پھر لیکے پھر نیکا نہین — ہے دل عاشق یہ کچھ سودا نہین بازار کا

شب کو اُس مہ نے بچھوٹے جو نہا کر گیسو — بن گئے قطرے ستارے شب اختر گیسو
آتشین لب تھے دھوان دھار نہین رنگ مسی — جرے نے دھونے کو کھولے لب کوثر گیسو
مشورہ دیکھے کرین دیکھئے کس سے بہم — کان سے اُسکے لگے رہتے ہین اکثر گیسو
دیکھتے ہی اُسے عاشق کے حواس اُڑتے ہین — طائر ہوش کے بنجاتے ہین شہپر گیسو
مانع صحبت نظارہ ہین یہ شکل رقیب — اُسکے عارض سے سرکتے نہین دم بھر گیسو
مجھ نفس سوختہ سے بل کی عبث لیتی ہین — ہو نگے کب دود جگر سے میری سرور گیسو
مردم چشم کی صحبت مین ہوئے بادہ پرست — ہو گئے ساتھ سیہ مستون کے ابتر گیسو
اُنکے پھندے مین نہ پڑ جان لے اے طفل سرشک — ساتھ اپنے نہ کرین تجھ کو بھی ابتر گیسو
گر وہ سنبل سے فزون ہی تو یہ بیجان ہے سوا — خوشنما گیسو سے خط خط سے ہی بہتر گیسو

ہین بھوین قوس قزح ناد مہتاب ہے خط | چاند پر ابر کے ٹکڑے ہین مژہ پیوستہ
طالب چشمۂ حیوان کو ہی کیا حاجت خضر | مانگ سیدھی رہ ظلمات ہے ...

طعن سے ان ناصحون کے سینہ و دل چھن گئے | کیسے ہم تیر ملامت کا نشانہ بن گئے
کیا بگولا دشت وحشت کا وہی اک قیس تھا | غم مین اپنی خاک اڑا کر کتنے مجنون بن گئے
کون ساتھی ہے کسی کا وقت پر جز بیکسی | ہے یہی کیا کم احبا تا سر مدفن گئے
کی بہت کچھ تاک جھانک آیا نہ سایہ بھی نظر | بارہا مہر و مہ اُسکے تا سر روزن گئے
امتحان سا امتحان ہی عاشقون کا لے خدنگ | اس قدر چھانا محبت مین کہ سینے چھن گئے
ہفت گردون کو سنبھالے ہی سہارا آہ کا | ورنہ بے چوب ستون کیونکر یہ خیمے تن گئے
ابر تو کیا ہے کہ اپنی چشم تر کے سامنے | کتنے بھادون لگ گئے کتنے بیابان سادن بن گئے
ہمنے پھاڑا مرتے پر وحشت مین دامان کفن | تا نہ یہ کہنے کو رہجائے کہ تر دامن گئے

کس طرح مانون کہ الفت کا برا انجام ہے | توبہ توبہ قول ناصح وحی یا الہام ہے
لکھ چکے خوبون کو دل اقرار سے کیونکر پھرین | سینہ پر یہ داغ اپنا ناصحا اشٹام ہے
جاے بلبل کس گلی تو نے تو صیاد بہار | صحن گلشن مین رگ گل کا بچھایا دام ہے
لاکھ دھوؤ پر نہین چھوٹے گا دھبہ خون کا | قتل کرنا عاشق بیدل کا طشت از بام ہے
وہ ہے مست خواب نالان خلق زیر بام ہی | نیزہ بالا آفتاب حشر ہی کہرام ہے
کیا عجب تن سے نکلجائے پھڑک کر مرغ روح | تار انفاس گسستہ سے بنایا یہ دام ہے
آتے ہین پیکان یہ پیکان نکیون تجسس کیلئے | جاے دل پہلو مین لے بیتاب خدا کا نام ہے
گورے گورے گال پر ہے آمد خط سے بہار | جلوہ گہ صبح بنارس اور اودھ کی شام ہے
کون ساقی دور مین تیرے رہا محروم جام | کاسۂ داژون بہ اپنا بخت نافرجام ہے
پھیر لین ساقی نے آنکھین مجھ تلک پہونچا جو دور | گردش ساغر نہین یہ گردش ایام ہے
اے حسینون چند بوسون کے عوض جاتا ہی مفت | ایک دو بولو ابھی دل بر سر نیلام ہے

نرگسی آنکھون کو دی دنبالہ نے دونی بہار — یہ گل بادام وہ شاخ گل بادام ہے

پست ہمت ہین عروج بخت پر جنکو ہے ناز — ذرہ آسا یہ نمایش آفتاب بام ہے

انھون نے بتاریخ ۳ ماہ جمادی الآخر ۱۳۰۲ھ بعمر ۷۰ سال انتقال کیا۔ اور حظیرہ متصل چاند محل کاکوری مین دفن ہوے۔ انھون نے خود اپنے انتقال کی تاریخ لکھی جو درج ذیل ہے ؎

درین سال ہجری یقین داشتم — کہ مرگم نصیب است پنداشتم

زہاتف سن فوت خود خواستم — بگفتا بگو ذوق برخاستم

۱۳۰۲ھ

مسعود احمد

مولوی حکیم حافظ مسعود احمد۔ ابن منشی محمد احمد۔ ابن منشی محمد بخش۔ ابن شیخ غلام محمد حاجی دیوی الاصل کاکوری الموطن۔ ولادت انکی بتاریخ ۲ ماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۲۵۸ھ بمقام بانس بریلی ہوئی۔ یہ علوم متعارفہ مین اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ جناب مولانا حامد علی خلف اصغر حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے تلمذ تھا۔

یہ بہت قابل و لائق۔ درویش صفت۔ اہل دل شخص تھے۔ تصوف کا مذاق بھی تھا۔ بہت مرتاض اور باخدا شخص تھے۔

انھون نے فن طب حکیم محمد علی عرف حکیم ننا مرحوم لکھنوی سے حاصل کیا تھا۔ اس فن مین خاص مہارت تھی۔ اعلی درجہ کے نباض۔ اور صاحب اشراق تھے۔ ایسی اشراقی کیفیت۔ اور کسی طبیب مین دیکھنے مین نہین آئی۔ نباضی کے متعلق خود بیان کرتے تھے کہ:۔

"ایک مرتبہ مین لاہر پور شریف (ضلع سیتاپور) مین بغرض فاتحہ خوانی حضرت شاہ مجا قلندر قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ جب وہان سے واپس ہوا تو راستہ مین ایک فقیر مجھے ملے۔ انھون نے مجھ سے پوچھا کہ آپ حکیم ہین۔ مین نے جواب دیا کہ حکیم جسکو کہنا چاہیے۔ وہ تو قابلیت مجھ مین نہین ہے مگر علم حکمت مین نے ضرور پڑھا ہے۔ وہ بزرگ وہین زمین پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ اچھا

میری نبض دیکھی۔ مین نے اُنکی نبض دیکھی۔ اور جو کچھ میری سمجھ مین آیا۔ مین نے اُن سے عرض کیا۔ اُنھون نے فرمایا کہ تمنے نبض تو ٹھیک دیکھی۔ مگر بعض بعض باتین تمنے نہین تبلائین۔ مین نے اُن سے عرض کیا کہ یہ باتین مجھے نبض سے معلوم کرنے کا طریقہ نہین معلوم ہے۔ اُنھون نے فرمایا کہ حکماء یونان نبض بذریعۂ اشراق کے دیکھتے تھے۔ آپ بھی جب اسطرح دیکھئے گا تو حال معلوم ہو جائیگا۔ مین نے عرض کیا کہ مجھی اسکا طریقہ نہین معلوم ہے۔ پھر اُنھون نے مجھے اُسکا طریقہ تعلیم کیا۔ اسکے بعد سے جب مین نے نبض دیکھنا شروع کی۔ تو سارا حال مجھے مریض کا بغیر اُسکے بیان کے منکشف ہونے لگا۔"

یہ پہلے اناؤ مین مطب کرتے تھے۔ آخر عمر مین کاکوری چلے آئے۔ اور یہین مطب کرنا شروع کیا۔ محرر سطور کے حال پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

بیعت انکو سلسلہ عالیہ قادریہ مین حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب ساکن دیوہ ضلع بارہ بنکی سے تھی۔ اور اُنکے فیض یافتہ اور محبوب ترین مریدین سے تھے۔

انھون نے بعارضۂ ہیضہ تقریبًا بعمرہ ۵ سال بتاریخ ۱۳ ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ انتقال کیا۔ منقول ہے کہ جس جگہ انھون نے وفات پائی تھی۔ وہان ایک خاص نورانیت تھی۔ اور جبتک انکا جنازہ رکھا رہا غیر معمولی نورانیت وہان معلوم ہوتی رہی۔ یہ اپنے والدین کی قبر سے متصل تکیۂ بینوا شاہ متصل اسپتال کاکوری مین دفن ہوئے۔ قطعۂ تاریخ وفات از منشی ارتضا علی شہر مرحوم کاکوروی ؎

طبیب نامی نباض کامل با خدا صوفی ، ز کثرت شد بوحدت در حریم اقدس و اعلے
شہر چون فکر سال رحلتش کردم ندا آمد ، طبیب با خدا مسعود احمد جنتی بادا
۱۳۳۵ھ

مسیح الدین خان

مولوی حاجی مسیح الدین خان بہادر میر منشی گورنر جنرل بہادر ہند و سفیر شاہ اودھ بمقام

لندن ۔ آبن مولوی علیم الدین خان ۔ آبن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر اشرف جنگ متخلص بہ ثاقب ۔

یہ تباریخ ۱۵ ماہ شعبان المعظم ۱۲۱۹ھ پیدا ہوے ۔ انکے عم محترم ممتاز العلما قاضی سعید الدین خان بہادر نے انکی تاریخ ولادت یہ لکھی ہے

چو آن نیک طالع بہ عرش وجود | شدہ جلوہ آرا ے چون شہ بہ تخت
بتاریخ میلاد او از سعید | بدیہا خرد گفت ۔ بیدار بخت

انھون نے مختصرات و متوسطات کتب درسیہ فارسی اخوند شیخ قیام الدین موہانی سے پڑھین بعد اُسکے عربی کی ابتدائی کتابین حضرت مولانا حاجی امین الدین رح ۔ و مولوی حکیم حسن بخش سنامی تلمیذ رشید قاضی القضاۃ مغفور سے پڑھین ۔ پھر اپنے والد ماجد کے ساتھ آگرہ گئے ۔ وہان اُن سے اور مولوی سید امیر علی سے جو اُنکے شاگرد تھے پڑھتے رہے ۔ پھر وطن آکر مولوی فضل اللہ نیوتنوی ۔ و مولانا محمد مستعان کاکوروی سے اور لکھنؤ جاکر مولانا ظہور اللہ ۔ و مولوی حفیظ اللہ فرنگی محلی ۔ و مولانا قدرت علی نبیرۂ ملا بحر العلوم فرنگی محلی سے پڑھا ۔ اور تکمیل مرزا حسن علی محدث لکھنوی سے کی ۔ اور فن طب مولوی حکیم حسن بخش سنامی سے حاصل کیا ۔ بہت بڑے فاضل معقولی و منقولی و ادیب تھے ۔ ریاضی دانی تو خاندانی تھے ۔ تمام علوم و فنون مین بے مثل قابلیت رکھتے تھے ۔ تحریر بہت اچھی ہوتی تھی ۔ عربی و فارسی قلم برداشتہ لکھتے تھے کبھی مسودہ نہین کرتے تھے ۔

بیعت انکو حضرت شاہ میر محمد قلندر برادر خرد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھی ۔ مجمع اخلاق حمیدہ و متصف بہ اوصاف حسنہ تھے ۔ بہت ہی خلیق ذکی و فہیم تھے ۔

دنیاوی عروج ثروت و فراغت و وجاہت مین بہت ممتاز ہوئے ۔ جب ملازمت کیلئے وطن سے نکلے ۔ تو اولاً آگرہ مین قیام کیا ۔ اور بقدر ضرورت انگریزی پڑھی ۔ وہان پہلے کچھ دنون منصفی کی قائم مقامی کی مستقل ہونے پر وہ عہدہ اپنے بھائی مولوی بشیر الدین کو سپرد کرکے خود میر منشی محکمۂ گورنری کے لئے منتخب ہوے ۔ اُس زمانہ مین لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل تھے ۔ وہ بوجہ

انکی حسن کارگذاری ونیز اعزاز خاندانی بہت مہربان تھے ۱۲۳۰ھ مین انھون نے انکو بجلدوۓ حسن خدمات پانچ پارچہ کا خلعت کارچوبی معہ مرصع سرپیچ ومالاے مروارید وخطاب خانی وبہادری معہ سند عطا کیا۔ اسکے ایک سال کے بعد یہ ترقی کرکے میر منشی گورنر جنرل بہادر ہوگئے تمام ہندوستان اور سب ریاستون کا انتظام انھین سے متعلق ہوگیا۔ اس اعزاز اور مرتبہ کا کیا کہنا۔ فرامین وغیرہ مین یہ نہر السلطنی لکھے جاتے۔ خط وکتابت اور تمام معاہدات جو مابین ریاست ہاے ہندوستانی وسرکار انگریزی ہوتے تھے۔ وہ انھین کے ذریعہ سے ہوتے۔ اور جملہ امور مین یہ ہی مشیر اور رازدار رہتے۔ اس عہدہ کا کام نہایت قابلیت سے انجام دیا۔ بعد تبدیلی نواب گورنر جنرل بہادر یہ بھی مستعفی ہوگئے۔

پھر تجارت کا شوق پیدا ہوا۔ تھوڑے دنون تجارت بھی کی۔ بعد اسکے بوجہ قابلیت ولیاقت اولاً حیدرآباد سے پھر مرشدآباد سے طلبی ہوئی۔ انھون نے بوجہ قرب مرشدآباد کو ترجیح دی۔ وہان اولاً عہدۂ دیوانی پر تقرر ہوا۔ کاروبار ریاست جو نہایت ابتر حالت مین تھے۔ انکی خوب درستی کی۔ اس کارگذاری سے حکام نے دارغگی دیوانجات نظامت وعرض بیگی پر ترقی دی۔ چند سال تک ان دونون عہدون پر مامور رہے۔ پھر وہان سے علحدہ ہوکر خانہ نشین ہوگئے۔ دو سال کے بعد جب انتزاع ریاست اودھ کا معاملہ پیش ہوا۔ ان معاملات مین چونکہ انکی واقفیت ومعلومات مسلمہ تھی۔ لہذا یہی مشورہ کے لئے طلب ہوکر ضروری کامون کے سلسلہ مین کلکتہ بھیجے گئے۔ اور یہ طے پایا کہ بادشاہ کی طرف سے بہ نیابت مفتی خلیل الدین خان بہادر سفیر شاہ اودھ حسب تجویز اُنکے مقرر کرکے لندن بھیجے جائین۔ اور کمپنی بہادر کے حکم کا مرافعہ دربارہ انتزاع سلطنت اودھ ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ کے دربار مین پیش کرین۔ چنانچہ بہمراہی ملکہ کشور۔ ومرزا جواد علی سکندر حشمت۔ ومرزا حامد علی ولیعہد بہادر یعنی واجد علی شاہ کی مان اور بھائی اور بیٹے کے لندن روانہ ہوے۔ وہان پہونچنے پر اُس ملک کے مناسب حال شایستہ تدابیر کئے۔ جسکی کامیابی کے متعلق تمام نامی اخبارات لندن متفق تھے۔ دفعتاً ہندوستان کے ہولناک غدر نے سب منصوبے درہم برہم کردئیے۔ واجد علی شاہ نے خلاف عہود ومواثیق جو ان سے کئے تھے۔ حسب اغواء مشیران جاہل بارہ لاکھ سالانہ قبول کرکے سلطنت کو خیرباد کہا

اور بذریعۂ تار انکو سفارت سے بھی علٰحدہ کردیا قبل اس ہنگامہ کے وہان انھون نے بہترین تدابیر اور پرجوش تحریرات سے سب کو اپنا ہمدرد بنالیا تھا - پارلیمنٹ کے تمام اعلی ممبرا ور ارباب اقتدار انکے طرفدار ہوگئے تھے - انھون نے لندن مین بہت شہرت اور عزت حاصل کی تھی - ملکہ معظمہ کے دربار مین نہایت عزت کے ساتھ باریابی میسر ہوئی - دعوت شبینہ پر بھی مدعو ہوے - وزرا و امراء سلطنت علی الخصوص وزیر اعظم کی صحبتون اور دعوتون مین شرکت ہوتی رہی - مراسلت جو دفتر اور صاحب وزیر ہند سے انکے نام ہوتی - تو انکے نام کے ساتھ ہز اکسلنسی لکھا جاتا - علٰحدگی سفارت کے بعد بھی کئی سال لندن مین رہنے کا اتفاق ہوا - وہان انھون نے چند انگریزون سے بذریعۂ پرونوٹ قرض لیا تھا - بعد ادا ے قرضہ ہنوز کاغذات نہین واپس ہوے تھے - کہ اصل داین نے اوسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرڈالا - خریدار نے سود کی رقم بڑھاکر انپر دعوے دائر کردیا - جسکی پیروی مین کئی سال صرف ہوے -

یہ بعد فراغت لندن سے مراجعت کر کے چند دنون مصر و اسکندریہ مین سلطان و خدیو مصر کے مہمان ہوے - وہان سے حرمین شریفین آکر دو سال رہے - دو حج کئے - دوسرے سال حج اکبر سے مشرف ہوئے - وہان مولانا محمد یعقوب نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مکان پر فروکش ہوے اور شیوخ حرمین سے سند حدیث حاصل کرکے وطن واپس آئے - اور تصنیف و تالیف و حفظ کلام اللہ مین مصروف رہے - کتبخانہ بہت اچھا جمع کیا تھا - جو انکے صاحبزادے مولوی فریدالدین خان کی حیات تک رہا - بعد اُسکے تلف ہوگیا - زمانہ قیام وطن مین ریاست ٹونک مین اعلے عہدہ پر متقرر ہوے - پھر وہان سے رامپور گئے - اور نواب کلب علی خان کی رفاقت مین تھوڑے عرصہ تک رہے -

تصانیف انکے حسب ذیل ہین (۱) مفتاح الرشاد لکنوز المعاش والمعاد فارسی مطبوع (۲) جدول طلوع و غروب (۳) تاریخ انگلستان مشہور بہ سفرنامۂ لندن اُردو غیر مطبوع نہایت مبسوط تاریخ ہے - (۴) شرح خطبۂ شقشقیہ حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ عربی غیر مطبوع (۵) تاریخ الخلفا اُردو مطبوع -

(۶) تاریخ ہندوستان و دھیر غیر مطبوع (۷) شرح مکتوب حضرت ابی بکر صدیق بنام حضرت علی غیر مطبوع (۸) شرح الشرح رسالہ نثر اللآلی غیر مطبوع (۹) ضوابط ستہ غیر مطبوع - زبان فارسی کے اصول کے بیان مین -

انھون نے بمقام کاکوری بعارضہ استسقا بتاریخ ۸ ماہ محرم روز چہارشنبہ ۱۲۹۹ھ بعمر ۸۰ سال انتقال کیا - اور حظیرہ خاندانی متصل چاند محل کاکوری مین دفن ہوئے - قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی - در صوری و معنوی سے

سال و ماہ فوت مولانا مسیح الدین خان	روز و تاریخیکہ رفت اجانب خلد برین
مین عیان زین مصرع و بگذار شے اشتباہ	یوم الاربارع و بد از ماہ محرم منقبین

مشتاق علی

حکیم مشتاق علی ابن شیخ عاشق علی ابن شیخ محبوب عالم حکیم دار ابن شیخ محمد بقا ابن مولوی محب الرحمن علوی مخدوم زادہ - ولادت انکی بتاریخ ۲۴ ماہ جمادی الاولے روز پنجشنبہ ۱۲۳۷ھ ہوئی - ابتدا عربی و فارسی کی تعلیم یہیں حاصل کی - اُسی زمانہ مین مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی علم طب کی ابتدائی کتابین بھی پڑھین - بعد اسکے قصبہ گلاوٹھی ضلع میرٹھ مین جہان انکے والد تحصیلدار تھے - حکیم محبوب علی سے طب اکبر پڑھی - اور حاذق الزمان حکیم عبد القادر خان دہلوی سے تمام کتب طبیہ متداولہ پڑھکر سند حاصل کی - بعدہ ریاست آوا ضلع ایٹہ مین زمرۂ طبیبان نوکر ہوئے - پھر ریاست بھوپال مین کچھ دنون ملازمت کی - پھر وہان سے آکر میونسپلٹی مین پوری مین بعہدۂ طبیب ثانی آخر عمر تک ملازم رہے - علم طب کے بہت بڑے ماہر اور افلاطون وقت تھے -

ایک مرتبہ ریاست آوا کی رانی نے غلطی سے ہیرے کی کنی کھالی تھی - انھون نے بڑے معرکہ کا علاج کیا - اور وہ اچھی ہوگئی - جہان جہان یہ رہے بہت نیکنام اور ممدوح رہے - علاوہ اسکے بہت بڑے خوش اوقات متقی تہجد گذار تھے - ظاہر مین اشتغال دنیاوی و فکر معاش مین مشغول رہتے - مگر دل ہمیشہ یاد خدا مین مشغول رہتا - حضرت شاہ تراب علی قلندر کے مخلص مرید تھے -

انکے تصنیفات سے علم طب کی دو کتابین ہین (۱) تفریح الاطبا غیر مطبوع (۲) مفرح المشتاقین غیر مطبوع انھون نے ایک گھڑی رات کا وقت دریافت کرنے کی عجیب وغریب بنائی تھی - کہ وہ اگر قطب کی طرف رکھکر دیکھی جاسے - تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اسقدر رات باقی ہے - انھون نے بتاریخ ۲۶ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ھ انتقال کیا - اور عیدگاہ مین پوری مین دفن ہوئے -

قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد محسن مغفور متخلص بہ محسن کاکوروی سے

مشتاق علی طبیب حاذق — شبلی روش و ملک جنابے
بگذشت ازین جہان و بگذاشت — بر خلق ملال و اضطرابے
چون بارخ اگرمش حسن بود — رنگ الفت بہ آب و تابے
جا یافت بہ پہلوے بلور — شد جمع حباب با حبابے
ہاتف سر مرقدش رقم کرد — مہتاب قرین آفتابے ۱۳۰۲ھ

انکے بڑے بیٹے حکیم محب علی مغفور تھے جنھون نے فن طب کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی - مین پوری مین مطب کرتے تھے - وکیل بھی تھے - وہان بہت مشہور اور نیک نام رہے -

منجھلے بیٹے حکیم طالب علی مرحوم بھی بہت اچھے طبیب تھے - اللہ تعالےٰ نے اُنکے ہاتھ مین ایسی شفا عطا فرمائی تھی کہ مرضا اُنکے ہاتھ سے بیشتر شفا پاتے تھے -

چھوٹے بیٹے مولوی حکیم حبیب علی مرحوم تھے - جنکا حال حرف حا مین مذکور ہوچکا -

مشرف علی

منشی مشرف علی متخلص بہ منظر - ابن منشی ریاست علی - ابن قاضی اوصاف علی خان ابن رضا علی خان - انکی ولادت ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۲۵۶ھ مین ہوئی - یہ نہایت ذہین وطباع لطیفہ گو و بذلہ سنج تھے - شاعر بھی بہت اچھے تھے - کبھی کبھی کلام فارسی و اردو و بھاکھا مین نظم کرتے - تلمذ انکو منشی ظہور الدین احمد ظہور تلمیذ شیخ عبد الرؤف شعور لکھنوی سے تھا - فارسی اشعار انکے نہ ملسکے

چند اردو اشعار انکی بیاض مین مل گئے ببغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہین ؎

ثواب ہون مجھے حاصل عذاب کے بدلے | کلام ہنسکے کرو گر عتاب کے بدلے
مین عاشق لب لعلین ہون بعد مرگ اے یار | لہو کفن پہ چھڑکنا شہاب کے بدلے
نظر لگے نہ کہین رخ کو بیحجابی سے | بلا سے گیسو ہی چھوڑو نقاب کے بدلے
کرے تو یار کا دریائے حسن طغیانی | ترینگے دیدۂ عاشق حباب کے بدلے
کرین جو بادہ کشی وہ تو یہ تمنا ہے | گزک بنے دل عاشق کباب کے بدلے
جفا کے بدلے اگر تم وفا نہین کرتے | تو ہم بھی آج سے دلکو فدا نہین کرتے
ہر اسچہ میرسد از دوست بس ہمان نیکوست | ہم اسلئے ترے غم کا گلہ نہین کرتے
انھین نظر نہین مطلق ہی حال مضطر پر | وفا تو کیا ہے ذرا بھی جفا نہین کرتے

یہ مدت العمر قیام گونڈہ وکالت کرتے رہے اور بہت روپیہ پیدا کیا۔اور خرچ کیا۔تمام عزیزو اقارب سے حسب حیثیت سلوک و مدارات کرتے اور انکی درستی حال مین اپنے امکان بھر دریغ نکرتے گونڈہ کے تمام لوگ پناہ ربی و سرپرست اور ہر ایک معاملہ مین ملجا و ماوا سمجھتے تھے۔

انھون نے بتاریخ ۲۲ ماہ جمادی الآخر روز شنبہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۸۹۹ء بعمر ۶۱ سال بمقام کاکوری انتقال کیا۔اور اپنے خاندانی قبرستان واقع رسولی باغ مین دفن ہوے۔

قطعہ تاریخ وفات ؎

بلند رتبہ مشرف علی وکیل جلیل | کہ باد جنت ماواش مامن و مسکن
چو بست دہشت نہ اکتوبر آمدہ ہی ہی | بشام شنبہ کشیدہ برخ نقاب کفن

۱۸۹۹ء

مظہر حسین

حافظ مظہر حسین۔ابن شیخ عماد الدین حسین۔ابن شیخ عزیز الرحمن۔ابن شیخ عبدالرحمن علوی۔ انکے والد شیخ عماد الدین حسین بہت صالح قابل درویش صفت خوش اوقات صاحب

اعمال و دعوات شخص تھے۔ خط نسخ اور نستعلیق بہت پاکیزہ تھا۔
یہ بھی بہت قابل اور لائق تھے۔ کشف المتواری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انھون نے شباب مین کلام اللہ حفظ کیا تھا۔ نہایت باصلاحیت و لیاقت تھے۔ تلاش روزگار مین وطن سے نکلے۔ اور بہت معقول عہدہ حاصل کیا۔ پھر رفتہ رفتہ راجہ رنجیت سنگھ والی لاہور کے رفیق ہو گئے۔ وہان بہت دولت اور عزت پیدا کی۔ سات راس اسپ انکے طویلہ مین رہتے تھے۔
ایک روز رنجیت سنگھ کے ہمراہ ایک مہم پر گئے۔ قضائے الٰہی سے مع ایک ملازم کے دریائے اٹک مین غرق ہو گئے۔ اور مرتبہ شہادت پر فایز ہوئے۔
انکا نکاح حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ تین بیٹے اعظم علی۔ معظم علی۔ وزیر علی ہوے۔ انکے بیٹے شیخ وزیر علی اور پوتے افضل علی نے کتب درسیہ تمام وکمال حضرت شاہ تقی علی قلندر سے پڑھین۔ حافظ مظہر حسین صاحب کو بیعت بھی حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھی۔

مظہر علی

مولوی حافظ شاہ مظہر علی محدث (نواسۂ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ) آبن شیخ غالب علی آبن شیخ غلام صفی ابن شیخ محمد نواز۔ ابن حافظ خلیل الرحمٰن شہید علوی مخدوم زادہ۔
یہ تقریباً ۱۲ سنہ ھ مین پیدا ہوے۔ حافظ قرآن عالم و فاضل متشرع شافعی المذہب خوش اوقات درویش صفت متوکل اور خوشنویس تھے۔ انھون نے علوم رسمیہ کی تکمیل مولوی عبدالحق ابن مولوی فضل اللہ نیوتنوی سے کی۔ پھر دہلی جاکر حدیث کی سند مولانا محمد اسحاق مہاجر نواسۂ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حاصل کی۔
بیعت و اجازت و خلافت انکو حضرت سید احمد مجاہد رائے بریلوی سے تھی۔ اس قصبہ کے اکثر لوگ نیز اطراف کے انکے مرید بھی تھے۔ عبداللہ شاہ جنکی قبر موضع بگریا ضلع لکھنؤ مین ہے انھین کے

مُرید تھے اُس جوار سے کسی رئیس نے کچھ زمین مع چند درخت اُنکی گذراوقات کے لئے نذر بھی کی تھی۔ حکیم بخشش علی کاکوروی بھی اُنکے مخلص عقیدت مند تھے۔

ان کو اکثر زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی۔ چنانچہ انھون نے بعض لوگون سے کہا تھا کہ پیغمبر صاحب نے میرے داہنے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

اُنکے معمولات سے تھا کہ سوتے وقت ہمیشہ دعاء سریانی پڑہا کرتے تھے۔ ملا عبدالکریم قدس سرہٗ کی مسجد مین رہتے اور کلام اللہ تحریر کرکے ہدیہ کرتے۔ اُنکے ہاتھ کی لکھی ہوئی دلائل الخیرات مین نے بھی دیکھی ہے۔ بہت اچھا خط ہے۔ مثنوی مولانا روم زائد مطالعہ مین رکھتے۔ اور یہ شعر بہت پڑھا کرتے سہ

علم نبود غیر علم عاشقی ما بقی تلبیس ابلیس شقی

انھون نے اپنے پوتے مولوی جعفر علی مرحوم سے اُنکے نکاح کے بعد کہا کہ میری رائے مین تم مُرید بھی ہو جاؤ۔ پولیس مین نوکر ہو۔ تمکو رخصت مشکل سے ملتی ہے۔ یہ کہکر حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اُنکے مرید ہو جاؤ۔ اسکے بعد کہنے لگے۔ کہ اگرچہ لوگ مجھ کو تکیہ شریفہ کے خلاف خیال کرتے ہین مگر ایسا نہین ہے۔ بیشتر مجھ کو کچھ اعتراضات بعض معمولی باتون پر مثل چراغان وغیرہ کے پیدا ہوئے تھے۔ مگر وہ رفع ہوگئے۔ اُسکی صورت یہ ہوئی کہ ایک شب کو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائین جانب کرسی پر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور دونون حضرات کی پشت پر حضرت شاہ تراب علی قلندر کو کھڑے چنور ہلاتے ہوئے دیکھا۔ بیداری کے بعد یہ خیال رفع ہوگیا۔ اور سمجھ مین آیا کہ اولیاء اللہ کی طریقت مین اِن جزئیات سے کوئی نقص نہین ہوتا۔

یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر فرما گئے ہین کہ ایک وقت پیچھے سے ایک بادشاہ تکیہ کی زیارت کو آویگا۔ اور کچھ دیہات معاف کریگا۔ چاہئے یہ کہ اُس وقت جو موجود ہو بادشاہ سے عذر کردے اور دیہات نہ لے۔ شاہ محمد کاظم قلندر کے وفات کے وقت اُنکی عمر ۹ سال کی تھی۔

۔۔۔ وفات انکی تاریخ ۲۸ ماہ جمادی الاولے روز شنبہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۵ نومبر ۱۸۶۴ء ہوئی
در قبرستان تکیہ شریفیہ مین دفن ہوئے قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصر کاکوروی

جناب مولوی مظہر علی را — کہ پابند شریعت بود ہر مو
زماہ پنجمین بست و یکم روز — بیوم شنبہ آمد جذبۂ ہو
ز تن رست و بحق پیوست آخر — ندا آمد بگو مظہر علی کو
۱۲۸۱ھ

معزاللہ

حافظ معزاللہ ابن حافظ شاہ عزیزاللہ علوی۔ یہ بڑے لائق و فائق حافظ کلام اللہ نہایت صالح و خدا پرست تھے۔ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہ سے بیعت تھی۔ حضرت سیدنا شاہ محمد کاظم قلندر سے بہت دوستی تھی۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف المتواری مین انکے متعلق لکھتے ہین کہ۔

"ایشان برادر دینی والد فقیر بودند۔ و با حضرت والدم از طفلی کمال محبت و آشنائی داشتند و محرم راز حضرت والدم دیگرے مثل ایشان نبود۔ ہرگاہ ذکر حضرت والدم می شد۔ می گریستند تا دقیکہ قوت و صحت ماند۔ از خانہ برائے فاتحہ حضرت والدم در تکیہ می آمدند۔ و اکثر حکایات ہمدمی و محرمی خود در عالم روزگار کہ باہم یکجا بودند بیان میکردند غرض در آشنا پرستی یکتا بودند"

سنہ ولادت و وفات وغیرہ نہین معلوم ہو سکا۔

معشوق علیخان

منشی معشوق علیخان فوجدار۔ ابن شیخ طفیل علی خان علوی۔ یہ اپنے والد کے بعد انھین کی جگہ پر بجنور مین فوجدار ہوئے۔ لیکن ایک سال کے بعد ملازمت سے کنارہ کشی کرکے کانپور چلے گئے۔ اور چند روز کے بعد سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی مین ملازمت کی اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا

عہدہ پایا۔ بہت ذی وجاہت اور نامور ہوئے۔ کانپور مین بحالت ملازمت بتاریخ ۱۳ ماہ ذیحجہ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۱۸ء رحلت کی۔ اور وہین دفن ہوئے۔

مقبول احمد۔ محو

منشی مقبول احمد تحصیلدار متخلص بہ محو۔ ابن منشی ولایت احمد تحصیلدار حاجی دیوی الاصل کاکوری الموطن ولادت انکی ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ مین ہوئی۔ یہ بہت اچھے شاعر تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے برادر معظم منشی مقصود احمد نطق سے پائی۔ انکا دیوان موسومہ بہ خمکدۂ خیال طبع بھی ہوگیا۔ اور بہت مقبول ہوا۔

ابتدا مین یہ اپنے ماموں منشی محمد رضا صبر سے اصلاح لیتے۔ انکے انتقال کے بعد اپنے برادر معظم سے اصلاح لینا شروع کی۔ انکے دیوان کی ترتیب بھی انھین نے کی۔ تھوڑا سا کلام انکا بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے ؎

زعم ہی زعم ہے مجھے سر کا — تھا کسی کی نہ ایک ٹھوکر کا
مجھکو جنت مین لاکے قید کیا — موت سنے دیکے دم ترے گھر کا
کٹگیا سر تو کٹگیا اے محو — دوش سے اپنے بوجھ تو سر کا

اک نیم نگاہ بھی بہت ہے — تسکین کے لئے مری بہت ہے
ٹھنڈی کرد شمع صبح فرقت — یہ ساتھ مرے جلی بہت ہے
کوئی نہ لحد مین ساتھ آئے — مونس مری بیکسی بہت ہے
ہان محو کی دیکھ ناتوانی — اب زار بھی واقعی بہت ہے

ہے یہی آن دلربائی کی — تونے اچھا کیا برائی کی
آپ کے ہم ہوسے نہ منت کش — کاٹدی رات بھی جدائی کی
دام کاکل پسند ہے مجھکو — نہین امید اب رہائی کی

محو کوئی بُرا نہین کرتا -	جس سے کی بخت نے برائی کی
اے صبا اچھی سونگھائی بوئے زلف	ہوش اپنے اور بھی جاتے رہے
محو وہ ایام طفلی ہائے ہائے	کچھ نہ غم تھا کھیلتے کھاتے رہے
اور ہی لب ہین مسکرانے کو	غنچہ رہنے دے منھ بنانے کو
وہ تو وہ محو اُنکا خنجر بھی	نہین ملتا گلے لگانے کو
تم نے مارا قضا کا نام نہ لو	اپنے جور و جفا کا نام نہ لو
ہاے اُس بُت کا زعم یکتائی	ہے یہ قدغن خدا کا نام نہ لو
دل کو سمجھا تھا مکان آرزو	پھر جو دیکھا ہے جہان آرزو
آرزو تو چل بسی پر داغ یاس	رہ گیا دل مین نشان آرزو
ایک دل کے خون ہو جانے سے محو	مٹ گئے سو خان دمان آرزو

یہ سرکار انگریزی مین بعہدۂ تحصیلداری مامور تھے۔ پنشن کے بعد سندیلہ مین قیام اختیار کیا اور وہین بتاریخ ۷ ماہ جمادی الآخر روز جمعہ ۱۳۲۵ھ انتقال کیا۔ اور وہین دفن ہوئے۔

مقصود احمد نطق

منشی مقصود احمد متخلص بہ نطق ابن منشی ولایت احمد تحصیلدار رجاجی دیوی الاصل۔ کاکوری المُوطن۔ انکی ولادت بتاریخ ۸ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے عم اکرم منشی عنایت احمد مغفور سے حاصل کی۔ اور اُنکی نیز اپنے والد کی تعلیم و تربیت و فیض صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مُرید تھے۔ بہت ذہین و طباع قابل محدث شاعر بے بدل تھے۔ لڑکپن ہی مین شاعری کی طرف توجہ ہوئی۔ کچھ دنون اپنے خال اکرم منشی محمد رضا صاحب سے اصلاح لیتے رہے۔ اور اسکے ارشد تلامذہ سے ہوئے۔ پھر بوجہ ذکاوت طبعی خود اُستاد ہوگئے۔ کلام اُستادانہ بہت پُرمغز ہوتا تھا۔ نطق تخلص کرتے تھے۔ اسکے اردو کے دو دیوان مع چند

قصائد و تواریخ و واسوخت وغیرہ موجود ہین ۔ جو طبع بھی ہو چکے ۔ اور بہت مقبول ہوئے ۔

"تذکرہ طور کلیم ۔ و تذکرہ بزم سخن مین ہے کہ۔

"نطق ۔ منشی مقصود احمد کاکوروی موطن سیتاپوری مسکن ۔ تلمیذ رشید محمد رضا صبر ۔ اکثر از گفتارش لطفہا بر داشتم ۔ دیوان دارد و بہ روش خوش سخن شایستہ میگذارد"

اسکے چند اشعار بغرض تفریح ناظرین درج ذیل ہین ؎

ناز و کرشمہ و ادا حسن و جمال کیا نہین	آپ مین خوبیان ہین سب عیب یہ ہے وفا نہین
ناز کئے ادائین کین ظلم سکئے جفائین کین	صاف مکر نہ جائیے آپ نے کیا کیا نہین
اب تو عبث ہی بدگمان شاد ہو بانی جفا	نبض کو دیکھتا ہے کیا ۔ مجھ مین تو کچھ رہا نہین
رہتی ہے اُس سے چھیڑ چھاڑ گاہ بناؤ گہ بگاڑ	اُسکے بغیر عشق مین ۔ نطق ذرا مزا نہین
نکلا ہون گھر سے داغ عزیزان لئے ہوے	بن کو چلا ہون گنج فراوان لئے ہوے
بیتاب ہو کے خوار نہ ہو بزم یار مین	ہان آپ کو ذرا دل نادان لئے ہوے
رویا کیا ہون پردہ نشینون کے واسطے	آنکھون پر اپنے گوشۂ دامان لئے ہوے
شاید چمن مین نطق غزلخوان ہے اے صبا	بیٹھے ہین دم جو مرغ خوش الحان لئے ہوے
مر گئے پھر بھی نہ چھوٹا حسن سے وہ ارتباط	جو ہماری خاک کا ذرہ تھا افشان ہوگیا
تھی امید آیا کرے گا قبر پر وہ بھی کبھی	کیا غضب ہے قتل کرکے وہ پشیمان ہوگیا
زلف جب تک کہ مختصر نہ ہوئی	فارغ البال وہ کمر نہ ہوئی
خوش ہون یون بھی جو کارگر نہوئی	آہ منت کش اثر نہ ہوئی
بات کہنے کو رہ گئی ورنہ	تم نہ آئے تو کیا سحر نہوئی
زیر زمین بھی جور فلک سے نہین نجات	مرنیکے بعد قبر مین چوری کفن گیا
ہر نگاہ ناز ہے اُس حور وش کی دل نشین	جو نہ نکلے آنکھ سے وہ بھی ہمارے دل مین ہے
سینہ مین حسرتون سے جگہ ایسی بھر گئی	امید کشمکش مین پڑی دب کے مر گئی

کیون دیکھ کر حسینون کو نیت بدل نجائے | اے شیخ جی بشر ہین فرشتے نہین ہین ہم
رکھ تیغ کھول اے بت بیداد گر کمر | بہتا ہے اب تو خون شہیدان کمر کمر
ضد ہو تو سو فریب سے لے آؤن راہ پر | اسکو مین کیا کرون کہ ادھر دھیان ہی نہین
ہر بار اُبھتے ہین مری آہ رسا سے | ایسے وہ لڑاکا ہین کہ لڑتے ہین ہوا سے
بولا وہ دم تذکرۂ رحلت عاشق | بدنام کیا مجھکو مرا اپنی قضا سے

انھون نے تیس سال کی عمر تک شاعری کی۔ اور مختلف رسالہ لکھے جو طبع ہوے۔ متقدمین اساتذہ مثل میر۔ ناسخ۔ مومن۔ آتش۔ وزیر۔ صبا۔ رند وغیرہ وغیرہ کے کلام کا بہترین انتخاب کیا۔ جو موجود ہے۔

انکے اُستاد کے اور تلامذہ بھی ان سے اصلاح لیتے تھے۔ انکے شاگردون مین انکے ذ ون بھائی منشی مقبول احمد محو۔ منشی سلطان احمد سلطان۔ صاحب دیوان گذرے ہین۔ محو کا دیوان طبع بھی ہوگیا ہے۔ انکے علاوہ منشی مظفر احمد نہر۔ منشی ممتاز حسن۔ منشی شریف حسن۔ منشی اشرف احمد۔ منشی رضا احمد۔ مرزا غفور بیگ مرحوم۔ مولوی احمد خان وغیرہم بھی تھے۔ پھر شعر کہنا ترک کردیا چنانچہ ترک شعرگوئی کی جو تاریخ لکھی۔ وہ حسب ذیل ہے ؎

دیکھ کے بس جنس ہنر کا کساد | ترک کیا آج سے شعر و سخن
فکر جو لے نطق سے تاریخ کی | کہئے۔ خموشی ہوئی مہر دہن
۱۲۹۱ھ

اسکے متعلق خود یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ:۔

اُس زمانہ مین مین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو خواب مین دیکھا کہ انھون نے اپنا پستان میرے منھ مین دیدیا۔ مین نے اُسے خوب چوسا۔ اس واقعہ کے بعد شاعری سے نفرت ہوگئی اور علم حدیث کا ذوق پیدا ہوا۔"

یہ رات دن حدیث کا مطالعہ کیا کرتے۔ تمام صحاح ستہ و سنن و مسانید و معاجم کی صحیح حدیثون کا نہایت عمدگی اور قابلیت سے انتخاب کرڈالا۔ جو چھ جلدون مین انھین کے ہاتھ

کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اور انکی بیش بہا یادگار ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کی جس قدر خدمت کی۔ وہ بہت زائد قابل تعریف وتحسین ہے۔ کثرت مطالعہ سے ہزارون حدیثین حفظ ہوگئین تھین۔ ساتھ اسکے علم اسماء الرجال پر بہت عبور تھا۔ علم جرح وتعدیل بھی خوب جانتے تھے جیسا کہ ان کتابون کو دیکھکر بخوبی واضح ہوتا ہے۔ واقعی اپنے زمانہ مین بوجہ کثرت مطالعہ وحفظ احادیث فخر محدثین تھے۔

ابتدا مین کچھ دنون صیغہ ملازمت ریاست بنی نگر گیٹسر ضلع سیتاپور مین نائب ریاست رہے اور بہت نیکنامی وخیر طلبی کے ساتھ ملازمت کی۔ جیسا کہ روبکار سے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ ۱۴ سال کی عمر سے انکو ضیق النفس کا عارضہ پیدا ہوگیا۔ وہان بوجہ ناموافقت آب ہوا مرض مین زیادتی پیدا ہوگئی تھی۔ جس پر انکے والد نے مصر ہوکر ملازمت ترک کرادی اسکے بعد سے خانہ نشین رہکر کتب بینی وتصانیف مین مصروف رہے۔ دو رسالہ اعمال کے بھی انکے مولفات سے ہین جن مین سے ایک رسالہ موسومہ بہ رد القضاء من اعمال دفع الوباء متعدد بار طبع ہوکر مقبول ہوچکا ہے۔ دوسرا رسالہ غیر مطبوع موجود ہے۔

انھون نے بتاریخ ۲۵ ماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۳۲۹ھ انتقال کیا۔ اور اپنے باغ واقعہ ملہا تالاب کاکوری مین دفن ہوئے قطعہ تاریخ وفات از منشی نورالدین احمد کیفی کاکوروی

عالم فانی نہین جائے قیام	ہے مسافر اس جگہ ہر انس وجان
روزمرہ قافلے کے قافلے	جارہے ہین سوئے ملک جاودان
حضرت مقصود احمد نطق بھی	ہوگئے گلزار جنت کو روان
آپ تھے بحر سخن نازک خیال	آپ رنگین طبع تھے جادو بیان
آپ تھے شاگرد ارشد صبر کے	آپ تھے اُستاد فخر شاعران
سال رحلت کی ہوئی کیفی کو فکر	تاکہ باشد یادگار اندر جہان
آئی قلب زار ہاتف سے صدا	چل بسا کیا شاعر شیرین بیان

۱۳۲۹ھ

انکے ایک بیٹے منشی جمیل احمد صاحب ہین۔ جو نہایت ذہین قابل متورع متصف بہ اخلاق حمیدہ واوصاف پسندیدہ ہین۔ انھون نے بھی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے پائی سلمہ اللہ تعا

ملک معروف

ملک معروف۔ ابن ملک اسعد الدین سالاری وزیر سلطان حسین شرقی فرمانروائے جونپور۔ منشی فیض بخش کاکوروی اپنے نسب نامہ مین لکھتے کہ جب ملک اسعد الدین سالاری پسری اولاد سے مایوس ہوے۔ تو دختری اولاد یعنی اپنے نواسہ ملک بہار الدین کیقباد کو متبنیٰ کیا۔ تھوڑے دنون کے بعد اسی حالت یاس مین اُنکی دوسری بی بی سے یہ پیدا ہوے۔ انکا نام ملک معروف رکھا گیا جسوقت راجہ ساتن مبیں قید ہوا۔ تو یہ اپنے والد کے ساتھ لشکر مین تھے۔ انکی عمر اُسوقت ۱۸ سال کی تھی۔ جب اس قصبہ کاکوری پر پورا تسلط ہو گیا۔ تو یہ اطراف مین فوج لیکر پھرے۔ اور جہاد شروع کیا۔ گنگا پار اٹاوہ تک فتح کر کے خطبہ سلطانی پڑھا اور سکہ جاری کیا۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ تمھاری وجہ سے چونکہ یہ ملک فتح ہوا ہے۔ لہذا تم کو دیا جاتا ہے تاکہ تمھاری اولاد وہان سکونت اختیار کرے۔ اور جسکو چاہے وہان آباد کرے۔ معافی کا بھی اختیار رہے۔ ملک بہار الدین کیقباد وغیرہ کو بھی یہین قیام کا حکم ہوا۔

ملک اسعد الدین سالاری نے جنگل جو ساگر تالاب کے جنوب جانب اور قلعہ خام جو شمال جانب تھا مسمار کرا کے ساگر تالاب کے جنوب جانب پختہ قلعہ بنوایا۔ اور اُسکے گرد بہت عمیق خندق کھدوائی۔ جس کے نشانات اب تک باقی ہین۔ اور جنگل بالکل صاف کر دیا۔ ملا ابوبکر جامی والد ملک بہار الدین کیقباد نے قلعہ کے جنوب جانب مکان بنایا چنانچہ اب تک اُنکی اولاد اُسی جانب قیام پذیر ہے۔ ملک معروف نے قلعہ کے مشرق جانب مکان اور سرا اور بازار بنائی ہودہ تالاب کے کنارہ تک انکے مکانات تھے۔ بازار بہت آباد تھا سرائے ملک معروف و حویلی کے نشانات اب تک موجود ہین۔ انکی اولاد دختری و پسری بہت ہوئی

بوجہ امتداد زمانہ اب کسی کا پتہ نہین چلتا۔ کچھ لوگون نے املیٹھی مین کچھ لوگون نے قصبہ دیوہ اور اُسکے اطراف مین سکونت اختیار کی۔ اور بوجہ افلاس حصص فروخت کرتے گئے ۔ واللہ اعلم۔

ممتاز الدین حیدر

مولوی ممتاز الدین حیدر۔ ابن مولوی فضل الدین۔ ابن قاضی امام الدین خان۔ ابن ملا حمید الدین محدث ہین۔ انکی ولادت بتاریخ ۲ ماہ شوال المکرم ۱۲۳۰ھ ہوئی۔ فارغ التحصیل۔ و ذی استعداد تھے۔ اپنے خاندانی علما سے تحصیل علوم کی۔ ابتداءً ہمراہ مولوی رشید الدین خان مغفور محکمہ اخبار نویسی لکھنؤ مین ملازم رہے۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ مولوی محی الدین خان ذوقی کاکوروی سے تلمذ رکھتے تھے۔

انھون نے علم الانساب مین ایک کتاب لکھی تھی۔ جو بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئی جہانتک انکو شجرات مل سکے۔ اس کتاب مین درج کر دئیے۔ اور شجرۃ الانساب اسکا نام رکھا۔ نہایت بہتر اور نفیس کتاب ہو۔ ایک اور بسیط کتاب حالات مین ارباب وطن کے لکھ رہے تھے۔ افسوس کہ اُسکو تمام نہ کرسکے۔ اور بتاریخ ۱۷ ماہ شعبان المعظم روز جمعہ ۱۳۲۲ھ انتقال کر گئے۔ عمر بہت اچھی پائی۔ حظیرۂ ملا محمد غوث واقعہ مولوی محلہ کاکوری مین دفن ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات از منشی احتشام علی علوی شرر کاکوروی سے

مولوی ممتاز دین پرور معمر محترم
شد بہ شعبان المعظم داخل قصر جنان

از شرر این مصرعۂ تاریخ ماند یادگار
مولوی ممتاز نساب بطن جنت مکان

۱۳۲۲ھ

مِنُّ اللہ چشتی

حضرت قاضی بندگی محمد مِنُّ اللہ چشتی صدیقی کاکوروی۔ ابن شیخ مِن اللہ۔ ابن شیخ نعم اللہ۔ ابن شیخ تاج الدین۔ ابن شیخ شہاب الدین صدیقی مدنی سمنانی۔ شجرۂ قدیمہ دستخطی مولانا

محمد مستعان کاکوروی جو ڈپٹی امیر حسن صاحب کے پاس موجود ہے۔ اُس مین اسی طرح ہے۔ مگر نسب نامۂ منشی فیض بخش مرحوم مین یون مرقوم ہے۔ کہ شیخ تاج الدین۔ ابن شیخ شہاب الدین۔ ابن شیخ تاج الدین صدیقی۔ اور نسب نامۂ حافظ کرم احمد سندیلی مین بھی بوجہ قرابت اُنکی اولاد کا حال مذکور ہے۔ مگر اُس مین بعد شیخ تاج الدین ثانی کے صرف شیخ سراج الدین کا نام ہے۔ لفظ مدنی ان دونون مین نہین ہین۔ شیخ شہاب الدین۔ اور بروایت نسب نامۂ منشی فیض بخش مرحوم۔ شیخ تاج الدین سمنان متعلقۂ خراسان کے رہنے والے تھے۔ اور مخدوم سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی بھی سمنان مین رہتے تھے۔ انھین کے ساتھ یہ بھی ہندوستان تشریف لائے تھے۔ جیساکہ خاندانی شجرہ مین مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ انکو اُن سے اجازت وخلافت بھی ہو۔ لطائف اشرفی مین دو شہاب الدین مذکور ہین۔ جن مین سے ایک شہاب الدین امام ہین۔ ممکن ہے کہ دوسرے یہی ہون۔ واللہ اعلم۔

شیخ تاج الدین صدیقی نے کاکوری مین سکونت اختیار کی۔ انکا سلسلۂ نسب تا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باوجود تجسس وتفحص نہین ملا۔ اور نہ مزید حالات معلوم ہو سکے جس سے کوئی پتہ چلتا۔ مدینہ طیبہ سے سمنان مین کسی وجہ سے تشریف لائے ہونگے۔ اور وہان سے ہندوستان تشریف لائے۔

یہ یعنی بندگی محمد منّ اللہ اپنے والد کے ہم نام تھے۔ باپ اور بیٹے کے نام مین فرق کرنے کے لئے لفظ بندگی بڑھا دیا گیا۔ انکے نام مین بھی اختلاف ہے۔ کسی نے فی اللہ لکھا ہے کسی نے فیض اللہ مگر صحیح محمد منّ اللہ ہے۔

یہ سلسلہ چشتیہ کے درویش کامل تھے۔ انکے نام کے ساتھ لفظ قاضی بھی لکھا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکو کہین کا عہدۂ قضا ملا تھا۔ یا خاندانی لقب ہوگا۔ عہدۂ خطابت البتہ انکی اولاد مین عرصہ تک رہا۔

بیعت واجازت وخلافت وتعلیم وتربیت انکو حضرت شیخ سعد ابن شیخ بڈھن خیرآبادی

المتوفی ۹۲۴ھ سے تھی۔ اور انکو اجازت و خلافت حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی سے۔ اور انکو حضرت مخدوم شیخ سارنگ سے۔ اور انکو حضرت سید راجو قتال سے۔ اور انکو حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت سید جلال الدین بخاری سے اور انکو حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے۔ اور انکو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا دہلوی سے الی آخرہ

کتاب مجمع السلوک شرح رسالہ مکیہ مشتمل بر اصول و مسائل طریقت وغیرہ۔ حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ نے بالخصوص قاضی محمد منّ اللہ و بالعموم دیگر مریدین خاص کے لئے تصنیف فرمائی چنانچہ تحریر فرماتے ہین کہ:۔

پس چون از گفتن کتاب مکیہ و فوائد علیہ قاری و سامعین چنانچہ قاضی محمد من اللہ ساکن کاکوری و شیخ مبارک بجنوری و شیخ چاند بڈھن ساکن ایچولی حظے و ذوقے می گرفتند زین فقیر التماس نمودند کہ کتاب مذکور را شرح باشد الخ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے پڑھا بھی ہے اور انکا خلیفہ ہونا ملفوظ تحفۃ السعد وغیرہ مین بھی مرقوم ہے۔

تذکرۃ الاصفیا سے معلوم ہے کہ انکا زمانہ اور شیخ سعد اللہ کندوری فراز بجنوری المتوفی ۹۸۰ھ از بنا بر قاضی فخر الدین بجنوری کا زمانہ ایک ہی تھا۔ اکثر واقعات بھی اُنکے ان سے منقول ہین۔

انکے تین صاحبزادے ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ کمال الدین محمد سعدی۔ حضرت مخدوم شیخ محمود۔ حضرت مخدوم شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہم۔ ان سب کو تعلیم و تربیت۔ اجازت و خلافت غالبًا اپنے والد سے حاصل ہوئی ہوگی۔

انکی تاریخ وفات ۲۰ ماہ ذی الحجہ مرقوم ہے۔ مزار عالیشان پر روضہ بنا ہوا ہے۔ اس سے زائد حالات نہ دریافت ہو سکے۔

منصب علی کاظمی

مولوی شاہ منصب علی۔ ابن حضرت شاہ نظام علی قلندر (نواسہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم

قلندر قدس سرہ) ابن حضرت شاہ بہرام علی قلندر ابن شیخ حمید اللہ ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمن شہید

ولادت انکی بتاریخ ۱۰ ماہ ذی القعدہ روز سہ شنبہ ۱۲۲۳ھ ہوئی۔ یہ ابتدا ہی سے متصف بہ اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ تھے۔ کتب درسیہ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔ فاضل جید اور عالم زبردست تھے۔ اجازت و خلافت انکو علاوہ اپنے والد ماجد کے حضرت شاہ علی مظہر قلندر باسطی الہ آبادی سے بھی تھی۔ اذکار و اشغال خاندانی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مگر نوبت ارشاد و تلقین نہین آئی۔ دن رات مین بیشتر وقت انکا حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر قدس سرہ کے مزار کے متصل مسجد مین صرف ہوتا۔ خط بھی انکا بہت اچھا تھا۔ اکثر کتب درسیہ انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی اب بھی موجود ہین۔

انھون نے اپنے والد کے حیات ہی مین بتاریخ ۸ ماہ جمادی الاول ۱۲۷۳ھ انتقال کیا اور خاندانی قبرستان واقع تکیہ شریفہ کاظمیہ مین دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی ؎

از ین عالم شہ منصب علی رفت — زخاروخس مصفا بادراہش
زہے لخت دل شاہ نظامے — کہ نعمت یافتہ از قبلہ گاہش
ہم از شاہ علی مظہر قلندر — فزون شد دولت و اقبال و جاہش
زہے حال و مآلش چشم بد دور — بگو سالش بہشت آرام گاہش
۱۲۷۳ھ

منصب علی قادری

مولوی منصب علی ابن قاضی اوصاف علی خان ابن رضا علی خان علوی مخدوم زادہ۔ یہ علم و فضل و تقوے و طہارت مین یگانۂ روزگار تھے۔ ہمیشہ درس و تدریس سے شغل رکھتے۔ اور کسب و اکتساب علوم دینی کے سوا کسی چیز سے سروکار نہ رکھتے۔ تعلیم و تربیت علوم ظاہر کی تمام و کمال حضرت

مولانا شاہ تقی علی قلندر سے پائی - اور انکے ارشد تلامذہ سے ہوے مدۃ العمر اداے فرائض منصبی و مذہبی مین سرگرم رہے - اور اتباع شریعت مصطفوی مین پرجوش طبیعت مین نہایت درجہ صلاحیت اور سادگی تھی - بمقام سلون ضلع راے بریلی محکمہ بندوبست مین ملازم تھے - وہین بتاریخ ۷ ماہ رمضان ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۵ء انتقال کیا - اور وہین دفن ہوے -

منصب علی قلندر

حضرت شاہ منصب علی قلندر قدس سرہ - یہ بہت بڑے مرتاض صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے - انکو بیعت و اجازت وخلافت حضرت شاہ کرامت علی قلندر علوی کاکوروی سے تھی حضرت شاہ عابد علی عرف ملکھراشاہ سے بھی فیضیاب تھے - قناعت وتوکل مین یکتاے روزگار تھے - شروع زمانہ مین مجذوبون کی ایسی حالت تھی کسی بات کی پروا نہین کرتے - نہ اچھائی برائی سے کچھ واسطہ رکھتے - نماز وروزہ کے بھی پابند نہ تھے -

ایک مرتبہ خواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی - دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور ساتھ مین داہنے طرف ایک سوار جنکے گلے مین حمائل شریف تھی - اور بائین جانب بھی ایک سوار اور درمیان مین خود حضرت سرور کائنات تھے - ان سے ارشاد فرمایا کہ منصب اٹھو اور کلام اللہ پڑھ - بموجب ارشاد یہ اٹھکر نماز و تلاوت کلام اللہ مین مشغول ہوے - اور پھر اس روز سے کبھی نماز ترک نہین ہوئی - وفات انکی بتاریخ یکم ماہ ذیقعدہ روز پنجشنبہ بعد نماز ظہر ۱۲ سال ہوئی - تاریخ وفات پر عرس بھی ہوتا ہے - مزار چودھری محلہ مین انکی مسجد مین ہے -

آنکے بیٹے شاہ محسن علی صاحب کو اجازت وخلافت وبیعت معہ لباس فقر حضرت جدامجد حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ سے ہے - بقید حیات ہین سلمہ اللہ تعالے -

منظور الدین خان

مولوی منظور الدین خان متخلص بہ سرور - ابن حافظ غفور الدین خان - ابن قاضی وحید الدین خان

ابن مولوی قاضی امام الدین خان - ابن ملا حمید الدین محدث مغفور -

ولادت اُنکی بتاریخ ۱۰ ماہ شعبان المعظم ۱۲۵۰ھ ہوئی - انھون نے ابتدائی کتابین پٹنہ مین پڑھین - پھر کاکوری آکر عربی و فارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پڑھی - اور مرید بھی ہوئے -

یہ بہت ذہین قابل وطباع تھے شعر و شاعری کی طرف بھی میلان تھا - عربی و فارسی و اُردو تینون زبانون مین اچھے شعر کہتے تھے سرور تخلص تھا - چند اردو اشعار مل گئے جو نذر ناظرین ہین ؎

سر چڑھایا آپ نے پھر دیکھئے اغیار کو | ایسے بھولے رات بھر مین وہ وا اقرار کو
کیا عیان اُس بت مین ہی شان خدائی دیکھنا | توڑتے ہین برہمن آ آکے سب زنار کو
بے خلش کس کی گذرتی ہے ریاض دہر مین | خار کا کھٹکا ہے گل کو گل کا کھٹکا خار کو

کس قدر ممنون ہون قاتل تری تلوار کا | بھر دیا پھولون سے دامن زخم دامندار کا
جب بہار آتی ہے کھل جاتے ہین سارے داغ دل | یہ مزا ہے عشق بازی مین گلے کے ہار کا
وعدۂ فردا بھلا کب تک اُٹھاؤ بھی نقاب | ایک عالم ہے پیاسا شربت دیدار کا
چاٹتے ہین ہونٹ رہ رہ کر لب زخم کہن | خوب ہی میٹھا ہے پانی آپ کی تلوار کا

عشق آفت ہی ہی ناصح مگر سمجھے تو کچھ | ہر مصیبت مکرمت ہے ہر بلا انعام ہے

انھون نے سرکاری ملازمت بھی کی - تحصیلدار ہوئے پھر علیحدہ ہوکر خانہ نشین ہوگئے تھے افسوس کہ بتاریخ ۴ ماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۷ ماہ مارچ ۱۹۰۷ء بعارضۂ فالج قریب صبح انتقال کیا - اور خاندانی قبرستان مین دفن ہوئے -

مومن علیخان مفتون

منشی مومن علی خان متخلص بہ مفتون - ابن قاضی ذوالفقار علی خان - ابن قاضی امداد علی خان

آبن رضا علی خان ۔ آبن محمد غلام ۔ آبن ملا محمد زمان ۔ آبن ملا محمد رضا ۔ آبن ملا محمد اشرف ۔ آبن ملا عبدالقادر علوی ۔ مخدوم زادہ ۔

اُنکو زمانہ طفلی مین باپ کے سایۂ عاطفت سے اجل نے محروم کردیا تھا۔ تائید ایزدی شامل تھی کہ علم و فضل مین دستگاہ کامل حاصل کی طبیعت مین ذہانت اور ذکاوت کے جوہر خداداد تھے ۔ تھوڑے شوق اور توجہ سے نثر اور نظم فارسی مثل اہل زبان کے لکھنے لگے ۔ مفتون تخلص تھا شیخ غلام مینا ساحر کاکوروی کے ارشد تلامذہ سے تھے ۔

نواب نور الحسن خان کلیم تذکرۂ نگارستان سخن مین لکھتے ہین کہ ۔

"مفتون ۔ شیخ مومن علی ۔ ساکن قصبہ کاکوری ۔ کلام نمکینش در تغزل بکمال شورا شوری است از شاگردان شیخ غلام مینا ساحر بود ۔ وبا سالیب سخن ماہر ۔"

تذکرۂ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن مین ہے ۔

"مفتون ۔ شیخ مومن علی ۔ ابن شیخ ذوالفقار علی کاکوروی بر نظم و نثر فارسی قدرت کما ینبغی داشت واز شاگردان شیخ غلام مینا ساحر کاکوروی بود ۔ ودر سرکار انگریزی بوکالت عدالت دیوانی بعیش و عشرت زندگانی می نمود ۔"

انکا فارسی و اردو کلام بہت کوشش سے دستیاب ہوا جو بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے

انتخاب کلام فارسی

زذوق خوش گوار یہائے آب خنجرش ہردم
بیک دیگر لب ہر زخم شوق گفتگو دارد

حدیث تلخ گزآن لعل شکرین برخاست
بلا بلاست کہ در شان نگین برخاست

برنگ پیکر تصویر احمد عربی
دگر نہ از قلم صورت آفرین برخاست

جز تفرقہ در باغ جہان ہیچ نہ دیدیم
ہر گل بچمن رنگ دگر بوئے دگر داشت

با جنون باز آشنا کردم دل دیوانہ را
از تپ سودا دگر آتش زدم این خانہ را

رشتۂ زنار زیر دوش ایمان ساختم
بر سر زاہد شکستم سبحۂ صد دانہ را

از سر بہر تار گیسوے تو دیر پیراستن — دست مشاطہ رفو زد چاک زخم شانہ را

برون غلطد چو اشک از چشم من گوہر شود پیدا — فتد گر عکس داغم بر زمین اختر شود پیدا

عجب نبود کہ وقت ذبح عشاق جگر خونت — صداے شیون درد از لب خنجر شود پیدا

عیان سازد کجا مجنون رنگ جلوۂ صانع — محال است آنکہ از آئینۂ اسکندر شود پیدا

یاد ہر گہ زلف سوز نہان می آید — نفس گرم ز دل شعلہ فشان می آید

بہ دم نزع بے چارۂ دردم مفتون — مرگ ہم بر سر من گریہ کنان می آید

بہار آمد چمن از برگ گل در بر قبا دارد — جنونم دست وحشت با گریبان آشنا دارد

خیالم ہر دم از لعل لبت افسانہ می بندد — مگر بوسیدن لبہاے شیرین مدعا دارد

ہر نوک زبان است شرر در دہن آتش — آتش نفسم می چکدم از سخن آتش

مفتون بہ رہ وادی غربت چو گذشتیم — زد در دل من یاد سواد وطن آتش

نقش بر لوحۂ دل صورت دلبر دارم — من درین آئینہ تصویر سکندر دارم

تا بنامم خط آمرزش عصیان بکشی — سر نہ از سجدہ گہ خاک درت بر دارم

نشستہ است بدل بسکہ یاد روے کسی — درین چمن نکشایم نگہ بسوے کسے

بفصل گل نکنم خواہش چمن مفتون — کہ در شکنجۂ قفس زندہ ام ببوے کسے

اگر بے پردہ دیدم جلوۂ رخسار زیباے — کہ در عمان چشمم قطرہ دارد جوش دریاے

انتخاب کلام اُردو

کس سے یا رب دل لگاؤں اور کس کا ہو رہوں — کس کو مین دلبر بناؤن اور کس کا ہو رہون

وہ صنم پیش نظر ہے اور حورین خلد مین — کس پہ مین ایمان لاؤن اور کس کا ہو رہون

خار و گل دونون ہین تیرے باغ مین اے باغبان — کس سے مین دامن بچاؤن اور کس کا ہو رہون

عشوہ و انداز دشمن سب ہین اُنکے ساتھ ساتھ — آنکھ کس کس سے چراؤن اور کس کا ہو رہون

درد دل درد جگر یہ دونون ہین مہمان مرے | کس کو پہلو مین بٹھاؤن اور کس کا ہو رہون
عاشقون کا دیکھ کر مجمع وہ فرماتے ہین یہ | کس کو مین مفتون بناؤن اور کس کا ہو رہون

ناز سے وہ تو یہ کہتے ہین کہ لے جاتے ہین | پاؤن یان صبر و تحمل کے اُٹھے جاتے ہین
کیا خبر آمد قاتل کی ہے سوے مقتل | سر بکف آج پرے کے پرے آتے ہین
چشم میگون کا عجب انکے تماشا دیکھا | خالی خم چلتے تھے وہ آپ بھرے جاتے ہین
دل شیدا نے دکھایا ہے وہ جلوہ مجھ کو | جس مین میری نگاہین گڑے جاتے مین
ایک مدت سے جو تھے آپکے خواہان مفتون | آپ کی جان ہے وہ آج مرے جاتے ہین

انکا دیوان فارسی مکمل ہے۔ جس سے طبیعت کی شوخی اور نازک خیالی۔ ذہن کی رسائی مذاق کی لطافت و خوبی مضامین کی آمد۔ بندش کی برجستگی۔ کا پتہ چلتا ہے آخر مین کچھ رقعات بھی ہین جو احباب اور اعزّہ کے نام بے تکلفانہ قلم سے نکلے ہین جنکی نثر بھی رنگینی اور نمکینی مین ہم پایۂ نظم ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے لکھنؤ مین کسی عہدۂ جلیلہ پر مامور تھے۔ جب حکیم مہدی کا دور دورہ شروع ہوا تو پریشان ہوکر ملازمت ترک کرنا پڑی۔ چند روز بیکار رہکر گورنمنٹ انگریزی کے صیغۂ وکالت کا امتحان دیا۔ کامیاب ہو گئے۔ الہ آباد مین بہت عروج اور فروغ کے ساتھ وکالت کرتے رہے۔ جب صدر دیوانی عدالت الہ آباد سے آگرہ مین منتقل ہوگئی۔ تب انھون نے بھی مستقل طور پر آگرہ مین اقامت اختیار کی۔ وہان بھی اپنی قابلیت ولیاقت و حاضر جوابی و نازک خیالی سے بہت نامور ہوے۔ اخلاق کریمانہ اور مدارات شایستہ کی وجہ سے مرجع کافۂ انام ہو گئے۔ خاص و عام عزیز رکھتا۔ اور ہر عزیز و بیگانہ شفیق سمجھتا۔ وطن مین عالیشان اور نفیس کوٹھی بصرف ستر ہزار روپیہ تعمیر کرائی۔ جو اب تک محلہ ناریل مین موجود ہے۔

انھون نے بتاریخ ۹ ماہ رجب المرجب روز پنجشنبہ ۱۲۸۱ھ بمقام آگرہ انتقال کیا۔ اور وہین حضرت شاہ ابو العلا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے احاطہ مین مسجد کے پائین دفن ہوے

مہدی حسن

مولوی مہدی حسن۔ ابن حافظ غلام مجتبےٰ۔ ابن حافظ شاہ عزیز اللہ علوی مخدوم زادہ۔ انکو علوم رسمیہ مین تلمذ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے تھا۔ یہ نہایت قابل ولائق تھے۔ نظم کی طرف بھی طبیعت کا میلان تھا نثر بھی خوب لکھتے تھے۔ اور نہایت باوضع اور محتاط تھے۔ عرصہ تک بہت قابلیت اور محنت سے وکالت کرتے رہے۔ الہ آباد مین رہتے تھے۔ پرانی روش کے غیر انگریزی دان وکلاء ہائیکورٹ مین ممتاز تھے۔ بزمانہ مسٹر ہارڈ وے جمیس صاحب رجسٹرار عدالت العالیہ ہائیکورٹ الہ آباد امتحان وکالت مین شرح محمدی کے پرچہ کے ممتحن بھی ہوتے تھے۔ آخر خانہ نشین ہوگئے۔ اور طویل العمر ہوکر بتاریخ ۲۸ ماہ جمادی الآخر روز سہ شنبہ ۱۳۲۴ھ انتقال کیا۔ اور اپنے آبائی قبرستان مین دفن ہوئے۔

مہدی علی

مولوی مہدی علی۔ ابن مولوی حافظ شاہ مظہر علی محدث (نبیسۂ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر) علوی مخدوم زادہ۔ یہ بہت قابل ولائق وخوشنویس تھے۔ مولوی عبد الحکیم نبیسۂ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے ارشد تلامذہ مین تھے۔ خط نسخ ونستعلیق بہت پاکیزہ تھا۔ متعدد کلام مجید ودلائل الخیرات اور بہت سی کتابین انکی لکھی ہوئی موجود ہین۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ فن خوشنویسی مین انکے شاگرد بھی بہت سے لوگ ہوئے۔

مولوی ذوالفقار علی صاحب اپنے نسب نامہ مین انکے متعلق لکھتے ہین کہ:۔

"مولوی مہدی علی فی الحقیقت مرد باخدا وخوش اوقات ونیک بخت وسنجیدۂ روزگار بود واز مکر وفریب زمانہ وبغض ونفاق وحسد متنفر وباخویش وبیگانہ بالطف ومدارا میگذرانید۔"

یہ ایک عرصہ تک ضلع ہمیرپور وغیرہ مین بتلاش روزگار مقیم رہے۔ پھر اوری ضلع جالون مین

ملازم ہوگئے۔ اور بہت نیکنام رہے۔ بعد پنشن بچہر ضلع ہمیرپور مین کسی ریاست مین میرمنشی ہوگئے تھے۔
بتاریخ ۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بمقام راٹھہ ضلع ہمیرپور انتقال کیا۔ اور وہین دفن ہوئے۔

میر محمد

حضرت شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان۔ برادر خرد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہما۔
انکی ولادت بتاریخ ۸ ماہ رجب ۱۱۶۴ھ ہوئی۔ یہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر سے سات برس چھوٹے تھے۔ بچپن ہی سے حضرت عارف باللہ کو انکے ساتھ بہت شفقت اور محبت تھی۔ یہ بھی تمام عمر انکے بہت مطیع اور فرمان بردار رہے۔ انکی شفقت اور محبت کی یہ حالت تھی کہ فرماتے تھے "جس وقت میرن میان نوکر ہوئے تو مجھ پر انکی مفارقت بہت شاق ہوئی کئی بار مین نے حضرت پیرومرشد شاہ باسط علی قلندر سے عرض کیا۔ کہ میری خواہش انکو اپنے ساتھ رکھنے کی ہے۔ حضرت نے تسلی دی۔ بالآخر انکی توجہ سے وہی ہوا۔ کہ میرے ساتھ رہے" یہ حضرت عارف باللہ کے ہمراہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر کی خدمت مین بھی حاضر ہوکر عنایات اور بشارات سے سرفراز ہوئے۔

علوم ظاہر یعنے کتب درسیہ کی تعلیم حضرت ملا حمید الدین کاکوروی۔ اور حضرت عارف باللہ سے حاصل کی۔ فقر اور تصوف مین ہمہ تن ساختہ و پرداختہ انھین کے تھے۔

انھون نے بیعت مع اجازت و خرقۂ خلافت حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر کاکوروی سے حسب الحکم حضرت عارف باللہ حاصل کی۔ اگرچہ اجازت و خلافت حضرت عارف باللہ بھی ان کو دے چکے تھے۔ مگر الباس خرقہ انکے دست مبارک سے نہین واقع ہوا تھا۔ انکی وفات کے بعد انکے صاحبزادہ حضرت شاہ تراب علی قلندر سے واقع ہوا جیسا کہ وہ خود کشف المتواری مین تحریر فرماتے ہین کہ

"بعد وفات آنحضرت عم صاحب لباس فقر از دست این فقیر پوشیدند۔ سفنہ عید فقیر خرقۂ حضرت والد را پیش ایشان آوردہ بپوشانید"۔

حضرت عارف باللہ کو جو محبت ان سے تھی۔ اُسکا اندازہ اُن مکاتیب سے ہوتا ہی۔ جو اصول المقصود اور مفاوضات مین مرقوم ہو کر طبع ہو چکے ہین۔ ایک مکتوب مین تحریر فرماتے ہین کہ

"مرا با خدا قرار است کہ نعمت معرفت بے شما نخواہم خورد"

منشی فیض بخش کاکوروی جو انکے ہم عمر و ہم مکتب تھے اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمۂ فیض مین لکھتے ہین کہ :۔

"شاہ میر محمد بصلاح و تقوے آراستہ و بمعارف و حقائق پیراستہ قدم بقدم برادر بزرگ است از حضور برادر تارک دنیا گشتہ در حجرۂ پہلوے مرقد برادر با شکستہ نشستہ است بر نمیخیزد۔ خدایش سلامت دارد کہ افتخار نامرداں است"

بیشتر عرصہ تک انھون نے ملازمت بھی کی۔ پھر نوکری چھوڑ کر درویشی اختیار کی۔ شب بیداری وغیرہ باوجود پیرانہ سالی دوامی رہی تفصیلی حال اصول المقصود و نفحات العنبریہ مین موجود ہی انکے تالیفات سے ایک کتاب ذخیرۃ الفوائد نہایت ضخیم ہے جس مین انھون نے وہ اعمال جو انکو حضرت عارف باللہ یا اپنے حضرت پیر و مرشد نیز اور بزرگون سے وقتاً فوقتاً حاصل ہوے۔ جمع کئے ہین۔ نہایت نفیس کتاب ہے۔ علاوہ اسکے چند مکاتیب بھی مشتملبر تعلیم و تربیت منشی فیض بخش مرحوم کے نام ہین۔ جو بہ نظر افادۂ طالبین درج کئے جاتے ہین۔

مکتوب اول

بعد حمد و صلوۃ آن برادر شفیق حال فقرا محبوب مرشد ما از فقیر نالائق دعا و سلامتی جان و تن و حسن عاقبت و ترقی ظاہر و باطن بمطالعہ برسد۔ مکرر خطوط رسید بسبب بیماریہا و کم فرصتی اتفاق جواب نشد رسیدن خطاین ہمہ بسیار باعث ثواب شد لاچار بہ تحریر می آرد۔ شواغل دنیا باعث تفرقۂ دل است و دل یکسو بدون رفع حب این عالم میسر نمی شود۔ لہذا فقرا ترک این کارخانہ کردہ عزلت اختیار نمودہ ہمگی تمام و کمال بطرف دل متوجہ شدند و چیزے حاصل کردند۔ مگر آنکہ ہمہ عالم را ترک و تجرید مشکل است مگر چیزے باید کرد کہ نسبت تقیب فی الجملہ حاصل شود بعد مرگ آن تخم درخت کامل خواہد شد الکنون تشفلے

می نویسم آن را مداومت کنند شاید رشتہ رشتہ انجذاب پیدا شود۔ اول بدل خود متوجہ شدہ اندک حبس دم کردہ کلمہ لا الہ الا اللہ بر دل ضرب دہند بطوریکہ کسے ازان آگاہ نشود و دل را فراخ تصور کنند بلکہ بخیال و تصور آن کلمہ را بگویند و یا آنکہ بدانند کہ دل میگوید بعدہ بر معانی آن نظر کنند و نزدیکی و قرب او سبحانہ بطور اہل وحدت وجود خواہ بطور شرع کہ آمدہ است آنرا در خیال آرند و ہر روز ذکر را زیادہ کنند اگر امروز بصد رسیدہ است روز دیگر دو صد خواہ سہ صد برسد و در خلا و ملا در ذکر بود اگر توانند چند بار بجہر ہم بکنند و صورت مرشد را نزدیک خود خیال کنند البتہ یک گونہ کیفیتے پیدا خواہد شد موانع آن کیفیت خواطرات از خود دور باید کرد۔ لیکن دور کردن از احاطہ بشر ممکن نیست مگر حدیث نفس و خیال فضول کہ چنین یا چنان کار برآرم این البتہ دور میشود و بکلی رجوع با خدا با لحاح تمام و قصد تمام کنند کہ از طرف خود کسے را ظلمی نرسانند خواہ بزبان یا از دست بلکہ مقدور خود نفع و فایدہ شود روز بروز ان شاء اللہ تعالیٰ علامت بدل خواہند یافت و مزہ آن تقوے و احسان سرایت خواہد کرد۔ محمد علیشاہ بہر حال خوش باشند بموجب عادت منتظر آمدن او شان بودم و دل نیز بملاقات می خواہد اکنون تنہا ام و معذور کسے نیست کہ باو چند سخن بگویم از ما سلام باید رسانید و این خط تفصیل بسیار میخواہد بسیار رجوع خود کردہ این قدر نوشتہ ام حسین بخش از دو ماہ بدون اطلاع ما بمین پوری رفتہ اند۔ ہنوز نوکر نشدہ اند ظاہرا متوقع اند حظ او شان نیامدہ فقط تحریر ۱۲ محرم۔

مکتوب ۹۵

محب فقیر مستجمع خوش خلق مہربان داعی من شیخ فیض بخش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از دور افتادہ خیر اندیش میرمحمد دعا ہائے حسن عاقبت کہ نفع آن در دین و دنیا ہر دو باشد مطالعہ نمایند مہربانی نامہ رسید مدریافت احوال صحت و عافیت دل مطمئن شد او سبحانہ ہمیشہ با صحت و عافیت دارد احوال این فقیر بدستور است تا حال صحت نشدہ بنظر نیامدہ خدا انتظار مرگ و سبیل است در مقدور ہر باطن گاہی حلاوت در وظیفہ و گاہے بے حلاوتی ازین دو صفت خالی نی باشم می خواہم کہ ہمیشہ در لذت و سرور باشم میسر نمی آید

دستہائے ما بجائے نمی رسد کہ کشود کار شود آن صاحب نیز درین مقدمہ بدل دعا خواہند کرد یا از کسے دوستان خود درحق ما دعا باید کنانید۔ آخر آنجا درویشان نیز میرسند و دیگر مرحوم بسیار بر آن صاحب ملاقات ہا دارند البتہ ساعی باید شد۔ محمد علیشاہ میرسند۔ ما ممنون اوشانم لیکن چہ کنم خدمت ایشان از ما چیزے نمی شود آنچہ کہ ما میخواہیم از ما طلب نمی کنند بالفعل بطور خود اوشان را مہلت دادہ ہرگاہ کہ دل ازین ہوا و ہوس سرد خواہد شد پس آنچہ کہ ما سیداریم از آن اوشان است بے تکلف عرض کردہ خواہد شد۔ سید علی اکبر آنجا باشند از ما سلام خوانند۔ برخوردار حسین بخش را منظور است کہ نصاب دعا مغنی با شرائط رو بروے خود دہانیدہ شود لیکن بارچہ سید وختہ دران شرط است امید کہ در کہیس کم قیمت آنجا خریدہ عنایت شود زیادہ خیریت است۔ از شاہ تراب علی صاحب۔ و مولوی حمایت علی چیو سلام نیاز برسد فقط

مکتوب سوم

برادر عالی مرتبت محب فقرا مقبول حق و خلق میان فیض بخش صاحب سلمہ۔ از دور افتادہ خیر اندیش میر محمد بعد سلامتی دل و ایمان مطالعہ فرمایند۔ دو قطعہ خط رسیدند بملاحظہ در آمدند وقت شورش و تسلط کیفیت ملال بود دران وقت ہیچ توجہ و سخن تسکین فائدہ نمی کرد مصیبت چنین واقع بود کہ قابل ترحم است بر بزرگان پیشین این چنین حوادث می آمدند و صبر میکردند احوال این فقیر این است کہ در حادثہ شیخ طفیل علی مرحوم تعلقے داضطراب بسیار رو دادہ بود۔ از شخصے در عالم رویا از حضرت صاحب قدس سرہ ملاقات شد احوال مرا عرض کرد فرمودند۔ ہرگاہ کہ غم مصاحبت خود از دل ایشان بر داشتم این چہ قدر رنج است فی الواقع بعد از سہ روز چنان معلوم شد کہ کسے از ما جدا نیست کہ غم مفارقت ادراک آید و ہمچنان در رحلت مولوی صاحب از سیوم ہمچنین اتفاق افتاد من درحق شما ازان جناب چنین متوقع ام اگر چندے برین حال گذشت آئندہ سکون رنج خواہد شد خاطر جمع دارند و بدل خود متوجہ باشند کہ چہ قدر باقی ماندہ منفع آن نیز امیدوار باید بود آدمی را باید کہ در حالت صحت و فراغ حق را یاد دارد۔ و

اوقات خود در شبانروز چندے بیادِ حق مقرر کنند که در وقت مصیبت و بعد مرگ بکار آید احوال این ناکاره از ایام طفولیت بران صاحب روشن است۔ اکنونکه معذور شده و تنهائی است میخواهم که همگی تام و کمال استغراق در ذات پیدا کنم و چون تصویر کاغذ بیکار مانده باشم لیکن میسر نمی آید بیشتر اوقات در نوافل و وظیفه صرف میشود باید که قدرے بطرف دل خود متوجه شده بنشینند شاید که او سبحانه باقی مانده غم را دفع کند۔ از خدا غافل نشوند و بیک وقت مقرر کرده مشغول شوند که اندک آشنائی از غیب ضرور است در وقت خود بکار خواهد آمد فضل الٰهی را امیدوار باید بود باقی خیریت است فقط

مکتوب چهارم

محب فقیر برادر من میان فیض بخش جیو سلمه۔ از خیر اندیش میر محمد دعا باے ترقی ظاهر و باطن مطالعه نمایند رقعه باے متواتر رسیدند بجواب آن بسبب کسالت طبیعت و عدم فرصت اتفاق نشد معذور باید داشت بدریافت احوال آنجا و تنگی اخراجات دل متعلق می باشد او سبحانه سببے سازد که رفع عسرت شما شود بالفعل براے دفع تنگی خرچ و دفع هجوم تفکرات از قلب بسند صحیح از حدیث که بمن رسیده براے شما تحفه می نویسم این را خواه نخواه ورد باید کرد و هم براے کار آخرت و ترقی امور باطن است و از احادیث ثابت شده که کشنده رزق است و آن اینست سبحان الله و بحمده و فرمود آنحضرت صلی الله علیه وسلم که این کلمه سبک است بر زبان و گران بر میزان و خواننده این را یک لکهه و بست و چهار هزار گناه از مادر و پدر معاف شود وظیفه آن از صد کم نیست صبح و شام و اگر هزار بار بگوید فائده رزق زود مرتب شود و این فقیر از معتبر رسیده است ناغه نمی کند فوائد بسیار در وقت عمل معلوم خواهد شد باقی احوال اینجا بجمیع وجوه خیریت مگر فرصت این قدر نیست که بکار دیگر پرداخته شود این وقت وقت عصر بود مسبعات عشر موقوف کرده رقعه نوشتم۔ باید دانست که فلاح و عسرت از ششری آیند و میروند آن برادر قدم خود ثابت دارند و دل خود را بهر قدر که میسر شود بخود مشغول دارند که این مشغولی بکار خواهد آمد۔

باقی خیر باد والسلام تحریر ششم محرم فقط

انکے خلفا مین یہ حضرات تھے (۱) مولوی شاہ حسین بخش شہید خلف اکبر آنحضرت (۲) مولوی شاہ حسن بخش نبیرۂ آنحضرت (مولف تفریح الاذکیا وغیرہ) (۳) حضرت شاہ کرامت علی قلندر کاکوری
وفات انکی بتاریخ ۸ ماہ جمادی الاولے روز دوشنبہ بعمر ۷۰ سال ۱۲۴۴ھ ہوئی۔ اسی تاریخ پر عمل بھی ہوتا ہے۔ مزار شریف اندرون روضۂ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ جانب مشرق واقع ہے۔ قطعۂ تاریخ وفات از منشی امیر حسن خان بسمل کاکوروی سے

حلہ بردار گلستان حقیقت جہان · رفت و آرایش گلشن کدہ رضوان کرد
نظم تاریخ وفاتش چو قلم بسمل کرد · پیر ما مرشد ما میر محمد جان زد
۱۲۴۴ھ

ایضاً در صورت معمہ از مولوی شریف الدین شریف کاکوروی سے

حیف صد حیف شہ میر محمد صاحب · رفتہ سوئے فردوس ازین دار عمل
تاریخ وصال او سروش گفتہ · دوشنبہ وہشتم جمادی الاول
۱۲۴۴ھ

مبارک خان

چودہری مبارک خان صدیقی۔ ابن شیخ محمد ابن شیخ فتح۔ انکو خطاب خانی و چودھرائی قصبہ کاکوری شہنشاہ اکبر کے دربار سے ۹۸۰ھ مین عطا ہوا تھا۔ یہ فرمان داخل مجلد حقیت بندوبست ہے۔ جسکی نقل درج ذیل ہے۔

"درین وقت فرمان عالی شان واجب الاطاعت والاذعان شرف نفاذ یافت کہ چون شجاعت شعار مبارک خان صدیقی چودہری پرگنہ کاکوری سرکار لکھنؤ صوبہ اودھ کہ بخطاب خانی معہ برادران مقرر گشتہ بدرگاہ خلائق پناہ دستدعائی آمدہ اظہار نمود کہ قاضی بہاء الدین متولی شیخ داؤن چودہری ولد شیخ وحید کہ [illegible] شدہ [illegible] بہمراہ فوج افغانان باغی گشتہ خانہا را مسمار ساختہ سبب آن حضرت ظل سبحانی حضور چودہری [illegible] علیہ امیر [illegible] عمدۂ خوانین سلطنت سلاطین آتالیق جان سپار [illegible] فوجدار سرکار لکھنؤ اعلام آنکہ خود متوجہ شدہ متولی مذکور را بستہ جولان پاشی

انداختہ بدرگاہ جہان پناہ فرستند واگر بدست نیاید جلاوطن سازند کہ من بعد ازہیچکس چنین بوقوع نیاید۔ وچون چودھری مبارک خان را بہ سند بحال سازند وسیچہ مالی ومتعلق ایشان تاراج شدہ باشد از متولی مذکور واپس دہانند وباتفاق وتشخص چودھری مذکور کار پرگنہ سرکار را جاری نمایند کہ مرضی دولتخواہ وکار آمد است۔ وہرکار کہ بصلاح مشار الیہ خواست خوب خواہد شد۔ چون دولت خواہی مومی علیہ از سفارش آمدہ آن عمدۃ خوانین بظہور رسید خدمت ومنصب چودھری وقانون گوئی وملکیت ومقدمی قصبہ کاکوری کہ سابقاً ازآباعن جد بود درین ولا مرحمت نمودہ شد ونیز مقرر گشتہ کہ موازی یکہزار دوصد بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع بطریق انعام ابتدائے سال فصل خریف ایلائیل ۱۱۰۹ھ بموجب ضمن درسواد پرگنہ وقصبہ کاکوری وغیرہ در وجہ نانکار چودھری مذکور معہ فرزندان مرحمت شدہ کہ حاصلات آنرا فصل بفصل وسال بسال متصرف گشتہ بدعائے دولت قاہرہ اشتغال داشتہ بخاطر جمع در خیر خواہی سرکار ورعایت رعایا مشغول باشد در خدمت پرگنہ وچبوترہ قیام واقدام نماید ہیچکس از کردہ چودھری مذکور بیرون نرود وجہ من الوجوہ مزاحم احوال مشار الیہ نگردد درین باب نہایت تاکید داند تحریر فی التاریخ ۹ شہر رجب المرجب ۱۱۰۹ھ

اس قصبہ مین چودھری محلہ انھین کی اولاد سے آباد ہے۔ سب لوگ چودھری کہے جاتے ہین۔ ہر زمانہ مین اس خاندان کے لوگ بھی سربرآوردہ گذرے ہین۔ اسی خاندان مین مولوی حکیم عبدالاحد صوفی کسمنڈوی بھی تھے۔ منشی احمد نذیر تحصیلدار اور دیگر حضرات اب بھی موجود ہین اکثر ان مین سے خوشحال وفارغ البال ہین۔



(ن)

نجم الدین علیخان بہادر

قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین علی خان بہادر اشرف جنگ متخلص بہ ثاقب۔ ابن حضرت ملا حمید الدین محدث۔ ابن ملا غازی الدین شہید۔ ابن ملا محمد غوث مغفور۔

ولادت انکی بتاریخ ۱۵ ماہ ربیع الاول ۱۱۵۷ھ ہوئی۔ نجم ثاقب۔ مادہ سال ولادت ہے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد۔ و ملا حسن فرنگی محلی۔ و مولوی غلام یحیےٰ بہاری سے حاصل کی۔ یہ علم ریاضی مین اپنا مثل نہین رکھتے تھے۔ اگرچہ دیگر علوم مین بھی ماہر و یگانۂ آفاق تھے لیکن خصوصیت کے ساتھ علم رمل و جفر مین نہایت اچھی مہارت و واقفیت رکھتے تھے۔

منقول ہے کہ نواب شجاع الدولہ بہادر صوبہ دار اودھ کو ایک کتاب اس فن کی حکیم میر ماشاء اللہ خان سے ملگئی تھی۔ جس کی تصحیح کے لئے اکثر علما فیض آباد مین مقرر کئے گئے تھے۔ لیکن صحیح نہوسکی خود نواب شجاع الدولہ بہادر اس کتاب کی حفاظت مین بھی بہت کوشان رہتے۔ یہ بھی تصحیح کیلئے طلب ہوے۔ انھون نے اپنی یاد پر اُسکی تصحیح شروع کی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایک بسیط شرح بھی لکھنا شروع کی۔ نواب شجاع الدولہ بہادر خود روزانہ آکر دیکھتے۔ اور بہت خوش ہوتے۔

نواب شجاع الدولہ بہادر نے اپنی مسندنشینی کے بعد عہد کر لیا تھا۔ کہ اب کسی کو معافی نہ دیجائیگی اسی بنا پر جن جن اشخاص کے پاس معافیان تھین وہ ضبط کر لی گئین۔ چنانچہ اسی ضلع عام مین موضع دیگھیا بھی جو اُنکے والد کو معاف ہوا تھا ضبط ہو گیا تھا۔ انھون نے اسکے صلہ مین اُس موضع کی معافی کی درخواست کی۔ دیوان نے منع کیا کہ یہ درخواست نہ دیجئے۔ اسکے صلہ کو خود نواب کی مرضی پر چھوڑ دیجئے۔ انھون نے کہا کہ مجھکو اور کچھ نہین چاہیئے۔ چنانچہ اُس درخواست کی بموجب معافی موضع کا پروانہ مل گیا۔ وہ لیکر مکان آئے اور بدستور سابق درس و تدریس مین مشغول ہوئے بعد اُسکے الماس علیخان نے اُنکے فضل و کمال کا شہرہ سنکر اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کیا۔

آغاز تیرھوین صدی ہجری مین منجانب ایسٹ انڈیا کمپنی جب عہدۂ قاضی القضاتی کے تقرری کی تجویز کلکتہ مین ہوئی۔ تو اُس زمانہ مین علامۂ تفضل حسین خان نے (جو آصف الدولہ بہادر کے وقت مین کلکتہ مین سفیر تھے) انکے فضائل و کمالات علمی کا تذکرہ نواب گورنر جنرل بہادر سے کیا۔ اُس وقت اس عہدہ کا تقرر سرکار انگریزی مین در پیش تھا۔ بہت سے علما کے نام پیش تھے۔ خوش قسمتی سے یہی منتخب ہو کر ممالک محروسہ سرکار کمپنی کے اول قاضی القضاۃ مقرر ہوے۔

۱۲۰۵ھ مین جب علامۂ تفضل حسین خان کا خط بہ ایماے نواب گورنر جنرل بہادر دربارۂ تقرر آیا اور انکے والد کو معلوم ہوا، تو انکی راے اتنے دور دراز مقام پر جانے کی نہ تھی۔ مگر پھر باصرار علامۂ موصوف اجازت ملی۔ چنانچہ یہ کلکتہ گئے۔ اُس زمانہ مین سر جان شور گورنر جنرل تھے وہ انکے استقبال کیلئے آئے۔ اور پالکی سے خود اُتار کر لیگئے۔ اور معانقہ کیا۔ وہان یہ بہت اعزاز و احترام کے ساتھ رہے۔ کابل سے لیکر دربار دکھن تک اور ہندوستان کے ہر صوبہ یعنے الہ آباد و اکبر آباد و اودھ و اوڑیسہ و ڈھاکہ و بنگال و بہار وغیرہ مین انھین کے فتوے پر مسلمانون کے قضایا فیصل ہوتے تھے۔ پچیس سال تک یہ اسی عہدہ پر رہے۔ اور نہایت خوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ جس کے صلہ مین اعزازِ خطاب اور کل تنخواہ بطور پنشن اور پنشن ورثا بعد وفات عطا ہوا۔ خود نواب گورنر جنرل بہادر نے انکے انتقال کے بعد انکی بی بی کے نام جو خط تعزیت بھیجا تھا۔ اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

"آپ کے شوہر قاضی القضاۃ بہادر کی وفات کا صدمہ سرکار دولتمدار کمپنی کو آپ سے کم نہین ہوا کہ جس نے ایسے اپنے متوسل لائق شخص اور فاضل بے بدل کو گم کیا۔ چونکہ کارخانۂ قضا و قدر مین بجز صبر و تسلیم کوئی چارہ نہین۔ یقین ہے کہ آپ از راہ صبر شکیبائی اختیار کرینگی اگرچہ آپ کے چارون لڑکے اعلے عہدون پر نوکر ہین۔ آپ کو اپنی بسر بردا وقات مین احتمال تکلیف کا نہین۔ مگر سرکار نے براہ قدردانی و نام آوری آپ کے شوہر کے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار آپ کی پنشن تاحین حیات مقرر کی ہے"۔

یفضل وکمال دیانت وتقوے مین ضرب المثل تھے۔ ساتھ ہی اسکے اعلےٰ درجہ کی شاعری ثاقب تخلص کرتے تھے۔ عربی وفارسی زبان مین اشعار بہت بے تکلف اور نفیس کہتے تھے۔ کلام صنائع وبدائع اور لغز ومعمے سے پُر ہوتا تھا۔

نواب علی حسن خان سلیم تذکرۂ صبح گلشن مین لکھتے ہین کہ

ثاقب۔ اقضے القضاۃ محمد نجم الدین خان بہادر رئیس قصبہ کاکوری کہ بفاصلہ پنج کروہ از بیت الحکومت لکھنؤ واقع است۔ وایں قصبہ دران نواح جماعت ارباب فضل وکمال و مردم خوش زقنا رونیکو کردار وسنجیدہ مقال راحاوی وجامع بود۔ والد ماجدش مولانا حمید الدین در علوم ظاہری وباطنی از اقران وامثال قصب السبق می ربود۔ وجد بزرگوارش ملا محمد غوث فضائل پناہ وکمالات دستگاہ در علم حدیث استاد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ بود وخودش کہ نجم ثاقب سماء دین ودولت است۔ بر اکثر فواضل خلقی وخلقی وعلوم عقلی ونقلی وموزون طبعی وسلیقۂ سخن سنجی احتوا داشت ودر صدر الامارۃ کلکتہ بعلو شان وسمو مکانش احدے از ارباب علم قدم بر مقصد اقضی القضاتی نگذاشت پایان عمر از عہدۂ قضاوت کشید وبر وظیفہ بلا شرط خدمت مبلغ سہ صد روپیہ مشاہرہ قناعت ورزید واز شہر کلکتہ بعزم وطن رخت کشید در اثناء راہ ہمین کہ ببلدۂ بنارس رسید از عالم قدس ندا ارجعی الی ربک شنید ناچار بتقاضاے اجل موعود صوب وطن توجہ نمود سنہ تسع وعشرین ومأتین والف سال این واقعہ بود۔"

انکا عربی وفارسی کلام بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے ؎

اشعار عربی

صاد بالخال خُلقی خَلَدی (ثواب)	کدّنی کیدھا فیا لکمد ی (اندوہ)
احرقتنی بنار وجنتہا (رخسار)	کلمتنی بہدبہا الاودی (مژگان) (کجی)
جاوز الصبر غایۃ یالیت	جورھا ینتھی الی بدی (انتہا)
نقضت عھد یوم اذ وضعت	کفھا بالوشام فوق یدی

واعدتنی زوارتی زورًا ‏ لیلۃ ما رقدت فی الرصدی
(انتظار ۱۲)

فاذا اخلفتہ ثم شکوت ‏ انشدت فی الجواب بالعزد
(طرب انگیزی ۱۲)

قول سلمیٰ ومن یضاھیھا ‏ فی المواعید غیر معتمد

مخمس

یارسولی مقاملک ارفع ‏ قولک فی شفاعتی انجع

انا داع ببابک فاسمع ‏ کن رحیما لذلتی واشفع

یا شفیع الوریٰ الی الصمد

یوم للمرء شانہ یغنی ‏ یوم عنّی البنون لاتجزی

یوم من حیلتی یفرّانی ‏ اعتصامی سواجنابک لی

لیس یاسیدی من الاحد

اشعار فارسی

نبی کہ خلق دو گیتی برائے آن باشد ‏ وجود کامل او ختم مرسلان باشد

چنانکہ نامہ نویسند و بعد اتمامش ‏ کنند مہر کہ حجت بدیگران باشد

نمود مہر نبوت خدا بظہرش ثبت ‏ کہ اختتام رسالت بر دعیان باشد

بر پشت فرس بر شدہ در خانۂ زین باش ‏ با سیر و تماشائے جہان خانہ نشین باش

بر مائدہ اہل دول دست میندار ‏ از مکسب خود قانع یک نان جوین باش

کو ملحد بے باک کجا زاہد یابس ‏ بگزین رہ عشاق نہ آن باش نہ این باش

با دل کہ ز من دوری صد مرحلہ جست ‏ گفتم کہ ز من دور ز دلدار قرین باش

ثاقب بفغان است ز مصراع نظیری ‏ بر غم زدۂ خندہ زدم گفت حزین باش

آنکہ زو داز بر من ہمچو نفس آمد و رفت ‏ شعلۂ بود کہ گرم از پئے خس آمد و رفت

خو کن اے دل بہ اسیری کہ ز وحشت برہی ‏ ہمچو آن مرغ کہ دار د بہ قفس آمد و رفت

لذت از نعمت الوان کریان نیافت | گندہ خواری کہ برین خوان چو مگس آمد و رفت
چیز ہاے من آزادہ محقر پنداشت | دزد در کلبۂ من قبل عسس آمد و رفت
قصد شہرت سبش باشد و نے استغنا | شیخ زانیست اگر بر در کس آمد و رفت
بہرہ از صحبت ثاقب نبرد غیر ذکی | اغنیا از تب بہ شش ہوس آمد و رفت

نگارین پوش شاہ آمد ز تزئینے بہ تزئینے | بشہر از گلرخان بستند آئینے بہ آئینے
در ایام خزان برخورد گلچینے بہ گلچینے | بیاد گل ہم آغوش است غمگینے بہ غمگینے
بہ ترک چشم سازش کردہ کافر کیش زلف او | پئے قتلم بہم گردید بیدینے بہ بیدینے
چہ حظ بر داشتم از طالع مسعود خود دیشب | چو ہم پہلو شدم در بزم رنگینے بہ رنگینے
چہ سحر آوردہ ثاقب کہ از جمع سخن سنجان | پیاپے میرسد در گوش تحسینے بہ تحسینے

وسعت مشرب مجنون داد صحرائے دگر | دہ چہ صحرا کز جنونش ہست پہنائے دگر
از لب میگون ساقی شد دوبالا نشہ ام | ریخت از عکس خودش در جام صہبائے دگر
بر سر کوے تو دلہا مایل پامالی اند | از قدومت ہر قدم برپاست غوغائے دگر
دل ز من بربئ دلداری نمیدانی کہ چیست | جان آن دارد کہ این دل را دہم جائے دگر
عاشقان محو حق مستغنی اند از سیر باغ | نیر تجلیا فگندہ می بینند گلہائے دگر
حاجت صلح و مدارا با رقیبانم نماند | یار چون با شد موافق نیست پروائے دگر
آمدم در راہ عشق اما زبس خوف و رجا | یک قدم پیش روم پیش آمدم پائے دگر
دل ربود از دست من شوخی مسیحے زادۂ | خواہش مریم بود صیاد برنائے دگر
ثاقب از ماندن کلکتہ ام گو خوش دلی است | لیکن از حب الوطن ہر دم زنم رائے دگر

اے دولت خانۂ روشن ز فروغ ایمان | بل سماء زھرت فیہ ذکاء العرفان،
کے کمالات ترا وصف توانم گفتن | قد تخلقت باخلاق جناب الرحمان،

من در طلبش ہر دمے پیوستم | از دست کسے نداد مطلب دستم

یک جذبہ ز دوست کار من کرد تمام | المنتۃ للہ کہ ز مطلب رستم
نازک بدنے کہ صرف خوانی میکرد | تیرے کہ بر من فگند گفتا ادہمی
گفتم کہ درین رمی مرا آسمع بکن | چون کرد مرا شریک گفتم نذہمی

انکو بھی علم حدیث کی اجازت حضرت شیخ ابو الحسن سندی سے تھی۔ انکے منجھلے بھائی حضرت حاجی امین الدین قدس سرہ انکے واسطے بھی حدیث شریف کی سند اپنے حضرات اساتذہ سے لائے تھے۔

تصانیف انکے حسب ذیل ہیں (۱) شرح کتاب الجنایات والجرایم فتاوے عالمگیری فارسی۔ یہ بسیط شرح انھون نے بحکم نواب گورنر جنرل بہادر لکھی تھی۔ تمام انگریزی عدالتون مین جسقدر شرعی فیصلہ ہوتے تھے۔ وہ سب اسی شرح کی بنا پر ہوتے تھے۔ یہ شرح بحکم سرکار کلکتہ مین طبع ہوگئی (۲) رسالہ رستہ جبریہ منظوم۔ اسمین اہم مسائل جبر و مقابلہ کا حل لکھا ہے۔ اس رسالہ کی خود ہی شرح بھی لکھی۔ شرح سمیت کلکتہ مین طبع ہوئی (۳) رسالہ دربیان تناسب اعضاء انسانی (۴) رسالہ دربیان سعد و نحس (۵) شرح اخلاق جلالی (۶) نسب نامہ (۷) کشکول موسومہ بہ بیاض رشک ریاض۔ اسمین متعدد علوم و فنون کے بہت بسیط مضامین و مباحث تحریر ہین اشعار و قصائد وغیرہ بھی ہین۔

انکے شاگردون مین چند اعلے مرتبہ کے انگریز بھی تھے۔ مثل مسٹر ہیرنگٹن صاحب بہادر ممبر کونسل و سکریٹری وغیرہ۔ انکے علاوہ اور بہت سے لوگ تھے۔ مختصر حالات انکے اور کتابون مثل تذکرہ علماے ہند وغیرہ مین بھی شایع ہو چکے ہین۔

یہ بحالت علالت وطن واپس آرہے تھے۔ کہ یکایک بنارس پہونچکر ۳ ماہ ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۲۲۹ھ بعمر ۶۳ سال ۱۱ ماہ ۱۹ یوم وفات پائی۔ وہین باغ فاطمان مین دفن ہوئے

قطعہ تاریخ وفات از منشی فیض بخش مغفور کاکوروی ؎

چو گم شد نجم ثاقب از نظرہا | بجنت بے تامل گشت موجود

بجستم سال فوت او ز ہاتف   شدہ روشن از و فردوس فرمود
۱۲۲۹ھ

ایضاً قطعہ تاریخ وفات از مولوی فتح علی جونپوری ؎

بحر حکمت شمس ملت نجم دین قاضی قضاۃ   چونکہ در باغ جنان با حور عین ہمدوش گشت
سر فرو بردم پئے تاریخ و در گوشم رسید   علم و فضل و درس وز ہد و دین ہمہ رو پوش گشت

نصیر الدین

حضرت سید نصیر الدین المعروف بہ تین کوڑیہ پیر سندیلی الاصل و کاکوری المدفن۔ ابن حضرت مخدوم سید علاء الدین سندیلی۔ ابن سید محمود۔ ابن سید احمد۔ ابن سید ابو الفضل۔ ابن سید ابو المفضل ابن سید علی احمد۔ ابن حضرت امام علی نقی۔ ابن حضرت امام محمد تقی۔ ابن حضرت امام علی موسی رضا امام موسی کاظم۔ ابن حضرت امام جعفر صادق۔ ابن حضرت امام محمد باقر۔ ابن حضرت امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین۔ ابن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

انکے والد حضرت مخدوم سید علاء الدین سندیلی المتوفی ۷۶۱ھ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے اجل خلفا مین تھے۔ اُنھون نے انکا نام اپنے حضرت پیر و مرشد کے نام پر رکھا تھا۔ انکی پسری اولاد ضلع نواب گنج بارہ بنکی مین اور دختری اولاد سندیلہ مین موجود ہے۔ یہ کاکوری آکر شہید ہوے تھے۔

مولوی حافظ شوکت علی سندیلی اپنی کتاب ثمرات الانظار فیما مضی من الآثار کے ثمرۂ دوم مین لکھتے ہین کہ۔

> ایک لڑائی ساتھ ہنود و رعایائے کاکوری و لکھنؤ کے ہوئی تھی اُس مین دولت یار خان افسر فوج شاہی تھا۔ جنکے ساتھ اُس لڑائی مین سید نصیر الدین و سید احمد پسران مخدوم علاء الدین صاحب بھی تھے۔ چنانچہ بمقام کاکوری دولت یار خان و سید نصیر الدین شہید ہوئے جنکا مزار جانب شمال ہودۂ تالاب کے ہے۔ ایک مدت تک مشہور و معروف و زیارت گاہ رہا

اب چند مدت سے پتہ اور نشان اُس کا معلوم نہین ہوتا ہے۔ اور دولت یار خان کی قبر بھی اُسی جگہ ہے۔ اور سید احمد صاحب اسی لڑائی مین بمقام لکھنؤ شہید ہوے۔ اُنکا مزار معالی خان کی سرا مین متصل فراش خانہ و امام باڑہ الماس علیخان واقع ہے۔

یہان انکی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ کہ جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔ وہ اگر تین کوڑی کی شیرینی پر انکا فاتحہ مان لیتا ہے۔ تو فوراً گم شدہ چیز ملجاتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ یہان تین کوڑیے کے نام سے مشہور ہین۔ آنکا مزار ہودہ تالاب کے کنارہ لب سڑک بالکل کھلا ہوا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہی کہ انکا مزار بجاے شمال و جنوب یعنی قبلہ رخ ہونے کے مشرق و مغرب مین یعنی شمال رخ بنگیا ہے۔ بجز لاعلمی و بے عقلی اور کیا کہا جائے۔ دولت یار خان کی قبر تالاب کے دوسرے کنارہ پر ایک حظیرہ مین واقع ہے۔ نشانات بھی چڑھتے ہین اطراف مین اور بھی بہت سے شہدا کے مقابر ہین۔ یہ عوام مین دودستیا شہید کے نام سے مشہور ہین یہ جو مشہور ہے کہ یہ دونون حضرت سید سالار مسعود غازی کے رفقا مین سے ہین۔ یہ امر پایہ تحقیق کو نہین پہونچتا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی کے رفقا کے مزارات اس سے فاصلہ پر ہین اور وہ قطعہ سالار مسعود کے نام سے مشہور ہے۔ اُسی سے متصل قاضی زادگان کا قبرستان ہو اسی کے پاس سالاری تالاب مشہور بہ سلریا تالاب واقع ہے۔ کہا یہ جاتا ہو کہ یہان حضرت سید سالار مسعود غازی کی ایک انگلی کٹ گئی تھی۔ جو یہین دفن ہو۔ ہر سال ماہ جیٹھ مین بعد میلہ بہرائچ یہان بھی میلا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

نظام علی

حضرت شاہ نظام علی قلندر (نواسہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر) ابن حضرت شاہ بہرام علی قلندر ابن شیخ حمید اللہ ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمن شہید۔

انھون نے کتب درسیہ کی تکمیل اپنے ماموں حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ کی

اور تعلیم باطنی اپنے والد ماجد اور دونوں ماموؤں حضرت شاہ تراب علی قلندر۔ و مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما سے ۔ اور اجازت و خلافت سلاسل خاندانی بھی انھیں ہر دو حضرات سے حاصل کی علاوہ انکے حضرت شاہ علی مظہر قلندر نبیرہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر سے بھی انکو اجازت و خلافت تھی ۔ حضرت شاہ عبد الرحمن قلندر ثالث عرف حاجی میاں نے بھی ایک تاج سوزن کار ملبوسہ حضرت شاہ عبد اللہ قلندر لاہر پوری انکو عطا کیا تھا ۔

یہ بہت بڑے عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے ۔ اعمال و دعوت اسماء کی طرف زائد توجہ تھی ۔ اور اُس میں خاص دخل تھا ۔ چنانچہ بہت سے نقوش مرتب کیے ۔ اور بہت سے قواعد اعمال میں معین کیے ۔

مخصوص اس فن میں دو کتابیں انکے مصنفات سے ہیں ۔ اور چند بیاضیں بھی ۔ پہلی کتاب **بحر مواج** ہے ۔ جو نہایت ضخیم ہے مگر اب صرف اُسکے چند اجزا موجود ہیں بقیہ تلف ہو گئے دوسری کتاب **منتخب الاسماء** ہے ۔ جو دراصل بحر مواج کا خلاصہ ہے جیسا کہ خود اُس کے دیباچہ سے واضح ہوتا ہے ۔ یہ دو جلدوں میں ہے ۔ علاوہ اسکے علم جفر میں بھی مہارت تھی ۔ ایک رسالہ اس علم میں بھی انکے مصنفات سے ہے ۔ خط بھی انکا بہت پاکیزہ تھا ۔ بہت سی کتابیں انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہیں ۔

یہ محتاط اسقدر تھے ۔ کہ کبھی جھوٹ نہیں بولے ۔ اور نہ جو کی روٹی اور چٹنی کے سوا کچھ کھایا ریاضات اور مجاہدات بہت کیے ۔ اور قریب قریب تمام اسماء کی زکوٰۃ بشرائط دی ۔

مولوی ذوالفقار علی علوی حامد کاکوروی اپنے نسب نامہ میں انکے متعلق لکھتے ہیں کہ ۔

" شاہ نظام علی مغفور صاحب ریاضات شاقہ و عزلت گزیں بود در دعوات اسماء الہی تا مدۃ العمر خویش نمودہ کم خوری و کم آزاری و شب بیداری وغیرہ خوش داشتہ ۔ انواع مشقت و رنج دیدہ دریں رہ بسر می برد کہ از اندازہ بیان بیرون است ۔ گویند کہ از صباح در صدر عارض بود کہ تا شام کار خود تمام کرد مگر منتہائے تحمل ضبط بود کہ مردمان گرد و پیش از صوبات جناب شان آگہی نیافتند تحریر این نحیف

ہم ہنگام نماز مغرب حاضر خدمت جناب شان بود سلطاناً ذکر از عارضہ بیرونی نظر نبود ند؛ بلکہ بعد فراغت مغرب مردانہ وار جان بجان آفرین سپردند۔"

وفات انکی بتاریخ ۱۹ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۵ اپریل ۱۸۷۴ء ہوئی۔ مزار انکا اپنے والد کے مزار کے برابر ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی سے

حیف شاہ نظام علی صاحب | زین جہان رفت و در لحد خفتہ
بوصالش زبان ہاتف غیب | فانی ذات ایزدی گفتہ ۱۲۹۱ھ

انکے خلفا مین انکے صاحبزادہ مولوی شاہ منصب علی اور چارون نبیرگان۔ مولوی عظمت علی و مولوی حشمت علی۔ و مفتی اکرام اللہ انسون۔ و مولوی انعام اللہ تھے۔

نظام الدین مخدوم شیخ بھیکہ

حضرت مخدوم قاری امیر نظام الدین المعروف بہ مخدوم شیخ بھیکہ و شاہ بھکاری۔ علوی قادری رزاقی ابن حضرت قاری امیر سیف الدین قدس سرہما۔

یہ آفتاب علم و فضل ۹۰۰ھ مین افق کاکوری سے طالع ہوکر رونق افزاے عالم ہوا۔ مرزا شمس الدین خان اپنی مثنوی مین لکھتے ہین سے

شاہے کہ نبیسہ نبی ہست | شاہے کہ نبیرۂ علی ہست
ہادی رہ جناب باری | آن شاہ نظام دین بھکاری

آپ قادری مشرب حنفی مذہب۔ حافظ کلام اللہ۔ قاری ہفت قرأت۔ عالم اجل۔ فاضل اکمل تھے۔ بیعت حضرت امیر ابراہیم ایرجی دہلوی سے تھی۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل تاریخ بزرگون سے ہوئی۔ اور بطریق اویسیت (عالم باطن) دو بزرگون سے فیضیاب ہوے۔ رویاے صادقہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کاملین سے تکمیل کی بشارت دی تھی۔ ویسا ہی ہوا۔ اُن سب کے اسمار گرامی درج ذیل ہین۔

(۱) قاری امیر سیف الدین - جن سے علوم درسیہ مثلاً حدیث و تفاسیر و تصحیح علم تجوید و اذکار و اعمال کی تحصیل کی۔

(۲) حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی - جن سے حدیث شریف پڑھی - اور اُس درود شریف کی اجازت حاصل کی - جس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور بشارات حاصل ہوئے۔

(۳) حاجی عبداللطیف ہراتی - جن سے ذکر پاس انفاس کی تعلیم ہوئی - اور انھین کی توجہ سے اسرار باطن بھی مکشوف ہوئے۔

(۴) حضرت امیر سید ابراہیم ابن معین الدین ایرجی - پیر بیعت و اجازت و خلافت - جن کی خدمت مین رہکر مراحل سلوک طے کئے - اور دیگر فوائد بھی حاصل ہوئے۔

(۵) حافظ سید محمد ابراہیم ابن احمد ابن حسن بغدادی - ان پانچ بزرگون سے عالم ظاہر مین فیضیاب ہوئے - اور جن دو بزرگون سے نسبت اویسی تھی اُن مین سے

(۶) حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی (۷) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تھے - ان سات کاملین سے حضرت مخدوم صاحب کی تعلیم و تکمیل ہوئی۔

میر شرف الدین سکارپوری خلیفہ اجل حضرت مخدوم صاحب اپنی بیاض مین لکھتے ہین کہ آپ حضرت سید عبدالرحیم مجذوب سے بھی فیضیاب تھے۔

ملا عبدالرشید ملتانی تلمیذ رشید و خلیفہ ارشد حضرت مخدوم صاحب کتاب زاد الآخرۃ مین لکھتے ہین کہ حضرت فرماتے تھے کہ مین اکثر حضرت غوث الاعظم کی زیارت سے مشرف ہوا ہون - مگر کبھی نہ تنہا حضرت ہی کو دیکھا - اور نہ تنہا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو بلکہ ہمیشہ دونون کو ساتھ ساتھ دیکھا - اور بوقت کلام بھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو حضرت غوث الاعظم رض کے کلام کی اتباع کرتے دیکھا - کبھی انھون نے خود کلام نہین کیا - مجھ کو اس امر پر تردد تھا - ایک بار مین نے یہ حال اپنے والد سے بیان کیا - انھون نے فرمایا کہ پریشانی کی کون سی بات ہے - حضرت غوث الاعظم

کو اہل کشف ذو الجناحین کہتے ہین۔ جناح اول شیخ شہاب الدین سہروردی. جناح دوم شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ہین۔ چونکہ اس زمانہ مین تمھاری ہمت علم شرائع واتباع سنت کی طرف متوجہ ہے۔ لہذا شیخ سہروردی بصورت حضرت غوث الاعظم رض نظر آتے ہین حضرت غوث الاعظم خود فرماتے تھے کہ مین نے علم رسول اللہ کے دو حصہ کر دیے۔ علم شرائع واتباع سنت شیخ شہاب الدین سہروردی کو اور علم حقایق و معارف شیخ محی الدین ابن عربی کو دیا۔

حضرت مخدوم صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک مین مجھے خیال آیا کہ مدت سے حضرت غوث الاعظم کی زیارت نہین ہوئی۔ بعد تراویح مین سوگیا۔ دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہین۔ اور دو شخص اور ساتھ ہین جن مین سے ایک شیخ سہروردی ہین۔ دوسرے جن پر مستی کا غلبہ تھا اُنکو مین نے نہین پہچانا۔ حضرت سے بغرض استفسار عرض کیا۔ حضرت نے اُن بزرگ سے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان سے مصافحہ کرو۔ نظام الدین یہی ہین۔ جن کے تم مشتاق تھے یہی تمھارے کلام کی حمایت کرتے ہین۔ اُن بزرگ نے کمال تپاک ہوشیار ہوکر مجھ سے مصافحہ و معانقہ کیا۔ اور کہا کہ اگر یہ لوگ میرے کلام کی حمایت نہ کرینگے۔ تو کون کریگا۔ اور لوگ اسکی قدر کیا جانین۔ یہ قاری ابراہیم (بغدادی) کے پوتے ہین۔ تب مجھ سے حضرت غوث الاعظم نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہی شیخ محی الدین ابن عربی ہین۔ اسکے بعد حضرت غوث الاعظم بیٹھ گئے۔ اور اُنکی داہنے طرف شیخ سہروردی اور بائین طرف حضرت شیخ محی الدین ابن عربی بیٹھے۔ اور مجھ کو اپنے روبرو بٹھایا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے مجھ سے کہا کہ تمھارے بھائی نے معترضین کے جواب مین اچھا رسالہ لکھا ہے۔ اور تم نے بھی اُن سے کم نہین لکھا۔ مین نے اس کا جواب مطابق حال دیا۔ اس واقعہ کو بھی مین نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا۔ اُنھون نے فرمایا کہ الحمد للہ تم کو مشغولی غوثیہ سے بہت اچھا فائدہ ہوا۔ اسکو جاری رکھو۔ اسکے طفیل مین حقیقت مراتب غوثیہ سے بھی آگہی ہوگی۔

حضرت مخدوم صاحب فرماتے تھے کہ جب مین بمقام فیروزآباد حضرت امیر ابراہیم ایرجی سے مشرف بہ بیعت ہوا۔ تو حضرت نے ایسے عنایات فرمائے۔ جو بیان سے باہر ہین۔ چند ماہ خدمت

اقدس مین رہا۔ روزانہ کوئی نہ کوئی نیا انکشاف ضرور ہوتا تھا۔ حالات سابقہ متعلق بہ درس تدریس ووقوف اذکار وغیرہ اکثر دریافت فرماتے۔ اور درس احادیث کے وقت بھی مجھکو یاد فرماتے۔ نماز بھی مجھی سے پڑھواتے۔ اور فرماتے کہ تمسے قرأت خوب ادا ہوتی۔ اور آواز بھی عمدہ ہے۔ اور فرماتے کہ تمھارے آنے سے بہت مسرت ہوتی ہے۔

فرماتے تھے ایک روز مجھسے دریافت فرمایا کہ انما الاعمال بالنیات کے کیا معنی ہین۔ مین نے بیان کئے۔ اُسوقت حضرت پر کیفیت طاری ہوگئی۔ فرمایا پھر کہو اور اپنے سر مبارک سے ٹوپی اُتار کر میرے سر پر رکھدی۔ اور فرمایا کہ حدیث کے معنی بیان کرنے کے لئے ایسا ہی اچھا مُنہ چاہئے۔ پھر روزانہ کے وظائف دریافت کر کے اپنی کتاب اوراد دپیراہن حضرت سید احمد بغدادی قدس سرہ عطا فرمایا۔

حضرت مخدوم صاحب چند روز کے بعد رخصت ہوکر وطن تشریف لائے۔ اور تمام سرگذشت اپنے والد ماجد سے عرض کی اُنھون نے سُنکر بہت دعائین دین۔ پھر تھوڑے دنون کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم ایرجی فیروز آباد سے چرکھاری تشریف لائے ہین۔ اور وہان سے دہلی جائینگے حسب الحکم اپنے والد ماجد یہ چرکھاری تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ بھی حسب سابق بہت زائد عنایت ہوئی۔ دو مہینہ قیام رہا۔ اُسی زمانہ مین ایک روز آپنے اُن سے مشغولی ارسال غوثیہ کے متعلق عرض کیا۔ انھون نے ارشاد فرمایا کہ میرا خود ارادہ تبلانے کا ہے۔ مجھے جسقدر تم سے تعلق ہے۔ وہ تم خود جانتے ہو۔ جو کچھ مین نے اپنے پیر و مرشد شیخ بہاء الدین انصاری سے حاصل کیا وہ سب تم کو تبلا دیا اور دیدیا۔ صرف دو چیزین اب تک ملتوی رکھی ہین۔ ایک مثال اور دوسری مشغولی۔ یہ اس مصلحت سے کہ اسکو اپنے مرشد کے مخدوم زادہ حضرت حافظ سید ابراہیم بغدادی کے ہاتھ سے دلوانا چاہتا ہون۔ اور اپنی دستخطی مثال تم کو بوقت رخصت دیدونگا۔ تمھاری تکمیل انھین سے ہوگی۔ چونکہ تمھارا اسم عالم معانی مین بارھوان ہے۔ جیسا کہ حضرت غوث الاعظم کا بوساطت شجرۂ آبائی بارھوان اسم تھا۔ لہذا نعمت غوثیہ تم کو اُنھین کے ہاتھ سے ملیگی۔ اور وہ عنقریب ہندوستان

آنے والے ہین۔ تم اُنکی تشریف آوری کے منتظر رہو۔ میرا ارادہ دہلی جانے کا ہی۔ مین تم کو وطن رخصت کرکے دہلی چلا جاؤنگا۔ دوسرے روز اُنھون نے بعد وصایا و مثال جہری عطا کرکے وطن جانے کی اجازت دی۔ چنانچہ آپ وطن تشریف لائے۔ اور اپنے والد ماجد سے کل کیفیت بیان کی۔ وہ بہت خوش ہوے۔ اور فرمایا کہ اسطرف مین نے سید عبدالرحیم مجذوب کو خواب مین دیکھا تھا۔ اُنھون نے مجھ سے کہا کہ ایک سید مغرب سے آویگا۔ اور تمھارے لڑکے کو بارہ آم دیگا۔ تنہا خوری نہ کرنا۔ پھر کہا کہ جیسا تمھارا لڑکا ویسا میرا لڑکا۔ یہ بھی بشارت تھی جس سے حضرت سید ابراہیم ایرجی کے کلام کی تصدیق ہوئی۔ اور حضرت غوث الاعظم کے اسم مبارک کیطرف اشارہ بھی امر واقعی تھا۔ جسے حضرت سید عبدالرزاق نے اپنے رسالہ ملہمات قادری مین توضیح بیان کیا ہے۔ اور مشغولی ارسال غوثیہ کے متعلق بھی حضرت غوث الاعظم سے تحقیق کرکے لکھا ہے۔ کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھکو اس مشغولی کی تلقین حضرت خضر سے ہوئی۔ اسی وجہ سے اسکو مشغولی ارسال کہتے ہین۔ سید عبدالرزاق صاحب اس مشغولی کے بواسطہ شروط اعتکاف اپنے والد حضرت غوث الاعظمؓ سے مجاز تھے۔

حضرت مخدوم صاحب اُسوقت سے حضرت حافظ سید ابراہیم بغدادی کی آمد کے برابر منتظر رہتے اور ہر وقت آیندگان مغرب سے دریافت فرماتے رہتے۔ جب اُنکو حضرت سید صاحب بغدادی کا لاہور سے آگرہ وغیرہ ہوتے ہوے جھانسی تشریف لانا معلوم ہوا۔ تو آپ یہان سے دس بارہ رفقا کے ساتھ جھانسی تشریف لے گئے۔ وہان سید صاحب بغدادی کی یہ کیفیت تھی کہ ہر شخص سے حضرت مخدوم صاحب کے خاندان کا حال دریافت کرتے رہتے۔ کیونکہ بغداد سے چلتے وقت حضرت سید احمد بغدادی نے اُنسے فرما دیا تھا۔ کہ ہندوستان پہونچکر قاری امیر ابراہیم نواسہ حضرت سید عبدالرزاق۔ ابن حضرت غوث الاعظم کی اولاد کا حال ضرور دریافت کرنا۔ اگر ان مین کوئی قابل ملاقات معلوم ہو تو ملنا۔ بالآخر حضرت مخدوم صاحب اُسی حالت انتظار مین حضرت سید ابراہیم بغدادی کی خدمت مین جھانسی پہونچے۔ جسوقت ملازمت سے مشرف ہوے۔ تو انکو

دیکھتے ہی حضرت سید صاحب بغدادی نے بکمال مسرت معانقہ کرکے فرمایا کہ ع یار درخانہ و
ما گرد جہان میگردم - پھر غور سے ان کو دیکھ کر فرمایا - کہ والد ماجد کا کیا نام ہے - انھون نے
بتلایا - سید صاحب بغدادی نے حاضرین محفل سے بنظر رفع تعجب خصوصیات خاندانی بیان
فرمائے - چنانچہ اکثرون نے نیازمندانہ دست بوسی کی - سید صاحب بغدادی نے انکے قیام
کے لئے ایک مکان اپنی قیام گاہ کے متصل تجویز فرمایا - یہ وہان ٹھہرے سید صاحب نے مہمانداری مین کوئی
دقیقہ نہین اٹھا رکھا - دوسرے روز بعد نماز اشراق سب حالات و واقعات گذشتہ دریافت ہوئے - انھون نے سب
بیان کئے - جسکو سنکر سید صاحب بغدادی نے فرمایا کہ عنقریب کالپی پہونچکر مکان اعتکاف معین کرکے مشغولی
ارسال غوثیہ کی اجازت دیجائیگی - کیونکہ ضابطۂ مقررہ شروط و شرایط اعتکاف ہے - بالفعل رسالہ
ملہمات قادری دیکھو" - چنانچہ دوسرے روز کتاب عطا ہوئی - مخدوم صاحب نے دیکھنا شروع کیا
سب سے اول مشغولی ارسال غوثیہ کا ذکر تھا - پھر اور بہت سے اسرار و نکات غامضہ تصوف کا
بیان تھا - جسکے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوا - بیس روز تک اُنکے ساتھ جھانسی مین قیام رہا اس
دوران مین ایک روز سید صاحب بغدادی نے دریافت فرمایا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اصل
مطلب بھی نکلا - انھون نے جو فوائد حاصل ہوئے تھے بیان کر دئے - پھر پوچھا کہ کتاب عوالم المعالم
بھی دیکھی ہے - انھون نے عرض کیا کہ عرصہ ہوا جب حضرت والد ماجد سے معہ شرح ابراہیمی جو
حامل المتن ہے پڑھی تھی - ارشاد ہوا کہ شرح ابراہیمی بھی میرے ہمراہ ہے - کالپی پہونچکر درس ہوگا
میرے والد حضرت سید احمد صاحب کا ارشاد ہے کہ جس نے کتاب عوالم غور سے نہین دیکھی -
اُسکو مسائل ملہمات کے سمجھنے مین دقت ہوگی - الحمد للہ کہ کتاب عوالم تم پہلے پڑھ چکے ہو - انھون
نے عرض کیا کہ کتاب کے مطالب سمجھنے کے لئے ذہن عالی درکار ہے - مجھے اسقدر قابلیت نہین
تاوقتیکہ آپ کی توجہ نہو - اسپر وہ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس راہ ہستی مین نیستی راہبر ہے
جس شخص کا سرمایہ نیستی ہے - اُسکے لئے ہستی حضرت حق دم نقد ہے -

حضرت مخدوم صاحب تھوڑے دنون کے بعد معہ سید صاحب بغدادی کالپی تشریف لائے

سید صاحب نے ایک پرانی مسجد جو انکی فرودگاہ و دریاے جمنا واقع تھی ۔اعتکاف کیلئے تجویز فرمائی اور اعتکاف کا حکم دیا ۔ اور شرائط اعتکاف بھی ایک پرچہ پر لکھ کر دیدئے ۔ چنانچہ غرۂ ذیقعدہ سے اعتکاف شروع ہوا ۔ حضرت سید صاحب روزانہ شب مین پیادہ پاجاے اعتکاف پر جو میل بھر تھا تشریف لاتے ۔ اور واقعات دریافت فرماتے ۔ جب بروز عید الضحی اعتکاف سے فراغت ہوگئی تو اُس روز سید صاحب کے مسرت کی انتہا نہ تھی ۔ جو اُنکے پاس آتا ۔ فوراً حضرت مخدوم صاحب کے پاس بھیجتے ۔ اور نذر دلواتے ۔ بعد فراغت اعتکاف ایک دوسرا مکان جو اُنکے مکان سے متصل تھا قیام کے لئے تجویز کر دیا ۔

سید صاحب روزانہ بعد نماز صبح شغل تلقین فرماتے ۔ پھر شرح عوارف جنیدی مع لمعات کا درس دیتے ۔ اور بعد نماز ظہر تفسیر معالم ۔ و بخاری شریف سنتے ۔ اور بعد نماز مسبعات عشر قادری پڑھواتے ۔ پھر مغرب تک سکوت برعایت پاس انفاس ذکر خفی اسم ذات کا حکم فرماتے ۔ اور بعد مغرب کلام اللہ کی تلاوت کراتے ۔ چار مہینہ تک جو مین چلہ کی میعاد ہوتی ہے ۔ اوقات منضبط کرنے کی تاکید فرمائی ۔

غرضکہ حضرت مخدوم صاحب چھ مہینہ حاضر خدمت رہے ۔ اس عرصہ مین جو کیفیات وارد ہوتے تھے ۔ وہ عرض کرتے ۔ چھ مہینہ کے بعد وطن آنے کی اجازت چاہی ۔ سید صاحب نے مجبوراً بلحاظ ضعف و پیرانہ سالی آپ کے والد کے دو مہینہ کی اجازت دی ۔ بعد اُسکے واپسی کی تاکید فرمائی ۔ وقت رخصت کلاہ مبارک اور مثال یعنی اجازت نامہ مہری و مندیل حضرت سید احمدؒ اپنے دست مبارک سے عطا کی ۔

حضرت مخدوم صاحب رخصت ہوکر وطن تشریف لائے ۔ اور اپنے والد ماجد کی قدم بوسی کرکے سب حالات و کیفیات سفر و حضر عرض کئے ۔ جسکو سنکر اُنھون نے فرمایا کہ اے نظام الدین راہ سلوک مین سب سے علٰحدہ اور حق سے ملا رہنا چاہیئے ۔ بعد دو ماہ کے فوراً حضرت سید صاحب کی خدمت مین واپس جاؤ ۔ اور ایسے جوان مبارک سرشت کی صحبت اپنے حق مین کبریت احمر سمجھو ۔

میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو منصب عالی پر فائز کرے۔

حضرت مخدوم صاحب دو مہینہ سے قبل سید صاحب کی خدمت مین حاضر ہو گئے۔ اور جدید عنایات و تفضلات سے سرفراز ہوئے۔ اُسی مکان مین قیام کا حکم ہوا۔ اُسی اثنا مین حضرت مخدوم صاحب نے کتاب الہمات کا فارسی مین ترجمہ شروع کیا۔ دو مہینہ مین ترجمہ ختم کرکے سید صاحب کی خدمت مین پیش کیا۔ اُنھون نے بہت پسند کیا۔ اور جابجا اصلاح سے مزین فرمایا۔ بعد ختم پھر وطن واپس تشریف لائے۔

چوتھی مرتبہ حاضری مین سید صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بزرگان ہند کے آثار کی زیارت جو اس ضلع مین جنوب کے جانب واقع ہین کرنا چاہیئے۔ بعد زیارت یہ سید صاحب کے ہمراہ ملک دکن گئے۔ وہان علاوہ اور دیگر بزرگون کے چالیس ابدالون سے ملاقات ہوئی جنھون نے بشارتین دین۔ واپسی پر ارشاد ہوا کہ شب مین بعد دورہ کلام اللہ معالم التنزیل و جامع الاصول کا درس نہایت ضروری ہے۔ بعد اُسکے حاضری کی مدت کے متعلق ایک روز دریافت کرکے فرمایا کہ مین تمھاری جدائی ایک مہینہ سے زیادہ نہین چاہتا۔ چار مہینہ یہان اور ایک یا دو مہینہ اپنے والد کی خدمت مین رہا کرو۔ اچھا آج محبت و اخلاص کے احادیث بیان کرو۔ چنانچہ انھون نے بیان فرمانا شروع کیا۔ اُس وقت حاضرین پر جو کیفیت طاری ہوئی۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ خود سید صاحب کو ایسا استغراق ہوا کہ تمام محفل بیہوش ہوگئی۔ بعد استغراق سید صاحب نے کمربند غوثیہ عطا فرمایا۔ اور صبح کی نماز آکر انکے مکان پر انکی اقتدا مین پڑھی۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم کو منصب اپنے جد قاری امیر ابراہیم کا ملا۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ جس روز میرے جد حضرت عبد الرزاق نے قاری امیر ابراہیم کو مسند خلافت پر بٹھلایا تھا۔ تو وہ عید الضحیٰ کا دن تھا۔ پہلے نماز عید کی امامت کا حکم ہوا۔ اس ارشاد کے بعد مندیل اور کمربند غوثیہ دیکر مسند خلافت پر بٹھلایا۔ اور حضار کو حکم دیا کہ قاری کو نذر دین آج تم بوراثت اپنے جد کے قائم مقام ہوے ہو۔ لہذا تم ہی امامت کرو۔ انھون نے عذر کیا جواب مین ارشاد ہوا کہ خاکساری خدا کے یہان مقبول ہے۔ خدا انجام بخیر کریگا۔ مگر نماز پڑھاؤ۔

انھون نے حسب الحکم نماز پڑھائی۔ بعد ختم نماز خدام سے ارشاد ہوا۔ کہ خوانون مین شیرینی لاؤ۔ چنانچہ پچاس
خوانون مین مصری کے کوزے حاضر کئے گئے۔ اسپر حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و پیران
سلسلہ کا فاتحہ ہوا۔ پانچ خوان انکو وطن مین تقسیم کے لئے دئے گئے۔ اور نصف حاضرین کو تقسیم ہوے
اور باقی روسائے کالپی کو۔ بعد اسکے مثال دہری و صنوابط ارسال غوثیہ و مجموعہ اوراد شریف عطا فرمایا۔
پھر مصافحہ و معانقہ کرکے وطن رخصت کیا۔ سید صاحب بغدادی کا قیام جب تک کالپی مین رہا۔
یہ سال مین متعدد بار حاضر خدمت ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حسب طلب سید صاحب بغدادی قریب رمضان شریف بارادۂ کالپی روانہ ہوے
راستہ مین کچھ دنون قاضی ضیاء الدین المعروف بہ قاضی جیا نیوتنوی کے مکان پر قیام کرکے کالپی روانہ
ہوے۔ اس سفر کا قصہ یون ہے کہ اسی زمانہ مین حضرت سید صاحب بغدادی کا صحیفہ اس مضمون کا صادر
ہوا کہ ماہ رمضان کا ایک مہینہ باقی ہے۔ بغداد شریف کے چند قاری۔ اور قاری محمد شریف مدنی
یہان آئے ہوئے ہین۔ اور تمھاری ملاقات کے مشتاق ہین۔ اگر فرصت ہو چلے آؤ۔ حضرت مخدوم
صاحب یہان سے معہ مولانا سید عبدالرشید ملتانی و شیخ بدیع الدین مانک پوری۔ و مولوی نصیر الدین
سنبھلی۔ و حافظ محب اللہ خیرآبادی وغیرہ کے تشریف لیگئے چونکہ یہ قرآن خوانی اور ادائے قرات مین بھی یکتائے زمانہ
تھے۔ وہان پہونچنے پر سید صاحب نے ایام رمضان شریف کی اس طرح پر تقسیم فرمائی۔ کہ اول عشرہ
مین یہ ختم کرین۔ اور دوسرے مین قاری محمد شریف۔ اور تیسرے عشرہ مین قاری حمید الدین بغدادی۔
اور ایک پارہ بعد مغرب اوابین مین قاری مبارک اللہ بغدادی پڑھین۔ چنانچہ پہلی شب سے حسب الحکم
انھون نے پڑھنا شروع کیا۔ سامعین بہت محظوظ ہوے۔ خصوصًا قاری محمد شریف مدنی
جنھون نے بعد ختم دوگانہ ان سے کہا۔ کہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ تم ہندی ہو۔ تم تو فخر اہل مدینہ ہو۔ رعایت
دقائق تجوید و شد و مد و خوش الحانی جسقدر تم مین ہے وہ دوسرے مین نہین۔ حق یہ ہے کہ تم اپنا مثل
نہین رکھتے۔

ایک روز حضرت سید صاحب بغدادی سے قاری محمد شریف نے عرض کیا۔ کہ مین نے سنا ہے

مولانا نظام الدین قاری کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مصنفات پر بہت عبور ہے۔ اگر بعد رمضان شریف فصوص الحکم کا بیان ایک وقت معین پر ہوا کرے تو بہت اچھا ہے۔ سید صاحب نے ان سے فرمایا کہ مہمان کی خاطر ضرور کرنا چاہئے۔ چنانچہ دوسری شوال سے فصوص الحکم کا بیان شروع ہوا حضرت مخدوم صاحب نے اسقدر بسیط تقریر فرمائی۔ کہ سامعین حیران رہ گئے۔ ایسا التزام کر لیا گیا تھا کہ ایک جملہ کتاب کا اور اسکی تطبیق دس بارہ آیات قرآنی اور اسی قدر احادیث سے مدلل کرکے بیان فرماتے۔ جس سے حاضرین بہت محظوظ و مسرور ہوتے۔

حضرت قاری محمد شریف مدنی جب اپنے وطن واپس ہوئے۔ تو راستہ مین حضرت خواجہ امکنگی سے بیان کیا کہ اس سفر مین مین نے ایک بزرگ سے ملاقات کی کہ جو جامع جمیع صفات ہے جسے ادب سید الطائفہ جنید بغدادی۔ و تقوے ابو حنیفہ اور رموز و غموض و نکات تجوید قرائے سبعہ سابقین دیکھنا منظور ہو۔ وہ مولانا قاری نظام الدین کو دیکھے۔ باوجود ان سب کمالات کے بجز نشان عبودیت اور کچھ نہین۔ اس واقعہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی نے اپنے پیر خواجہ امکنگی سے سنکر وقت ملاقات حضرت ملا عبد الکریم نبیرہ حضرت مخدوم نظام الدین سے بواجہہ اپنے خلیفۂ خاص حضرت سید احمد مجدد الف ثانی کے بیان فرمایا تھا۔

حضرت مخدوم صاحب نے کالپی سے واپسی پر راہ مین شاہ عبد الرحیم مجذوب سے جو انکے والد ماجد کے دوست تھے اُنکے حسب ارشاد ملاقات کی۔ یہ راستہ مین مجذوب صاحب کے متعلق لوگون سے دریافت کرتے رہتے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ قریب مین ایک بزرگ ضرور ہین جنکا سارا وقت جنگل کے گشت مین گذرتا ہے۔ اور جب کچھ افاقہ ہوتا ہے۔ تو گانون مین آکر بابا اللہ تکیہ دار کے مکان پر رہتے ہین۔ یہ سنکر مخدوم صاحب مرزا شمس الدین خان و مولانا عبد الرشید ملتانی کو لیکر بابا اللہ تکیہ دار کے مکان پر گئے۔ وہان دیکھا کہ ایک شخص برہنہ بیٹھے ہوئے بڑبڑا رہے ہین انھون نے قریب جاکر سلام کیا۔ انھون نے نہایت کڑک کر جواب دیا۔ اور فرمایا کہ اے نظام مسئلۂ شیر مادر صوفیان تو نے پڑھ لیا اچھا پڑھا۔ اور عرب کے قاریون کے سامنے تو نے کتاب فصوص الحکم بھی خوب پڑھی۔ اب فقص

محمدی میرے سامنے پڑھو۔ انھون نے پڑھنا شروع کیا۔ مطالب کسی کی سمجھ مین نہ آئے۔ بعد ختم تقریر
اُنھون نے ہاتھ اُٹھاکر یہ دعا مانگی کہ جو کچھ سنت ہے فرض ہو۔ اور جو فرض ہے وہ سب ملو آمین آمین
آمین پھر فرمایا کہ اے نظام میرا بھائی تیرے انتظار مین ہے۔ جلد جا میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جو کچھ
میرے پاس تھا۔ وہ مین نے تیرے لڑکے کو دیدیا۔ یہ وہان سے رخصت ہوکر وطن آئے اور اپنے
والد ماجد سے تمام سفر کی کیفیتین بیان فرمائین۔ اُنھون نے شکریہ دعا کی۔

"یا رب العزت ہر نعمتیکہ با سلاف ما دادی امید دارم کہ اولاد ما نیز از ان نعمت بہرہ ور باشند"

حضرت مخدوم صاحب بوجہ فوز اخلاق و کمال اتباع خصائل محمدی ہر شخص کو تعظیمی الفاظ سے
مخاطب فرماتے اکثر فرمایا کرتے کہ وہ لوگ قابل افسوس ہین کہ جو اپنے اخلاق سے لوگون کے قلوب کو خوش نہین رکھتے حالانکہ قلوب
کا خوش رکھنا از روے نصوص خدا کی خوشنودی کی دلیل ہے۔ معمول تھا کہ مغرب سے عشا تک کلام اللہ
پڑھتے۔ اور اصحاب کو مشغولی کا حکم دیتے۔ بعد نماز عشا کھانا نوش فرماکر کچھ تفسیر و حدیث بیان کرتے
فرماتے تھے کہ دس برس کی عمر مین مین نے کلام اللہ حفظ کرکے کتب درسیہ پڑھنا شروع کین
چودہ برس مین فارغ التحصیل ہوا۔ اُسکے بعد مولانا ضیاء الدین محدث مدنی سے حدیث پڑھی اُنھون
نے ایک روز اثناء درس مین درود شریف کی اجازت دی۔ جسکے پڑھنے سے مجھکو آنحضرت صلعم کی
زیارت نصیب ہوئی۔

فرماتے تھے کہ ایک روز لڑکپن مین مین نے کہا کہ مجھے اُن لوگون پر سخت تعجب ہوتا ہے۔ جو
حرمین شریفین جاتے اور وہان سے واپس آتے ہین۔ اگر مجھے یہ سعادت نصیب ہو تو مین مدۃ العمر
واپس نہ آؤن۔ اسکا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مین یہ دیا کہ تم جو زیارت کعبہ شریف
کرکے پھر واپس جانا نہین چاہتے۔ تو ایسا نہ کرو تم کو ہندوستان مین رہنا چاہیے تاکہ تم سے لوگ
فائدہ حاصل کرین۔ اور تم جو وہان عقد کروگے اُس سے اولاد صالح و باخدا پیدا ہوگی۔ اور یہ فرماکر
میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ جس سے میرا دماغ ایسا معطر ہوا کہ مین بیخود ہوگیا۔ پھر دست مبارک سے
سر کو حرکت دیکر فرمایا کہ بیخود ہونا آسان ہے اور باخود و باخدا ہونا مشکل ہے۔ بندۂ ساقط الحدیث سے

معبود کا کام ٹھیک نہین بنتا۔ خدا کا شکر کرو جس نے تم کو اسقدر قوی استعداد عطا کی ہے۔ صرف ہمت رجال سبعۂ کاملین سے تمھاری تکمیل ہوگی۔ اور اُسی وقت مرتبہ احسان کی حقیقت تم پر مکشوف ہوگی پھر دست مبارک سینہ پر رکھکر فرمایا کہ اسکی تفصیل دوسرے وقت پر موقوف ہے۔ اسکے بعد سینہ پر سے ہاتھ داہنی جانب اور داہنی جانب سے بائین جانب پھیر کر کلمۂ سابقہ مکرر فرمایا۔ اُسکے بعد دست مبارک اُٹھاکر یہ آیت پڑھی سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔ جسکو یہ واقعہ مین نے حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنیؒ سے بیان کیا۔ وہ مجھ کو ہمراہ لیکر والد ماجد قاری امیر سیف الدینؒ کی خدمت مین گئے۔ اور اُن سے بیان کیا۔ حضرت والد ماجد نے دوگانہ شکر ادا کرکے اُن سے فرمایا کہ مین نے اسکے حق مین بہت سی بشارتین بزرگون سے سنی ہین۔ جن مین سے ایک یہ ہی جو آپ کی توجہ سے ظاہر ہوئی۔ الحمد لله على ذلك

فرماتے تھے کہ جب میری عمر ۱۲ سال کی تھی۔ ایک شب قبل نماز صبح مین نے سید عبد اللطیف ہراتی کے رونے کی آواز سنی بیقرار ہوکر حاضر ہوا۔ اور گریہ کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ اے نظام الدین میرا حال نہ پوچھو۔ ایک حسین عورت کو میرے پاس لاکر کہا جاتا ہے۔ کہ یہ تجھ پر بلا عقد مباح ہے۔ اس سے مقاربت کر۔ مین ہرچند عذر کرتا ہون کہ مین نے مدة العمر عورت سے پرہیز رکھا یہ میرے لئے حرام ہے۔ مگر کسی طرح نہین سنا جاتا۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر مقاربت نہین کرتے تو خیر اسکا دودھ ہی پی لو۔ مین کہتا ہون کہ مین بچہ نہین جو مجھے دودھ کی ضرورت ہو مجھ سے یہی مباحثہ ہورہا تھا۔ کہ تمھارے پاؤن کی آواز سنکر وہ عورت میرے سامنے سے بھاگ گئی۔ تھوڑی دیر یہان بیٹھکر استغفار پڑھو۔ کیونکہ اس راہ مین قطاع الطریق بہت ہین جنکے دفیعہ کے لئے استغفار سے بہتر کوئی چیز نہین۔ اُنکے ارشاد کے موافق مین نے استغفار پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنا کام کرو۔ مین نے یہ واقعہ حضرت والد ماجد سے بیان کیا۔ اُنھون نے فرمایا کہ سید عبد اللطیف صاحب سلوک کے نشیب و فراز سے تم کو آگاہ کرتے ہین۔ خبردار یہ واقعہ کسی سے نہ کہنا یہ اسرار ہین۔ عورت سے مراد دنیا ہے۔ نفس اس راہ مین شیطان ہوکر تارک مجرد کی توجہ کو حق سے علٰحدہ کرکے دُنیا

کیطرف متوجہ کرانا چاہتا ہے۔ اسکے دفیعہ کیلئے استغفار بہت مفید ہے اسی لئے حکم دیا۔

حضرت مخدوم صاحب کے ارشادات بہت عالی تھے۔ فرماتے تھے کہ شرافت دو قسم کی ہوتی ہے۔ شرافت نسبی۔ شرافت کسبی۔ اگرچہ شرافت نسبی کا درجہ بڑا ہے۔ لیکن شرافت کسبی جس سے رزائل بشری دور کرنا اور حمایدِ انسانی سے متصف ہونا مراد ہے۔ اور یہ مخصوص ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ شرافت نو قسم پر ہے جیسا کہ قاری امیر ابراہیم شرح عوالم جنیدی مین تحریر فرماتے ہین اور وہ نو قسمین یہ ہین (۱) معرفت الٰہی (۲) معرفت کلام (۳) معرفت احادیث (۴) معرفت اقوال اولیاء امت محمدی (۵) معرفت کلام ملوک عادل (۶) معرفت اخلاق حمیدہ (۷) معرفت کلام صالحین و علماء محققین (۸) معرفت قلوب (۹) معرفت ایمان و یقین۔

اور فرماتے تھے کہ میری اولاد مین جو کوئی شراب خوار یا رافضی ہوگا۔ اُسکی نسل منقطع ہو جائیگی اور نہایت ذلت سے دنیا مین رہیگا۔ اور عذاب آخرت مین گرفتار ہوگا۔

اور فرماتے تھے کہ میری اولاد مین جو کوئی شادی بیاہ مین ناچ رنگ کریگا۔ اُسکا انجام رنج و غم کے سوا کچھ نہوگا۔

اور فرماتے تھے کہ میری اولاد مین قیامت تک حافظ قرآن مبین اور عالم علوم دین اور فقرا ہوتے رہینگے۔

حضرت مخدوم صاحب کا زمانہ اور مخدوم شیخ سعدی صدیقی چشتی کاکوروی کا زمانہ ایک تھا۔ ملا وجیہہ الدین اشرف مصنف بحر زخار کا یہ مقولہ کہ آپ کو اُن سے بیعت تھی غلط ہے۔ البتہ تحقیقات منازل سلوک و حقایق و معارف مین آپ سے اور اُن سے اکثر مناظرہ ہوا کرتا تھا۔ منقول ہے کہ مخدوم شیخ سعدی صدیقی چشتی کاکوروی کو جو کچھ فتوحات ہوتے۔ وہ اُسی روز خرچ کر ڈالتے تھے۔ اور فرماتے کہ نہ باسی بچے نہ کتّا کھائے۔ مخدوم صاحب یہ سنکر فرماتے کہ بہتر یہ ہے کہ باسی بچے اور کتّا کھائے۔ کیونکہ بچانے مین غیر کو نفع پہونچانا ممکن ہے۔ علاوہ اسکے یہ امر باعث اطمینان خاطر بھی ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ برابر خشک روٹی کے ٹکڑے جیبون مین رکھتے تھے۔ اور یہ امر توکل کے

منافی نہین۔

حضرت مخدوم صاحب کے صبر و رضا تفویض و تسلیم کا اندازہ آپکے صحایف سے جو کشف المتواری و مطالب رشیدی مین طبع ہو چکے ہین بخوبی ہو سکتا ہے۔ اور مقبولیت کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ فضائل و کمالات کو سنکر حضرت سید احمد والد حضرت سید ابراہیم قادری بغدادی مسبوق الذکر بغداد سے ہندوستان بغرض ملاقات تشریف لائے۔ اور وقت ملاقات مخصوص عنایات اور بشارات سے سرفراز فرمایا۔ اور حضرت سید ابراہیم بغدادی کی والدہ نے دو ٹوپیان اور ایک کرتہ اپنے ہاتھ سے سی کر بھیجا۔

حضرت مخدوم صاحب کی استدعا پر حضرت سید ابراہیم بغدادی کاکوری بھی تشریف لائے۔ اور قاری امیر سیف الدین سے ملاقات کی جسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ مخدوم صاحب آپکی خدمت مین کالپی حاضر ہوے اور وہان سے برابر ہمراہی مین رہے۔ اور اسکی اطلاع برابر اپنے والد ماجد کو کرتے رہے۔ انھون نے یہ سنکر انکے صاحبزادہ حافظ شہاب الدین المعروف بہ شیخ سوندھن کو معہ دیگر اشخاص پیشوائی کی غرض سے بھیجا۔ سید صاحب نے صاحبزادہ صاحب پر بہت شفقت فرمائی۔ اور تشریف لاکر قاری امیر سیف الدین صاحب سے ملاقات کی۔ یہان سب لوگون نے موافق ادب آپ بزرگان نذرین پیش کین منعم خان۔ و مرزا یعقوب خان۔ و محمد شریف خان۔ سمرقندی۔ و نجیب خان داروغۂ اصطبل شاہی۔ و قیام الدین خان مریدین حضرت مخدوم صاحب نے خدمت گزاری اور مہمان نوازی مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔

غرضکہ حضرت مخدوم صاحب کی ذات جامع کمالات اور علماے عہد اکبری مین نہایت ممتاز تھی۔ اکثر عمائدین مُرید تھے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بھی ملاقات کی غرض سے کاکوری حاضر ہوا تھا۔ یعقوب سلطان داماد بادشاہ بھی مرید تھا۔ منقول ہے کہ جب یعقوب سلطان بیمار ہوا اور اُسکو یہ معلوم ہوا کہ میرا وقت قریب آگیا ہے تو اُسنے وصیت کی کہ میری قبر حضرت پیر و مرشد قاری امیر نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ مزار کے پائین کیجائے۔ چنانچہ جھنجھری روضہ مین اُسکی اور اُسکی بی بی

اور اعزہ کی قبرین موجود ہین - خود اُسکی تربت سنگ مرمر کی ہے - اور تربت کے سرہانے کی جانب ایک گوشہ مین یہ کتبہ لگا ہوا ہے ؎

فلک قدر یعقوب سلطان کہ او — بجز تخم نیکی بہ دنیا نہ کشت
سوے عالم قدس کردہ سفر — سراے جہان را بہ کلی بہشت
بنوشید از حوض کوثر شراب — چہ نیکو سیر بود و نیکو سرشت
چو کردہ ز تاریخ فوتش سوال — خرد گفت گردید ز اہل بہشت

حضرت مخدوم صاحب کے حالات ذیل کی کتابون مین مرقوم ہین منتخب التواریخ مصنفہ ملا عبد القادر بدایونی - وفیات الاولیا مصنفہ شیخ سیف الدین محمد ہاشم انوری - بسط باسطی - مصنفہ ملا عبد الباسط امیٹھوی - زاد الآخرۃ مصنفہ ملا عبد الرشید ملتانی - نتائج اعظمی مصنفہ محمد اعظم خان ابن شمس الدین خان کوکا - مناقب الاصفیا مصنفہ شیخ رحمت اللہ بجنوری - بحر زخار - مصنفہ ملا وجیہہ الدین اشرف لکھنوی - تذکرہ علماے ہند مصنفہ مولوی رحمان علی وغیرہ وغیرہ - علاوہ انکے مفصل حالات حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ نے کشف المتواری فی حال نظام الدین القادری مین بوضاحت لکھے ہین -

حضرت مخدوم صاحب کے مصنفات سے یہ چار کتابین ہین (۱) منہج متعلق بہ اصول حدیث (۲) معارف متعلق بہ تصوف (۳) ترجمہ و شرح کتاب لمعات بزبان فارسی حسب ارشاد سید ابراہیم بغدادی (۴) تحفۂ نظامیہ تین سوالون کے جواب مین -

حضرت مخدوم صاحب کے خلفا یہ حضرات ہوے (۱) ملا عبد الرشید ملتانی مصنف زاد الآخرۃ تلمیذ رشید آنحضرت (۲) میر شرف الدین سکار پوری (۲) شیخ محمد خورجوی (۳) شیخ بدیع الدین مانکپوری - (۴) مولانا نصیر الدین سنبھلی (۵) حافظ محب اللہ خیر آبادی (۶) مرزا شمس الدین خان کوکا (۷) ملا عبد الکریم مُرید و شاگرد و نبیرۂ آنحضرت -

حضرت مخدوم صاحب کا نکاح قصبہ ہرگام ضلع سیتاپور مین ہوا - جن سے چھ صاحبزادے اور

چار صاحبزادیان ہوئین۔ ایک صاحبزادی قصبہ کنتور مین سادات کے خاندان مین منکوح ہوئین جنکے صاحبزادے سید پیر محمد ہوے۔ دوسری صاحبزادی کا نکاح سید جلال الدین ابن مخدوم شیخ سعدی چشتی صدیقی کاکوروی کے ساتھ ہوا تھا تیسری صاحبزادی ہرگام مین بیاہی تھین۔ چوتھی صاحبزادی ناکتخدا انتقال کر گئین۔ صاحبزادے بھی سب عالم و فاضل حلیۂ صلاح و تقوے سے آراستہ تھے۔ اونکے اسماء گرامی حسب ذیل ہین (۱) شیخ عالم (۲) شیخ سمن (۳) حافظ شیخ شہاب الدین المعروف بہ شیخ سوندھن (۴) شیخ فتّن (۵) شیخ عبد اللہ (۶) شیخ خواجہ (ان مین دو صاحبزادون یعنے حافظ شہاب الدین و شیخ خواجہ نے والد کے سامنے انتقال کیا۔ اور شیخ عبد اللہ جانشین ہوے۔

وفات بقول اصح ۸ ماہ ذی القعدہ ۹۸۱ھ مین ہوئی۔ چنانچہ اسی تاریخ پر عرس ہوتا ہے عمر شریف ۹۱ سال کی ہوئی۔ مزار مبارک وسط قصبہ کاکوری محلہ جھجری روضہ مین اپنے والد کے مزار کے متصل خطیرہ مین واقع ہے۔ یزار و تبرک بہ قطعہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی سے

چون نظام الدین قاری شیخ بھیکھہ	سوے جنت اسپ ہمت تاختہ
ہشتمین ذیقعدہ بودہ سال او	در سن ہجری چنین دریافتہ
آمدہ اعداد کامل ۹۱ سال او	نہصد و ہشتاد و یک بیساختہ
	۹۸۱ھ

ایضاً

چون نظام الدین قاری نیکنام	یافت با شاہ بھکاری عز و عام
ہم بشیخ بھیکھ شہرت یافتہ	بود دریاد الٰہی شادکام
ہشتمین ذیقعدہ آن مخدوم ما	یافت با مخدوم خود وصل مدام
چون اب و جد در گذشتہ زین جہان	سال ہجری آمد از نام نظام
	۹۸۱ھ

نظیر حسن

منشی نظیر حسن متخلص بہ اوج - ابن منشی احمد حسین حجاجی دیوی الاصل کاکوری الموطن - ولادت انکی ماہ صفر ۱۲۶۶ھ مین ہوئی - فارسی کی تعلیم تمام و کمال اپنے والد ماجد سے حاصل کی - کتب درسیہ عربی حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ سے پڑھین - بہت قابل و لائق شخص تھے - وکالت کا امتحان پاس کیا تھا - ہردوئی مین وکالت کرتے تھے - وہان بہت فروغ پایا اور اعلے طبقہ کے وکلا مین شمار کئے جاتے تھے - حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے یہ بہت اچھے شاعر بھی تھے اوج تخلص تھا - فارسی و اردو دونون زبانون مین شعر کہتے تھے - منشی محمد رضا صبر کاکوروی سے فن شاعری مین تلمذ تھا شعر و سخن کا ذخیرہ زمانہ کی دستبرد سے ضایع ہوگیا - چند اشعار فارسی و اردو بہت تلاش سے ملسکے جو نذر ناظرین ہین ع اشعار فارسی

لذت مرگم نشد از ہجر تو حاصل ہنوز
با ہمہ پژمردگیہا زندہ دارم دل ہنوز

جلوۂ فصل بہاری ہست پابند نقاب
شاخ میدارد ز غنچہ در بغش محمل ہنوز

نالم از ناوک کہ پہلویم ز بیمہری گذشت
شادم از پیکان کہ جاے او بود در دل ہنوز

دل کہ یاد مژۂ دیدۂ جانان دارد
خلش نشتر تیز بہ شریان دارد

پیش رویم فلک آئینۂ خورشید گذاشت
تا بیاد رخ زیباے تو حیران دارد

پایم از جادہ نوردی چو در آید بستوہ
عربدہ با سر ہر خار مغیلان دارد

رنج فراق جانگسل جان ز وصل ناامید
باز بعاشقی چہ سود ہر چہ بود زیان بود

اشعار اردو

موج مے نہ پنہائی مجھے زنجیر کبھی
کی نہ ساقی نے جنون کی مری تدبیر کبھی

سوز نے تیرے اے پتنگ کچھ نہ کچھ اسکو ساز ہے
روتی ہے عاشقون کی طرح شمع بھی دلگداز ہے

تھوڑی سے رات وصل کی اسمین نہ اسکو بار سُن
قصہ عشق زلف بھی زلف صفت دراز ہے

راجہ درگا پرشاد سندیلی نے بہارستان اودھ مین انکے متعلق لکھا ہے کہ "یہ بڑے نازک طبع و خوش مقال ناظم تھے۔ اُردو و فارسی و عربی مین عبور کامل حاصل تھا" راجہ صاحب سے ان سے بہت دوستی تھی۔ وہ بوجہ انکی قابلیت علمی کے بہت عنایت کرتے تھے۔ چنانچہ انکے انتقال کے بعد از راہ قدردانی انکے بیٹے اور بیوہ کی تنخواہ بھی مقرر کردی تھی جو برابر ملتی رہی۔ انھون نے بتاریخ ۱۳ ماہ جمادی الآخر روز جمعہ ۱۳۱۶ھ بمقام ہردوئی دفعتًا انتقال کیا۔ اور وہین دفن ہوے۔

نقی یاور خان

مولوی حاجی شاہ علی نقی یاور خان ابن شیخ غلام حسن ابن حکیم محمد روشن شہید ابن حکیم عبداللہ ابن شیخ محمد ولی صدیقی کاکوروی یہ بہت قابل و لائق تھے۔ فقہ و عقائد و حدیث پر کافی عبور تھا۔ ابتداءً ملازمت سرکاری وجہ معاش رہی۔ عہدۂ صدر الصدوری سے پنشن پاکر خانہ نشین ہوے۔ شروع ہی سے نہایت متشرع اور متورع تھے۔ خدا طلبی کا ذوق و شوق ابتدا ہی سے تھا۔ اور طلب حق مین مرشد کامل کے متجسس تھے۔ اور دلی تمنا یہ تھی کہ ایسے بزرگ سے بیعت کرون۔ جو میرے خیال کے موافق جمیع صفات سے متصف ہو۔ چنانچہ اسی سبب سے بہت سے سفر کیے۔ لیکن ہر جگہ سے حکم بیعت حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر کی نسبت ہوا۔ اُسوقت انکو حضرت غوث ملت سے عقیدت بھی نہ تھی۔

تلاش مرشد مین پہلے پھلواڑی شریف ضلع پٹنہ گئے۔ وہان کے صاحب سجادہ حضرت شاہ ابوالحسن فرد رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت سے حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قلندر کے مزار پر مراقب بر انکشاف امر بیعت کیا۔ دیکھا کہ انکے مزار سے ایک ہاتھ برآمد ہوا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ یہ اُن بزرگ کا ہاتھ ہے۔ جن سے بیعت ہوگی۔ غور کے بعد پہچانا تو وہ ہاتھ حضرت غوث ملت کا تھا۔ وہان سے واپس ہوے۔ پھر کرسی مین حضرت شاہ نجات اللہ کی خدمت مین حاضر ہوے۔ وہان بھی مراقبہ کیا اور حلقہ مین بیٹھے۔ وہان بھی دلجمعی نہوئی۔ پھر حج کے واسطے گئے۔ وہان ہر ہر مقام پر حضرت غوث ملت کی برزخ پیش نظر رہی۔ وہین سے انکو عقیدت شروع ہوئی۔ واپسی پر بیعت کا ارادہ کرلیا

پھر تو اسقدر عقیدت مین ترقی ہوئی - کہ واپس ہو کر احرام کو میقات مین نہین اُتارا - اور فرمایا کہ جب تک کعبہ حقیقی کا طواف نہین کرونگا - احرام نہین اُتارونگا - یہان (کاکوری) پہونچکر احرام اُتارا اور مرید ہوے انھون نے ایسی مقبولیت حاصل کی کہ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر نے کئی بار ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰے اگر مجھ سے قیامت کے روز پوچھے گا - کہ دُنیا سے تم میرے لئے کیا تحفہ لائے - تو مین تقی یار خان کو پیش کرونگا - حضرت غوث ملت نے انکو خرقہ خلافت واجازت معہ شال عطا فرمائی - مگر انھون نے بہ پاس ادب کسی کو مُرید نہین کیا اور نہ خلافت دی فیض باطنی ان سے منشی وہاج الدین مغفور کو تھا -

یہ عارف خدا شناس خدا ترس خدا پرست تھے - ورع و تقوے صدق وادب و اخلاص و عبادت مین متفرد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اور احکام شرعیہ کی پابندی مین یکتائے زمانہ تھے دینداری اور صداقت مین نسبت صدیقی - اور احتساب نفس مین پرتوۂ فاروقی - اور عفت وحیا مین شان عثمانی - اور للہیت مین فیض بوترابی رکھتے تھے -

یہ شعر بھی کہتے تھے - اُردو و فارسی دونون زبانون مین اشعار موجود ہین - تسلیم تخلص کرتے تھے - فارسی دیوان موسومہ بہ **نگارستان معرفت** طبع ہوگیا ہے - فارسی و اردو کلام مختصراً بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہی - اشعار فارسی ؎

بگذر از اسم ورسم ہر دو جہان	نور شو ہمچو شمع کافوری
کام وناکام بگذر از ہستی	اے جلیس بساط رنجوری
نشۂ دل ز صاحب دل گیر	سرخ شو از شراب انگوری
ہیچ و پوچ است ا یچہ در ہیچ است	حق بگو حق شنو کہ از نوری
بسکہ در حسن خویش حیرانم	یوسفے غرق چاہ کنعانم
دل فروز تو گشت آنکہ تسلیم	من ہمان نور شمع یزدانم
عشق دریاے بے کرانہ بود	اندرو دل دُر یگانہ بود

هر دو عالم در دست همچو حباب | هر چه بینی بدانشش همه آب
موج هایش زبانهٔ آتش | صد جهنم گم است در ذاتش
عقل مستغرق هدایت او | علم سرگشتهٔ نهایت او
کفر و دین اندرو چه کار کنند | همه تسبیح شهریار کنند
اے گرفتار عالم محسوس | نیک بنگر که بودهٔ محبوس
تیغ لا زن بہ تارک اغیار | که حریف تو اند پنج و چهار
قید بشکن باصل خویش گریز | همچو منصور سر بدار آویز
جان و جسم تو عشق باشد و بس | اسم و رسم تو عشق باشد و بس
پس بہ بینی جمال حضرت خویش | حسن تو رو نماید از پس و پیش
چون زمان و مکان نماند ترا | وا رهیدی ز قید چون و چرا
عالم از نور خویش آرائی | قطرگی چون برفت دریائی

اشعار اُردو

گو علے العرش استوے ہین آپ | قلب مومن مین خود نما ہین آپ
بی نشانی بھی اک تعین ہے | کیا کہین آپ سے کہ کیا ہین آپ
جس مین غواص کا پتہ نہ ملے | ایسے دریا کے ناخدا ہین آپ
زلف و رُخ اپنا کھولکر شب و روز | گاہ راحت گہے بلا ہین آپ

عاشقونکی رگ جان زلف ہے دلدارونکی | کسطرح کُھل سکے زنجیر گرفتارونکی
سرفراز ہوگئے دار بقا کو منصور | دار معراج ہے اس راہ کے سرداروں کی
اے مقیمان حرم عرض کرو حضرت مین | کہ جہان سوز ہے فریاد دل افگارونکی

موطن اصلی مسافر کو مقام ناز ہے | راہ ساری دیکھ لی یا سوز ہے یا ساز ہے
راہ وحدت کی بہت مخطور ہے گمراہ کو | ہر طرف اس راہ مین اک شاخ طناز ہے

انکا حال کسی قدر تفصیل سے نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ و عیون المعارف من شیون العارف و مقدمہ جذبات جذب مین موجود ہی۔

وفات انکی شب شنبہ بتاریخ ۱۶ ماہ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ ہوئی۔ غُفِرَ تاریخ وفات ہے۔ مزار انکا محلہ ولی نگر مین پائین مزار حکیم عبداللہ مرحوم واقع ہی

نور الحسن نیّر

مولوی حاجی نور الحسن متخلص نیّر۔ ابن مولوی محمد محسن ابن مولوی شاہ حسن بخش ابن مولوی شاہ حسین بخش شہید ابن شاہ میر محمد قلندر معروف بہ میرن میان قدس سرہ۔

ولادت انکی بتاریخ ۲ ماہ شعبان ۱۲۸۳ھ ہوئی۔ ضیا چشم حسن۔ تاریخ ولادت ہی۔ انھون نے عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد اور جد امجد سے حاصل کی۔ انگریزی مین بھی بی اے ال ال بی (وکیل) ہین۔ عرصہ تک مین پوری مین وکالت کرتے رہے۔ پھر ضلع ہردوئی مین چلے آئے فی الحال وطن مین مقیم ہین۔ اور بعہدہ آنریری اسسٹنٹ کلکٹری مامور ہین۔ مثنوی خورشید بدر و تعلیلات منظوم اور دو ایک انگریزی کی قانونی کتابین مصنفات سے ہین جو طبع ہو چکین ہین۔ فی الحال کتاب نور اللغات بطرز امیر اللغات کی تدوین اور تسطیر مین مصروف ہین۔ اور ایک بہت بڑے کام کو انجام دے رہے ہین۔ دو جلدین اسکی طبع ہو چکین ہین جنھین ارباب قوم و ملک نے نہایت قدر کی نگاہون سے دیکھا۔ سرکار انگریزی سے انعام بھی عطا ہوا۔ دو سال تک رسالہ ادیب اردو بھی جاری کیا تھا۔ جو تحقیقات و تدقیقات سے مملو ہوتا تھا۔ بوجہ قابلیت و لیاقت انجمن ترقی اردو کے ممبر ہین۔ غرضکہ بہت ذی عزت اور قابل ہین۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے بیعت ہی۔ اردو کلام بطور نمونہ بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے

طور پر کس کی تجلی نے دکھایا تھا فروغ ۔۔۔ ڈھل گیا نور کے سانچے مین سراپا کسکا

مری آہ رسا کا کیا کرے گا امتحان کوئی ۔۔۔ دھوین اڑ جائینگے رنگت تو بدلے آسمان کوئی

ہماری آہ کو لازم رسائی تھی دعا لم مین ۔ کہین ناقوس بنجاتی کہین تکبیر ہو جاتی

بلا سے گر گئی آرتی ہین آنکھین ترے ڈھونڈے مین ۔ تری موجون سے کیا ایدل سمندر ہو نہین سکتا

تسلی خاک ہو تیر تصویر خیالی سے ۔ شبیہ گل مین انداز گل تر ہو نہین سکتا

کچھ تھی مریض ہجر کو جینے دم کی آس ۔ وہ بھی تو جا کے بیٹھ رہی آسمان پر

مین حشر مین مثال اویس قرن اٹھون ۔ دل مین احد ہو نام محمد زبان پر

کہتے ہین وہ لیے شب انتظار کے ۔ اب جو حیلے نکلتے ہین فصل بہار کے

خلعت جو دھوپ چھاؤن کا پایا تھا خواب مین ۔ راتین ملین فراق کی دن انتظار کے

ہین آرزو کے حرف بھی ایسے الگ الگ ۔ جس طرح پھول بکھرے ہون فصل بہار کے

ہان ہان ہمین نے بات مین پہلو نکالی ہین ۔ ہان ہان ہمین مکر گئے ہین شرط ہار کے

پیر مغان بہت نہین تھوڑی بچی کھچی ۔ رندان مے پرست کا صدقہ اتار کے

تیر کی پارسائی کا کل حال کھل گیا ۔ حضرت بھی پیچھے پیچھے تھے اک بادہ خوار کے

ہم سے نہین غیرون سے لڑاتے رہی آنکھین ۔ تم تیر لگاتے ہو جہان دل نہین ہوتا

دنیا و دین سے گذرے تو پہونچے ہین تیری پاس ۔ کرنا پڑی ہے راہ مین منزل جگہ جگہ

تیر سے کیون کرے کوئی رقیت کی بات چیت ۔ ملتے ہین مفت ٹوٹے ہوئے دل جگہ جگہ

جسکی رگ رگ مین کھٹک ہے وہ بتاسکے کیونکر ۔ درد دل ہے کہ نہین درد جگر ہے کہ نہین

ناتوانون کی یہ صورت ترے کوچہ مین رہی ۔ درد کی طرح اٹھے گر پڑے شبنم ہوکر

نور الدین احمد کیفی

منشی نور الدین احمد متخلص بہ کیفی ابن منشی ظہور الدین احمد متخلص بہ ظہور ابن منشی نجم الدین احمد ابن شیخ نجم الہدا ابن شیخ غلام مخدوم ابن شیخ پیر محمد ابن شیخ محمد محبوب ابن شیخ عبد الحفیظ ابن ملا ضیاء اللہ ابن حضرت ملا عبد الکریم علوی مخدوم زادہ۔

انکے والد بخشی ظہور الدین احمد متخلص بہ لئیق و ظہور بہت بڑے بامذاق شاعر خوشنویس و شار تھے شیخ عبد الرؤف شعور لکھنوی کے شاگرد تھے۔ انکی نظمین صنائع بدائع وغیرہ مین مشہور ہین تاریخ گوئی مین انکو خاص ملکہ تھا۔ نظمین لکھکر لوگون کو دیدیا کرتے۔ اور اسکی کوئی نقل نہین رکھتے۔ بہت سا کلام تقسیم کردیا۔ تھوڑا سا ذخیرہ جو باقی رہ گیا تھا۔ اسکو مرض الموت مین جلوا دیا تھا۔ کلام اب کچھ نہین باقی ہے انھون نے بتاریخ ۲۴ ماہ صفر ۱۳۰۴ھ انتقال کیا۔ نواب تفضل حسن خان شیدا نے قطعہ تاریخ وفات لکھی جو یہ ہے ؎

صفر رالبست و چارم رخت بربست — زدل بے ساختہ نالہ برآمد

ملا ذو مخلص و مخدوم شیدا — بگفتم۔ آہ ظہور الدین محمد ۱۳۰۴ھ

انکی ولادت محرم ۱۲۶۹ھ مین ہوئی۔ عربی و فارسی تعلیم مولوی شرف الدین سندیلی۔ و مولانا شاہ واجد علی قلندر سے حاصل کی۔ ۱۶ سال کی عمر مین ہمراہ مولوی حافظ ذاکر علی علوی کاظمی ہمیرپور چلے گئے۔ وہان پولیس مین ملازمت کی۔ بعد ترک ملازمت پولیس چھاؤنی نوگاؤن ملک بندیلکھنڈ چلے گئے۔ وہان سررشتہ دار مجسٹریٹی ہوے۔ پھر وہان سے تبدیل ہوکر چھاؤنی مئو سنٹرل انڈیا مین آگئے جہان سے ۱۹۰۹ء مین پنشن یاب ہوکر وطن مین مقیم ہوے۔

شعر و شاعری سے ذوق ابتدا ہی سے تھا۔ فارسی و اردو دونون زبانون مین شعر کہتے۔ فارسی مین تلمذ آغا صادق حسین صفی مرید حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے تھا۔ فارسی کلام بہت کم ہے۔ اردو مین تلمذ اپنے خال اکرم منشی محمد رضا صابر۔ اور انکے شاگرد رشید منشی مقصود احمد تعلق سے ہے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید ہین۔

یہ نہایت کہنہ مشق شاعر لطیف البیان بذلہ سنج باذاق خوشنویس اُستاد وقت ہین۔ ابتدا مین خواجہ آتش کے رنگ پر لکھتے تھے۔ مگر اب داغ دہلوی و امیر مینائی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ اگرچہ بچپن ہی سے وطن سے باہر بندیلکھنڈ کیطرف رہے۔ لیکن لطف زبان اور طرز بیان اور خوبی بندش اور علو مضامین اور جدت پسندی و سحر آفرینی مین انکا کلام اساتذہ کے کلام کا ہم پلہ ہے۔ تاریخ گوئی مین بہت ماہر ہین

بیمثل تاریخ نگار ہین سیکڑون تاریخین نظم کر ڈالین ۔ مجموعی شعر و سخن کا ذخیرہ ایک لاکھ شعر سے زاید کا ہی ہزارون اشعار شاگردون اور اعزہ کو دیدیئے ۔ اب بھی دو ضخیم دیوان کا ذخیرہ موجود ہی ۔ ایک دیوان مرتب ہی ۔ اور دوسرے کی ترتیب ہو رہی ہی ۔ اسکے علاوہ ایک گلدستہ نعت غیر مطبوعہ ہی جسمین بزرگان دین کی شان مین اُردو و فارسی کلام بھی شامل ہے تین رسالہ نظم کے طبع ہو چکے جن مین سے ایک نظم میلاد شریف ہے جو اپنی خوبیون مین آپ ہی نظیر ہے ۔ دوسرا رسالہ فغان محرم مشتمل بر مراثی و سلام ہے تیسرا رسالہ لاثانی مخمس ہے ۔ جس مین حضرت شاہ تراب علی قلندر کی ۳۰ غزلون کا مخمس ہی ۔ ایک گلدستہ ۳۵ سلام کا اور غیر مطبوعہ ہے ۔

اردو نثر مین بھی حسب ذیل تصنیفات ہین ۔ ایک مولود شریف جو نہایت تحقیق اور عمدہ طرز سے لکھا ہے زیر طبع ہے ۔ اور ایک ذخیرہ داستان نور نگار پرستان قاف بطرز بوستان خیال ہے ۔ جسکی اسوقت تک ۱۹ جلدین ہو چکین ۔ جن مین سے اکثر جلدون کی دو دو تین تین جلدین ہین یہ نہایت صاف سہل اردو زبان مین ہے ۔ اسمین حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کے حالات ہین ۔ مصنف نے اپنی فسانہ نگاری مین وہ کمال دکھلایا ہے جو محتاج بیان نہین قصّہ نہایت دلچسپ اور بوستان خیال و داستان امیر حمزہ سے بدرجہا بہتر ہے ۔ عبارت آرائی جیسی کہ اور قصون مین ہے اس مین بالکل نہین ۔ اشعار بھی بہت کم ہین ۔ جہان کہین ہین بھی تو اپنے طبعزاد نہ دیگر شعرا کے یہ فسانہ مصنف نے قلم برداشتہ لکھا ہے ۔ مسودہ نہین کیا ۔ اسکے علاوہ تین ناول بھی ہین جو مالک مطبع نبگلور (مدراس) کے پاس ہین ۔

تلامذہ بھی بہت کثرت سے صوبہ مالوہ خاندیس و مدراس و چھاؤنی نیمچ و چھاؤنی مئو وغیرہ مین ہین جن مین اکثر اُس طرف اُستاد مانے جاتے ہین ۔ اس قصبہ مین بھی بہت سے شاگرد ہین ۔

انکے کلام کا انتخاب بوجہ اپنی لطافت و خوبی کے بہت دشوار ہے ۔ اور مجھ ایسے نافہم سے غیر ممکن ہے تاہم مختصراً اُردو و فارسی کلام بغرض تفریح طبع ناظرین زینت دہ اوراق کرتا ہون ۔

اشعار فارسی

دل بادا اسیر خم گیسوئے محمد — صد جان فدائے قد دلجوئے محمد
از رائحۂ او چمن دہر معطر — در گل اثرے ہست ز خوشبوئے محمد
این جلوۂ رُخ نیست تہِ زلف پریشان — پیداست شب قدر ز ہر موئے محمد
آن جائے کہ شب قدر تجلی میکرد — پر توِ نور ز حسن رخ نیکوئے تو بود
گل کہ سردار است در باغ جہان — نسبتے دارد برنگ و بوئے تو
از مکان تا لامکان سیر شب معراج تست — عرش را پرنور از نقش کف پا کردۂ
در بہار گلشن عالم گل رعنا توئی — باعث تکوین این دنیا و ما فیہا توئی
ادائے تازہ در ہر ناز داری — بہر آنے دگر انداز داری
سبق گیرد ز چشمت سحر بابل — فسون پرور نگاہِ ناز داری
دل و غارت گر دل بود شب جائیکہ من بودم — دُر مقصود حاصل بود شب جائیکہ من بودم
منور بود از رُخ بے چراغ و شمع کاشانہ — فروغ ماہ کامل بود شب جائیکہ من بودم
شراب روح پرور صحن گلشن حور وش ساقی — مکان فردوس منزل بود شب جائیکہ من بودم
با غوش خیال یار جائے کردہ ام پیدا — خوشا قسمت زہے خلوت سرائے کردہ ام پیدا
عشق گل ۔ الفتِ چمن تا کے — شعلہ انداز بوستان باشی
عاشق زلف سیاہیم و رخش منظر ماست — شب مہجور مرا جلوۂ ماہے کافی است
چراغ گرے بجہان افگنی جہان سوزد — ز آتشے کہ بدل ہائے عاشقان زدۂ
کافر عشقیم و فا ایمان ماست — مصحف روئے صنم قرآن ماست
دلم مشق طپیدن از ازل داشت — دماغ من بسودایش خلل داشت
چنان میدان ہستی مختصر بود — کہ مردان قطع در یک گام کردند
از شہر پریشانم حیران ز عزیزانم — وحشی بیابانم کاشانہ نمی خواہم
مست الست آمدہ بودم بہ بزم مے — تا دم نجود کہ داغ بدامان نمی زدم

از انقباض غنچه دارز خندہ ہاے گل | عبرت گرفتہ ام بگلستان نمی روم
ساقیا جام مے تو بہ شکن پیہم بیار | چار سو شورسیت درعالم بہار آمد بہار
شاہد گل زینت افزاے چمن شد خوب شد | نرگس شہلا ہمہ تن بود چشم انتظار
طالع بیدار آمد سبزۂ خوابیدہ را | در چمن آمد ز صحرا فرش شد بہر نگار
خاطر مغموم را راحت فزا آمد نسیم | باعث جوشش دل پژمردہ شد بانگ ہزار

اشعار اُردو

شان ہے اُسکی جلوہ گر دیدۂ امتیاز مین | چھپ کے حقیقت آئی ہے پیرہن مجاز مین
میرے دل کے مرے جگر کے سوا | ناوک ناز آزمائین کہان
حور بنکر ہزار آئین پری | وہ کہان ناز وہ ادائین کہان
نکھار اُنکا شب ماہ مین ذرا دیکھو | لطافت ایسی کہان چاندنی کے پھول مین
دیتا ہون دل تو کہتے ہین وہ دلکو دیکھکر | کمبخت داغدار ہے اس دلکو کیا کرون
وحشت زیادہ ہوتی ہے گلشن کی سیر سے | ہنگامہ ہاے شور عنادل کو کیا کرون
پتلیان ہین چشم مست یار مین | یا پری ہین خانۂ خمّار مین
لطف آتا ہے جفاے یار مین | محو ہین ہم لذت آزار مین
خرمن ہستی نہ جل جائے کہین | بجلیان ہین آہ آتشبار مین
تیر کھینچا اسطرح قاتل نے ہاے | دل لپٹ کر آ گیا سوفار مین
شوخ رنگت ہے یدبیضاے حُسن | کیا تجلی ہے حناے یار مین
طور پر تھا ایک جلوہ اے کلیم | سو تجلی ہین جمال یار مین
تو ہے شاہنشاہ مصر حُسن کا | بک گیا یوسف ترے بازار مین
دونون عالم کا تماشا ہیچ ہے | دل تو ڈوبا ہے ترے دیدار مین

اب نمک پاشی کی حاجت کچھ نہین   خود نمک ہے زخم دامندار مین
دیکھنا ملنے نہ پائین دیکھنا   دل کی کلیان ہین گلے کے ہار مین

دیکھ قاتل خون کیفی کی بہار
گل کھلے شمشیر جوہر دار مین

ہمارا آشیان جُڑا تو پھونکین گے چمن تیرا   غضب اے باغبان ہم آہ آتش گیر رکھتے ہین

روشنی ہوتی ہے مزارون پر   عاشقون کے چراغ جلتے ہین

اسی خرمن پہ گرتی بجلیان ہین   مری تقدیر کا دانہ ہی جس مین
مقام عشق ہے ایسا بیابان   خضر رستون سے بیگانہ ہی جسمین

تصور کیا اثر رکھتا ہے اپنے جذب کامل مین   اُتر آتی ہین پریان بے تکلف شیشۂ دل مین
تجھے پایا مگر پھر بھی ہے تیری جستجو دل مین   مزے آتے ہین کیا کیا ہمکو اس تحصیل حاصل مین
کوئی دیکھے گل رخسار جانان پر بہار اسکی   زمانہ بھر کی خوبی کو کوٹکر بھری اسی تل مین

محروم وصال کے شکوہ جو کچھ کرے   ہنسکر کہا کہ آپ کی قسمت کو کیا کرون
کہتا ہی حسن یار مین ہون سادگی پسند   اے شوخی حنا تری رنگت کو کیا کرون

اے شوق دل خیال بت بیوفا ہے کیون   کمبخت اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے کیون

کشتی مے بھی ہی گلزار بھی ساقی بھی ہی   منتظر تیرے ہم اے ابر کرم بیٹھے ہین

دنیا کے حسین ہمکو ستانے کیلئے ہین   ہم وقف ستم سارے زمانے کیلئے ہین
بیتاب یہان اُنکے بلانے کیلئے ہین   دو لاکھ وہان عذر نہ آنے کیلئے ہین
داغ جگری حدت غم سوز محبت   کمبخت یہ سب جان جلانے کیلئے ہین

نازنین زلف گرہ گیر لئے پھرتے ہین   عاشقون کیلئے زنجیر لئے پھرتے ہین
تا در یار ہو تدبیر رسائی کیونکر   ہمتو پھوٹی ہوئی تقدیر لئے پھرتے ہین
کہین ملجائین تو یوسف سے ملا کر دیکھین   مصر مین ہم تری تصویر لئے پھرتے ہین

تیرا وہ حسن باکمال جسکو زوال کچھ نہین ۔ تیرا جمال بےمثال جسکی مثال کچھ نہین

اُنکی نگاہ ناز کا ہے تیر بے خطا ۔ ہم آپ مین نہین جگر و دل بچائے کون

آتا نہین شکستہ دلی مین خیال یار ۔ اس ٹوٹے پھوٹے گھر مین پریزاد آئے کون

قدرت حق نظر آنے لگے آنکھین کھلجاین ۔ تیری آنکھین جو کبھی نرگس شہلا دیکھے

آگئی کیا پھر کسی کی یاد ہے ۔ شاد اتنا کیون دل ناشاد ہے

اُنکی الفت کا داغ دل مین ہے ۔ یہ نیا خانہ باغ دل مین ہے

اے دل ان خوبون سے امید وفا ۔ آزمائے ہین ہزارون بار کے

(۹)

واجد علی

حضرت مولوی شاہ واجد علی قلندر ابن حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر ابن حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما۔ ولادت انکی تخمیناً سنہ ۱۲۴۰ھ مین ہوئی کتب درسیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ اور عرصہ تک سلسلہ درس وتدریس جاری رکھا۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ اذکار اور اشغال اور اعمال خاندانی کی تعلیم انکو اپنے والد حضرت شاہ تقی علی قلندر اور عم محترم حضرت شاہ حیدر علی قلندر سے تھی۔

اجازت وخلافت حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر کاکوروی۔ و مولوی شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری۔ و حضرت شاہ علی اکبر قلندر نبیرہ حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ سیاحت سے فطری ذوق تھا۔ تکیہ شریفہ پر قیام بہت کم رہتا تھا۔ مریدین بہت ہوئے۔

یہ بڑے صوفی منش قلندر روش بزرگ تھے۔ جذبی کیفیت کا غلبہ تھا۔ تصنیف وتالیف کی نوبت نہین آئی۔ قرب زمانہ وفات مین اجازت وخلافت وغیرہ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کو عطا فرمائی۔ جسکا مفصل قصہ نفحات العنبریہ مین موجود ہے۔

انھون نے بعمر ۷۲ سال بتاریخ ۱۳ ماہ جمادی الاولےٰ روز شنبہ ۱۳۱۲ھ بعارضہ تپ سرسامی رحلت فرمائی۔ اور اپنے جد بزرگوار کی درگاہ مین جانب مغرب دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی ولایت علی خان عزیز صفی پوری ؎

روز شنبہ چار مین شب از جماد الاولین	آن قلندر رفت در فردوس علی چون ولی
مصرع تاریخ او گفتم بفرمایش عزیز	در مقام خلد عابد مولوی واجد علی

خلفا انکے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حکیم سید اشرف حسین خیرآبادی ۱۳۱۲ھ صاحب خلافت کبریٰ (۲) شاہ قطب اعظم نواسہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی (۳) حافظ شاہ امیر احمد نبیسہ مولوی شاہ رکن الدین

قلندر لاہرپوری (۴) حافظ محمد اکبر لاہرپوری (۵) شاہ التفات حسین لاہرپوری وغیرہم

واحد علی

منشی واحد علی متخلص بہ بسمل - ابن منشی محمود علی - ابن منشی مومن علی خان مفتون - انکی ولادت - بتاریخ ۱۹ ماہ رجب ۱۲۸۰ھ ہوئی - بدو شعور سے یہ نہایت تیز طبع اور نازک خیال تھے - کتب عربیہ متوسطات تک حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پڑھیں - فارسی و عربی میں بہت اچھی لیاقت رکھتے تھے - نہایت بذلہ سنج و پرگو تھے - اشعار اردو و فارسی بہت لطیف کہتے تھے منشی امیر احمد امیر مینائی سے اصلاح لیتے تھے - اور انھیں کے ارشد تلامذہ میں شمار کیے جاتے تھے چند اردو اشعار جو مل سکے بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں ؎

صبح سے بیٹھ گئے بام پہ وہ رُک کے راہ — دوپہر بجگئے سورج کو نکلنے نہ دیا
عاشق ابرو کو مار اس نے کے دُنبالہ سے — نیمچہ سے کام قاتل نے لیا تلوار کا
باندھکر تیغ و کفن جاتا ہوں بزم یار میں — آج میرے سر نہیں یا سر نہیں دو چار کا
شیخ صاحب آپ کا شرک خفی ظاہر ہوا — سُبحہ میں آئے ہیں رشتہ ڈالکر زنار کا
چرخ یہ چکرا کے بولا میری گردش دیکھکر — ساتھ دیسکتا ہے کون اپنے خدائی خوار کا
نیمجان کتنے ہیں عاشق مر گئے کتنے حضور — حال کھلجائیگا پرچہ دیکھیے اخبار کا

یہ ابتدائً کچھ دنوں بھوپال میں ملازم رہے - پھر حیدرآباد میں بوجہ اپنی حسن لیاقت ایڈیکانگ مدار المہام بمشاہرہ چارسو روپیہ ماہوار متقرر ہوئے - بعد اُسکے خانہ نشین ہو گئے - قیام زائد لکھنؤ میں رکھتے تھے وہاں کے لوگوں کو اپنے حسن اخلاق سے بہت گرویدہ بنالیا تھا - حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی کے مُرید تھے -

انھوں نے بتاریخ ۱۲ ماہ جمادی الآخر روز شنبہ ۱۳۳۵ھ بعارضہ فالج انتقال کیا - اور حضرت شاہ صبغت اللہ کے درگاہ کے احاطہ میں حسب وصیت دفن ہوئے -

واعظ علیخان

قاضی محمد واعظ علیخان سفیر ٹونک ابن احتشام الدولہ ممتاز الملک عالیجاہ قاضی محمد حافظ علیخان بہادر عباسی۔ یہ جملہ علوم مروجہ مین دستگاہ رکھتے تھے تعلیم و تربیت اپنے خاندان والون سے پائی۔ ذہین و ذکی و معاملہ فہم تھے۔ اکثر دربار اودھ سے بطور سفارت و بکار خاص والیسرائے بہادر امور ملکی طے کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جنکا ذکر والیسرائے کے خطوط مین موجود ہے۔ بعد کو نواب ٹونک کے سفیر ہوکر بضرورت تصفیہ امور ملکی ٹونک کلکتہ مین متعین ہوئے۔ تمام امور بخوش اسلوبی طے کرکے ریاست کو استحکام بخشا۔ اور بہ صلہ حسن خدمات خلعت ہفت پارچہ معہ مطلا قرآن شریف دستخطی نواب امیر خان و شمشیر قیمتی معہ اسپ و فیل و سامان طلائی و نقرئی ہودج منظر خوشنودی و مراحم خسروانہ مرحمت ہوا۔ اور پندرہ سو روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی معقول جاگیر عطا ہونے والی تھی کہ دفعتہ مبتلائے ہیضہ ہوکر غرۂ ماہ جمادی الاول ۱۲۴۳ھ کو کلکتہ مین انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے۔

وجیہ الدین

مولوی حافظ شاہ وجیہ الدین ابن مفتی علیم الدین خان ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر ثاقب اشرف جنگ۔ ولادت انکی ۱۲۳۲ھ مین ہوئی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد و مولوی فضل اللہ نیوتنوی و مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی سے حاصل کی حدیث شریف کی سند مولانا آل احمد ابن محمد امام ابن مولانا نعمت اللہ محدث پھلواری سے تھی۔ فن ہیئت کی تعلیم اپنے عم محترم مفتی حکیم الدین خان سے حاصل کی۔

یہ بہت لائق و قابل باہمہ و بے ہمہ تھے۔ صوفیانہ مسلک رکھتے تھے۔ فارسی نظم و نثر پر بخوبی قادر تھے حافظہ ایسا قوی تھا کہ کلام مجید صرف ۵۶ روز مین حفظ کر لیا تھا۔ مولوی فرید الدین خان مغفور بیان کرتے تھے کہ عبداللہ شاہ ابدال کمل پوش نے (جو اکثر کاکوری آیا کرتے تھے) ایکبار انسے کلام مجید مانگا انھون نے

کہ میرے پاس صرف ایک ہی کلام مجید ہے جسمین یاد کرتا ہون۔ اُنھون نے کہا کہ اچھا یہ ہمکو دیدو تمکو کلام مجید بہت جلد یاد ہو جائیگا۔ انھون نے دیدیا۔ اُنکے ارشاد کی برکت سے بہت جلد حفظ ہو گیا۔ ایسا کہ ہر سال رمضان شریف مین آخر عمر تک پڑھا کیے۔ صرف شعبان مین دور کرتے تھے۔ اور رمضان شریف مین تین کلام مجید سناتے۔ امور انتظامیہ مین بھی مہارت تھی اور اوراد و وظائف و اشغال کے بہت پابند تھے۔

بیعت و اجازت و خلافت معہ خرقۂ فقر حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے تھی۔ مگر انھون نے بہ پاس ادب نہ کسی کو مرید کیا۔ اور نہ خلافت دی۔ مدۃ العمر خانہ نشین رہ کر امور خانہ داری و انتظام دیہات وغیرہ مین مصروف رہے۔ اور بعمر ۳۰ سال یکم ماہ ربیع الاول روز پنجشنبہ ۱۳۰۵ھ مین وفات پائی۔ اور حظیرۂ خاندانی متصل چاند محل مین دفن ہوئے قطعہ تاریخ وفات از نواب تفضل حسن خان شیدا کاکوروی ؎

پنجشنبہ یکم ربیع اول	رفت آن متقی بخلد برین
پئے سال وفات شد شیدا	از الم سر نگون بسوئے زمین
گفت ہاتف مرا بہ بین بجنان	مولوی حافظ وجیہ الدین
	۱۳۰۵ھ

وحید الدین

مولوی قاضی وحید الدین خان ابن قاضی امام الدین خان ابن حضرت ملا حمید الدین محدث رح تعلیم و تربیت انھون نے اپنے خاندان مین پائی نیز علمائے عظیم آباد پٹنہ سے تحصیل علوم کی۔ تقدس اور علمی قابلیت کیوجہ سے انکے والد نے اپنی حین حیات مین اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ عرصہ تک اُسی عہدۂ قضا پر رہے۔ اور بہت نام آوری سے اس عہدہ کے فرائض کو انجام دیتے رہے۔

بیعت انکو حضرت شاہ محمد غوث پنجابی خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید دہلوی مہاجر سے سلسلہ نقشبندیہ مین تھی۔ مولانا شاہ علی میر الحق قلندر کی ایما سے یہ مرید ہوئے۔

انھون نے بتاریخ ۱۳ ماہ ذی القعدہ ۱۲۔۔ھ پٹنہ مین انتقال کیا اور وہین محلہ لودی کٹرہ متصل دوندی بازار پائین مزار شاہ پیر یتیم رح دفن ہوئے۔

وسیم الدین

مولوی وسیم الدین متخلص بہ احقر ابن مولوی سلطان الدین ۔ ابن مولوی محمد یحییٰ ۔ ابن مفتی حافظ شہاب الدین ۔ ابن حضرت حاجی امین الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔

ولادت انکی شب جمعہ بتاریخ ۱۲ ماہ رمضان المبارک ھ ہوئی ۔ مولوی فرید علی فلک ۔ کاکوروی نے تاریخ ولادت لکھی جو درج ذیل ہے ؎

در آدینہ دوده و دواز ماہ صوم	بساعات مسعود بہجت قرین
جوان بخت فرزند اقبال مند	سعادت نشان و دوہین و متین
ثمین گوہر بحر عز و شرف	بہین خاتم سروری را نگین
فرحبخش جان و دل والدین	تولد شد از فضل جان آفرین
فلک طرفہ سالے سر ستش نوشت	خوشا یک ولی عہد سلطان دین

انھون نے علوم متعارفہ کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پائی ۔ اور اپنے جد امجد کے زیر تربیت رہے ۔ بہت قابل و لائق ادیب و منشی ہین ۔ عربی و فارسی بے نقط عبارت صفحون کے صفحہ نہایت روانی سے لکھ ڈالتے ہین ۔ تاریخین بھی خوب لکھتے ہین شعر بھی کہتے ہین احقر تخلص ہے ۔ چند اشعار فارسی بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہین ؎

فارغ از دید شوم تا ز جہان برخیزم	لامکان جایم واز کون و مکان برخیزم
بعدم تو اگر خاک بہت من گردم	دست افشانده ز کونین و زجان برخیزم
بادهٔ احمر و ہم مطرب خوشگو خواہم	تا ز مسجد بدرت رقص کنان برخیزم
اے شہ حسن بلیسے بنما صورت خویش	تا چو احقر ز سر خوب خان برخیزم

دلم صد پاره و در ہوش جانم	ز چشم مست آن خمار بادا
انا الحق می زند دل فتنہ انگیز	ہمین زیبد سرش بر دار بادا
بسیر گلشن یار است مایل	دل احقر گل و گلزار بادا

هر شب ز سر زلفت سودا بسرم افتد | هر روز بیاد رخ حالم بجنون آید
عمری ز سرت رفته کارت نشده حقیر | بگذار ره تقوی تا رنگ دگر آید

بیعت انکو حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے ہے۔ مگر استرشاد و تعلیم تصوف حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر سے اُنکے محبوب شاگردون مین سے ہین۔ مسوّدات کی صفائی کی خدمت انھین سے متعلق تھی۔ بہت مرتاض اور اچھے صوفی ہین۔ اور اُنھین کے نظر یافتہ ہین۔ چنانچہ وہ انکی باطنی کیفیت کے متعلق فرمایا کرتے تھے "کہ منشی وہاج الدین و منشی تاج الدین کے بعد وسیم الدین کا نمبر ہے"۔ انکی ذات من حیث اپنی قابلیت و کیفیات و حالات کے مغتنمات روزگار سے ہے۔ ایک مدت سے ریاست رامپور مین معزز عہدہ پر ملازم ہین۔ اور بہت نیکنامی اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین۔ پڑھانے کا بھی شوق ہے۔ عربی و فارسی اکثر لوگون کو پڑھاتے ہین۔ ابقاہ اللہ تعالیٰ

وصی علیخان

قاضی وصی علیخان۔ ابن وقار الدولہ والاجاہ قاضی محفوظ علیخان۔ ابن احتشام الدولہ ممتاز الملک عالیجاہ قاضی حافظ علیخان بہادر عباسی۔ بہ تاریخ ۲۸ ماہ رجب ۱۲۴۳ھ پیدا ہوئے۔ مولوی محی الدین خان ذوق نے قطعہ تاریخ ولادت لکھا۔ جو بجنسہ ذیل ہے ؎

قدوم پور محفوظ علی خان | ز دلہا گرد کلفت را برون رفت
شنید این مژدہ جان بخش چون ذوق | ازین شادی دل محزونش شگفت
خرد در فکر تاریخش ہمین بود | کہ ہاتف بست و ہشتم از شہر رجب گفت ۱۲۴۳

انھون نے عربی فارسی کی تعلیم مولوی باسط علی و شیخ غلام مہدی اسمنڈوی و مولوی حید علی کاکوروی تلمیذ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر۔ و شیخ وحید الزمان آسیونی سے حاصل کی۔

بیعت انکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ یہ با عتبار قابلیت اعلیٰ فرائض عہدۂ قضا سرانجام دیتے رہے۔ بہت وجیہ و خوش بیان شجاع و نفیس المزاج تھے سرکار شاہی مین عہدۂ

قائم مقامی اپنے والد بزرگوار مقرر ہوے۔ لارڈ ہارڈنگ نے کانپور مین انکو ۱۱ پارچہ کا خلعت عطا فرمایا
دربار مین مثل آبا و اجداد بہت عزت و وقعت رکھتے تھے۔ بعد انتزاع سلطنت اودھ خانہ نشین ہوے
زمانہ غدر مین اہالیان قصبہ کی امداد کی انکو بچانے کیلئے افسرون سے ملے جس کا مفصل
قصہ قیصر التواریخ مین مرقوم ہے ہنگامہ غدر کے فرو ہونیکے بعد حسب سابق کاکوری مین بعہدۂ قضا
مامور رہے۔ نہایت بارعب و صاحب دبدبہ تھے۔ قصبہ کی چکلداری انکے متعلق تھی۔ حضرت
مولانا شاہ تقی علی قلندر کے حضور مین بہت عقیدت اور خلوص تھا۔ اُنکے انتقال کے بعد حضرت
مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کیخدمت مین عقیدت و ارادت و خلوص خالصہ و صداقت سے عمر بسر کی۔

یہ فارسی کے بہت اچھے انشا پرداز تھے۔ بہت ضخیم مفصل و مشرح روزنامچہ چالیس پچاس
سال کا لکھا تھا۔ کل واقعات درج تھے۔ افسوس کہ اُسکی بہت سی جلدین تلف ہوگئین۔ اب
تھوڑا سا ان کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ اور ایک فارسی تاریخ شاہان اودھ کے حال
مین بھی لکھی تھی۔ جو غیر مطبوعہ صورت موجود ہے۔

انھونے بعارضۂ فالج بتاریخ ۲۵ ماہ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ انتقال کیا۔ اور قاضی گڈھی کے
قبرستان قدیم مین اپنے والد کے پاس دفن ہوئے۔

ولایت احمد

منشی ولایت احمد تحصیلدار ابن منشی محمد بخش حجاجی دیوی الاصل کاکوری الموطن۔ انکی ولادت
ماہ محرم ۱۲۲۰ھ مین ہوئی۔ یہ بہت قابل و لائق مخیر خلیق و متواضع ہر دلعزیز کنبہ پرور فیاض و سیر چشم تھے
ضلع سیتاپور مین مدۃ العمر تحصیلدار رہے۔ نہایت ہی نام آوری و عمدگی کے ساتھ تحصیلداری کی وہان
وہ بحیثیت حکومت حاکم ضلع سمجھے جاتے تھے۔ زمانۂ غدر اور اسکے بعد کی بیش بہا کارگذاری سے
حکام بالا بہت ہی مہربان اور شفیق رہے۔ عوام و ماتحت الگ اپنا خیر طلب اور بہی خواہ سمجھ کر تمام
کاروبار اپنے انھین پر چھوڑتے تھے ہر شخص اپنا ملجا و ماوا سمجھتا تمام اعزا و ارباب وطن کے ساتھ ہمیشہ

مسلوک رہے۔ اُس ضلع مین ابتک لوگ انکو عزت سے یاد کرتے ہین۔

جناب مولوی شاہ رکن الدین قلندر سجادہ نشین آستانۂ حضرت شاہ محب اللہ قلندر الہ آبادی سے ان سے بہت مراسم تھے۔ شاہ صاحب جب حج کو تشریف لیجانے لگے۔ تو انھون نے اُن سے چلتے وقت کہا۔ کہ روضۂ اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر میری طرف سے بعد سلام وفاتحہ خوانی اشتیاق زیارت عرض کردیجیے گا۔ شاہ صاحب نے بوقت حاضری عرض کیا کئی روز کے بعد خواب مین زیارت سے مشرف ہوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولایت احمد سے کہدو کہ وہ وہین کر حاجت روائی خلق اللہ مین مصروف رہین وہ زیادہ بہتر ہے۔ واپسی پر یہ واقعہ شاہ صاحب نے بیان کیا۔ اس سے بڑھکر مقبولیت کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے۔

بیعت انکو حضرت شاہ تقی علی قلندر سے تھی۔ انھون نے بمقام سیتاپور بعارضہ ہیضہ شب عاشورہ ماہ محرم الحرام روز پنجشنبہ ۱۳۱۰ھ وفات پائی۔ اور وہین متصل عیدگاہ دفن ہوے۔

وہاج الدین

منشی محمد وہاج الدین ابن شیخ وحید الدین ابن شیخ غلام نجف عثمانی نگرامی نزیل کاکوری انکی ولادت ۱۲۶۱ھ مین ہوئی۔ درسیات ابتدائی اور فارسی مولوی محمد یعقوب ملیح آبادی سے پڑھے اور عربی صرف ونحو وتفسیر وتصوف وغیرہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر۔ وحضرت حافظ شاہ علی انور قلندر سے پھر اپنے ماموں نواب یار جنگ مرحوم کے ہمراہ ہردوئی جاکر انٹرنس تک انگریزی پڑھی۔ اور ملازمت انگریزی مین سررشتہ داری سے تحصیلداری اور ڈپٹی کلکٹری تک ترقی کی۔ حسن کارگذاری۔ مستعدی معاملہ فہمی۔ قابلیت انتظامی۔ محنت ودیانت داری وعدل وانصاف مین نامور۔ حکام کے طبقہ مین ممدوح۔ رعایا کی نظر مین نہایت مقبول رہے۔

صفات ظاہری مین خداوند تعالی نے خوبصورتی۔ خوش خلقی۔ فیاضی۔ مہمان نوازی۔ استغنا۔ پختہ مزاجی۔ بلند خیالی۔ عفت۔ ذہانت۔ شجاعت کا مجمع بنایا تھا۔

نعمات باطنی مین صدق و اخلاص و ہمت و قنوت و ثبات و توکل و رضا و معرفت تامہ سے سرفراز فرمایا تھا۔ لباس و دنیا داری مین درویش کامل و عارف بے بدل تھے۔ حقائق و معارف بیان کرنے مین بحر مواج تھے۔ تقریر بہت صاف عبارت مین نہایت جامع و منتج خیز ہوتی اور بہت لمبی کہ دو دو شبانہ روز ایک ایک بیان کا سلسلہ رہتا۔ مسئلہ وحدت الوجود مین خاص غلو تھا۔ اُسکو ایسی وضاحت سے بیان کرتے تھے کہ اس زمانہ مین اور کوئی ویسا بیان کرنے والا نہین دیکھا گیا۔ طالبین کو فیض باطنی بھی دیتے اور سلوک راہ حق کراتے تھے۔

بیعت انکو حضرت شاہ تقی علی قلندر سے تھی۔ اور اجازت و خلافت و استرشاد حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے اور حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر نے بھی انکو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔ مگر انھون نے بپاس ادب کسیکو مرید نہین کیا۔

تصنیفات سے دو کتابین علم تصوف مین یادگار ہین۔ ایک الکہف والرقیم مصنفہ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رح کی اردو شرح موسومہ بہ فیض الکریم۔ جو معہ مقدمہ کے چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس مین عجیب و غریب نکات اور بے مثل حقائق و معارف تحریر کئے ہین۔ دوسرا رسالہ کبریت احمر۔ جو لفظ قلندر کی تشریح اور مقام قلندری کے بیان مین خاص طرز اور عجیب عنوان سے لکھا گیا ہے۔ یہ دونون کتابین طبع ہوکر شایع ہوگئین ہین۔

انھون نے ۲۶ سال انگریزی ملازمت کرکے اپنے حسنات ظاہری سے خلق کو نفع و آرام پہونچایا اور اُس کے ساتھ ۳۶ سال سلوک باطنی کرکے مدارج و کمالات حاصل کئے۔ اور طالبان حق کو فیض باطنی سے شاد کام کیا۔

انھون نے بتاریخ ۳ ماہ جمادی الاولےٰ سنہ ۱۳۳۱ھ روز جمعہ بوقت ۲ بجے شب کو بعمر ۶۰ سال وفات پائی۔ اور ۴ ماہ جمادی الاولےٰ روز شنبہ کو بعد عصر درگاہ حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر رح مین جانب مشرق دفن ہوئے۔ بالین مزار یہ قطعہ تاریخ مصنفہ مولوی محمد عاصم قیس نصب ہے۔

وہاج الدین قلندر رند ہشیار — دلش کز بادۂ خمار شد مست

دل او عین تن آمد ازان رو — تنش از صحبت دلدار شد مست

ازان مے مست آمد او کزان مے — جنید و شبلی و عطار شد مست

بنوش آمد چو شمس الدین تبریز — چو ملا بر سر بازار شد مست

مجو حالش بگو سال وصالش — کہ قیس او بے سرود ستار شد مست

۱۴۴۹ – ۱۳۸ – ۱۳۲۱ھ

زجام و بادہ مل۔ در گذشتہ ۱۳۸ — انا الحق می زد و بر دار شد مست

اسکے مفصل حالات و ملفوظات مین ایک مستقل کتاب عیون المعارف من شیون العارف مرتبہ مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی شایع ہوگئی ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے مفصل حالات اس مین مذکور ہین۔ اسکے پڑھنے اور انکے حالات کے مطالعہ کرنے سے بہت فوائد حاصل ہوتے ہین۔

---

(۵)

ہادی حسن خان محرور

منشی ہادی حسن خان متخلص بہ محرور۔ ابن منشی علی حسن خان ۔ ابن منشی معشوق علیخان ۔ ابن شیخ طفیل علی۔ یہ تباریخ ۱۰ ماہ شعبان المعظم روز پنجشنبہ ۱۲۳۲ھ پیدا ہوے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کی خدمت مین پائی بہت قابل و لائق تھے ۔ ابتداے عمر سے شعر گوئی کا شوق تھا۔ محرور تخلص کرتے تلمذ امیر حسن خان بسمل سے تھا۔ اپنے وقت کے قادر الکلام و فاضل شعراءین تھے ۔ انکا مختصر سا دیوان عمدہ یادگار موجود ہے ۔ چند اشعار اردو و فارسی بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل مین ۔

اشعار فارسی

برق طپان اگر طپد خندہ نما کہ اینچنین ۔ ابر سیہ چو در رسد زلف کشا کہ اینچنین
نکہت پیرہن ز تو گر طرف چمن رسد ۔ لاف زند بہ بوے گل باد صبا کہ اینچنین

روے آن شوخ ستمگر گرید ۔ جلوۂ مہر منور نگرید
دولت حسن کسے در شب وصل ۔ دیدہ را کرد تو نگر نگرید
در فراق صنم برق لقا ۔ اضطراب دل مضطر نگرید
سازوار است مرا آتش غم ۔ مرغ دل بال سمندر نگرید
نامہ ام بردو پیامش نرسید ۔ نارسائی کبوتر نگرید
بہر پر آبلہ پاے دلم ۔ موے مژگان شدہ نشتر نگرید
در شب وصل اجل حسرت و نیافت ۔ منت این تن لاغر نگرید
سر بسر لطف سخن می بارد ۔ نظم محرور سخنور نگرید

ہر نفس آب دل از چشم تر آید بیرون ۔ آہ آغشتہ بخون جگر آید بیرون
سینہ چون دیگ عرق جوش بجوش است مرا ۔ دل مگر سوخت کہ درد و دبر آید بیرون

اشعار اُردو

سکھائی ہے عجب رفتار تونے اپنے توسن کو
طرارون سے کیا پامال اُسنے میرے مدفن کو

نہ کیون ہو خنجر قاتل سے الفت میری گردن کو
بمشکل چھوڑتا ہے جذب مقناطیس آہن کو

عوض مین بار کے گر بار احسان رکھا قاتل نے
ہوئی کچھ بھی سبکدوشی نہ سر کٹنے سے گردن کو

تری زلفون سے تزئین کیلئے مشاطہ طالب ہے
ہم اپنے ہاتھ کے تل سے نکالین آج روغن کو

ذرا سی بات پر آزردہ کر دینا نہ لے محزون
کیا ہے لاکھ تدبیرون سے تابع شیخ پرفن کو

زلف رسا سے موسے کمر کا پتہ ملا
عنقا شکار ہند صنم سے بندھا ملا

گالون پر اُنکے سبزہ کا نشو و نما ملا
مصحف خط بہار مین ہمکو لکھا ملا

دل کو زیادہ آپ سے پایا اسیر عشق
غمخوار بھی بلا مین ہمین مبتلا ملا

بوسہ دہن کا لیکے ہوے بادشاہ ہم
گویا خراج چشمہ آب بقا ملا

مرنے کے بعد بھی نہ گیا اضطراب دل
صحرائے حشر بھی مجھے وحشت سرا ملا

محزون مدح خوان نے لکھے گو ہزار وصف
پر گالیان ملین نہ دہان سے صلا ملا

بیعت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر سے تھی۔ پیر و مرشد کی شان مین ایک قصیدہ نہایت عمدہ لکھا تھا۔ انھون نے چند سال سرکاری ملازمت کی۔ نہایت خوشخو و بردبار تھے۔ ایک عرصہ تک کالپی مین تحصیلدار رہے۔ بالآخر بتاریخ ۹ ماہ محرم الحرام روز پنجشنبہ ۱۲۷۲ھ بمقام کاکوری انتقال کیا۔ اور خاندانی قبرستان واقع تکیہ بے نوا شاہ مین دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از نواب افضل حسن خان شیدا کاکوروی ہے

قبلۂ ہادی حسن کہ اخوی من
شربت مرگ ناگہانی خورد

چون نہ گریم ازین الم شیدا
کہ فلک برسرم جفا آورد

پنجشنبہ نہم محرم بود
سوئے جنت چو رخت خویش سپرد

یافتہ سال فوت آن مغفور
چون مکرر نگاہ کرد بخلد

۱۲۷۲ھ

ہادی علی

مولوی ہادی علی شہید۔ ابن مولوی حافظ مظہر علی نواسۂ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ بہات دیندار پرہیزگار حلیم المزاج و بردبار تھے۔ اولاً اطراف ہمیرپور مین نائب تحصیلدار رہے۔ پھر راٹھہ ضلع ہمیرپور مین تحصیلدار ہوگئے۔ دیانت و کارگذاری سے حکام کو بہت خوش کیا۔ غدر مین عہدہ تحصیلداری پر مامور تھے۔ باغیون کی سرکوبی کیلئے گورنمنٹ سے حکم ملا۔ اسی انتظام مین مصروف تھے کہ یکایک نانا راؤ کی فوج نے آکر گھیر لیا اور ایسا زغہ کیا۔ کہ تین دن تک بے آب و دانہ رہے۔ ۷ ماہ محرم ۱۲۷۵ھ مطابق ۷ اراگست ۱۸۵۸ء مین روز شنبہ کو نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ کہ تشہد کی حالت مین باغیون سے جس نے تلوار منہ پر ماری تھی انھون نے بعد سلام اُسکی گردن پکڑ کر ایک ایسا گھونسا مارا جس سے اسکی ہڈی پسلی ٹوٹ گئین اور مرگیا۔ پھر اور باغیون نے انکو شہید کیا۔ یہ قصہ ہان کی تاریخ مین مذکور رہی۔ بعد شہادت انکا سب اسباب باغیون نے لوٹ لیا۔ انکی سواری کا سبزہ گھوڑا جو تھا اوسکو بھی باغی لیگئے تیسرے روز قبر پر آکر اُسنے بھی جان دی۔ ۷ ماہ محرم کو انکی قبر پر میلہ بھی ہوتا ہے۔ گورنمنٹ نے جانفروشی کے صلہ مین انکی اہلخانہ کی ۵۰ روپیہ ماہوار پنشن مقرر کی۔ اُنکے انتقال کے بعد انکی بیٹی کے ۲۰ روپیہ مقرر ہوے۔ جو تاحیات جاری ہے۔

ہادی علی ہفت قلم

مولوی حاجی حافظ ہادی علی خوشنویس ہفت قلم کاکوری المدفن۔ ابن مولوی محمد مہدی۔ ابن مولوی محمد عظیم۔ ولادت انکی بمقام بنارس ۱۲۱۴ھ مین ہوئی۔ بعد و شعور سے بغرض تحصیل علم لکھنؤ آئے۔ اور علماء فرنگی محل سے تحصیل علم کی۔ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ سات طرح کے خط علی وجہ الکمال جانتے تھے۔ جسکی وجہ سے ہفت قلم مشہور ہوے۔ اور ایسی شہرت حاصل کی جو محتاج بیان نہین۔ لکھنؤ کے بہت لوگ انکے شاگرد تھے ۱۲۳۴ھ سے مستقل قیام لکھنؤ کا اختیار کر لیا تھا۔

بیعت سلسلہ چشتیہ مین حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی سے تھی۔ انھین کے ہمراہ کاکوری آئے

اور بعد وفات اپنے پیر و مرشد کے اسی سلسلہ کی اجازت اُنکے خلیفہ حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے حاصل کی۔ بعد وفات حضرت غوث ملت اپنے بڑے بیٹے مولوی محمد مبین کو حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کا مُرید کرایا۔

یہ بہت آراستہ مزاج لطیف و ظریف شخص تھے آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ مگر با این ہمہ برابر لکھتے رہتے تھے۔ حافظ عزیز حسین علوی کاکوروی انکے ارشد تلامذہ مین تھے۔ اسی حالت نابینائی کا یہ عجیب و غریب قصہ ہی کہ انھون نے حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کے مزار شریف کی مسہری کیلئے ایک چھت کپڑے کی بنوائی۔ اور اس کپڑے پر بجائے داخل کے اپنے ہاتھ سے آیۃ الکرسی بخط نسخ لکھی اور اسکے درمیان مین سورۂ اخلاص کا طغرا لکھا۔ اور اس نفاست سے بنایا کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی حافظ عزیز حسین صاحب مغفور خود بیان کرتے تھے کہ اس چادر کے لکھتے وقت مین حاضر رہتا تھا۔ یہ مجھے کہدیتے تھے کہ جہان پر سے حرف لکھوانا منظور ہو وہان پر میرا ہاتھ رکھدو۔ چنانچہ حافظ صاحب رکھدیتے تھے۔ اور یہ لکھتے چلے جاتے تھے۔ وہ چھت اب تک یہان موجود ہے کپڑا اسکا البتہ بوجہ امتداد زمانہ بوسیدہ ہوگیا ہے لیکن حرف کی آب و تاب اب بھی وہی ہے۔

وفات انکی بتاریخ ۱۵ ماہ رجب شب جمعہ ۱۲۹۶ھ مین ہوئی۔ اپنی وصیت کے مطابق احاطہ تکیہ شریفہ مین متصل چاہ بنا کردہ ڈپٹی منصور علی صاحب دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی حکیم لطف اللہ لکھنوی سے

ہاے مولاے ہادی مہدی	کہ ندیدش ندید صاف و نہ دُرد
ناخن کلک حسن تعلیمش	مشق خطاط را بخاک سپرد
خوشنویسے کہ نسخ و نستعلیق	ہمہ با خود بداشت و با خود بُرد
شب آدینہ بعد نیم رجب	چون براہ عدم قدم بفشرد
لطف جستیم سال تاریخش	غم دل گفت خوشنویسی مرد
	۱۲۹۶ھ

(ی)

یار علی بیگ

مرزا شاہ یار علی بیگ قلندر مغلیہ خاندان سے تھے وطن اصلی انکا امرات دہلی مین تھا۔ انکو بیعت حضرت مولانا شاہ حمایت علی سے تھی۔ اور اجازت وخلافت سلاسل سبعہ معہ لباس فقر حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے۔ اذکار واشغال کی تعلیم دونون حضرات سے ہوئی۔ مرید ہونیکے بعد سے یہ کاکوری مین رہے۔

یہ بڑے خوش اوقات خالص الارادت قلندر منش قوی الہمت بزرگ تھے۔ جد محترم مولانا محمد علی بلیغ بیان کرتے تھے کہ مین نے انکو دیکھا تھا۔ ایک مرتبہ ان سے اور حضرت شاہ بہرام علی قلندر اور حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کے درمیان قوی التصرف ہونیکا تذکرہ ہوا۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ ہم مین کس کا تصرف قوی ہو۔ چنانچہ ساونی کے درخت پر جو اب بھی صحن خانقاہ مین موجود ہے۔ اولاً شاہ بہرام علی قلندر متوجہ ہوے جس سے پتیون مین جنبش ہوئی۔ پھر شاہ انشاء اللہ قلندر متوجہ ہوے اُس سے شاخون اور پتیون مین جنبش ہوئی۔ پھر یہ متوجہ ہوئے۔ اُسوقت پورا درخت ایسا ہلنے لگا کہ قریب تھا کہ گر پڑے۔ یہ حالت دیکھکر انھون نے توجہ ہٹالی اور کہا کہ کیا شعبدہ بازی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

منقول ہو کہ انھون نے اپنی بسر اوقات کا یہ طریقہ رکھا تھا کہ اذکار واشغال کے بعد جوتہ کی اوگیان بنایا کرتے اور اُسکو فروخت کرکے اپنے صرف مین لاتے۔ اکثر امرائے قصبہ انکے حالات سے واقف تھے۔ وہ فوراً خرید لیتے۔ یہ اپنی کمال سچائی سے جو کچھ اُسکی لاگت ہوتی وہ پہلے بیان کردیتے زائد حالات نہ دریافت ہوسکے ۱۲۵۶ھ یا ۱۲۵۸ھ مین انھون نے وفات پائی۔ مزار احاطہ تکیہ شریفہ مین متصل چاہ بنا کردہ ڈپٹی منصور علی صاحب واقع ہے۔

یوسف علی

مولوی یوسف علی ۔ ابن شیخ شرافت علی ۔ ابن شیخ غلام مرتضی ملک زادہ مصنف جواہر الانشا
ولادت انکی بروز دوشنبہ ۱۲۰۳ھ مین ہوئی تعلیم و تربیت سب سندیلہ مین پائی ۔ بہت لائق و قابل و
انشا پردازی مین یکتا تھے ۔

راجہ درگا پرشاد سندیلی تاریخ بوستان اودھ مین لکھتے ہین کہ ۔

"منشی یوسف علی از رؤسائے این قصبہ بود ملازمت سرکار انگریزی کرد تا بعہدۂ منصفی رسید
مدتے است کہ ودیعت حیات سپرد نمود در انشا پردازی بے نظیر و بے عدیل بود گویم کہ در صد سال
مثل او انشا پردازے و نثارے درین دیار و جوار برنخاستہ حیف کہ کلامش بانطباع در نرسیدہ
شنیدہ شد کہ یاران اکثر کلامش بدزدی بردند و از نام خود ہا مشتہر کردند"

یہ ابتداے عمر مین اپنے والد کے ساتھ کلکتہ گئے ۔ اور وہین ملا عبداللہ شیرازی سے عربی فارسی
پڑھی ۔ اور بہت بڑے نثار اور منشی ہوئے نظم بھی اچھی لکھتے تھے یوسف تخلص تھا لیکن نثر مین
بے عدیل تھے ۔ بہترین قصائد غزلیات ۔ خطوط ۔ اور نثر کے مضامین لکھے ۔ مگر بوجہ وارستہ مزاجی اپنا
کلام جمع نہین کیا ۔ بروقت طلب شاگردون کو دیدیتے ۔

انکے مستقل تصانیف حسب ذیل ہین (۱) شہر آشوب لکھنؤ (۲) زنانہ بازار (۳) انشا مخزن صفات
(۴) واقعہ شہادت مولوی امیر علی شہید (۵) مناظرہ مصطلحات (۶) نثر ماتم ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

انکے تلامذہ بہت ہوے ۔ علاوہ مولوی حافظ شوکت علی سندیلی کے کثرت سے حضرات سندیلہ
و کاکوری شاگرد تھے ۔ اکثر باہر کے لوگ بھی تھے ۔ جنکی طویل فہرست مولوی حافظ شوکت علی سندیلی
نے اپنے رسالۂ ثمرۃ الانظار مین لکھی ہے ۔

یہ بہت سخی اور مہمان نواز کریم النفس تھے ۔ درود کے بہت بڑے عامل تھے ۔ حضرت مولانا
شاہ تراب علی قلندر سے بیعت تھی ۔ تھوڑا سا کلام ملگیا جو درج ذیل ہے ؎

اے درد تو چارہ ساز جانہا   داغ تو چراغ دودمانہا

اے بوے خطت بلاے جانہا   روے تو بہار گلستانہا

از شیوۂ غمزہ ہاے خونریز   گویا کہ گرفتہ شد زبانہا

اے نالۂ آتشین بگردان   خاصیت دور آسمانہا

سوداے تو دشت کرد آباد   ویران افگند خانمانہا

یوسف کف خاک من زمین نشست   افتاد قفاے کاروانہا

اداے نالۂ دل ناتوان نمی داند   ہلاک درد محبت فغان نمی داند

فسردہ دل نشناسد ز ہم نشاط و ملال   نہال خشک بہار و خزان نمی داند

خروش حسرت واماندگان ظہور جہد است   فغان ما جرس کاروان نمی داند

چرا ہواے چمن بلبل قفس دارد   مگر ستمگری باغبان نمی داند

فتادہ کار من خستہ جان بہ سنگدلے   کہ سیل اشک ز آب روان نمی داند

ہمیشہ با ہمہ کس گرم داشت معرکہ   طریق صلح مگر آسمان نمی داند

مکن تقاضاے ام ہرزہ اے جرس فریاد   دل تو لذت درد نہان نمی داند

سزد اگر نگہے شوق نقش پا فگند   کسے کہ حال من ناتوان نمی داند

ز بس بعشق تو آوارۂ جہان گردید   کسے ز یوسف شیدا نشان نمی داند

گرہ نگشود و نگشاید پری رشتۂ کار ما   ہمین در پیچ و تاب جان بر آمد روزگار ما

نشد حاصل بجز سرگشتگی چیزے ز پہلویش   فتد یارب بہ دلہاے دو دل وحشت شعار ما

بخلوت گاہ دل جاے مدہ مشکل خیالی را   تجلی گاہ شمع طور کن این بزم حالی را

سحرگہ در قفس بلبل صفیر خوش چکان سر زد   بیان میکرد شاید قصۂ فرسودہ بالی را

سرگرم خیال لب یار است دل ما   زین بادہ چہ بے سنج خمار است دل ما

بر روضۂ رضوان ثمرہ وا ننماییم   تا حسن ترا آئینہ دار است دل ما

نگذاشت ادب تا برخت دیده کشایم | در وصل تو با ہجر دو چار است دل ما
بر باد مده ناوک دل دوز بصیدے | اے ترک بیا جائے شکار است دل ما
عمریست کہ دور از رخ دلدار چو یوسف | غلطان بسر بستر خار است دل ما

آنھون نے غدر کے بعد چند روز بعارضہ تپ محرقہ علیل رہ کر تباریخ ۷ ار ماہ محرم روز جمعہ وقت شب ۱۲۷۵ھ مین رحلت کی اور سندیلہ مین اپنے باغ مقابر قدیم محلہ مہتوانہ مین دفن ہوئے قطعہ تاریخ وفات از منشی عابد علی سندیلی سے

جناب مولوی یوسف علی آنکہ | بعلم و فضل صدر انجمن بود
شگفتہ تر ز فروردین جبینش | ریاحین حرف طبع او چمن بود
روان فرسا غم او شد کہ مارا | برادر بود و ہم انباز فن بود
برائے سال تاریخش چنان گفت | کہ آہ این یوسف مصر سخن بود

۱۲۷۵ھ



خاتمہ مشتمل بر چند فصل

فصل اول در ذکر امرائے ہنود قصبہ کاکوری

نہایت ناانصافی تھی کہ اگر مین ان اوراق پریشان کی ترتیب اپنی مذہبی بزرگون کے بہترین تذکرہ کا نہ بیان ہونے کرتا۔ اور اہل ہنود امرا و ارباب علم سے بالکل چشم پوشی کرجاتا۔ اخلاقاً یہ امر معیوب تو ہئی ہے۔ خود کتاب مین اسکی وجہ سے ناقابل تلافی کمی رہی جاتی تھی۔ جسکو مین برابر محسوس کرتا رہتا تھا۔ اور اس کوشش مین تھا۔ کہ ان لوگون کے حالات بھی اگر ملجاتے اور درج کتاب ہو جاتے تو بہتر تھا۔ مین اپنی کوشش مین بوجہ ناکامیابی مایوس ہو چلا تھا۔ ایک روز اتفاقاً اپنے عنایت فرما منشی لکشمی رام عرف للو مہراج مدرس مدرسہ کاکوری سے مین نے اس کتاب کا تذکرہ کرکے اپنا مرکوز خاطر ان سے ظاہر کیا۔ انھون نے حالات فراہم کردینے کا وعدہ کیا۔ اور ارباب وطن سے ملکر کچھ مختصر حالات بھی لاکر دئے۔ مین انکا ممنون ہون چونکہ موجودہ حضرات اہل ہنود کے آبا و اجداد کو زمانہ دراز گزر چکا۔ روزنامجات و سوانح دستبرد زمانہ سے ضایع ہو چکے۔ اور بہت سے متمول خاندان تباہ و برباد بھی ہو چکے۔ مختصراً جو حالات معلوم ہو سکے۔ وہ غنیمت سمجھ کر نذر ناظرین کئے جاتے ہین۔

دیوان لچھ رام

یہ کالستھ تھے۔ انکے خاندان کے مورث اعلیٰ مہاراج دھرمدھوج موضع جیون شہر سرینگر کشمیر کے رہنے والے تھے۔ وہان سے آکر کاکوری مین بود و باش اختیار کی۔ حکام و سلاطین وقت سے اراضیات وغیرہ معافی مین ملین۔ خاندانی کاغذات نیز ڈسٹرکٹ گزیٹیر تاریخ انقلاب لکھنؤ سے واقعات ذیل معلوم ہوتے ہین۔

جسوقت مہاراج مرجاداپرسوتم سری رام چندرجی لنکا سے اجودھیا آئے اور راج کرنے لگے تو

بھرت جی کو کشمیر اور سرہن جی کو متھرا اور لچھمن جی کو لکھنؤ بھیجا۔ لچھمن جی نے گومتی کے کنارہ جنگل کٹوا کر اپنے نام سے لچھمن پور آباد کیا جو اب لکھنؤ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اُنکے ساتھ جو بیر تھے (جنکو سنسکرت مین بیس کہتے ہین) اُنھون نے اپنے اپنے رہائش بنیا کے مکان کو ہندی مین بارہ کہتے ہین۔ لکھنؤ سے دریائے گنگ تک بیس بارہ تھا۔ جو بیسواڑہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ان مین کا ہر شخص اپنے بنائے ہوئے اور آباد کردہ اراضی کا مالک ہو گیا۔ لچھمن جی کے ساتھ اور اُنکے ہر ایک بیر کے ساتھ راج ادھکاری یعنی دیوان ہوئے۔ لکھنؤ سے مغرب کی جانب ایک بیر راجہ ہوا جس نے اپنا قلعہ بنوا کر لکھوڑ گڈھ اُس کا نام رکھا۔ اُس مین دیوان راجہ رام کے خاندانی بزرگ دیوان ہوتے تھے۔ بہت دنون تک اُنکا راج رہا۔ اور دیوانی کا عہدہ اسکے خاندان مین رہا۔ وجہ معاش کے لئے اراضیات لکھوڑ گڈھ خاص و دادن پور بھلیا معاف ہوئے جس سے بسر اوقات ہوتی تھی۔ جب راجہ سانتن تخت نشین ہوا۔ اسکو ملک اسعدالدین وزیر سلطان حسین شرقی جونپوری نے یہ دھوکا دیا کہ بادشاہ سے ناراض ہو کر آیا ہے۔ اُسکے قلعہ مین آکر پناہ گزین ہوا۔ تو تمام راجگان بیسواڑہ اُسکی مدد پر آمادہ ہو گئے۔ ایک دن ہمراہی سیدون کی شکایت پر کہ وہ نماز نہین پڑھنے پاتے ہین۔ وزیر نے تمام ہندون کو مار ڈالا۔ اور بادشاہ کی طرف سے قلعہ پر قابض ہو گیا۔ بعد اطلاع سلطان شرقی نے اور فوج بھیجی۔ جس نے راجہ سانتن کو شکست دیکر قلعہ وغیرہ کو کھود ڈالا۔ اور تمام آبادی کو ویران کر ڈالا۔

راجہ رام اسی راجہ یعنی راجہ سانتن کے دیوان تھے۔ جب شاہی قبضہ ہوا۔ تو کل دیہات شاہی ہو گئے۔ بجائے لکھوڑ گڈھ کے اس قصبہ کا نام کاکوری ہو گیا۔ مگر اراضیات قصبہ خاص کر موضع دادن پور بھلیا جو دیوان صاحب کی معافی مین تھا۔ بدستور قائم رہا۔ آخر عمر مین یہ اپنے بیٹے دیوان ادھار سنگھ کو اپنی جگہ پر مقرر کرا کے خود بغرض یاد الٰہی اجودھیا چلے گئے۔ دیوان ادھار سنگھ کے بیٹے دیوان ٹاونی مل ہوئے پھر اُنکے بیٹے بھگکاری داس ہوئے۔ جو بہت کامل فقیر گذرے ہیں کہا جاتا ہی کہ اُنکے عرصہ تک اولاد نہین ہوئی تھی کہ ایک کامل فقیر اُنکے پاس آئے۔ اور اُنکو گوشہ نشینی کی

ہدایت کی۔ انھون نے بلحاظ ان سے عرض کیا کہ سلسلۂ خاندانی چلنے کیلئے اولاد ہوجاتی تو بہتر تھا۔ آرزو پوری ہوجاتی۔ شاہ صاحب نے دعا دی۔ اور کہا کہ جب لڑکا پیدا ہو تو اسی سال گھر چھوڑ کر اجودھیا جاکر خدا کی یاد کرنا۔ اور لڑکے کا نام راجہ رام رکھنا۔ شادی بیاہ مین گیرُوے کپڑے پہنانا۔ اور گوشت شراب کی قطعی ممانعت کردی۔ چنانچہ اب تک اس خاندان مین یہی دستور چلا آتا ہے۔

ان راجہ رام ثانی کو بجاے دیوانی کے قانون گوئی کا عہدہ ملا۔ انھون نے بود و باش کیلئے اس قصبہ مین اپنے نام سے راجہ رام محلہ آباد کیا۔ یہ محلہ بستی رام کے کٹرہ کے پشت پر جانب شمال آباد تھا۔ جسکے بعد اب میراثیون محلہ آباد ہے۔ اس محلہ مین ہر قوم کے لوگ آباد ہوے۔ اب بھی آبادی ہے۔ بندوبست بالا نواب سعادت علیخان کے وقت تک بدستور چلا آتا رہا۔ انکے وقت یعنی ۱۹۰۸ء مین معافیان ضبط ہوگئین محض مکانات خاص اور محلہ راجہ رام اور باغات اور تالاب کیشوداس عرف سالاری باقی رہ گئے۔ عہدۂ قانون گوئی البتہ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے وقت تک رہا۔

یہ عرصہ تک قانون گو رہے۔ انکی اولاد مین برابر یہی قانون گوئی کا عہدہ چلا آیا۔ دیوان رام پرشاد کے وقت تک جو انکی ساتوین پشت مین گذرے ہین۔

رام پرشاد

دیوان رام پرشاد۔ ابن مٹھو لال قانون گو۔ ابن کیول سین قانون گو۔ ابن درگی لال قانون گو ابن کیشوداس قانون گو۔ ابن گوبردھن داس قانون گو۔ ابن راجہ رام قانون گو۔ ابن دیوان بھکاری داس۔ ابن دیوان ٹماؤنی مل۔ ابن دیوان ادھار سنگھ۔ ابن دیوان راجہ رام

یہ ۱۷۵۹ء مین پیدا ہوے۔ انھون نے قانون گوئی سے پھر عہدۂ دیوانی حاصل کیا الماس علیخان خواجہ سرا کے دیوان رہے۔ یہ بہت بڑے محاسب مشہور تھے۔ قصبہ کے بہت سے لوگون نے ان سے تعلیم پائی۔ تصانیف بھی حسب ذیل چھوڑے (۱) مثنوی ایجاد رنگین (۲) تحفۃ الملوک در بیان اقوال بزرگان (۳) کشایش نامہ (۴) نیرنگ بہار۔ یہ سب کتابین قابل دید ہین۔

انھون نے اپنے زمانہ مین کالیستھون اور ہر ہر فرقہ کے لوگون کو بیرون جات سے بلا گریز باشندگان قصبہ کو لکھنؤ مین معززعہدون پر نوکر رکھا یا اور یہان لاکر آباد کیا۔ دستر خوان انکا بہت وسیع تھا اور بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ انھون نے ۱۸۱۹ء مین انتقال کیا۔ انکے بیٹے منشی تہولال تھے یہ بھی بریلی مین قانون گو رہے انکے تین بیٹے ہوئے لالہ نوندہ راے۔ لالہ سب سکھ راے۔ منشی تیبونراین۔

لالہ نوندہ راے بھی قانون گو تھے۔ آخر آخر ترک ملازمت کر کے گھر پر خدا کی یاد کرنے لگے دو رسالہ گنجینۂ معرفت و تحفۂ درویش انکے مصنفات سے یادگار ہین۔ انکے دو بیٹے منشی لال جی و منشی گلال جی تھے۔ ان دونون نے فارسی کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی نور قلندر سے پائی یہ دونون بہت فقیر دوست تھے۔ ان مین سے منشی لالجی نے بہت سی کتابین لکھین قریب بیس کتابون کے اردو و ہندی زبانون مین یادگار موجود ہین۔ چند کے نام یہ ہین۔ مجموعۂ صفات انسانی۔ ذخیرۂ سعادت۔ تاریخ بہرام گھاٹ۔ ہدایت المبتدی۔ جیون چرتر۔ مہاراجہ ٹکیٹ راے وغیرہ وغیرہ منشی گلاجی بعہدۂ تحصیلداری مامور رہ کر پنشن یاب ہوئے۔ صاحب اولاد ہین۔ انکی اولاد سب قابل و لائق ہے اور برسرکار۔ بہت عزت اور وجاہت کیساتھ ان لوگون کی بسر ہوتی ہے۔

دیوان رام پرشاد کے دوسرے بھائی لالہ امید راے تھے۔ جو نواب شجاع الدولہ بہادر کے عہد مین یعنی ۱۱۸۰ئھ مین چکلہ دار تھے۔ انکے ایک بیٹے راے بستی رام ہوئے۔ جو بہت امیر کبیر تھے۔ یہان قصبہ مین عالیشان مکانات تعمیر کرائے۔ بازار آباد کیا تھا موسومہ بہ بستی رام گنج اب تک موجود ہے۔ انکی پسری اولاد مین اب کوئی موجود نہین۔ دختری اولاد ہے۔

جسونت راے

لالہ جسونت راے۔ یہ یہان کے قدیم باشندے ذی حیثیت و وجاہت قوم کالیستھ سے تھے انکے دو بیٹے ہوئے منشی ہیرالال۔ و منشی جواہر لال۔ اول زمانۂ شاہی مین بعہدۂ بخشی گری مامور تھے

جنکے بیٹے منشی مکندلال حیدرآباد مین نائب مددگار مہتمم بندوبست رہے۔ بہت قابل ولائق اور شاعر بھی تھے۔ جوہری تخلص کرتے تھے۔ دیوان اور مثنویان مطبوعہ موجود ہین اور مقبول عام ہوچکین انکی اولاد بھی خوشحال ہے۔

منشی جواہرلال مدة العمر ریاست کپورتھلہ مین ملازم رہے۔ انکے پوتے منشی اودھ بہاری لال تھے۔ جنھون نے فارسی وغیرہ کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پائی۔ بہت اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ ریاست حیدرآباد دکن مین وکیل تھے۔ انکی اولاد بھی خوشحال ہے۔

فصل دوم ذکر مؤلف کتاب عفی لہ و لوالدیہ

احب الصالحین ولست منہم | لعل اللہ یرزقنی صلاحًا

مثل مشہور ہے کہ پھول کیلئے خار۔ اور خزانہ کیلئے مار۔ اور شراب کیلئے خمار۔ اور آسمان کیلئے غبار ضروری ہی۔ لہٰذا اس بندۂ ہیچ میرز منود بے بود نے بھی اگر اپنی حالت کا اظہار مناسب سمجھکر کتاب کے ایک صفحہ کو مثل نامۂ اعمال سیاہ کر ڈالا تو کچھ بیجا نہین۔

خصوصًا ایسی حالت مین کہ ایک گروہ اہل علم نے خود اپنا حال اپنی مصنفہ کتابون مین لکھا ہی۔ جیسے ملا عبد الغافر فارسی نے تاریخ نیشاپور مین۔ اور حافظ تقی الدین ابن فہد نے تاریخ مکہ مین۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے قضات مصر مین۔ اور ابو شامہ نے روضتین مین اور یاقوت حموی نے معجم الادبا مین اور لسان الدین خطیب نے تاریخ غرناطہ مین اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار مین۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف مین۔ اور مولوی رضا حسن خان کاکوروی نے لامیۃ الہند مین انکے علاوہ اور اور مصنفین نے بھی اپنے اپنے حالات لکھے ہین۔ بہر صورت مین بھی بزبان حال کہتا ہون ؎

گرچہ از نیکان نیم خود را بنیکان بستہ ام | در بہار آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

محرر سطور عافاہ اللہ نے یکم ماہ شعبان المعظم روز پنجشنبہ وقت صبح ۱۳۱۱ھ مین اس عالم ناسوت مین قدم رکھا۔ اور اولًا حضرت والد ماجد قدس سرہ کے سایۂ عاطفت مین نشو و نما پانا شروع کیا لیکن جب ۸ محرم ۱۳۲۴ھ کو آنجناب نے وفات پائی تو حضرت برادر معظم مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی کی خدمت سراپا برکت مین پرورش و پرداخت و تعلیم و تربیت پائی۔

بدو شعور سے تحصیل علم کی طرف توجہ کرائی گئی۔ بحکم حضرت والد ماجد قدس سرہ اولًا کلام مجید حفظ کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مختصرات فارسی کی تحصیل بھی انھین سے کی ۔ ۱۳۲۶ھ مین حفظ کلام مجید سے بتوجہ حافظ غلام محمد مرحوم ابن حافظ محمد علی نابینا اُستاد حضرت والد ماجد قدس سرہ فراغت پائی

پھر علوم عربیہ کی تحصیل حضرت اخی و مولائی مدظلہ کی خدمت میں شروع کی۔ جملہ علوم صرف و نحو و منطق و معانی و بیان و فقہ و اصول و مناظرہ و عقائد و فرائض و کلام و فلسفہ و تفسیر و حدیث و تصوف و اوراد و احزاب وغیرہ وغیرہ انھیں کی خدمت سراپا برکت میں حاصل کیے۔

۵ ماہ جمادی الاولے ۱۳۲۹ھ یوم فاتحہ حضرت شاہ تراب علی قلندر حضرت اخی معظم مدظلہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت کی اور اجازت و خلافت سلاسل سبعہ سے سرفراز ہوا۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ نے بھی اپنے وصال سے قبل اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔

۱۳۳۲ھ میں بعد ختم کتاب فصوص الحکم حضرت اخی و مولائی مدظلہ العالی نے اپنا گیروا دوپٹہ اس ناچیز کے سر پر باندھا ؎

کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید کہ سایہ بر سرش انداخت چون تو سلطانے

اور ۱۲ ماہ رمضان المبارک روز جمعہ سنہ مذکور میں بعد فراغ تحصیل علوم اجازہ لکھ کر مرحمت فرمایا جو درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق ادم علی صورتہ۔ وعلمہ اسماء سائر مخلوقاتہ و اختار منہ قلوبا شرحہا بنور ھدایتہ واشرق فیہا شعاع معرفتہ۔ ونصب فیہا سریر محبتہ واودع فیہا ودائع علمہ وحکمتہ احمدہ حمدا متکاثرا علی ان خص اھل العلم بفضائل لاتحصی۔ واشکرہ شکرا متوالیا علی ان وصف نفوسھم فی کتابہ بقولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰٓؤا۔ والصلوۃ والسلام علی نبیہ ورسولہ سیدنا ومولانا محمد ن الذی فاق فی النبیین بخلقہ وخلقہ۔ ونور الارض بنور ذاتہ۔ واضاء نور العلم فی مشکوۃ قلوب العباد لیھتدی بہ من یشاء الی اللہ تعالی وصفاتہ وافعالہ واسس بنیان العلم بالراسخین فی العلم حتی اخبر بفضلھم بقولہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فی احادیثہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ المجتھدین قواعد الشریعۃ فی امتہ المجددین لسنن النبوۃ بخلوص

نیۃ وصفا سریرۃ اما بعد فیقول العبید الصغیر للمولی الکبیر الفقیر الحقیر حبیب حیدر محا اللہ
السیئات من جریدۃ اعمالہ ورزقہ زیارۃ الشیوخ اساتذتہ ان السید السعید والفرد
الفرید الادیب الاریب والنسیب الحسیب عنوان الشرف والکمال انسان العین
لاھل الوجود والافضال روح روحی اوستادی ومذکورہ صورۃ شیخی اعز قلبی واحب فؤادی
النور الانور اخی مولوی حافظ محمد علی حیدر حماہ اللہ عن الآفات والشرور وقاہ
علی مدارج الاشھر زاد عمرہ وابقاہ وکثر فی العالمین لوامع علمہ وفضلہ وتقواہ لما اشتغل
من اوان الصبا زمان التمیز بین الارض والسماء فی حفظ القران المجید والفرقان
الحمید علی اوستاد الحفاظ حافظ غلام محمد المرحوم شرع معہ ایضا درس بعض
مختصرات الابتدائیۃ الفارسیۃ بحضرۃ والدہ العلام واوستادہ القمقام
الشیخ الکامل المکمل والعارف الواصل الموصل قاموس العلوم والعوارف ناموس
اسرار الالھیۃ والمعارف مرشدی واوستادی ومیسر عمران معاشی ومعادی
شیخی ومولائی جامع کمالات شیخ الاکبر والاصغر الحافظ شاہ علی انور طیب اللہ
ترابہ الاطھر ونضر مشھدہ الاقدس الانضر فقد بلغ الی قراءۃ مصنفات
الشیخ مصلح الدین السعدی الشیرازی رح الی ان مرض شیخی فی مرض الوصال
واشتاق الی لقاء الرب ذو الجلال والجمال وامرنی بتعلیمہ وتدریسہ فعلمت
الاخر الموصوف من الکتب الفارسیۃ جمیع الکتب الدرسیۃ العربیۃ اعنی کتب
الصرف والنحو والمنطق والفقہ والاصول والمعانی والبیان والمناظرۃ والعقائد
والفرائض والکلام والفلسفۃ والتفسیر والحدیث من الصحاح الستۃ والمسانید
والتصوف والاوراد والاحزاب فلما حصل لہ الفراغ فی شھر الربیع الآخر سنۃ
الف وثلثمائۃ وسابع وثلثین من الھجرۃ النبی الکریم علیہ الف الف صلوۃ وتسلیم
ووجدتہ ذی الاستعداد النفیسۃ والفھم الانیقۃ ذکیا فطنا وللتدریس

واشاعة العلوم جرياً وخفياً - اردت ان اكتب له اجازة العلوم على طريق المدرسين
والعلماء العالمين - وانی وان كنت لست من اهل هذه المسالك فكيف اجزته
بما ليس من هناك - لكن اتباع طريقة العلماء الاعلام والكملاء العظام
تجاسرنی علی هذا الامر راجیاً من الله تعالی بالوصول علی هذا القدر - فاقول
قد اجزت الاخ الموصوف بجميع ما حصل لی رواية وقراءة من كتب المعقول و
المنقول والفروع والاصول بالشرط المعتبر عند علماء الشرع والاثر كما اجازنی
به مشائخنا الكاملين اولهم واعلاهم رأس العلماء الاخيار ورئيس الفضلاء
الكبار شمس فلك العلوم وبدر سماء الفهوم الياقوتة الحمراء والدرة البيضاء
الشيخ الاكبر سيدی وسندی مولانا الحافظ شاه علی نور لازالت عتبته العلية
مخزة لجباه ارباب الكمال الجامعين للعلم والعمل والحال - وثانيهم واصفاهم
شيخی واستادی فی علم الحديث والاحزاب المحدث المتقن الاواب مولانا المرحوم
السيد محمد علی بن السيد ظاهر الوتری المدنی المدرس فی حرم البلدة الطيبة اعنی
مدينة النبی صلی الله عليه وعلی اله واصحابه التقی النقی كما هو محرر فی ثبته العطية
عندی - وثالثهم واسناهم ذی المكارم والامتنان خادم النبی حسب مشاهدته فی
المبشرة اجلی مولانا فريد الدين خان المحدث الكاكوروی كما هو مكتوب فی ثبته
الطيبة عندی واجزته ايضاً ان يجيز به من راه اهلاً لذلك - واوصيه بما
اوصی به نفسی من ملازمة الورع والتقوی بالدرجة الاقصی فی كل امر من امور
الدنيا والسلوك علی شريعة المصطفوية والطريقة المرتضوية واختيار مشرب
العالية القادرية القلندرية مع حفظ اورادها واذكارها علی طريق اساطين هذه
المشرب العلية واجراء سلسلة الدرس والتدريس حسب معمول ساداتنا الكرام
وحفظ الاوقات وفق مرسوم ابائنا العظام ومطالعة كتب العلماء الراسخين لاسيما

مشائخنا الکاملین المتقدمین وآن یکون عالماً صوفیا مجتنباً عن الشبہات
غیر منہمک فی اللذات مفتقراً الی اللہ فی جمیع الاحوال متبعاً السنۃ السنیۃ فی الاقوال
والافعال زاہداً فی امور الدنیا راغباً الی المولی مستحضراً لنصوص الفقہیۃ و
مصدقاً بالاحادیث النبویۃ محکم امور الطریقۃ بالشریعۃ راعیاً الطرق الاباء
بالوسعۃ الاختیاریۃ محققاً فی انواع العلوم ومدققاً فی المنطوق والمفہوم وان
لایتکلم من الناس الا علی قدر عقولہم وان لایبیّن لہم الا علم المعاملات
وما ینبہون بہ عن عیوبہم ولا یقدم علم الباطن علی الظاہر ولا یکتفی بالظاہر
عن الباطن اللہم بارک فی عمرہ وعلمہ وافسح فی رزقہ وعملہ وارزقہ حظاً
کاملاً ونصیباً وافراً فی النشأتین کما رزقت علی آبائہ الکرام من نعمائک الدارین
لیکون ممتازاً بین الاقران والاماثل وواصلاً علی مرتبۃ قرب الفرائض
والنوافل واحفظہ عن عیون الحاسدین الظالمین واجعل ذاتہ النفیسۃ العزیزۃ
کالدر الیتیم بین العلماء والاولیاء العارفین وارجوا منہ ان لاینسانی من
مبارک دعواتہ فی خلواتہ وجلواتہ ولا یذرنی من تضرعاتہ ونفحاتہ خصوصاً
عند ختم کلام المجید ودرس العلوم ونسأل اللہ الحی القیوم الحفظ لنا ولہ من سائر
عادات الموبقات والتخلق باخلاق المحمودات والاستقامۃ علی سیر العلماء
الکاملین واقتداء السلف الصالحین والاحتراز عن القیل والقال زی علماء
الجہال المخربین للدین المتین والباعدین عن طریق الحق والیقین وآخر
دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا
محمد والہ واصحابہ اجمعین ہداۃ طریق الحق ومحی معالم الدین ۃ ۃ ۃ
کتبہ بیدہ ورقمہ بقلمہ العبید الاحقر حبیب حیدر العلوی عاملہ اللہ بلطفہ
الخفی والجلی وسامحہ بکرمہ الابدی یوم لاینفع فیہ الاعفوہ الازلی فی الحادی

والعشرين من شهر الرحمة والرضوان اعنی شهر المبارك الرمضان يوم الجمعة سنة الف وثلث مأتہ وسابع وثلثين من الهجرة النبی المامون الامين صلوة الله وسلامہ عليہ وعلی اصحابہ وعترتہ من الله رب العالمين فی كل ان وحين۔

اسکے بعد میرا شغلہ تدریس وتصنیف وتالیف ہے اس عرصہ مین بعض کتابون کے لکھنے کا اتفاق ہوا۔ سب سے زائد محنت ودماغ سوزی اس کتاب مین کیگئی۔ چونکہ طبیعت لاابالی واقع ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے ابھی تک جیسی کہ تیسی پڑی رہی۔ اخویصاحب قبلہ مولوی تقی حیدر صاحب مدظلہ نے مجبور کرکے اسکی تہذیب وترتیب کرائی اور توجہ مبذول کی کہ یہ کتاب اتمام کو پہونچ سکی اللہ تعالے اسکو مقبول فرمائے۔ اس سے قبل دو رسالہ طبع ہوچکے ہین۔ ایک مصباح التعرف لمعرفة ارباب التصوف اصطلاحات صوفیہ کے بیان مین۔ دوسرا ترجمہ در الملتقہ شرح تحفة المرسلہ بعض رسائل ناتمام پڑے ہین۔ اللہ تعالے انکو بھی اتمام کو پہونچائے۔

دوران تحریر مین شعرگوئی کا ذوق بھی ہوا تھا۔ جو درحقیقت میری نافہمی وبلادت طبعی کے لحاظ سے میرے لئے ضرور غیر معمولی ہے۔ چنانچہ اُس کو بصورت "خیالات پریشان" جمع کردیا تھا۔ اُس مین سے بعض اشعار نذر ناظرین کرتا ہون۔ امید کہ اگر صاحبان ذوق اس سے لطف اُٹھائین۔ تو مجھے دعا مین گوشۂ خاطر سے فراموش نہ کرین۔

اشعار عربی

الحمد لله الذی اجری ینابیع الحکم	کلت لسان الحامدین من حصر عطاء النعم
اللهنا معبودنا عرفانہ مقصودنا	اوصافہ مشهودنا ماحی الخطا کنز الکرم
غفار ذنب بالدعا ستار عیب بالعطا	وهو المجیب لمن دعا کشاف اسرار الظلم
بالقدرة سلطانہ بالرحمة احسانہ	رب تعالی شانہ بالوصف انشق القلم
سبحان من لاحد لہ سبحان من لاضد لہ	سبحان من لاند لہ سبحانہ مولی النعم

رفع السموات العلی خلق الثریا والثری — لا ابتدا لا انتہا کیف الوجود والعدم

اسبہا صلوۃ زاکیہ اعلی سلامًا وافیہ — للاحمد خیر الرسل صدکبد فی النجم

محمد الرب بجود و عطاء النعم — واہب الخیر بفضل و سخاء عظم

رب ابلغ صلواۃ لشفیع الامم — ملاک الحسن حسین و جمیل فخم

سید الکل رسول و نبی الکمل — لاح بالنور نجوم وسماء الکرم

یا حبیبی سیدی روحی فداک — خذ یدی باللطف لا نعرف سواک

لاح قمر الحسن من وجہ الجمیل — روّح روحی بانوار الجلیل

یا نسیم الروح تفریح القلوب — یا علیم الحال علام الغیوب

راحت الارواح قد فاحت نسیم — لاقت الاشیاء من رب الکریم

اشعار فارسی

اے عاشقان اے عاشقان ہم جنون ہم خبون — اے مطربان اے مطربان ستیم کنید از ارغنون

جان و دلم صد پارہ ہوش و خرد آوارہ — برخیز و دہ نظارہ تا من بیابم خوش سکون

چون سرو مستان توئی از وصف صد چندان توئی — چون غنچہ خندان توئی خوش خندہ زن اے ذوفنون

یاقوت رمانی توئی لعل بدخشانی توئی — ہم عین اعیانی توئی از نور تو مستم کنون

العشق شمس یطلع والحسن برق یلمع — والحب نار یحرق طوبیٰ لکم یا عاشقون

از غمزۂ خود زندہ کن بر قلب محزون جلوہ کن — جان و دلم فرخندہ کن اے روح کل نور العیون

اے ساقی فرخندہ رو از سر بدرون کن ہوش را — یک جلوۂ خوش بر دلم پیدا کند خود جوش را

اے شاہد غنچہ دہن اے مطرب تقوی شکن — مضراب را بر تار زن سرمست کن می نوش را

قربان حسنت جان من کفر من و ایمان من — کن جلوۂ نو بر دلم با ہوش کن بیہوش را

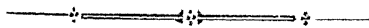
اے مطرب خوش نغمہ زن بر تار جانم زخمہ زن — بر عقل و ہوشم رخنہ زن مستی بدہ ہر گوش را

سوز دل من غمزہ ات جانم رباید عشوہ ات — اے یوسف زیبا بیا زینت بدہ آغوش را

خیز اے ساقی مہوش بدلم جلوہ بکن	ہوش ما را ببرائے نور قدم جلوہ بکن
سوخت جان و دل من چشم خود را باز کشا	مست و بیخود کن و بر آب و گلم جلوہ بکن
دل ما جلوۂ تو خواہد و جانم قربان	پردہ از سر بکشا مہر کرم جلوہ بکن
ساقی گلفام ما یک جام دہ	ہوش را از سر ببر آرام دہ
دار ہان از سر خودی و بیخودی	در محبت خویش ننگ و نام دہ
نور باران بر دلم اے نور حق	شیشۂ و جام سبو در کام دہ
دلم بردی قرارم را شکستی	تمامی کار و بارم را شکستی
قلب را از فیض خود مسرور کن	چشم را سرمست کن مخمور کن
فردہ اے ساقی مہوش کہ بہار آمدہ است	بادہ در دست و پری و بکنار آمدہ است
ابر مے بارد و مرغان چمن از مستی	مے خروشند و دل ما بہ قرار آمدہ است
مطربان فردود مید و بگلستان بروید	کاندرین روضۂ جنت چہ بہار آمدہ است

شعر در مستزاد

نور ازل از پردۂ اسرار بر آمد ـ آمد بہ سر من	از پردہ چو معشوق طرحدار بر آمد بر آمد بہ بر من



فصل سوم در خاتمۂ کتاب

شکر کاین نامہ بعنوانے رسید گم نشد نقد و بہ اخوانے رسید

الحمد للہ علیٰ احسانہ و انعامہ کہ کتاب مرآۃ الاعلام فی مآثر الکرام المعروف بہ تذکرۂ مشاہیر کاکوری کی تالیف سے فراغت ہوئی۔ جس بار عظیم کو مین نے اپنے سر لیا تھا۔ اور بوجہ اپنی نافہمی ولاعلمی اُسکی سرانجامی کیلئے متفکر تھا۔ وہ کام بخیر وخوبی اتمام کو پہونچ گیا۔ اور بارگاہ حضرت قدر قدرت مرشدی ومولائی اخی وحبیبی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی مین میری یہ سعی مقبول ہوئی۔

اس کتاب کی ترتیب وتدوین جس انداز سے مین چاہتا تھا۔ اُس مین فی الجملہ مجھے کامیابی ہوئی۔ گو ساتھ ہی اسکے مجھے اپنے اُن ارباب وطن سے ضرور شکایت باقی ہی کہ جنھون نے اپنے اکابر کے حالات دینے مین مکث فرمایا۔ اور اس کتاب کی ترتیب وتدوین مین مجھے کافی امداد پہونچانے سے دریغ کیا۔

چونکہ ان حالات کے انتظار مین اس کتاب کی اشاعت روک رکھنا مصلحت نہ معلوم ہوا لہذا مین اس کتاب کو جس صورت مین کہ ہے مرتب کرکے شایع کرتا ہون۔ اور اب بھی اُن ارباب وطن سے مستدعی ہون کہ مجھے اپنے معلومات سے مدد دین تاکہ دوسرا حصہ اس کتاب کا مرتب کر سکون

مین اپنی اس ناچیز تالیف کو مکمل نہین سمجھتا۔ اور نہ اُسوقت تک سمجھون گا جب تک کہ مین اپنے خیال کے موافق اُسمین کامیابی نہ حاصل کرلون۔

یہ میری عاجزانہ شکایت مخصوص کسی طبقہ سے نہین۔ اسی کے ساتھ اُن حضرات کا بہت ممنون ہون۔ جنھون نے اس تالیف مین مدد دی اور بمفولے حدیث نبوی من لم

یشکر الناس لم یشکر اللہ تشکر و امتنان سے کبھی لا پروا نہیں ہو سکتا۔

ناظرین ثنا یقین سے مستدعی دعا خیر ہونیکے ساتھ ساتھ اس امر کا ضرور متمنی ہون کہ اگر اس بضاعت مزجات سے فائدہ اُٹھائین۔ اور مسرور ہون تو یہ حضرت ولی نعمت اُستادی و مولائی کا ادنے کرشمہ عنایت سمجھین۔ اور میرے لئے بیش از بیش الطاف و عنایات مبذول ہونے کی دعا سے دریغ نہ کرین۔ مجھ ایسے آلودہ معصیت نامہ سیاہ مین نہ کبھی اس امر کی اہلیت تھی اور نہ ہے ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا　　　ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اور اگر کسی جگہ اس کتاب مین غلطی پاوین تو اُسکو دامن عفو و کرم سے پوشیدہ کرین یا اوسکو نزین بہ اصلاح کردین اور مجھے آماجگاہ مطاعن و ہدف ملامت نہ بنائین۔ فما کان فیہ صوابًا

فمن اوستاذی وما کان فیہ خطاء فمنی واخر دعوانا ان الحمد للہ للموجود نعوتہ المشہود برحمتہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ والصلوۃ والسلام علے سیدنا ومولانا محمد ن الذی کان علیًا فی ذاتہ حسنًا فی صفاتہ شہیدًا فی تجلیاتہ زین العابدین باقر علم الاولین والاخرین صادقًا فی اقوالہ کاظمًا فی جمیع احوالہ متمکنا فی مقام الرضا جوادًا کفہ عند العطا ھادیًا الی سبیل النجات عسکریًا مع الغزاۃ مھدیا الی طریق الحق والیقین وعلے الہ واھل بیتہ واصحابہ واحبابہ وانصارہ واخیارہ وازواجہ وعشیرتہ وذریتہ اجمعین صلوۃ وسلامًا مادامت السموات والارضین علے کل ان وحین امین ۰

تمت بالخیر

قطعات تاریخ تالیف و طبع کتاب مراۃ الاعلام فی مآثر الکرام

معروف بہ تذکرہ مشاہیر کاکوری

از نوک زیر خامہ بلاغت ختامہ حسان زمان سحبان نشان ۔ فردوسی مایہ عسجدی سایہ رشک خاقانی و عرفی جناب منشی نور الدین احمد صاحب المتخلص بہ کیفی ۔ کاکوری

لکھا ہے مرحبا کیا تذکرہ مشہور لوگون کا
یہ ہے وہ نقش قائم جسنے اس قصبہ کی ہستی کی

یہ قصبہ گو کہ چھوٹا تھا مگر شہرت بڑی پائی
اسی کا نام ہے "گلزار پور" اور عرف "کاکوری"

یہان کے رہنے والے تھے ہزارون سربرآوردہ
اُجڑ جانے پہ بھی کچھ لوگ ہین باقی رہا اب بھی

پرانے وقت کی باتین بہت کچھ درج ہین اسمین
مگر کیا جانے کتنے کارنامہ رہ گئے باقی

نہایت کوشش و محنت سے کی ہی جستجو کیا کیا
ہوئی حاصل بڑی مشکل سی ہر اک بات جو سچ تھی

مولف نے کیا ہے کام اسکے جمع کرنے مین
حقیقت تو یہ ہی حد سے زیادہ کی ہی جانکاہی

جہان تک ہوسکا ہر حال کی تصدیق کرلی ہی
خدا کے فضل سے تحقیق کچھ باقی نہین رکھی

کیا اس تذکرے نے نامیون کا نام روشن تر
بڑا احسان اس کا ہی سر اصحاب "کاکوری"

کہا ہاتف نے کیفی چشم بد دور اسکا سنہ لکھو
یہی تالیف کیا اچھی علی حیدر قلندر کی

۱۳۴۵ھ

دیگر

بجز عرفان علی حیدر واہ
تذکرہ خوب لکھا ہے ذیشان

جو مشاہیر ہین کاکوری کے — اُنکے حالات کا ہے صاف بیان
اہل کاری کے سرمایۂ ناز — قالب قصبہ کے یہ لوگ ہین جان
یادگار اس سے نہین ہے بہتر — ق — اس کا مقصود ہے ارباب جہان
نام قائم ہے اُنکا تا حشر — ذکر انکا رہے بالائے زبان
جو لکھا ہے وہ بہ تحقیق لکھا — شبہ و شک کا نہین کوئی گمان
کاک کیفی نے یہ لکھی تاریخ — مختلف سالون مین بارونق شان
ایک ہی شعر مین انکے سنہ و سال — طبع و تالیف کا دیتے ہین نشان
سنہ تالیف ہے۔ تاریخ مفید — طبع کا سال ہے۔ مرغوب زمان

۱۳۴۶ھ

دیگر

لکھی یہ کتاب اچھی۔ شاباش علی حیدر — شایستہ عبارت ہے الفاظ ہین سنجیدہ
مشہور بزرگون کا۔ ہے ذکر کیا اس مین — اشعار بھی ہین انکے حالات بھی ہین چیدہ
محنت سے کیا اسکو۔ ہے جمع بصد خوبی — مصروف رہا اس مین دن رات دل و دیدہ
چھپنے کی خبر اسکے مشہور ہوئی جب سے — ہر چشم خریداران ہے جان سے گرویدہ
پیدا ہوئی کیفی کو۔ جب فکر سن ہجری — ہاتف نے کہا لکھو۔ تاریخ پسندیدہ

۱۳۴۶ھ

دیگر در سنہ ہجری و عیسوی

کیا تذکرہ لکھا ہے علی حیدر آپ نے — شاباش و مرحبا کی تمھین داد ہو نصیب
مشہور بستیون مین یہ کاکوری تھی بھی ایک — مشہور تھے شریف یہان کے بڑے نجیب
ہر ایک طرح کے تھے یہان صاحب کمال — ہر اک زمانہ مین تھے یہان منتخب ادیب
حالات اُنکے جمع کئے ہین بصد تلاش — جو شکل مین کتاب کے چھپتے ہین عنقریب

تاریخ کی تھی کیفیؔ سرشار کو تلاش | بولا صلاح کار مرا ہاتف لبیب
ہجری و عیسوی میں یہ دو مادّے لکھو | یک ساغر عجیب دگر۔ نسخہ غریب

۱۳۴۶ھ — ۱۹۲۷ء

تقریظ معہ قطعات تاریخ از تراوش خامۂ گہربار سخن فہم بلاغت آثار گلدستہ بند خیالات رنگین نقشبند معانی دلنشین رامین سخن را دیب مولوی محمد عاصم صاحب المتخلص بہ قیسؔ کاکوروی

حُبِّ وطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد | میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

ہمارا وطن اصلی تو وہی ہے۔ جسے ہمارے حضرات عارفین مبدا حقیقی یعنے مقام وحدت اور ہنود اہل تصوف برہم لوک کہتے ہیں۔ لیکن اس دنیا میں آکر اور اس خراب حالی میں پڑکر وہ ہمسے بہت دور ہوگیا ہے۔ اور طالب صادق اور سالک حقیقی وہی ہے۔ جو وہاں تک واپس پہونچنے کیلئے گامزن ہے۔ اور منازل دشوار طے کر رہا ہے۔ لیکن وہاں سے آتے آتے ہم جن جن منازل پر مقیم رہے ہیں۔ بوجہ عرصہ دراز تک مقیم رہنے کے ہمنے ہر ہر زمانۂ قیام میں ہر ہر ایسی منزل کو وطن مجازی سے تعبیر کیا ہے۔ اور کبھی ہم اپنی حقیقت سے زیادہ محجوب اور اپنے خواب غفلت میں زیادہ غرق گئے ہیں۔ تو حقیقی اور مجازی کے فراق کو اُڑا کر اُسی وطن مجازی کو وطن اصلی سمجھنے لگے ہیں۔

ان منازل میں سے سب سے زیادہ معروف و مشہور منزل انسانی بہشت ہے۔ جسکے لئے ہر اہل دین بیتاب ہے۔ اور یہ یقین کئے ہوئے ہے کہ گو ہم ابو البشر آدم علیہ السلام کے ایک گناہ کی بدولت وہاں سے خارج البلد کردئے گئے ہیں۔ مگر پھر کر انشاء اللہ وہیں جائینگے۔ اگر ذرہ برابر بھی دل میں ایمان رکھتے ہیں۔ ورنہ یونہیں خارج البلد بلکہ دور تر از دور تر رہینگے۔ اسکی اہل اسلام

نجات دادا اہل ہنود مکت کہتے ہین ۔

بعد اس عالم ناسوت یعنی دنیا مین آکر بحیثیت انسان ہونے کے ہمارا اصلی وطن مجازی مکۂ معظمہ ہے ۔ کیونکہ ابو البشر آدم علیہ السلام کی سرشت بروایات مشہورہ اسی مقام کی خاک سے ہے ۔ جہان اب کعبہ شریفہ تعمیر ہے ۔ اور اول الخلائق و اول الانبیا و خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و منشاء بھی وہی ہے ۔ چنانچہ ہمارے لئے مکۂ معظمہ کو دوہری حیثیت وطنی حاصل ہے ایک بحیثیت انسان ہونے کے ۔ دوسرے بحیثیت مسلمان ہونے کے ۔ مکۂ معظمہ کے بعد ہمارا وطن مدینہ منورہ ہے کیونکہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہان توطن اختیار فرمایا ہے ۔ اسکے بعد ہمارا وطن مجازی ہر وہ مقام ہے جہان یکے بعد دیگرے ہمارے آباو اجداد کی ولادت ہوئی ۔ اور نشوونما ہوا ۔ اور آخری وطن مجازی وہ مقام ہے جہان ہم خود پیدا اور پرورش ہوئے ہین ۔ اور فطرت انسانی کے موجب جہان ہمکو اپنے والدین سے محبت خلقی ہے ۔ وہان اس وطن مجازی سے بھی ہے اور ہونی چاہئے لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہین کہ یہ ساری محبت اسی محبت حقیقی کا پرتو ہے جو فطرتاً ہمکو اپنے خالق اور مبداء حقیقی سے ہے ۔ اور والدین اور وطن مجازی کی حیثیت ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم سے زیادہ نہین ہے تاہم چونکہ وطن آخری مجازی اور والدین ہمارے اقرب ترین مباری ہین ۔ اور ہمارے لئے ہمارے مبداء اصلی حقیقی کا بہترین و نزدیک ترین و واضح ترین پرتو ہین ۔ اور انکے ساتھ جس قدر محبت ہمکو ہے وہ در اصل اُسی مبداء حقیقی والی محبت کا ظہور ہے ۔ لہذا نہ صرف فطری طور پر بلکہ مذہبی و اخلاقی طریقہ پر بھی اور بمقتضائے عرفان بھی ہمارا فرض ہے ۔ کہ اس محبت کی پرورش و پرداخت کرین اور والدین اور آباؤ اجداد اور وطن مجازی کے حقوق ادا کرین ۔ اور جیسا کہ ابتدائے سلوک کے وقت " بندۂ عشق شدی ترک نسب جامی " بمقتضائے اسی آیت شریفہ کے عامل ہوئے تھے ۔ کمال باطنی حاصل ہونے کے بعد بمقتضائے اسی آیت شریفہ کے باوجود اسی ترک و تجرید کے اپنے اہل ایمان اور اہل دل و اہل معرفت و خوش اعمال آباو اجداد و اسلاف و انساب و ارباب وطن کو یاد کرین ۔ انکی

خدمت کرین۔ انکی خوبیان بیان کرین۔ انکی یادگار کے ذرائع قائم کرین اور قائم رکھنے کی کوشش کرین۔ نہ بطور فخر کے۔ بلکہ اسلئے کہ ہمارے اخلاف کو صحیح شاہراہ زندگی ہاتھ آئے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر انبیا علیہم السلام اور اکابر اولیاء اللہ بلکہ ہر مشہور علم و فن کے اکابر مجاہدہ کے زمانہ مین ترک وطن کیا کرتے تھے۔ اور کمال کے زمانہ مین وطن اور اہل وطن کو اپنے کمالات سے فائدہ پہونچاتے تھے۔ اور سب طرح کے حقوق پورے پورے ادا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہی کہ سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا رنے اپنے اسلاف کی خوبیون کو اور اپنے نسب کی شرافتونکو بلا مفاخرت بیان فرمایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرات مرشدین نے جہان اپنے سلاسل طریقت پر اور اپنے علوم و مکاشفات تصوف اور حقائق و معارف پر کتابین لکھی ہین وہان اپنے انساب اور آباؤاجداد کے حالات کو بھی نظر انداز نہین فرمایا ہے۔

چنانچہ اسی نقطۂ نظر سے ہمارے عارف کامل۔ محقق فاضل۔ عالم دین متین۔ یادگار اکابرین عمدۃ حفاظ القرآن اسوۃ المحدثین والاقران جناب مولانا مولوی حافظ محمد علی حیدر صاحب ادام اللہ ظلالھم بجمیع کمالاتھم نے باوجود کثرت مشاغل طریقت کے اس کام کی طرف توجہ فرمائی ہی۔ اور اس کتاب لاجواب مسمی بہ **مراۃ الاعلام فی ماثر الکرام** معروف بہ "تذکرۂ مشاہیر کاکوری" کو نہایت عرق ریزی و محنت سے عالم وجود مین لائے ہین۔

گو آنجناب کا منشاء اصلی اس کتاب سے بلحاظ اپنے طریقتی نقطۂ نظر کے یہی تھا کہ اس قصبہ کاکوری مین جو اکابر و مشاہیر دین و اولیاء کاملین و علماء متقین گذرے ہین یا مدفون ہین انکے حالات لکھے جائین۔ مگر ہمکو حضرات عارفین کی ہمہ گیری کے قربان ہونا چاہیئے۔ کہ آنجناب نے اچھون کے ساتھ اچھونکے واسطہ دارون پر بھی نظر عنایت فرمائی۔ اور ان لوگون کے حالات کو بھی اس کتاب مین جگہ دیدی جنکی شہرت بوجہ امارت گو امارت کے ساتھ ساتھ سخاوت و فیاضی کے تھی۔ اور نیز جنکی شہرت بوجہ ادبی و دیگر علمی و فنی قابلیتون کے یا بوجہ شاعری کے ہوئی۔ بلکہ مختصراً یون کہنا چاہیئے کہ جنکی شہرت بوجہ کسی خوبی کے بھی ہوئی۔ اور سب سے زیادہ قابل داد

بات یہ ہے کہ تحقیق و تدقیق پر پورا پورا عمل کیا ہے - اور جو کچھ لکھا ہے پورے اطمینان کے بعد لکھا ہے - اور ساتھ ہی اسکے اس سلسلہ کتابت کو ختم نہین کردیا - بلکہ مزید حالات و معلومات بہم پہونچنے پر دوسری جلد کی تیاری کا ارادہ رکھتے ہین -

غرضکہ ہر طرح پر یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ عارفین کی شان کمالی یہ ہے - کہ اگر وہ کسی دنیوی کام کیطرف متوجہ ہوتے ہین - تو اُسے بھی اسکے درجۂ کمال کو پہونچا دیتے ہین - کیونکہ اُنکی نظر اُس دنیوی کام پر نہین ہوتی بلکہ فاعل حقیقی پر ہوتی ہے - خداوندکریم آنجناب کے کمالات ظاہری و باطنی مین روز بروز ترقی عطا فرمائے - اور آنجناب کے فیوض و برکات سے مسترشدین کو مالا مال کرے - آمین ثم آمین -

آخر مین نوجوانان وطن سے میری یہ گذارش ہے کہ اس کتاب کو سرسری طور پر پڑھکر ردی کی ٹوکری مین نہ ڈالین بلکہ آنکھین کھولکر دیکھین اور غور کرین کہ ہمارے اسلاف کیا تھے اور ہم کیا ہین - اور ان کی ترقیون کا راز کیا تھا - اور ہمارے تنزل کا سبب کیا ہے - اور اگر ہم یونہی رہے اور ہماری آنکھین نہ کھلین تو ہم تو خسر الدنیا والآخرہ مین پڑ ہی چکے - ہمارے اخلاف کا کیا حال ہوگا -

بھائیو - خدا کے لئے بیدار ہو - کب تک غفلت کی نیند سوؤ گے - آنکھین کھولو - اور دیکھو کہ ہمارے اسلاف کی ساری ظاہری و باطنی ترقیان خدا و رسول کے احکام اور سلف صالحین کی صحیح پیروی پر مبنی تھین - جن سے ہم اسوقت غافل ہین - ہم سے جو بزعم خود خدا رسول کے احکام پر چل رہا ہے - اُسکا یہ حال ہے کہ شریعت و طریقت حقہ کو چھوڑ کر یا تو وہابیت اختیار کئے ہوئے ہے - یا سوقیانہ خرقہ پوشی اور صوفیانہ حق فروشی مین پڑا ہوا ہے - جو دنیوی ترقی کی طرف مائل ہے وہ ساری ترقی ایم اے پاس کر لینے اور انگریزون کی تقلید و خوشامد مین سمجھتا ہے - یا مروجہ حال ترک موالات مین - کہ صورت اُولے مین گورنمنٹ مین رسوخ کی اُمید ہے - اور صورت اُخرٰے مین پبلک مین وقعت ہے - جو فیاض ہین وہ اس حد تک کہ فضول خرچ ہین - جو فضول خرچی سے بچنے

ہین وہ اس حد تک کہ بخیل ہین ۔

یاد رکھو کہ ان مین سے کوئی راہ صحیح نہین۔ صحیح راہین صرف وہی ہین جو ہمارے سلف صالحین اختیار کر گئے ہین ۔ اور اُنکے انہاج گو مختلف ہون ۔ لیکن اصول صرف یہی ایک ہے کہ خذ ما صفا ودع ماکدر ۔ علوم دینی بھی پڑھو علوم و فنون دنیوی بھی سیکھو ۔ امتحانات بھی پاس کرو تجارت بھی کرو ۔ زہد و عبادت بھی کرو ۔ فقر و فاقہ خرقہ و عمامہ بھی اختیار کرو ۔ لیکن خدا کے لئے جو کچھ کرو صدق دل سے کرو ۔ خدا اور رسول ۔ کے ساتھ ہر حال مین سچے رہو ۔ اچھے اخلاق ۔ اچھے عادات اختیار کرو ۔ چغلخوری غیبت اور بزرگون کے بُرا کہنے سے بچو ۔ غرور علم ۔ غرور فقر ۔ غرور مال ۔ غرور جاہ سے پناہ مانگو ۔ باوجود کچھ نہونے کے اپنے آپ کو بہت کچھ نہ سمجھو ۔ کنبہ پروری صلۂ رحم اعزہ نوازی کو ہاتھ سے نہ دو ۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

قطعۂ تاریخ تصنیف کتاب ہذا

واہ مولانا لکھا خوب آپنے — اپنے ارباب وطن کا تذکرہ
قلیس نے تاریخ کی جب فکر کی — بول اُٹھا دل ۔ اچھا اچھا تذکرہ
۱۳۴۵ھ

قطعۂ تاریخ طبع کتاب ہذا

صوفی صافی فقیہ بے بدل — حافظ قرآن زہے فخر قرن
عالم و فاضل ادیب نکتہ سنج — واقف سر کمال علم و فن
رند بیباک و موحد پاکباز — باہمہ و بے ہمہ بے ما و من
ساقی صہبائے زنگار رنگ عشق — مست جام فضل ربانی والمنن
اے علی حیدر قلندر مرحبا — سایہ افگن آپ کے سر پنجتن

خوب لکھی یہ کتاب بے بہا | زندہ دار نام ارباب وطن
باغ ایسا کر دیا آراستہ | خوب دکھلائے گل و سرو و سمن
جیسے تارے ہو گئے رشک کھیل | ہو گیا گور غریبان اک چمن
قیس کو یہ غیب سے آئی ندا | لکھدو ہے۔ تاریخ ابنا وطن

۱۳۴۶ھ

قطعہ تاریخ تالیف و طبع رختیہ قلم فصاحت رقم شاعر شیرین مقال سخنور نازک خیال۔ نقد سخن راجوہری مولوی محمد عالم صاحب المتخلص بہ قیصری کاکوروی

واہ کیا لکھی کتاب۔ حافظ عالی جناب | نام وطن زندہ باد، خلق سے اک شور اُٹھا
ذکر مشاہیر سے عزت و توقیر ہے | گر ہوں مکین نامور، ہے یہ مکان کی بقا
خوبی و حسن و کتاب۔ مدح و ثنا سے فزون | "حاجت مشاطہ نیست روے دلآرام را"

ہے سنہ تالیف کی فکر اگر دلنشین
صاف لکھو قیصری "تذکرہ بے بہا"

۱۳۴۵ھ

قطعہ تاریخ طبع کتاب ہذا

شاہ علی حیدرم کز لطف سلطان کرم | چون بر نیسان آن معنٰی از نیسان بازگو
نیسان فضل بیکران بر زندگان و مردگان | ریزد حیات جاودان از فضل نیزدان بازگو
چون مردہ را یاد آورد بخشد بقا تازہ اش | زحیاتش میدہد عیسیٰ دوران بازگو
وان زندہ را لطفے کند عزم و ثباتش میدہد | اندر بجا زندگی زان نوح طوفان بازگو
نام و نشان اولین جان و جہان آخرین | روح و روان عالمین شمع شبستان بازگو

مقبول یزدان آمده محمود دوران آمده　　محبوب اخوان آمده ممدوح یاران بازگو

انشانمود این تذکره نده دلان را تبصره　　تا رستہ زاگرہ عمرے بسامان بازگو

چون طبع وتشرے یافتہ از اوج عزت تافتہ　　ضو ہر طرف بشتافتہ زان ماہ تابان بازگو

از بہر سال عیسوی گفتا ملک با قیصری

ذکر مشاہیر وطن مطبوع ہر جان بازگو

سنہ ۱۹۲۷ء

صحت نامہ کتاب مرآۃ الاعلام فی مآثر الکرام معروف بہ تذکرہ مشاہیر کاکوری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۱	جبل	جبل	۷۲	۴	تربیت	ترتیب	۲۰۴	۶	ملک کبیر	ملک محمد کبیر
۵	۳	بجنوری	بجنوری	۷۸	۱۳	بوے	بسوے	۲۱۳	۱۴	پالی	پائی
۱۳	۱	بن	بین	۷۴	۱۱	سیل الاولیا	سنن الاولیا	۲۱۷	۱۴	مققد	معتقد
،،	۱۰	سکے	اسکے	۸۹	۲۱	زدر	زیور	۲۱۲	۱۳	ذنیا	دنیا
۱۹	۲۱	تربیت	تربیت	۹۱	،،	کسی	کسبی	۲۳۷	۴	متخص	شخص
۲۴	۳	قربہ	قریہ	۹۲	۳	فعل بہ	فعل پر	۲۳۹	۱۴	المعانی"	المعانی
۲۸	۱۶	فطرلی	فطری	۹۷	۱۷	ماو	یاو	۲۴۶	۱۳	تواب	ثواب
۳۲	۱۶	بے	ے	۱۰۵	۲	اوالعزم	اولوالعزم	،،	۲۱	ون	وہاں
۳۳	۲۰	چنانچہ	چنانچہ	۱۱۲	۲۱	عن	×	۲۹۹	۸	ین	ہین
۳۶	۲۱	کورش	کوشش	۱۱۳	۱۰	لجھر	لجھر	۲۵۰	۱	بادشاہ	بادشاہ نے
۳۸	۴	فیاص	فیاض	۱۱۴	۲۰	الذین	الدین	۲۸۲	۱۸	اللہ دتہ	الہ دتہ
۴۱	۱۶	نفس	نقش	۱۲۴	،،	وازد	وارد	۲۸۸	۱۹	علماکو	علماکا
۴۲	۸	رفتارش بیا	رفتارش بہ پا	۱۴۱	۱۶	زمین نصب	زمین پر نصب	۲۹۰	۴	کردے	کردئے
۴۹	۷	جب	چپ	۱۴۸	۲	ے	نے	،،	۱۱	اللہ د	الہ د
۵۴	۱۴	بدہد	ہدہد	،،	۱۳	اوود	اودہ	۲۹۴	۷	غلوم	علوم
۵۶	۹	تافتم	یافتم	۱۴۹	۱۹	بہ	یہ	شمار صفحات		۳۹۷	۲۹۷
۶۰	۴	نسجم	نسنجم	۱۶۰	۴	وحدت	وجدت	۲۹۷	۲۱	کی	کی اور
۶۲	۵	گشت	کشت	۱۹۲	۲۱	گن	کن	۲۹۹	۷	پیشتر	بیشتر
۶۴	۲۱	خلوض	خلوص	۱۹۴	۱۹	عم	غم	۳۱۲	۱	میکرد	میکردم
۶۸	۲۱	سند	بسند	۲۰۱	۲	سنہ ۱۲۷۰ھ	سنہ ۱۱۷۸ھ	۳۱۷	۱۳	نہوتے	نہوتے
۷۲	۲۰	خفظ	حفظ	،،	۲۱	بے بدل	×	۳۲۰	۷	قریب قیب	قریب قریب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۸	۱۱	بھر	بر	۴۲۱	۱۶	انگیسن	انگبین	۴۶۷	۱۱	بھری	بھردی
۳۲۵	۱۷	پیچھے	پیچھے	〃	۲۰	دیورانہ	دیوانہ	۴۷۰	۱۸	کردیدہ	گرویدہ
۳۴۹	۱۰	بگرداشتہ	برداشتہ	۴۲۴	۶	آخر	آخراخر	۴۷۲	۱	کہ	کہاکہ
۳۵۹	۱۸	نگہ	نگہہ	۴۲۶	۱۸	این بہ	این بارہ	۴۷۳	۷	وہین	ذہین
۳۶۹	۷	فدرت	قدرت	۴۲۹	۱۶	مرتبت	مرتب	۴۷۵	۱۱	صورت	صورتین
۳۹۱	۷	آرخلاف	ازاخلاف	۴۳۰	۱۵	والاذغان	والاذعان	۴۸۱	۱۰	ملیگے	لیگئے
۳۹۳	۹	مرعولہ	مرغولہ	۴۳۶	۱۲	جان	جاے	۴۸۵	۱۸	نشکل	شکل
۳۹۶	۱۴	کوتر	کوثر	۴۴۰	۱	شاہ تراب علی	شاہ حمایت علی	۴۸۷	۱۱	خاندان	خاندان
۴۰۳	۱۱	محدرت	محدث	۴۵۱	۶	تعطیلی	تعظیمی	۴۹۴	〃	وصفاتہ	وصفاء
۴۰۸	۲	در	اور	۴۶۵	۲	رائۂ	رائحۂ	〃	۲	محالله	محاالله
۴۱۶	۲۰	الاد	اولاد	〃	۶	گلش	گلشن	〃	۳	رزقف	مارزق
۴۹۵	۳	ھنالک	ھنالک	۴۹۵	۱۰	والعلم	والعملی	۴۹۷	۵	بعد	بعدسے
۵۰۳	۲	اہل کاری	اہل کوری	۵۰۴	۱۴	فراق	فرق	۵۰۵	۱۴	مباری	مبادی
۵۰۸	۱۵	فخرقرن	فخرزمن	۵۰۹	۱۵	عیسلی	عیسیٰ	۵۱۰	۲	کستہ	گستہ

ختم شد